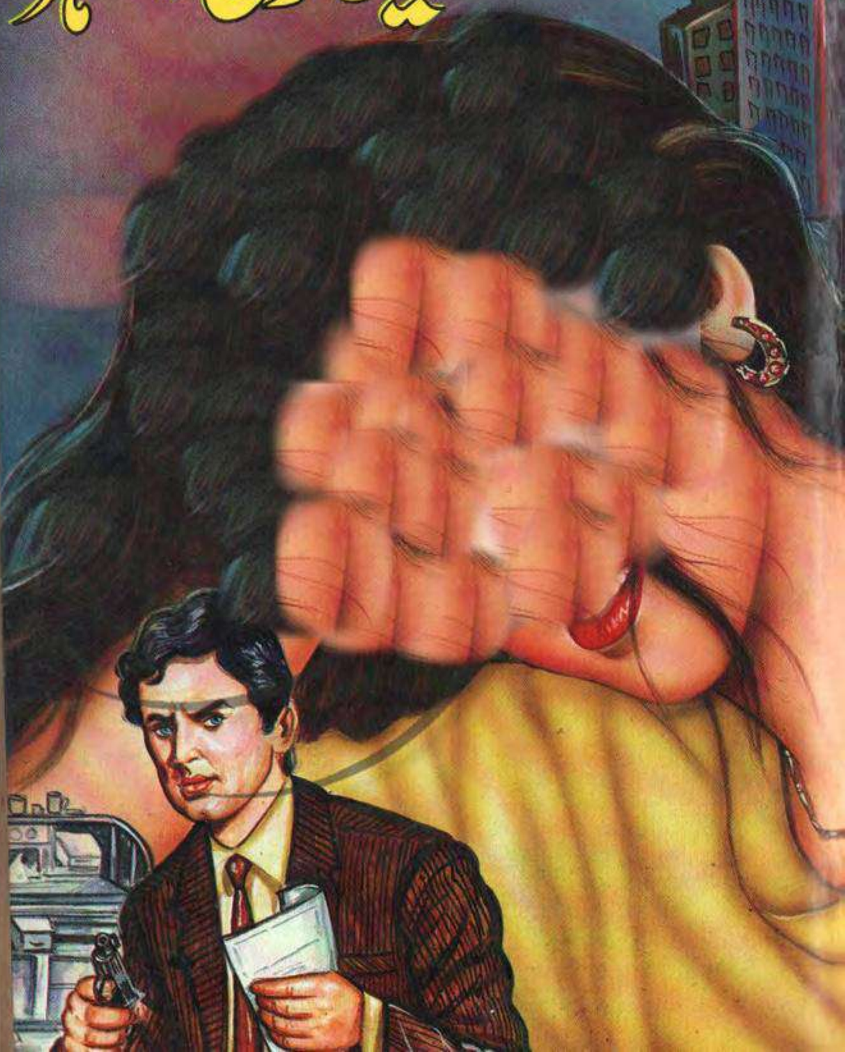
عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین ناول

شیطانوں کا شہر





بزنس مینوں کی جنت سنگاپور جہاں بھانت بھانت کے لوگ آباد ہیں۔ شاید اسی لئے اس مصروف کاروباری شہر میں بڑی سے بڑی واردات کا ہو جانا بعید از قیاس نہیں خیال کیا جاتا۔

سنگاپور ائرپورٹ سے باہر نکلتے ہی کرنل زاہد کو احساس ہو گیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

لیکن تعاقب کرنے والے اناڑی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ بڑے سلیقے اور حاضر دماغی سے وہ اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے اور کسی طرح بھی شبہ نہیں ہوتا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

کرنل زاہد اپنی ٹیکسی کے پیچھے آتی ہوئی جس کار پر شک کرتا وہی کار چند لمحوں بعد اس کی نظروں سے غائب ہو جاتی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کئی لوگ اس کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے اور ہر کوئی پوری احتیاط برت رہا تھا کہ کرنل زاہد کو اس کا علم نہ ہو سکے کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے؟

زاہد سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے سنگاپور میں قدم رکھتے ہی ان جانے لوگوں کا ایک پورا گروہ اس کے تعاقب میں لگ گیا تھا اور یہ آثار اچھے معلوم نہیں ہوتے تھے۔

اس نے پیچھے دیکھا۔ دو گاڑیوں کے پیچھے ایک پرانی سی کار چلی آ رہی تھی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک چینی بیٹھا ہوا تھا لیکن وہ بالکل لاپرواسا دکھائی دے رہا تھا۔

"ڈرائیور۔" زاہد ٹیکسی ڈرائیور سے بولا۔ "اب تم مجھے سوزیم لے چلو۔"

"ہوٹل نہیں سر۔"

"نہیں۔" زاہد نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی ٹیکسی میوزیم کے سامنے ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔

کرنل زاہد نے نیچے اتر کر ٹیکسی کا کرایہ دیا اور چھوٹا سا سوٹ کیس اٹھا لیا۔

ٹیکسی کے آگے نکل جانے کے بعد اس نے گھوم کر اس طرف دیکھا جس طرف سے آیا تھا اور چونک سا گیا۔ اس نے ایک ٹیکسی تھوڑے سے فاصلے پر رکی دیکھی تھی لیکن اس کے اندر سے کوئی باہر نہیں نکلا تھا۔

زاہد نے ایک گہری سانس لی اور اپنا سوٹ کیس اٹھا کر میوزیم کی عمارت میں داخل ہو گیا۔

میوزیم کے ہال میں دو تین ٹیلی فون بوتھ دکھائی دے رہے تھے۔ زاہد ایک بوتھ میں گھس گیا اور جلدی جلدی کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ سلسلہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"ٹوٹو ہے؟"

"آپ کون ہیں؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"سونے کی چڑیا!"

ایک لمحہ کے لئے خاموشی چھا گئی۔ پھر آواز آئی: "دس منٹ بعد پھر فون کرو۔"

"یہ نمبر کہاں کا ہے؟" اس نے پوچھا۔

لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

کرنل زاہد نے گہرا سانس لیا جو نمبر اس نے ڈائل کیا تھا وہ اسے جنرل کیوسفے نے دیا تھا کہ وہ اس نمبر پر ٹوٹو کو فون کر کے مدد حاصل کر سکتا ہے۔

ٹھیک دس منٹ بعد زاہد نے پھر نمبر ملایا اس بار جواب دینے والا ٹوٹو ہی تھا۔

"سونے کی چڑیا۔" زاہد نے اپنا کوڈ دوہرایا اور بولا۔ "ابھی ایک گھنٹہ قبل میں نے سنگاپور میں قدم رکھا ہے لیکن یہاں آتے ہی میری نگرانی شروع ہو چکی ہے۔"

"وہ کتنے ہیں؟"

"کوئی اندازہ نہیں لگتا۔ لیکن کئی ہیں۔ کیوں کہ جو آدمی تعاقب کرتا ہے وہ شبہ ہوتے ہی غائب ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی نیا شخص آ جاتا ہے۔"

"آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟"

"میوزیم سے۔"

"جانا کہاں ہے؟"

"ہوٹل کلارک۔"

"ہوٹل کلارک نیچ روڈ پر ہے۔ ٹھیک دس منٹ بعد میوزیم سے نکل کر ٹیکسی پکڑیں اور اپنا تعاقب کرنے والوں کی قطعی پرواہ کئے بغیر اسٹیم فورڈ روڈ سے نیچ روڈ کی طرف روانہ ہو جائیے۔ جب تک آپ ہوٹل کلارک پہنچیں گے تعاقب کرنے والے غائب ہو چکے ہوں گے۔"

"شکریہ۔"

"اور کچھ؟"

"بس یہی بہت ہے۔" زاہد نے کہا۔ "لیکن یہ نمبر کہاں کا ہے؟"

"آپ کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیئے۔"

"اگر آپ کی ضرورت پڑ جائے تب میں آپ کے پاس کیسے پہنچوں گا؟"

"میں ہمیشہ اس نمبر پر موجود رہتا ہوں۔"

زاہد نے فون رکھ دیا اور گھڑی دیکھ کر اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور دھیرے دھیرے چلتا ہوا میوزیم سے باہر نکل آیا۔ کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس نے گہری نظروں سے جائزہ لیا لیکن کوئی شخص اسے مشتبہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس کے اشارے پر ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ زاہد نے سوٹ کیس اندر رکھا اور خود بھی سوار ہو گیا۔

"ہوٹل کلارک... اسٹیم فورڈ روڈ سے ہو کر چلو۔" اس نے کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے اپنا سر ہلایا اور ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ زاہد لاپروائی سے باہر دیکھنے لگا۔ اس بار اس نے تعاقب کرنے والوں کی کوئی فکر نہیں کی تھی۔

....

ٹیکسی تیزی سے بھاگتی رہی۔

اسٹیم فورڈ روڈ پر اس وقت کافی رش تھا اس رش میں زاہد کے لئے یہ اندازہ لگانا بہت مشکل تھا کہ اس کے پیچھے آنے والی گاڑیوں میں کون سی گاڑی اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس نے اس موٹے چینی کی صورت پہچان لی جسے اس نے میوزیم کے دروازے کے سامنے کھڑا دیکھا تھا۔

وہ چینی زاہد کے پیچھے ایک سیاہ رنگ کی کار میں چلا آ رہا تھا۔ زاہد ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔

اسی وقت ایک عجیب و غریب واردات ہو گئی جس کی وجہ سے ایک چوراہے پر افراتفری مچ گئی۔

ایک طرف سے ایک ٹرک ٹریفک سگنل کی پرواہ کئے بغیر گھومتا تھا اور سیدھا موٹے چینی کی سیاہ گاڑی سے جا ٹکرایا تھا جس کے پیچھے بھی کئی رکشائیں اور گاڑیاں ان کی جھپیٹ میں آ گئی تھیں اور سارا ٹریفک درہم برہم ہو گیا تھا۔

حادثے کے فوراً بعد ہی ایک چینی کافی پیچھے کھڑی ایک ٹیکسی سے باہر نکلا اور فٹ پاتھ پر بھاگتا ہوا چوراہے کی طرف آنے لگا۔

اس کا ارادہ ایسا ہی تھا جیسے چوراہے کے آگے سے دوسری ٹیکسی پکڑے گا۔ لیکن زاہد کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ چینی ایک موٹے تازے سیاہ آدمی سے ٹکرایا اور دہیں فٹ پاتھ پر ہی ڈھیر ہو گیا۔

وہ سیاہ آدمی اس سے معافی مانگتا ہوا اس طریقے سے چینی کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے میں اس کی مدد کر رہا تھا کہ چینی بار بار فٹ پاتھ پر لڑھک جاتا تھا۔

یہ سب کچھ چند لمحوں میں ہو گیا تھا۔

کرنل زاہد کی ٹیکسی اطمینان سے فراٹے بھرتی رہی۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی تعاقب نہیں کر رہا ہو گا۔

ٹیکسی ہوٹل کلارک کے سامنے رک گئی۔ یہ سنگاپور کا سب سے مشہور اور مہنگا ہوٹل تھا۔

زاہد اندر پہنچ کر ایک کمرہ بک کرایا اور ہوٹل بوائے کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گیا۔ ایک نوٹ لے کر بوائے رخصت ہوا تو فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

زاہد نے ریسیور اٹھا لیا "ہیلو"

"سونے کی چڑیا" کسی نے کہا۔

"جی ہاں"

"میں ٹوٹو بول رہا ہوں! آپ بار میں پہنچیے"

"لیکن ہم ایک دوسرے کو پہچانیں گے کیسے؟"

"اس کی فکر مت کرو۔ میں تمہیں پہچان لوں گا۔"

"ٹھیک ہے" زاہد نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور کمرے سے نکل کر سیدھا گراؤنڈ فلور پر پہنچ گیا۔

ہوٹل کے شاندار بار میں اس کا سامنا ایک خوبصورت نوجوان سے ہوا۔

"ہیلو! مجھے ٹوٹو کہتے ہیں"

"میں۔۔۔ زاہد ہوں" زاہد نے دھیرے سے جواب دیا۔ اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

ہاتھ ملا کر ٹوٹو کرنل زاہد کو ایک گوشے کی میز پر لے آیا۔ ویٹر کو کافی کا آرڈر دے کر ٹوٹو بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہاں تک آپ کا تعاقب نہیں کیا گیا ہو گا"

"وہ ٹرک والا حادثہ کیا تمہارا کارنامہ تھا؟"

"بے شک وہ کئی تھے۔ سب کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا اتنے لوگوں کو آپ کے تعاقب سے روکنے کے لئے وہ حادثہ بھی کافی نہیں تھا۔ جناب"

زاہد نے ہنستے ہوئے کہا "ایک چینی کو تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے کسی سے ٹکرا کر گرتے دیکھا تھا"

"اس کے علاوہ آپ نے ایک دوسرے چینی کو کسی لڑکی سے پٹتے ہوئے نہیں دیکھا"

"اوہ تو۔۔۔" زاہد گہری سانس لے کر رہ گیا۔ "اتنا انتظام تم نے اتنے کم وقت میں کیسے کر لیا"

"یہ میری ڈیوٹی تھی" ٹوٹو دھیرے سے مسکرایا۔

ویٹر کافی کا مگ لا کر رکھ گیا۔

"یہاں سنگاپور میں سب قوموں کے لوگ آباد ہیں۔ اسلئے یہاں کوئی اجنبی معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہاں کسی شخص کا غائب ہو جانا بہت آسان ہے۔ لیکن اپنی خصوصیات کی وجہ سے یہاں کسی آدمی کے گم ہو جانے کی کوشش میں ناکام رہنا بھی بہت آسان ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ایک بار دشمن کی نگاہوں میں آ جانے کے بعد انکا ان سے چھپا رہنا ممکن نہیں ہے۔ ابھی آپ ان کے پنجے سے بچ نکلے ہیں۔ لیکن بہت جلد وہ آپ کو دوبارہ تلاش کر لیں گے۔۔۔۔ جب کہ آپ ہوٹل کلارک جیسی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں آپ کا یہاں رہنا مناسب نہیں"

"مسٹر ٹوٹو" کرنل زاہد نے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔ "فی الحال میرا اس ہوٹل میں رہنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ مادام

کے جس شخص سے ملاقات کرنے میں سنگاپور آیا ہوں' وہ مجھے یہیں آکر ملے گا۔"

"اوہ....." ٹوٹو نے گہری سانس لی تھی۔

" ماڈیسو کے یہاں آنے کی پوری امید ہے' اگر کسی وجہ سے وہ یہاں تک نہیں پہنچ سکا تو پھر رات کے دس بجے تک مجھے گولڈن پارک پر اس کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

" فرض کیجیے اگر وہ وہاں بھی نہ آیا تب؟" ٹوٹو نے پوچھا۔

" تب مجھے دوبارہ ہوٹل میں آکر اس کے پیغام کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

" اور اگر پیغام بھی نہ ملا تب؟"

" یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" کرنل زاہد نے مسکرا کر کہا۔" اس کا مجھ سے ملنا بہت ضروری ہے' اس میں اس کا بھی فائدہ ہے جو اہم معلومات ہمیں اس سے حاصل ہونے والی ہیں اس کے بدلے میں ہم اسے پچاس ہزار ڈالر ادا کریں گے..... فی الحال ہم نے اسے پانچ ہزار ایڈوانس میں دے دیئے ہیں۔"

" آپ کے لئے اور کیا منگواؤں؟"

" شکریہ! تھوڑی دیر بعد کھانا کھائیں گے۔"

" ٹھیک ہے۔ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر وہ آپ سے آکر نہ ملے تو پھر آپ کے لئے یہی بہتر رہے گا کہ یہ جگہ چھوڑ دیں ویسے ماڈیسو کی تلاش میں میں آپکی پوری مدد کروں گا۔"

" میرا خیال ہے ایسی نوبت نہیں آئے گی۔" زاہد نے کہا۔" ویسے تمہاری نظر میں ہوٹل کلارک کے علاوہ اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے جہاں میں خود کو محفوظ سمجھ سکتا ہوں۔"

" راکسن ہوٹل شہر سے باہر ہے اور زیادہ شاندار بھی نہیں ہے۔ وہاں زیادہ تر غیر ملکی نامہ نگار' مصنف وغیرہ آکر ٹھہرتے ہیں یا پھر سیاح! آپ وہاں خوب اچھی طرح چھپ سکتے ہیں۔"

" او کے۔" زاہد بولا۔" اگر چوبیس گھنٹے میں ماڈیسو مجھ سے رابطہ قائم نہیں کرتا ہے تو پھر شاید یہاں سے غائب ہو جاؤں گا۔"

" ماڈیسو سے آپ کیا معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

" کیا مطلب؟"

" میرا مطلب یہ ہے کرنل کہ آپریشن کیا ہے؟"

" تمہارا فون نمبر کہاں کا ہے؟"

" یہ تو میرے سوال کا جواب نہیں۔" ٹوٹو نے کہا۔

کرنل زاہد مسکرا دیا تھا۔

" اوہ۔" ٹوٹو نے اپنا کافی کا آخری گھونٹ بھرا' اور اٹھ کھڑا ہوا" اب میں اجازت چاہتا ہوں۔"

کرنل زاہد بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا' ٹوٹو نے بل ادا کیا اور گھوم کر زاہد سے بولا۔

" سنگاپور میں داخل ہوتے ہی آپ دشمنوں کی نگاہوں میں آگئے۔ یہ کیسے ہو گیا؟"

" میں خود بھی اسی حیرت میں ہوں۔" زاہد نے کہا۔

ٹوٹو نے زاہد سے ہاتھ ملایا اور رخصت ہو گیا۔ زاہد اس کے جانے کے بعد سوچ میں پڑ گیا۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اس کا شبہ ایک ہی شخص پر تھا اور وہ تھا کالی چیرن' جنرل کیو کا خاص ملازم اس بار بھی کالی چرن زاہد کو ایئر پورٹ پر چھوڑنے آیا تھا۔ اور اس کے علاوہ یہ بات صرف جنرل کیو کو معلوم تھی۔ کہ وہ سنگاپور جا رہا ہے

....

گولڈن پارک پہنچ کر زاہد رک گیا۔

وہ ماڈیسو کا دس بجے تک ہوٹل کلارک میں انتظار کرتا رہا تھا اور مایوس ہو کر گولڈن پارک چلا آیا تھا۔ لیکن یہاں آتے ہوئے اس نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا.... اور اب وہ مطمئن تھا کہ تعاقب نہیں کیا گیا ہے؟

زاہد اپنا سگار سلگا کر پارک کے ارد گرد ٹہلتے ہوئے ماڈیسو کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن وہ اس حادثے کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا جس کے بارے میں وہ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ وہ اتفاق تھا یا اس کا کوئی اور مطلب تھا۔

یہ واقعہ سات بجے ہوا تھا۔ جب اچانک اس کے ہوٹل کے کمرے میں فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا تو آپریٹر نے بتایا کہ اس کا فون ہے جو کسی چینی نے کیا ہے۔ آپریٹر نے پیشکش کی کہ وہ ان دونوں کے درمیان مترجم کا کام دے سکتا ہے۔ زاہد کو صرف ماڈیسو کے فون کا انتظار کرتا تھا اور اسے بتایا گیا تھا کہ وہ انگریزی اچھی طرح بول سکتا تھا اس لئے زاہد نے کہا کہ اسے مترجم کی ضرورت نہیں ہے اور جب آپریٹر لائن سے ہٹ گیا تو زاہد ہیلو۔ ہیلو ہی کرتا رہا' اور دوسری طرف سے اُسے کوئی جواب نہیں ملا۔ صرف ایک دو بار گہری سانسوں کی آواز اسے ضرور سنائی دی تھی اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

آخر فون کرنے والا کون تھا؟ کیا وہ ماڈیسو تھا جس نے کرنل زاہد سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر وہی تھا تو پھر اس نے کوئی بات کیوں نہیں کی....؟

اگر وہ ماڈیسو بھی نہیں تھا تو پھر کون تھا؟

کرنل زاہد سگار کے کش لگاتے ہوئے غور کرتا رہا اور گولڈن پارک کے قریب ٹہلتا رہا۔ انتظار کرتے کرتے بارہ بج گئے۔ لیکن ماڈیسو

وہاں بھی نہیں آیا اور نہ اس کا کوئی پیغام آیا۔ اب اس کا مطلب تھا کہ ماؤ ہیو ہوٹل میں آکر اس سے ملاقات کرے گا۔

لیکن پھر بھی زاہد نے پندرہ منٹ وہاں اور ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ پندرہ منٹ بھی گزر گئے لیکن ماؤ ہیو نہیں آیا۔

زاہد نے سگار کا آخری کش لگایا اور واپسی کے لئے گھوم گیا ٹھیک اسی لمحہ قریب سے گزرتا ہوا ایک شخص اس سے ٹکرا گیا۔ وہ پئے ہوئے تھا اور اول فول بک رہا تھا۔ پھر اس نے بڑی صفائی سے زاہد کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا پرزہ رکھ دیا اور لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

زاہد چونک ہو گیا اور کاغذ والا ہاتھ اس نے پھرتی سے اپنی جیب میں ٹھونس لیا اور تیزی سے ایک طرف روانہ ہو گیا۔

فوراً ہی اسے ٹیکسی مل گئی۔ راستے میں ٹیکسی کی مدھم روشنی میں وہ کاغذ کا پرزہ نکال کر پڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ لکھا تھا۔

مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میری نگرانی کی جا رہی ہے۔ اس لئے وعدے کے مطابق میں گولڈن پارک میں آپ سے ملاقات کرنے نہیں آیا۔ میں خوف زدہ بھی ہوں اس لئے کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا۔ لہٰذا آپ فوراً مسجد اسٹریٹ کی فٹ پاتھ پر پہنچ کر میرا انتظار کریں۔ اگر میں نے کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا تو ایک بجے تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔ ایک بجے تک اگر میں کسی وجہ سے نہیں آسکا تو میں پھر آپ سے ہوٹل میں رابطہ قائم کروں گا۔ آپ ہوٹل کے کلرک کو ہدایت کر دیں کہ اگر میں وہاں آؤں اور آپ وہاں موجود نہ ہوں تو میں آپ کے کمرے میں بیٹھ کر آپ کا انتظار کر سکوں۔ کیوں کہ میں زیادہ دیر تک لابی میں نہیں دکھائی دینا چاہتا۔

ماؤ ہیو

زاہد نے کاغذ کے کئی پرزے کئے اور باہر پھینک کر ٹیکسی ڈرائیور سے بولا "مسجد اسٹریٹ چلو۔ لیکن ہوٹل کلارک ہوتے ہوئے"

ٹیکسی جب ہوٹل کلارک کے سامنے رکی تو زاہد اتر کر اندر کاؤنٹر پر گیا اور ڈیوٹی پر موجود کاؤنٹر کلرک سے کہا۔

"اگر کوئی مجھ سے ملنے آئے تو اسے فوراً میرے کمرے میں پہنچا دیا جائے۔ چاہے میں موجود ہوں یا نہیں"

"او کے سر"

زاہد باہر نکل کر پھر ٹیکسی میں سوار ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ مسجد اسٹریٹ کی فٹ پاتھ پر کھڑا تھا۔

یہ علاقہ گھنی آبادی والا تھا اور اس وقت بھی وہاں کافی چہل پہل دکھائی دے رہی تھی۔ زاہد سگار سلگا کر فٹ پاتھ پر کھڑا انتظار کرنے لگا۔ ایک بج کر دس منٹ ہو گئے لیکن ماؤ وہاں بھی نہیں پہنچا۔

زاہد نے وہاں سے پھر ٹیکسی پکڑی اور ہوٹل واپس آگیا۔

کاؤنٹر کلرک نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"جناب آپ کے مہمان آگئے ہیں"

"ماؤ ہیو"

"یس سر وہ آپ کے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں"

زاہد لفٹ کے ذریعہ اپنے کمرے میں پہنچا۔ اس کے کمرے کا دروازہ بند نہیں تھا اور اندر روشنی بھی نہیں ہو رہی تھی۔ زاہد نے دروازہ کھولا اور اندر قدم رکھتے ہی ٹھٹھک کر رہ گیا۔

"ماؤ ہیو" زاہد نے حیرت سے پکارا۔

"لیکن اس کی بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے سوئچ آن کر کے روشنی کر دی اجالا ہوتے ہی اس نے ماؤ ہیو کو دیکھ لیا۔ وہ نیچے فرش پر پڑا تھا اور اس کی چھاتی میں ایک خنجر دستے تک اندر گھسا ہوا تھا اور خون اس کے چاروں طرف پھیل کر جم گیا تھا۔

کرنل زاہد محتاط انداز سے اس کے قریب پہنچا اور جھک کر اس کی نبض ٹٹولی۔ نبض غائب تھی لیکن کلائی ابھی تک گرم تھی جس کا مطلب تھا کہ اسے مرے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے۔ ماؤ ہیو کی جیب سے ایک کاغذ بھی باہر جھانک رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ اسے جان بوجھ کر ایسے رکھا گیا ہے تاکہ نگاہ اسی پر پڑے۔

زاہد نے وہ کاغذ ماؤ کی جیب سے کھینچ لیا اور کھول کر دیکھا اس میں بڑے بڑے حرفوں میں لکھا تھا۔

"ماؤ ہیو غدار کا انجام تمہارے سامنے ہے۔ ہم خواہ مخواہ کسی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتے تم اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو فوراً سنگاپور سے دفع ہو جاؤ ورنہ مارشل تمہیں پاتال تک نہیں چھوڑے گا" اس کے نیچے کسی کا نام نہیں لکھا تھا۔

زاہد نے وہ پرچہ اپنی جیب میں رکھا اور ماؤ ہیو کی دوسری جیبیں ٹٹولنے لگا۔ ایک جیب سے ڈرائیونگ لائسنس برآمد ہوا۔ جس پر ماؤ ہیو کی تصویر لگی ہوئی تھی اور چائنا ٹاؤن کا پتہ لکھا ہوا تھا جو یقیناً اس کے گھر کا پتہ ہوگا۔ زاہد نے وہ پتہ اپنے ذہن میں نوٹ کر لیا اور لائسنس دوبارہ لاش کی جیب میں رکھ دیا۔

اس کے علاوہ ماؤ ہیو کے پاس سے اور کوئی کام کی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ زاہد الگ ہٹ کر جلدی جلدی اپنا سامان سمیٹنے لگا۔ اور پھر سوٹ کیس سنبھال کر کمرے سے باہر نکلا۔ اور دروازہ بند کر کے کاؤنٹر کلرک کے پاس پہنچ کر بولا۔

"میرا بل بنا دو۔ میں جا رہا ہوں"

کاؤنٹر کلرک نے اسے حیرت سے دیکھا اور خاموشی سے بل بنا

کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

زاہد بل ادا کر کے ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

ٹیکسی نے اسے سیدھا سنگاپور کے ریلوے اسٹیشن پہنچا دیا اور وہاں آدھا گھنٹہ بیٹھ کر سگار پھونکتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہاں آکر ایک گاڑی رکی۔ مسافر اسٹیشن سے باہر نکلنے لگے۔ زاہد بھی اسٹیشن سے باہر نکل کر ان مسافروں کی بھیڑ میں شامل ہو گیا۔ اور ٹیکسی پکڑ کر سیدھا رائس ہوٹل جا پہنچا جہاں اسے ایک کمرہ آسانی سے دستیاب ہو گیا۔

....

دوسری صبح زاہد نے اخبار پڑھ کر گہری سانس لی تھی اخبار میں ہوٹل کلارک کے ایک کمرے میں ہونے والی قتل کی واردات جلی حرفوں میں شائع ہوئی تھی۔ اور پولیس کو زاہد نامی ایک ہندوستانی کی تلاش تھی جو قتل کے فوراً بعد ہوٹل چھوڑ کر اسٹیشن گیا تھا۔ پولیس کا خیال تھا وہ سنگاپور سے باہر چلا گیا ہے۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر زاہد ہوٹل سے باہر نکلا اور ٹیکسی پکڑ کر چائنا ٹاؤن پہنچ گیا۔ وہ ماؤ ہیو کا پتہ پوچھتا ہوا تنگ گلیوں میں سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

زاہد ایک جگہ پہنچ کر ٹھٹھک کر رہ گیا۔ یہ ایک چوڑا سا میدان تھا جس میں وہ تنگ گلی آکر ختم ہو جاتی تھی اس کے سامنے ایک چوڑی سیڑھیوں والی گلی تھی۔ جس کے ارد گرد عمارتوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ بائیں طرف ایک چوڑی سڑک دکھائی دے رہی تھی جس پر ذرا سا سے تھوڑی دور ہٹ کر ایک کار کھڑی تھی۔ کار دیکھ کر زاہد چونکا تھا۔

یہ وہی پرانی گاڑی تھی۔ جو کل ایئر پورٹ سے آتے ہوئے اس کا تعاقب کرتی رہی تھی۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر وہی چینی بیٹھا تھا۔ جسے زاہد پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔

اسی لمحہ زاہد کو سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتا ہوا ایک دوسرا چینی دکھائی دیا۔ جسے وہ میوزیم کے دروازے پر دیکھ چکا تھا۔ زاہد خطرے کے احساس سے سنبھل گیا۔

موٹا چینی سیڑھیاں چڑھ کر سڑک پر آیا اور کار کی طرف بڑھا اور دوسرے چینی کی بغل میں بیٹھ گیا۔ وہ اپنے ساتھی کو کچھ بتا رہا تھا دونوں پیچھے دیکھنے لگے، اور اس کے بعد ارد گرد دیکھنے لگے۔ جیسے کسی کی تلاش ہو!

کرنل زاہد نے تیزی سے میدان پار کیا اور سیڑھیاں طے کر کے گلی میں آگیا۔ گلی میں ایک شخص سیڑھیوں کی طرف آ رہا تھا۔ زاہد نے اسے روک کر ماؤ ہیو کے گھر کا پتہ پوچھا۔ اس شخص نے ایک گھر کی طرف اشارہ کر دیا۔

زاہد اس طرف بڑھ گیا۔

وہ چھوٹا سا مکان تھا جس کے بغل سے اوپر جانے کا زینہ بھی تھا۔ زاہد نے دروازے پر دستک دی۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جواب میں اوپری منزل کی ایک کھڑکی کھلی اور ایک نوجوان چینی لڑکی نے جھانک کر دیکھا۔

"ماؤ ہیو؟" زاہد نے پوچھا۔

"وہ گھر پر نہیں ہے۔" لڑکی نے انگریزی میں جواب دیا۔ "تم پیچھے آسکتی ہو۔"

لڑکی ایک لمحے کے لئے ہچکچائی اور پھر مڑ کر نیچے چلی آئی۔ "تم کیا چاہتے ہو؟"

"کیا تم ماؤ ہیو کی رشتہ دار ہو؟" زاہد نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"کیا ماؤ ہیو اس گھر میں اکیلا رہتا ہے۔"

"نہیں! اس کی بیوی تانی اس کے ساتھ رہتی ہے۔" لڑکی نے جواب دیا۔ "اور وہ اس وقت بازار گئی ہے۔"

"کیا ابھی کچھ دیر پہلے کوئی اور بھی اسے پوچھتا ہوا آیا تھا؟"

"ہاں! ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک موٹا چینی تانی کو پوچھ رہا تھا۔"

زاہد نے گہرا سانس لیا اور کہا "اور تم نے بھی اسے یہی بتایا کہ وہ بازار گئی ہے۔"

"جی ہاں۔" لڑکی نے کہا۔ "لیکن تم تانی سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔"

"حقیقت تو یہ ہے کہ میں ماؤ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں اس کا دوست ہوں، اور بہت دور سے آیا ہوں۔"

"انتظار کر لو۔ تانی اب آتی ہو گی۔"

"کہاں انتظار کروں" زاہد بولا۔ "کیا سڑک پر؟"

لڑکی مسکرائی اور کہنے لگی "اگر تم ایک ڈالر دو تو تم اوپر میرے کمرے میں آسکتے ہو۔"

زاہد نے اسے دس ڈالر کا نوٹ دیا۔ لڑکی اتنی خوش ہوئی کہ اس نے زاہد کی کلائی تھام کر اسے اپنے ساتھ اوپر لے آئی۔

"تم یہاں اکیلی رہتی ہو؟"

"بالکل اکیلی" یہ کہتے ہوئے لڑکی نے اپنی باہیں زاہد کے گلے میں ڈال دیں۔

"ایک منٹ" زاہد پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام تن ہے۔"

"اچھا نام ہے۔" زاہد نے کہا اور ایک کرسی گھسیٹ کر کھڑکی کے قریب بیٹھ گیا۔ یہاں سے وہ گلی، سیڑھیاں اور میدان تک دیکھ

سکتا تھا۔

تانی بستر پر لیٹ گئی

"تم نے مجھے دس ڈالر بھی دیئے اور پھر بھی آنی دور بیٹھے ہو۔"

"مم۔ میں تانی کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"بڑے سرد مہر مرد ہو۔"

زاہد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کیوں کہ اسی وقت اس نے ایک چینی عورت کو سیڑھیاں چڑھتے دیکھ لیا تھا جس کے دونوں ہاتھوں میں تھیلے لٹکے ہوئے تھے۔

"دیکھو۔ کیا یہی تانی ہے؟"

لڑکی نے کھڑکی کے قریب آ کر دیکھا اور بولی "ہاں یہی ہے۔"

اسی وقت زاہد کو وہی موٹا چینی دکھائی دیا جو دھیرے دھیرے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا اور اس کی نگاہیں تانی پر لگی تھیں۔

کرنل زاہد ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم۔ یہ" وہ جلدی سے بولا "میں تمہارے پاس پھر آؤں گا۔ اب چلتا ہوں۔"

لڑکی نے حیرت سے دیکھا تھا اور زاہد تیزی سے دروازے سے نکل کر سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچ گیا۔ نیچے تانی کھڑی تھی۔

"تانی۔" زاہد اس سے جلدی جلدی کہنے لگا "میں تمہارے شوہر ماؤ کا دوست ہوں اور کچھ بتانے کا اس وقت موقع نہیں ہے۔ یہ تھیلے مجھے دو اور جلدی سے اپنے گھر کا دروازہ کھول کر ایک ڈنڈا تلاش کر کے مجھے دے دو۔"

ماؤ کی بیوی عقل مند تھی۔ اس لئے زاہد سے کوئی سوال نہیں پوچھا اور بجلی کی تیزی سے بند دروازے کی طرف لپک گئی۔

وہ موٹا چینی کسی بھی لمحے وہاں آ سکتا تھا۔

تانی نے دروازہ کھولا اور فوراً اندر گھس گئی۔ زاہد بھی اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہوا تھا۔ تانی نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔

زاہد نے تھیلے ایک طرف رکھ دیئے۔ تانی اندر ایک جانب جھپٹی اور دوسرے لمحے ایک لوہے کی سلاخ لے کر آ گئی۔ زاہد نے وہ سلاخ اس کے ہاتھ سے لے لی اور انتظار کرنے لگا۔

"تم اخبار پڑھتی ہو؟" یکایک زاہد نے تانی سے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"تو پھر میں تمہارے لئے کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا۔" زاہد کہنے لگا "پچھلی رات ہوٹل کلارک میں تمہارے شوہر کو قتل کر دیا گیا ہے اور قاتلوں میں سے ایک اس وقت یہاں آ رہا ہے۔۔۔۔ شاید تمہیں بھی ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

یہ سنتے ہی تانی کا چہرہ کورے کاغذ کی مانند سفید پڑ گیا اور وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔

"ابھی دروازے پر کوئی دستک دے گا" زاہد بولا "تم دروازہ کھولو گی۔ موٹے چینی کا دھیان تم اپنی طرف لگائے رکھنا، اور اسے اندر آ جانے دینا۔۔۔۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔"

تانی زاہد کا چہرہ تکتی رہی۔

اسی وقت دروازے پر دستک دی گئی۔ زاہد اور تانی کی نگاہیں ملیں۔ زاہد نے اسے اشارہ کیا۔ تانی گھبرائی ہوئی سی آگے بڑھی اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھولتے ہی وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

موٹا چینی اندر داخل ہو گیا۔

زاہد نے سلاخ والا ہاتھ اوپر اٹھایا اور ٹھٹھک گیا۔ سامنے لگے ہوئے آئینے میں اس کی اور موٹے چینی کی نگاہیں مل چکی تھیں زاہد نے پھرتی سے لوہے کی سلاخ والا ہاتھ لہرایا۔۔۔۔ لیکن موٹا چینی پہلے ہی ہوشیار ہو چکا تھا۔ اس نے الگ ہٹ کر اس کا وار خالی دیا اور جب وہ گھوما تو اس کے ہاتھ میں سائلنسر لگا ریوالور دکھائی دے رہا تھا۔

زاہد نے پھر بجلی کی سی تیزی سے وار کیا۔ لوہے کی سلاخ موٹے کی کھوپڑی سے ٹکرانے کی بجائے اس کے شانے پر پڑی اور اس کے ہاتھ سے ریوالور چھوٹ کر دور جا گرا۔ زاہد کو پھر تیسرا وار کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ کیوں کہ موٹے چینی نے کسی بھینسے کی طرح اس کے ٹکر ماری تھی۔

یہ ٹکر اتنی زبردست تھی کہ زاہد لڑکھڑا کر پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا اور لوہے کی سلاخ بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔

کرنل زاہد نے سنبھل کر ایک گھونسہ موٹے کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔ گھونسہ اتنا زوردار تھا کہ اس کے ہاتھ کی ہڈیاں تک جھنجھنا کر رہ گئیں۔ لیکن موٹے چینی پر اس کے گھونسے کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

موٹے چینی نے جھپٹا مار کر زاہد کی کلائی دبوچ کر اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ زاہد ربڑ کی گیند کی طرح دیوار سے جا ٹکرایا۔۔۔۔ زاہد کو اپنی ریڑھ کی ہڈی کے جوڑ کھلتے ہوئے معلوم ہوئے تھے اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا۔

موٹا چینی ہذیانی انداز میں قہقہہ لگا کر اپنے دونوں بازو پھیلائے ہوئے زاہد کی طرف بڑھا۔ لیکن جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچا زاہد جھکائی دے کر ایک قلابازی کھا گیا اور لوہے کی سلاخ اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

پھر اس سے پہلے کہ زاہد سلاخ اٹھا کر سیدھا ہو پاتا موٹا چینی

کسی پہاڑ کی طرح اس پر گرا، زاہد منہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود لوہے کی سلاخ اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹی مگر موٹا چینی تو اس کی پیٹھ پر سوار ہو چکا تھا اور لوہے کی سلاخ والا ہاتھ اس کی گرفت میں آ چکا تھا۔ دوسرا ہاتھ اس نے زاہد کی گردن میں سانپ کی طرح لپیٹ دیا۔

زاہد کو یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کی گردن کسی کولہو میں آ گئی ہو۔ وہ اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے اپنی پوری طاقت لگانے لگا لیکن موٹا اسے کسی شکنجے کی طرح دبوچے ہوئے تھا۔ زاہد کی سانس رکنے لگی۔۔۔

اور تب ہی موٹے چینی کی گرفت کمزور پڑ گئی اور وہ کسی ریت کے بورے کی طرح زاہد کے اوپر سے ڈھلک کر نیچے گر پڑا۔

زاہد ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور گردن کو زور سے جھٹکا دے کر اس نے موٹے چینی کی طرف حیرت سے دیکھا۔ موٹے کی کنپٹی پر ایک سوراخ دکھائی دے رہا تھا جس میں سے تازہ تازہ خون ابل کر نیچے گر رہا تھا!

تب زاہد کی نظریں تانی پر پڑیں اور وہ بھونچکا رہ گیا۔۔۔ تانی کے ہاتھ میں موٹے کا سائلنسر لگا ریوالور دبا ہوا تھا جس کی نال سے دھوئیں کی ایک پتلی سی لکیر لہراتی ہوئی نکل رہی تھی۔

"یہ تمہارے شوہر کے قاتلوں میں سے ایک تھا۔" زاہد اس سے کہنے لگا "تم نے اسے ختم کر دیا ہے لیکن یہ اکیلا نہیں تھا اس کا ایک ساتھی نیچے میدان میں موجود ہے وہ بھی کسی لمحہ میں آ سکتا ہے مجھے اس کا انتظام کرنے باہر جانا ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو سنبھالو۔"

تانی اپنا منہ چھپا کر رونے لگی۔

"تانی!" زاہد اسے جھنجھوڑ کر بولا "جب تک میں باہر جا رہا ہوں تم اپنا سامان سمیٹ لو اور یہاں سے چلنے کے لئے تیار رہو۔ اب تمہارا یہاں اکیلے رہنا بہت خطرناک ہے۔"

"لیکن میں کہاں جاؤں گی؟"

"یہ بعد میں سوچا جائے گا۔" زاہد نے کہا "یہ موٹا چینی تمہیں قتل کرنے آیا تھا۔ میں ابھی آتا ہوں۔ تم چلنے کی تیاری کرو۔"

پھر زاہد یہ کہہ کر باہر نکل آیا۔

سیڑھیوں کے اوپری حصے پر سفید ہیٹ والا چینی بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اندر سیڑھیوں کے قریب پہنچا تو ہیٹ والے چینی نے پہلی بار غور سے اسے دیکھا اور بری طرح چونک گیا۔ جلدی سے ہی اس کا ہاتھ اپنی جیب میں سرک گیا تھا۔

زاہد نے بھی اپنے کوٹ کی جیب میں پڑے ریوالور پر اپنی گرفت مضبوط کر دی اور ہیٹ والے کی طرف بڑھتا رہا اور پھر سامنے جا کر کھڑا ہوا اور مسکرا کر بولا۔

"ہائی ڈیئر! مجھے پہچانا؟"

"کیا چاہتے ہو؟" ہیٹ والے نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا

"میں مارشل سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ہیٹ والا بری طرح چونکا تھا "تم کیا۔۔۔ بک رہے ہو؟"

"سنو" زاہد سخت لہجہ میں بولا "تمہارا وہ موٹا ساتھی ماؤ سیو کے گھر میں مرا پڑا ہے۔ میں تمہارا حشر بھی وہی کر سکتا ہوں لیکن میں تمہارے ذریعے پہلے مارشل سے ملنا چاہتا ہوں۔"

اسی وقت ایک سفید رنگ کی گاڑی وہاں سے اسٹارٹ ہوئی اور تیزی سے روانہ ہو گئی۔

"اس گاڑی میں کون تھا؟" زاہد نے پوچھا۔

لیکن سفید ہیٹ والا کچھ نہیں بولا۔ زاہد نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"کیا اس میں مارشل تھا؟"

سفید ہیٹ والے نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اگر وہ مارشل تھا تو اس تک میرا ایک پیغام پہنچا دینا۔" زاہد نے غصے سے کہا۔

"اس سے کہنا کہ وہ مجھے جو سمجھ رہا ہے۔ میں وہ نہیں ہوں اُسے بتا دینا کہ وہ آج رات آٹھ بجے کنگ کانگ کلب کے سامنے ملے اور میرے ساتھ کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش نہ کرے اور نہ اپنے ساتھ اپنے گرگوں کو لے کر آئے۔ اس سے یہ بھی کہنا کہ ماؤ سیو کی بیوی اس وقت میرے قبضہ میں ہے اور اس نے جو باتیں مجھے بتائی ہیں۔ اس سے وہ کافی خسارے میں رہ سکتا ہے۔ سمجھ گئے۔"

ہیٹ والا کچھ نہیں بولا۔ زاہد نے اسے دھکا دیتے ہوئے کہا

"اب دفع ہو جاؤ۔ ورنہ میرا ارادہ بدل بھی سکتا ہے۔"

* * *

تانی کو زاہد اپنے ساتھ کسی ہوٹل میں لے آیا تھا۔ اپنے کمرے کے برابر والا کمرہ دلوا دیا تھا۔ اس وقت دونوں باتیں کر رہے تھے۔

"تانی۔" زاہد بولا "ان لوگوں کا تمہیں قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے کہ تمہیں اپنے شوہر کے معاملات کا پورا علم تھا۔ وہ تمہیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے اس لئے تم کہیں محفوظ جگہ پر چلی جاؤ۔"

"میں کہاں جا سکتی ہوں، یہاں میرا کوئی نہیں ہے اور جہاں میں جانا چاہتی ہوں۔ وہاں جا نہیں سکتی۔"

"کہاں جانا چاہتی ہو۔۔؟" زاہد نے پوچھا۔

"مکاؤ۔۔۔ میں غیر قانونی طور پر سنگاپور میں داخل ہوئی تھی۔ یہاں سے واپس جانے کے لئے مجھے جعلی کاغذات اور نقلی پاسپورٹ

کی ضرورت پڑے گی۔ اس کے لیے رقم کی ضرورت ہے ۔۔۔ اور پھر کرایہ بھی چاہیئے اور میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے؟"

"یہ رقم میں تمہیں دوں گا" زاہد نے کہا "میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں ... لیکن اس کے بدلے تمہیں بھی میری مدد کرنا ہو گی"

"کیا ۔؟"

"تمہیں مجھے ماؤ ہیو کے بارے میں سب کچھ بتانا ہو گا ۔۔۔ وہ کیا کام کرتا تھا؟"

"ٹیکسی چلاتا تھا" تانی کہنے لگی "کسی انجانے شخص کے لیے کام کرتا تھا جسے لوگ مارشل کے نام سے جانتے تھے"

"مارشل کون ہے؟"

"یہ مجھے معلوم نہیں، اور نہ ماؤ اس کے بارے میں جانتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ہر کام مارشل کے نام سے ہوتا ہے لیکن مارشل کے لیے کام کرنے والے کسی بھی شخص نے مارشل کی شکل تک نہیں دیکھی ہے"

"اور کام کیا ہوتا تھا" زاہد نے پوچھا۔

"کام تھا کہ سنگاپور میں چینی ایجنٹوں سے رابطہ قائم کرنا اور انہیں ہتھیار سپلائی کرنا جو ہندوستان بھیجے جاتے تھے"

"ہندوستان میں کس جگہ؟"

"ہندوستان اور برما کی سرحد پر ماؤ ہیو اور اس کے ساتھی یہ ہتھیار لے جاتے تھے، وہاں سے یہ ہتھیار ناگالینڈ پہنچتے ہیں"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ ماؤ ہیو نے ہندوستان سے رابطہ قائم کر کے ایک سودا کیا تھا جس کی رو سے وہ پچاس ہزار ڈالر لے کر تمہیں کچھ راز دینے والا تھا"

"مجھے معلوم ہے اور میں اس سودے کے حق میں نہیں تھی۔ لیکن ماؤ غریبی کی زندگی سے اکتا چکا تھا اور مالدار بننا چاہتا تھا۔ اور اس کی خبر مارشل کو مل گئی جس نے اسے راستے سے ہٹا دیا" تانی نے

"اب میری بات غور سے سنو! اگر تمہیں کچھ معلوم ہے تو مجھے بتا کر ۔ وہ پچاس ہزار ڈالر کی رقم تم حاصل کر سکتی ہو"

"میں جو کچھ جانتی ہوں وہ آپ کو بتا سکتی ہوں"

"پہلے میری پوری بات سن لو۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ ہندوستان کے باغی ناگاؤں اور نکسل واڑی گروپ کو چین کی مدد حاصل ہے۔ مارشل نام کا آدمی چین کی سرکار سے گٹھ جوڑ کر چکا ہے۔ جسے توڑ پھوڑ کے لیے چین کی طرف سے گولہ بارود ملتا ہے جو سنگاپور سے برما پہنچایا جاتا ہے ۔ مارشل تک پہنچنے کے لئے ماؤ ہیو ایسا آدمی تھا جو ہمارے کام آ سکتا تھا لیکن وہ ختم کر دیا گیا"

"ماؤ نے کچھ اور بھی بتایا تھا" تانی نے پوچھا۔

"ہاں اس نے مجھے بتایا تھا کہ مارشل آج کل سنگاپور میں ہے اور اسے گولہ بارود کا ایک بڑا ذخیرہ ملنے والا ہے جسے وہ اپنے معتمد آدمیوں کے ذریعے ہندوستان لے جانے والا تھا جو اگر غلط ہاتھوں میں پہنچ جائے تو ہندوستان کی سرکار مشکل میں پڑ سکتی ہے۔ ہم ماؤ اور مارشل کے ذریعے اسٹاک تک پہنچنا چاہتے تھے"

"مارشل کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا"

"کسی نے تو دیکھا ہو گا ۔؟"

"جو اس کا دعویٰ کرتے ہیں وہ جھوٹ بولتے یا پھر وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ کسی غلط آدمی کو مارشل سمجھ بیٹھے ہوں ۔۔۔"

"ماؤ ہیو نے تمہیں اس بارے میں کچھ بتایا تھا؟"

"ہاں، اس نے بتایا تھا کہ مارشل سنگاپور میں ہے۔ وہ کہاں ہے اور کون ہے ۔ اس بارے میں نہیں بتایا" تانی نے جواب دیا۔

زاہد نے کہا "اس نے تمہیں یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ روپے کے لالچ میں ہندوستانی ایجنٹوں کو مارشل کے بارے میں غلط اطلاع فراہم کر رہا ہے۔ انہیں دھوکہ دے رہا ہے"

"نہیں" تانی نے کہا "ماؤ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتا تھا۔ مگر اسے کہیں سے بھنک ملی ہوئی کہ مارشل سنگاپور آ رہا ہے"

زاہد نے اپنا سگار سلگایا اور کش لگا کر کہنے لگا "ہم کسی بھی حالت میں مارشل کو پکڑنا چاہتے ہیں ۔۔۔ اب تم بتاؤ اس سلسلے میں تم ہماری کیا مدد کر سکتی ہو"

"میں مارشل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گی" تانی نے کہا۔

"کیسے ۔؟"

"میں جس عمارت میں رہتی ہوں اسی کے اوپر کمرے میں ایک لڑکی تن رہتی ہے۔ اس کا ایک بھائی ہے لنگ فو ۔ مارشل کا ایجنٹ ہے ۔ لنگ فو میرے اوپر بری طرح لٹو ہے۔ وہ ماؤ سے بہت ڈرتا تھا اس لیے وہ اظہار عشق کی ہمت نہیں کر سکا ۔۔۔ خیر وہ ماؤ سے زیادہ مارشل کا چہیتا ساتھی ہے۔ میں اس سے بہت معلومات حاصل کر سکتی ہوں"

"کیا تم یہ کر سکتی ہو۔؟"

"بے شک! ان لوگوں نے میرے شوہر کا خون کیا ہے۔ میں اگر انہیں کسی بھی طرح کوئی بھی نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو گئی تو اسے میں اپنے شوہر کی موت کا انتقام سمجھوں گی"

"لنگ فو اس وقت کہاں ہے؟"

"آج کل وہ سنگاپور میں نہیں ہے، لیکن آنے والا ہے ۔ اپنی بہن تن کے پاس ہی رہتا ہے"

"تمہارا وہاں جانا خطرناک تو نہیں" زاہد نے کہا۔

"نہیں" تانی نے جواب دیا "جو لوگ مجھے قتل کرنے آئے تھے وہ اب خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے کہ وہاں میں دوبارہ بھی واپس لوٹ سکتی ہوں۔ ویسے میرا ارادہ تم کے ساتھ رہنے کا ہے۔ وہ دن بھر اپنے کمرے پر ہی رہتی ہے اور اسے اس بات کا کوئی علم نہیں ہے کہ اس کا بھائی کیا کام کرتا ہے۔ میں اس کے ساتھ بالکل محفوظ رہوں گی اس کے علاوہ وہاں کنگ فو سے تعلق پیدا کرنے میں بھی آسانی ہوگی۔"

کرنل زاہد نے اپنی جیب سے اسے سو ڈالر کا نوٹ نکال کر دیا اور بولا۔

"شاید تمہیں روپوں کی ضرورت پڑے اسے رکھ لو۔"

تانی نے روپے اپنے پاس رکھ لئے۔ زاہد اٹھ کر ٹونی کو فون کرنے لگا۔ اسے مارشل سے ہونے والی ملاقات کا انتظام کرنا تھا۔

* * *

کنگ کانگ کلب کے سامنے سناٹا چھایا ہوا تھا۔

ٹھیک آٹھ بجے ایک جانب سے ایک ٹیکسی اس کے سامنے آکر رکی۔ اسی وقت مخالف سمت سے دو کاریں نمودار ہو کر ٹیکسی سے کچھ فاصلے پر رک گئیں۔ ان میں ایک اسٹیشن ویگن بھی تھی۔

اسٹیشن ویگن کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ٹونی نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے کرنل زاہد کی طرف دیکھا۔ زاہد نے گھڑی میں وقت دیکھا اور اطمینان سے اپنا سر ہلایا۔ ٹونی نے اسٹیشن ویگن کی لائٹیں جلا دیں۔ اور پھر لائٹ سے مخصوص اشارہ کیا۔

دور کھڑی ٹیکسی کے ڈرائیور نے بھی ڈپر مار کر جواب دیا۔ ٹونی نے اندر دوسری جگہ بیٹھے ہوئے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ فوراً ہی پانچ آدمی گاڑی سے اترے اور قطار بنا کر کھڑے ہو گئے۔ وہ سب اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔

سامنے کی ٹیکسی سے بھی پانچ آدمی اترے اور وہ بھی اپنے ہتھیار سنبھال کر وہیں پر کھڑے ہو گئے۔

پھر ہاتھ میں ایک اسٹین گن لئے ٹونی ویگن سے باہر کودا۔ اور چیتے جیسے انداز میں آگے بڑھا اور دس قدم آگے چل کر رک کر کھڑا ہو گیا۔

اس کے بعد کرنل زاہد ویگن سے باہر نکلا تھا۔

سامنے ٹیکسی میں سے ایک دراز قد شخص ــــ باہر نکلا جو اوور کوٹ پہنے ہوئے تھا اور سر پر فلیٹ ہیٹ اس طرح لگا رکھی تھی جس سے اس کا نصف چہرہ چھپ گیا تھا۔

زاہد نے اطراف کا جائزہ لیا اور آگے بڑھنے لگا۔

دونوں جانب کھڑے مسلح آدمی بہت زیادہ چوکنے اور ہوشیار دکھائی دے رہے تھے۔ کسی بھی لمحے کسی بھی طرف سے کوئی بھی غلط حرکت ہونے پر جنگ بھی شروع ہو سکتی تھی۔ .... زاہد اور اوور کوٹ والا دونوں قریب جا کر رک گئے۔

چند لمحوں تک دونوں پر قبرستان جیسا سناٹا چھایا رہا۔

"کرنل زاہد" اوور کوٹ والا بڑبڑایا۔

"ہاں۔ کیا تم مارشل ہو۔" زاہد نے نیم تاریکی میں اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اپنا ہیٹ اتارو۔"

"واٹ" مارشل اچھل پڑا تھا۔

"ہاں اپنا ہیٹ اتارو۔"

اوور کوٹ والا چند لمحوں تک کھڑا گھورتا رہا۔ پھر اس نے ایک گہرا سانس لے کر اپنا ہیٹ اتار کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"اب کالر نیچے گراؤ" زاہد خشک لہجے میں بولا۔

اوور کوٹ والے نے مسکرا کر اپنے کالر بھی الٹ دیئے۔ زاہد نے دیکھا وہ ایک سانولے رنگ کا ادھیڑ عمر شخص تھا۔

"اوکے مارشل" زاہد نے کہا "میٹنگ برخواست" یہ کہتے ہوئے زاہد جانے کے لئے گھوم گیا۔

"ٹھہرو" اوور کوٹ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

زاہد ٹھٹک کر رک گیا اور جان کر زیادہ دیر لگاتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے اس کی طرف گھوما اور اوور کوٹ والے کو گھورنے لگا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"یہ بات تو مجھے تم سے کہنا چاہئے" زاہد بولا "کیا میں نے پہلے اس سفید ہیٹ والے بندے کو یہ نہیں بتا دیا تھا کہ میں مارشل کے علاوہ کسی اور سے ملنا بھی نہیں چاہتا۔ میں یہاں مارشل کی آمد کا منتظر تھا لیکن اس نے یہاں اپنے کسی چمچے کو بھیج دیا۔"

"کیا کہتے ہو۔ میں ہی مارشل ہوں" اوور کوٹ والا غرایا تھا۔

زاہد نے ایک مضحکہ خیز قہقہہ لگایا تھا "اگر تم مارشل ہو تو میں بھی چیانگ کائی شیک ہوں۔ کیوں میرا وقت برباد کر رہے ہو۔ خود کو مارشل ظاہر کر کے مجھے دھوکہ دینے کی چال کامیاب نہیں ہوگی۔"

"اب میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ میں ہی مارشل ہوں"

"کوئی ضرورت نہیں۔" زاہد طنز سے مسکرا کر بولا "اب تم واپس جا کر مارشل کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرو کہ اس کا یہ حربہ مجھ پر نہیں چل سکتا۔"

"تم مارشل کو جانتے ہو؟"

"نہیں۔"

"پھر یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں مارشل نہیں ہوں؟"

"اس وقت میں بحث نہیں کرنا چاہتا" زاہد نے کہا "اور نہ یہ راز ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ میں کیسے مارشل کو جانتا ہوں"

"تمہارے پاس یہی جواب ہو سکتا ہے کہ تمہیں ماؤ ہیو نے مارشل

کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے ——— ——— لیکن ماؤ جیوبھی مارشل کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

"کیا اس نے انہیں کبھی نہیں دیکھا تھا؟" زاہد نے دھیرے سے تیز چبھو تا ہوا بولا۔

"اچھا تو یہ بات ہے؟" اوورکوٹ والے نے گہرا سانس نکالا تھا۔

"اب تم اقرار کرو کہ تم مارشل نہیں ہو؟"

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"پہلے اقرار کرو کہ تم مارشل نہیں ہو؟" زاہد نے کہا۔

"ٹھیک ہے؟" اوورکوٹ والا شکست خوردہ آواز میں بولا "میں مارشل نہیں ہوں، لیکن تم کون ہو؟"

"یہ بات میں مارشل کو بتاؤں گا؟" زاہد نے کہا "تم جا کر اس سے کہو کہ مجھ سے ملنے میں اس کی بھلائی ہے؟"

"تم دھوکہ دے رہے ہو، تم مارشل کے پاس پہنچنے کے لئے یہ ڈرامہ کر رہے ہو کیا تم کوئی ایسی بات جانتے ہو جس میں مارشل کی بھلائی ہے ——— کیوں ——؟"

زاہد نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا "تم ماؤ جیو کی بیوی کو کیوں بھول جاتے ہو۔ بیوی شوہر کی رازدار ہوتی ہے، اس کی بیوی بہت کچھ جانتی ہے اور یہ بات تم لوگ بھی خوب اچھی طرح جانتے ہو۔ ورنہ تم اس کے قتل کا پلان نہ بناتے —— اس وقت وہ میرے قبضہ میں ہے وہ مارشل کے کئی ساتھیوں کو بھی جانتی ہے؟"

"ہم بہت جلد اس کو تلاش کر لیں گے؟" اوورکوٹ والا بولا —— "سنگاپور میں کسی شخص کا ہماری آنکھوں سے دیر تک چھپا رہنا آسان نہیں۔ وہ بہت جلد بے رحم موت ماری جائے گی مسٹر زاہد؟"

"اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا؟" زاہد نے کہا "کیا تم ہمیں کمزور سمجھتے ہو؟"

اوورکوٹ والے نے زوزو اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ پھر وہ زاہد سے بولا "سنو جب تک تم مارشل سے ملنے کا مقصد نہیں بتاؤ گے وہ تم سے نہیں مل سکتا۔ یہ تمہاری بھول ہے، مارشل خود مجھ سے ملنے کے لئے بے قرار ہو جائے گا، جاؤ اس سے جا کر کہہ دو کہ کل رات اسی وقت اسی جگہ وہ آکر ملاقات کرے؟"

یہ کہتے ہوئے زاہد واپسی کے لیے گھوم پڑا تھا۔

"میری بھی ایک بات سنتے جاؤ؟" اوورکوٹ والا جلدی سے بولا۔

زاہد ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔

"کوئی بھی شخص مارشل سے ٹکرا کر زندہ نہیں بچا ہے، تمہارا انجام بھی مجھے اچھا نہیں لگتا ہے؟"

"تم فکر مت کرو دوست —— گڈ بائی؟" زاہد —— تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔

جب تک زاہد اور اس کے ساتھی اپنی گاڑی میں نہیں بیٹھے —— اوورکوٹ والا اپنے ساتھیوں سمیت چوکنا کھڑا رہا تھا۔

٭ ٭ ٭

کرنل زاہد نے اپنے کمرے میں پہنچ کر ڈنر کا آرڈر دیا۔ زوزو اور اس کے ساتھی اسے ہوٹل میں چھوڑ کر رخصت ہو گئے تھے اور وہ سیدھا اپنے کمرے میں آگیا تھا لیکن آنے سے پہلے اس نے تانی کے کمرے میں جا کر دیکھا تھا۔ وہ ابھی تک واپس نہیں لوٹی تھی۔

زاہد کپڑے بدل کر آرام کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو؟"

"مسٹر زاہد؟" ایک گھبرائی ہوئی آواز نے کہا "میں تانی بول رہی ہوں؟"

"کہاں سے؟"

"ہوٹل کی لابی سے اور ابھی ابھی واپس آئی ہوں —— ہوشیار زبردست خطرہ ——"

"کیا خطرہ ——؟"

"پولیس ہوٹل کو چاروں طرف سے گھیر رہی ہے؟" تانی بتانے لگی "میں نے ایک انسپکٹر کو کاؤنٹر کلرک سے آپ کے بارے میں پوچھتے، سنا تھا۔ وہ کمرہ نمبر پوچھ رہا تھا اور اب وہ سیڑھیوں کے ذریعے اپنے ساتھیوں سمیت آپ کے کمرے کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔ فوراً نکلئے؟"

زاہد ایک جھٹکے کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ ریسیور اس نے پھینکا اور اپنا کوٹ پہنتے ہوئے تیزی سے باہر کی طرف بھاگا۔ سوٹ کیس اور دوسرے سامان کی فکر کرنے کا موقع نہیں تھا۔ کوٹ میں اس کی ضرورت کی بہت سی چیزیں موجود تھیں۔ پاسپورٹ، رقم، چیک اور ریوالور وغیرہ۔ سیڑھیوں کی طرف سے بھاری بھاری قدموں کی آواز تیزی سے آرہی تھی۔

زاہد گیلری میں بھاگنے لگا۔ لیکن بھاگنے سے پہلے اس نے کمرے کا قفل لگا کر چابی ایک طرف اچھال دی تھی۔ وہ دوسری منزل کی طرف —— جانے والے راستے کی طرف بھاگ رہا تھا۔

جب وہ اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا تو پولیس اس کے دروازے پر زور زور سے دستک دے رہی تھی۔

وہ بال بال بچا تھا اگر عین موقع پر تانی اسے ہوشیار نہ کر دیتی تو زاہد کا پولیس کے شکنجہ میں پھنس جانا یقینی تھا۔

زاہد سوچنے لگا، یقیناً مارشل کے آدمیوں نے اس کو ہوٹل میں تلاش کر لیا ہو گا اور اس کی موجودگی کی اطلاع پولیس کو دے دی ہو گی۔

پولیس کو اس کی ماڈ ہیوو کے سلسلے میں ضرورت تھی۔ اس لیے وہ لاؤ لشکر سمیت چڑھ دوڑی تھی۔

زاہد دوسری منزل پر پہنچ گیا اور ایک کھڑکی سے سر نکال کر نیچے جھانکنے لگا۔

اسے ہوٹل کے چاروں طرف پولیس ہی پولیس دکھائی دی۔ وہ ایک گہری سانس لے کر پیچھے ہٹ گیا۔

اب اسے فوراً ہی کچھ کرنا چاہیے تھا۔

زاہد کو اچانک گیلری میں ایک ویٹر دکھائی دیا جو وردی میں ملبوس، ہاتھ میں ٹرے اٹھائے ہوئے آ رہا تھا۔

"ویٹر ---" زاہد نے اسے پکارا۔

ویٹر ٹھٹھک کر رک گیا۔ زاہد تیزی سے چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور منہ بنا کر بولا۔

"تم کیسے آدمی ہو تمہیں اتنا بھی ہوش نہیں کہ تمہاری ٹانگ پر کنکھجورا چڑھ رہا ہے۔"

ویٹر بوکھلا کر نیچے دیکھنے لگا تھا۔

زاہد نے ایک بھرپور ہاتھ اس کی گردن پر مارا۔ ویٹر کسی ریت کے بورے کی طرح نیچے ڈھیر ہو گیا۔ ٹرے الٹ کر گیلری میں بچھے قالین پر گری تھی۔ اس لئے آواز پیدا نہ ہوئی۔

بجلی کی سی پھرتی سے زاہد نے ویٹر کی بغلوں میں ہاتھ ڈالے اور اسے گھسیٹتا ہوا ایک کونے میں لے گیا اور اسے ڈال کر واپس آیا۔ اور فرش پر ٹرے اور اس کا سامان سمیٹ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ بعد کو وہ ویٹر کو بھی وہیں کھینچ لے گیا۔

باتھ روم میں اس نے ویٹر کی وردی اتار کر اپنے کپڑوں کے اوپر ہی پہن لی اور ریوالور نکال کر ویٹر کے بند گلے کے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا اور ٹرے اٹھا کر باتھ روم سے باہر آ گیا۔

زاہد ٹرے کندھے سے اوپر اٹھائے آگے بڑھنے لگا۔ ایک موڑ گھوم کر وہ دوسری گیلری میں پہنچا وہاں سروس لفٹ کی موجودگی کی اسے پہلے ہی خبر تھی --- سروس لفٹ کے قریب پہنچ کر زاہد نے چلنے کا بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں بعد لفٹ اوپر آکر رکی اور زاہد نے دروازہ کھولا اور ٹھٹھک کر رہ گیا۔ لفٹ کے اندر ایک سپاہی موجود تھا۔ دوسرے ہی لمحہ وہ مسکرا کر لفٹ میں داخل ہو گیا۔

سپاہی نے اس میں کوئی دلچسپی نہیں دکھائی تھی۔ لفٹ تیزی سے نیچے جانے لگی۔ زاہد سانس روکے کھڑا رہا۔

لفٹ نیچے جا کر رک گئی۔ زاہد نے دروازہ کھولا۔ نیچے بھی چار سپاہی موجود تھے۔ لیکن زاہد کی طرف انہوں نے بھی توجہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی اس لئے زاہد اطمینان سے باہر نکل آیا۔

زاہد وہاں سے لان میں آیا۔ وہاں بھی مسلح سپاہی چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن زاہد کو ان سے زیادہ ان ویٹروں سے خطرہ تھا جو وہاں موجود لوگوں کو سرو کرتے پھر رہے تھے۔ ان کی وجہ سے زاہد کا پردہ فاش ہو سکتا تھا۔

* * *

لان میں پہنچ کر زاہد میزوں کے درمیان سے گذر کر باہر کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ اس کی خوش قسمتی ہی تھی جو وہ لان میں سے گذر کر باہر کے دروازے تک پہنچ گیا اور کسی نے اسے ٹوکنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

زاہد نے ایک خالی میز پر ٹرے رکھ دی اور محتاط نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ ہوٹل کے ارد گرد جہاں تک اس کی نگاہ جاتی تھی وہاں وہاں اسے پولیس کے جوان ہی کھڑے دکھائی دیے۔ ایسا لگتا تھا جیسے سنگاپور کی پولیس نے اسے نہایت خطرناک مجرم سمجھ لیا ہو۔

ایک لمحہ کو وہ جھجکا اور دوسرے ہی لمحہ تیزی سے جھاڑیوں کی باڑ پھلانگ کر لان کے پار پہنچ گیا۔ وہ کئی لمحوں تک لان کے پیچھے اس انتظار میں بیٹھا رہا کہ کہیں کسی نے اسے دیکھ نہ لیا ہو۔

زاہد مطمئن ہو کر جھکے جھکے ہی انداز میں کافی آگے نکل گیا۔ پھر موڑ مڑتے ہی جو پگ ڈنڈی اسے ڈھلان سے اترتی دکھائی دی۔ وہ اس پر تیزی سے بھاگ لیا تھا۔

اس پگ ڈنڈی نے زاہد کو ہوٹل سے کوئی دو فرلانگ دور نیچے بڑی سڑک پر --- لا کھڑا کیا۔ اب وہ اطمینان سے سڑک پر چلنے لگا۔ ابھی وہ چند قدم آگے بڑھا ہو گا کہ پیچھے سے ایک سیاہ رنگ کی گاڑی کی ہیڈ لائٹس نے سڑک کو روشنی سے نہلا دیا۔

زاہد گھبرا سا گیا اور پھر تیزی سے ایک درخت کی اوٹ میں اس نے پناہ لی تھی۔

گاڑی اس کے قریب آکر رک گئی اور کسی نے پکارا۔

"مسٹر زاہد"

زاہد آواز سن کر چونک پڑا۔ گاڑی میں تانی بیٹھی ہوئی تھی اور اسے آواز دے رہی تھی۔

زاہد تیزی سے درخت کی اوٹ سے نکلا اور جا کر گاڑی میں تانی کے برابر بیٹھ گیا۔ تانی نے فوراً گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

پیچھے اب پولیس کی سیٹیوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئی تھیں۔

"یہ کار ---" زاہد حیرت سے بولا۔

"میں نے چرائی ہے" تانی نے کہا "جب تم پولیس کو اپنے کمرے میں نہیں ملے تو میں سمجھ گئی کہ تم کسی طرح نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ میں نے سوچا کہ تم سڑک پر ہی ملو گے اور تمہیں مدد کی ضرورت ہوگی۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ تانی۔" زاہد نے اس کی طرف دیکھا۔

"لیکن تقدیر نے میرا پوری طرح ساتھ نہیں دیا۔ کار کے مالک نے جو چند لمحوں کے لیے ہوٹل کے اندر گیا تھا۔ مجھے کار لے کر بھاگتے دیکھ لیا اور فوراً شور مچا دیا۔ جس کے نتیجے میں پولیس میرے پیچھے لگ گئی ہے۔"

"اوہ۔" زاہد نے گہرا سانس لیا تھا۔

"اگر ہم کسی بھی طرح گھنی آبادی والے علاقے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر بچ نکلنے کی کافی امید ہے۔"

زاہد نے گھوم کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ پیچھے سے کاروں کی آوازیں آ رہی تھیں لیکن ابھی تک کوئی گاڑی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

تانی کافی تیز رفتاری سے گاڑی چلا رہی تھی۔

زاہد نے اپنے اوپر لدی ہوئی ویٹر کی وردی اتار کر پھینک دی۔ اور ریوالور ہاتھ میں لے لیا۔ وہ پوری طرح ہوشیار تھا۔

کار ایک چوراہے پر پہنچی اور پھر پوری رفتار سے دائیں طرف گھوم گئی۔

اسی لمحہ ایک جانب سے فلائنگ اسکواڈ کے ہارن کی آواز تیزی سے سنائی دینے لگی۔

تین پولیس گاڑیاں تیزی سے ان کے پیچھے آ رہی تھیں۔ تانی نے گاڑی ایک دوسری سڑک پر موڑ دی۔ وہ کافی ہوشیاری سے ڈرائیونگ کر رہی تھی۔ آگے جلدی جلدی نمودار ہونے والی چھوٹی چھوٹی گلیاں تھیں۔ جن میں سے کسی ایک پر وہ اپنی گاڑی گھما لیتی تھی۔

اب ان کی گاڑی گھنی آبادی والے علاقے میں بھاگ رہی تھی۔ اور وہاں کی سڑکوں پر کافی رش تھا۔

زاہد نے جلدی سے کہا "تانی! یہاں ہم پولیس کی طاقتور انجن والی گاڑیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہمیں اپنی گاڑی چھوڑ دینی چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔" تانی نے کہا۔

ایک پولیس گاڑی ان کی گاڑی سے اب صرف پچاس گز دور رہ گئی تھی۔ اچانک ان میں سے ایک فائر ہوا۔

تانی نے گاڑی کو اتنی تیزی سے ایک طرف موڑا کہ سڑک پر بائیں جانب کے پہیے اوپر اٹھ گئے اور گاڑی کی سائڈ ایک بجلی کے کھمبے سے ٹکرا کر ایک دم گھوم گئی اور مخالف سمت کی فٹ پاتھ پر جا چڑھی۔ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے لوگ ڈر سے چلاتے اور ادھر ادھر اس طرح ہٹ گئے۔ زاہد کو ایسا محسوس ہوا جیسے کار تانی کے ہاتھ سے باہر ہو کر سامنے دکان کے شیشے توڑتی ہوئی اندر گھس جائے گی لیکن تانی نے بلا کی پھرتی سے کار کو عمارت سے ٹکرانے سے بچا لیا ... کہتے ہوئے چیخی۔

"بھاگو!"

زاہد انجام کی پروا کیے بغیر کار کا دروازہ کھول کر باہر کود گیا۔ اس کا جسم دھڑام سے سڑک سے ٹکرایا۔ اس نے دو تین قلابازیاں کھائیں اور سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ ریوالور اس کی گرفت میں تھا۔

گاڑی رکتے رکتے ہی کسی سے ٹکرائی اور کوئی درد بھری آواز میں چیخا۔ پولیس کی گاڑی اس کے پاس پہنچ کر رک گئی اور سپاہی کود کر کار کی طرف دیکھنے لگے۔ زاہد نے دیکھا گاڑی خالی ہے، اور تانی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اچانک زاہد کے پیچھے ایک آدمی زور سے چیخا۔ وہ اس کی طرف اشارہ کر کے پولیس کو اپنی زبان میں کچھ بتا رہا تھا۔

زاہد بھیڑ کو چیرتا پھاڑتا پھر بھاگ کھڑا ہوا۔

* * *

ریوالور زاہد کے ہاتھ میں تھا۔ اسی لیے کوئی بھی شخص اسے پکڑنے کی ہمت نہیں کر پایا تھا۔ پولیس کی سیٹیاں چاروں طرف گونج رہی تھیں۔

کرنل زاہد ایک ریسٹورنٹ میں گھس گیا اور میزوں کے درمیان سے گزرتا پچھلے دروازے کی طرف بھاگا اور تیزی سے دروازے کے باہر نکل گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ ایک ٹیکسی پاس ہی کھڑی تھی۔ اس نے جلدی سے اس کا اگلا دروازہ کھولا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور بغل میں بیٹھے ہوئے ڈرائیور سے بولا۔

"چلو۔"

ڈرائیور سستانے آرام کرنے کے موڈ میں تھا۔ لیکن جب زاہد نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے لگائی تو اس میں جیسے بجلی کا کرنٹ دوڑ گیا اور وہ تیزی سے ٹیکسی اسٹارٹ کر کے بھگانے لگا۔

زاہد نے اس سے یہ پوچھنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اسے سمندر دکھائی دینے لگا۔

"بس! یہیں روک دو۔"

ٹیکسی ایک جھٹکے سے رک گئی۔ زاہد نے اس کی طرف پانچ ڈالر کا نوٹ اچھالا اور ٹیکسی سے باہر نکل آیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نوٹ لے کر وہاں سے یوں بھاگا تھا جیسے اس نے بھوت دیکھ لیا ہو۔

ریوالور جیب میں رکھ کر زاہد دھیرے دھیرے آگے بڑھنے لگا۔ بندرگاہ کا علاقہ تھا۔ سڑک کے دوسری طرف بڑے بڑے گودام دور تک پھیلے ہوئے تھے اور آدھی رات کو بھی وہاں کام ہو رہا تھا۔ جہازوں سے مال اتار کر گوداموں میں پہنچایا جا رہا تھا۔

زاہد آگے بڑھتا ہوا ایک ایسے گودام کے قریب پہنچا جہاں بھیڑ بھاڑ کم تھی۔ صرف تین آدمی بڑی بڑی پیٹیاں لڑھکاتے پھاٹک کے اندر خالی

جگہ کی طرف لے جا رہے تھے۔

زاہد نے ادھر دیکھا اور خاموشی سے گودام کے اندر سرک گیا اور دیوار کے سہارے سے چپکے چپکے آگے بڑھتا ہوا ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں گھٹڑوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا وہ ان کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔

پیٹیاں اپنی جگہ پر رکھ کر وہ تینوں آدمی پھاٹک سے باہر نکل گئے اور اسی وقت باہر سے پھاٹک ۔۔۔ بند کر دیا گیا۔

گودام کے اندر اندھیرا چھا گیا۔ زاہد کی حالت اب اس چوہے کی مانند تھی جو خود بخود چوہے دان میں آ گیا ہو اس کو اندازے کی غلطی ہوئی ہوتی تھی وہ سمجھا تھا کہ گودام رات بھر کھلا رہے گا اور وہ کسی وقت بھی وہاں سے کھسک جائے گا لیکن اب وہ پھنس چکا تھا۔

ابھی زاہد کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اسے پہلے دور سے اور بعد میں قریب سے پولیس سائرن کی آواز سنائی دینے لگی... یہ یقیناً اسی ٹیکسی ڈرائیور کی حرکت ہوگی ۔۔۔ زاہد نے سوچا اور اب وہ سارے علاقے کی کڑی تلاشی لے گی۔ وہ بے چین ہو گیا۔

زاہد کی توجہ اچانک چھت کی طرف مبذول ہو گئی۔ شہتیر جیسی چھت بہت اونچی تھی اور بڑے بڑے گاڈر لگے ہوئے تھے۔ کچھ سوچ کر زاہد اٹھا اور ایک ڈھیر سے اس نے مضبوط رسی کا لچھا اٹھایا اور اپنی کمر کے گرد لپیٹنے لگا۔ اس کے بعد لوہے کے کھمبے کے اوپر چڑھنے لگا۔ تقریباً بیس فٹ اوپر گاڈر لگا ہوا تھا جس تک وہ کافی مشکل سے پہنچ سکا اور اس کے اوپر لیٹ گیا۔ اب اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن نیچے گرنے پر ہڈی پسلی ایک ضرور ہو سکتی تھی۔

زاہد نے رسی کھولی اور اپنے آپ کو اس گاڈر سے مضبوطی سے باندھ لیا۔ اب گرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

تقریباً نصف گھنٹے کے بعد گودام کا پھاٹک پُرشور آواز کے ساتھ کھلا اور مسلح سپاہی گودام میں چاروں طرف پھیل گئے اور اسے ڈھونڈنے کے لئے اس کا چپہ چپہ چھاننے لگے۔ لیکن کسی کی نگاہ اوپر کی طرف نہیں گئی۔

دس منٹ بعد پولیس ناکام واپس چلی گئی۔ لیکن گودام کے مزدور نہیں گئے اور وہاں کام کرنے لگے۔

بھوک تھکن اور نیند سے زاہد کی آنکھیں بار بار بند ہو جاتی تھیں اور رسی کا جھٹکا لگنے سے وہ پھر ہوشیار ہو جاتا تھا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد مزدور اپنا کام ختم کر کے پھر باہر نکل گئے اور گودام بند ہو گیا۔

زاہد نے آدھے گھنٹے تک انتظار کیا اور رسی کھول کر اوپر سے نیچے اترنے لگا۔ پتہ نہیں کیسے کھمبا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ نیچے گرا، اور گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔

٭ ٭ ٭

زاہد کو جب دوبارہ ہوش آیا تو وہ یوں اچھل کر بیٹھ گیا جیسے اسے کرنٹ لگ گیا ہو۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ گودام میں ابھی تک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ اگر تقدیر یاوری نہ ہوتی تو اس کا اتنی بلندی سے گر کر بچنا ممکن نہ ہوتا۔ زاہد نے گہری سانس لے کر گھڑی کی طرف دیکھا۔ صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔

زاہد بڑی مشکل سے کھڑا ہوا، اور لڑکھڑاتا ہوا گودام کے آفس کی طرف بڑھا۔ آفس کے دروازے پر قفل نہیں تھا۔ اس لئے وہ آسانی سے آفس کے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے ماچس کی تیلی جلا کر دیکھا آفس کے میز پر فون موجود تھا۔

وہ جلدی جلدی نمبر ڈائل کرنے لگا۔

دوسری طرف کافی دیر تک گھنٹی بجتی رہی۔ پھر کسی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہیلو۔۔۔ کون بول رہا ہے؟"

"نوشی ہے۔۔۔؟" زاہد نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔"

"اسے فوراً تلاش کرو۔ میں پانچ منٹ بعد پھر فون کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔"

زاہد نے ریسیور رکھ دیا اور انتظار کرنے لگا۔ پانچ منٹ بعد اس نے پھر نمبر ڈائل کئے۔

"ہیلو۔۔۔ نوشی ہے؟"

"ہاں۔۔۔"

"سونے کی چڑیا" زاہد نے کہا "میں پھنس گیا ہوں اور مجھے فوراً مدد کی ضرورت ہے۔"

"کہاں ہیں۔۔۔؟" نوشی نے سوال کیا۔

"بندرگاہ کے علاقے میں ایک گودام کے اندر۔"

"گودام کا پتہ بتلایئے؟"

"معلوم نہیں۔"

"آپ جس فون پر بات کر رہے ہیں۔ اس کا نمبر۔۔۔"

زاہد نے ماچس کی تیلی جلا کر فون کے اوپر لکھا ہوا نمبر پڑھا اور اسے نوشی کو بتا دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ دس منٹ بعد فون کریں۔۔۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ٹھیک دس منٹ بعد زاہد نے پھر فون کیا۔

"آپ اس وقت گولڈن لائن شپنگ کمپنی کے گودام میں ہیں۔"

دوسری طرف سے ٹوٹو نے بتایا "گودام کا تالا توڑ کر آپ کو نکالنا ممکن نہیں، بہت خطرہ ہے ہم کوئی حل سوچ رہے ہیں۔ پانچ منٹ کے بعد فون کریں۔"

زاہد نے گہری سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پانچ منٹ بعد پھر نمبر ڈائل کئے۔

"آٹھ بجے گودام کھلے گا" دوسری طرف سے ٹوٹو کہنے لگا "ٹھیک سوا آٹھ بجے آپ گودام سے نکلنے کی کوشش کریں۔ اس وقت اس علاقے میں جو کچھ ہو رہا ہے آپ اس کی طرف قطعی متوجہ نہ ہوں گودام کے سامنے سڑک کے پار ایک لال اور ہری دھاریوں والا ٹرک کھڑا ہو گا۔ آپ کسی بھی طرح اس ٹرک تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ بس یہی بچ نکلنے کا ایک طریقہ ہے۔"

زاہد کچھ اور پوچھنے والا تھا، لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ وہ گہری سانس لے کر آفس سے نکل آیا اور انتظار کرنے لگا۔

دھیرے دھیرے اجالا پھیلنے لگا پھر سورج نکل آیا۔ وہ آہستہ آہستہ پھاٹک کے قریب پہنچ گیا اور گھڑی دیکھی۔ ساڑھے سات بجے تھے پھاٹک کے قریب بائیں طرف مال کا ایک ڈھیر لگا تھا۔ زاہد اس کی اوٹ میں ہو گیا اور دیکھنے کے لئے اس نے ایک جھری سی بنالی اور ایک ریوالور اپنے ہاتھ میں لے کر انتظار کرنے لگا۔

ٹھیک آٹھ بجے پھاٹک کھلا۔ زاہد جھری میں سے دیکھنے لگا۔ پانچ آدمی اندر داخل ہوئے تھے۔ پھاٹک کے باہر ایک گھوڑا گاڑی کھڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

اچانک دو آدمی آئے اور اسی ڈھیر میں سے مال اٹھا کر گھوڑا گاڑی میں رکھنے کے لئے آگے بڑھے جس کے پیچھے زاہد چھپا ہوا تھا۔ زاہد کیلئے ایک خطرناک پوزیشن تھی۔ اگر انہوں نے سارا مال اٹھایا تو پھر اس کا دیکھ لیا جانا یقینی تھا اور اس کے بعد سارا کھیل ختم۔

لیکن گھوڑا گاڑی میں صرف آٹھ دس گٹھر اور بکس۔ آسکتے تھے اور تب ہی زاہد نے باہر لال اور ہری دھاریوں والے ٹرک کو آکر رکتے دیکھ لیا۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ سوا آٹھ بج چکے تھے۔

اسی وقت ایک دوسرا ٹرک تیز رفتاری سے بھاگتا ہوا نمودار ہوا اور سیدھا آکر گھوڑا گاڑی سے ٹکرا گیا۔ ایک دھماکے کی آواز پیدا ہوئی اور گھوڑا گاڑی کا کچومر نکل گیا اور اس میں لدا ہوا سارا سامان بکھر گیا۔

آواز سن کر گودام میں موجود آدمی باہر کی طرف بھاگے اور شور مچانے لگے۔ آس پاس کے راہگیر بھی وہاں جمع ہونے لگے۔

زاہد اپنی جگہ سے فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور ریوالور والا ہاتھ اس نے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا اور دھیرے دھیرے پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا۔ اس ہنگامے میں کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ لپک کر ٹرک کے پاس پہنچا اور اس کے پیچھے سوار ہو گیا۔

دوسرے ہی لمحہ ٹرک ہوا سے باتیں کر رہا تھا۔

※ ※ ※

لال اور ہری دھاریوں والے ٹرک نے زاہد کو ایک لمبے چکر کے بعد ایک تنگ گلی کی ایک عمارت میں پہنچا دیا۔

ٹرک ڈرائیور کرنل زاہد کو عمارت کی اوپری منزل کے ایک کمرے میں چھوڑ گیا جہاں ٹوٹو اس کا منتظر تھا۔

"یہ کیا چکر تھا" ٹوٹو نے پوچھا۔

"پہلے کھانے پینے کا بندوبست کرو۔ بھوک سے مرا جا رہا ہوں۔"

"میں نے ناشتہ منگوایا ہے" ٹوٹو بولا "سارے سنگاپور میں اس وقت آپ کا ہی ذکر ہو رہا ہے۔ بہت کہرام مچایا ہے آپ نے۔"

"یقیناً مجھے ماؤ ہیوا اور چانگ کا قاتل ثابت کیا جا رہا ہو گا" زاہد مسکرا کر کہنے لگا "اور میری تصویریں چھاپ دی گئی ہوں گی۔ کیا تانی کا بھی ذکر شائع ہوا ہے۔"

"جی نہیں۔"

کرنل زاہد نے گہری سانس لی "اگر تانی ابھی تک زندہ ہے تو پھر میرا آپریشن یقیناً کامیاب ہو گا۔"

"پولیس آپ کے پیچھے کیوں دوڑی؟" ٹوٹو نے سوال کیا۔

جواب میں زاہد نے پوری کہانی بیان کر دی۔ اسی وقت ناشتہ آ گیا اور وہ اس پر ٹوٹ پڑا۔

"اب میرے لئے کیا حکم ہے؟" ٹوٹو نے پوچھا۔

"تانی کو ہر حالت میں تلاش کرو۔ کیوں کہ اسی کے ذریعے ہم اپنی مہم میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

"کیسے؟"

چائنا ٹاؤن میں جہاں تانی رہتی تھی وہیں اس کے اوپر والے کمرے میں ایک لڑکی تن کی بھی رہتی ہے اس کا بھائی لنگ فو ہے۔ تانی لنگ فو سے بہت کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی اب میں سمجھتا ہوں کہ تن اور لنگ فو کے ذریعے ہمیں تانی کی کوئی خبر ضرور مل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے میں کوشش کرتا ہوں" ٹوٹو اٹھتے ہوئے بولا۔ "آپ فی الحال یہیں آرام کریں۔ باہر نکلنا آپ کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو گھنٹی بجا دیجئے گا۔"

"او۔ کے۔"

ٹوٹو نے اس سے ہاتھ ملایا اور رخصت ہو گیا۔

※ ※ ※

ٹوٹو دوسرے دن نو بجے واپس آیا۔

اس دوران کرنل زاہد کمرے میں آرام کرتا رہا۔ ٹوٹو نے آتے

بی کہا "مبارک ہو۔ آپ کا کام ہو گیا"۔

"کیا تانی مل گئی"

"ابھی اس سے ملاقات تو نہیں ہوئی لیکن کنگ فو کے ذریعے اس تک آپ کا پیغام پہنچا دیا گیا ہے" ٹوٹو نے کہا "تانی حالات کی نزاکت کی وجہ سے کافی محتاط ہے اور اس نے مجھ سے ملاقات کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ اب وہ آپ سے فون پر کسی وقت خود بات کرے گی۔ نمبر اسے بتا دیا گیا ہے"

"ٹھیک ہے"

"اب میں چلتا ہوں" ٹوٹو نے کہا اور رخصت ہو گیا۔

کرنل زاہد پھر انتظار کرنے لگا۔

دوپہر کے قریب فون کی گھنٹی بجی۔ زاہد نے رسیور اٹھایا۔

"ہیلو"

"کون۔۔؟" دوسری طرف سے تانی کی آواز آئی۔

"زاہد۔۔؟"

"سنیئے! میں زیادہ دیر تک اس فون پر بات نہیں کر سکتی اس لئے مطلب کی بات ہی کیجئے۔ آپ کا کام ہو گیا ہے"

"گڈ! ابھی خبر ہے"

"کنگ فو بہت آسانی سے میرے قبضہ میں پھنس چکا ہے، یہ سچ ہے کہ مارشل سنگاپور میں تھا لیکن پرسوں رات وہ چلا گیا۔"

"کہاں۔۔"

"یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ بہت ممکن ہے ہندوستان گیا ہو کیوں کہ چینی ایجنٹوں نے تین ٹرک اسلحہ بارود مارشل کے حوالے کیا ہے"

"اسلحہ کا یہ ذخیرہ کہاں ہے۔۔؟" زاہد نے پوچھا "اور یہ ہتھیار ہندوستان کیسے اور کہاں پہنچائے جائیں گے"

"جگہ کا پتہ نہیں۔ لیکن یہ سب مال ٹرکوں کے ذریعے ملایا۔۔۔ تھائی لینڈ ہوتے ہوئے برما پہنچے گا اور وہاں سے بارڈر پار کر کے۔۔۔ ناگالینڈ جائے گا"

"لیکن یہ ناممکن ہے" زاہد نے کہا "راستے میں اتنے ملکوں کے بارڈر پڑتے ہیں۔ کہیں تو پکڑے جا سکتے ہیں"

"یہ برما کی فوج کے ٹرک ہیں جو ایک ملٹری کانوائے کی صورت میں سنگاپور سے برما جا پہنچیں گے۔ ان لوگوں نے ایسے کاغذات تیار کر رکھے ہیں جن سے یہی معلوم ہو گا کہ وہ ہتھیار برما سرکار کے لئے سڑک کے راستے برما لے جائے جا رہے ہیں"

"پھر اس کے آگے۔۔؟"

"آگے وہ غیر قانونی طور پر بارڈر پار کر کے کہیں سے ہندوستان میں داخل ہو جائیں گے۔ وہ ایسا کر چکے ہیں" تانی نے جواب دیا۔

"اچھا یہ بتاؤ۔۔ انہوں نے کانوائے کی حفاظت کا انتظام کیا ہے۔۔؟"

"وہ بند ٹرک ہیں اور ہر ٹرک میں انہوں نے دو دو مسلح آدمی بٹھا رکھے ہیں۔ کانوائے کے ساتھ ایک مرسیڈیز گاڑی بھی ہو گی جس میں پانچ آدمی سوار ہوں گے۔ ان کا کام وہاں یہ مال حفاظت کے ساتھ اپنی منزل تک پہنچانا ہے"

"یہ قافلہ کب چلے گا؟" زاہد نے پوچھا۔

"چل چکا ہے"

"اوہ" زاہد کے منہ سے نکلا "تانی تم نے ہماری جو مدد کی ہے اس کیلئے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ اچھا تم پچاس ہزار ڈالر کی حقدار بن گئی ہو۔ بولو، رقم تمہیں کہاں چاہیئے۔۔؟"

"مجھے کچھ نہیں چاہیئے" تانی کہنے لگی "آپ اب تک مجھے جو کچھ دے چکے ہیں وہ میرے لئے بہت ہے۔ میں اس کی مدد سے آسانی سے اپنے وطن لوٹ جاؤں گی۔ میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے اور میں فوراً روانہ ہو رہی ہوں۔ الوداع زاہد"

"لیکن۔۔ تانی۔۔۔۔"

"گڈ بائی زاہد" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔

زاہد نے گہری سانس لے کر رسیور رکھ دیا اور پھر گھنٹی بجائی جواب میں ایک آدمی اندر آ گیا۔ "ٹوٹو کو بلاؤ"

وہ آدمی واپس چلا گیا اور دوسرے ہی لمحہ ٹوٹو زاہد کے پاس پہنچ گیا۔

"تانی کا فون آیا تھا" زاہد نے اس سے کہا "مارشل ہندوستان چلا گیا ہے اور اسلحہ کا ذخیرہ تین ٹرکوں کے ذریعے سڑک کے راستے ہندوستان کیلئے روانہ ہو چکا ہے۔ اس لئے میرے یہاں سے نکلنے کا فوراً انتظام کرو"

"یہ بہت مشکل ہے" ٹوٹو جلدی سے بولا "پولیس آپکی تلاش میں پاگل ہو رہی ہے۔ اس وقت آپ کا باہر قدم نکالنا بہت ہی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے"

"لیکن میرا جانا بہت ضروری ہے" زاہد بولا "ٹوٹو تم کچھ بھی کرو اور مجھے یہاں سے باہر نکالو"

"آپ کہاں جانا چاہتے ہیں" ٹوٹو نے سوال کیا۔

"سنگاپور سے باہر کہیں بھی۔ یہاں سے باہر نکلنے کے بعد پھر باقی انتظام میں خود کر لوں گا" زاہد نے کہا "اور کیا میں کسی طرح جنرل کیو سے بات کر سکتا ہوں"

"یہاں سے نہیں اس کیلئے ہمارا سفارتخانہ کام آ سکتا ہے۔ آپ پیغام لکھ دیں تو وہ جنرل کیو تک پہنچ جائیگا۔ میں آپ کے جانے کا بندوبست کرتا ہوں"

"ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر زاہد نے جنرل کیو کے لئے ایک پیغام نوٹ کر کے ٹوٹو کے حوالے کر دیا۔

زاہد اب میک اپ میں تھا۔
آنکھوں اور بالوں کا رنگ بدل چکا تھا چہرے پر فرینچ کٹ داڑھی نمودار ہو چکی تھی اور آنکھوں پر سنہری فریم کا چشمہ لگ چکا تھا۔

ڈوڈو نے اس کے لیے جعلی پاسپورٹ کا انتظام بھی کر دیا تھا۔ جس میں اس کا نام "بلونت کمار" لکھا تھا۔

اس وقت وہ سنگاپور کے ایئرپورٹ پر موجود تھا جہاں ایک جہاز میں ایک سیٹ بک ہو چکی تھی۔ اور جہاز آنے ہی والا تھا۔

ڈوڈو نے اسے چلتے وقت ایک فونٹین پن دیا تھا جو حقیقت میں ایک پستول تھا جس سے صرف ایک ہی فائر کیا جا سکتا تھا۔

زاہد بھیڑ بھاڑ سے الگ الگ رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچانک ایک انسپکٹر اور ایک کانسٹیبل اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

"کیا آپ میرے ساتھ آفس تک چلیں گے۔"

"کیوں ۔۔۔؟" زاہد نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ کا پاسپورٹ چیک کیا جائے گا۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔ "چلیے۔"

پولیس انسپکٹر اسے ایک آفس میں لے آیا اور اس کا پاسپورٹ غور سے دیکھنے لگا۔

"ہمیں اس پر مہر لگانی ہے۔" انسپکٹر غور سے پاسپورٹ دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہ کام غلطی سے پہلے ہونا رہ گیا ہے۔"

"جو کچھ کرنا ہے جلدی کیجیے۔" زاہد بولا۔

پولیس انسپکٹر نے میز کی دراز کھولی اور ایک مہر نکال کر پاسپورٹ پر ایک جگہ لگا دی اور اپنا پاسپورٹ والا ہاتھ زاہد کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ لیجیے۔"

زاہد نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ اور پاسپورٹ لینے کے لیے آگے کی جانب جھکا اور اس نے انسپکٹر سے پاسپورٹ لے لیا لیکن دوسرے ہی لمحے انسپکٹر نے اس کی داڑھی پکڑ کر جھٹکا دیا۔ اور زاہد کی نقلی داڑھی انسپکٹر کے ہاتھ میں آ گئی۔

زاہد سناٹے میں کھڑا رہ گیا۔

"حوالدار! گرفتار کر لو۔" انسپکٹر نے سپاہی کو حکم دیا۔

دوسرے ہی لمحے زاہد کو گرفت میں لے لیا گیا۔ انسپکٹر اس کی تلاشی لینے لگا اور اس کی جیب سے سارا سامان نکال لیا اور اسے رومال میں پوٹلی کی صورت میں باندھ دیا اور اس سامان میں فونٹین پن بھی شامل تھا۔

اس کے بعد انسپکٹر پولیس کمشنر کو فون کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی بولا۔ "گڈ ایوننگ سر! میں آپ کو ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ آج کے اخبار میں جس خطرناک مجرم زاہد کے بارے میں لکھا ہے اسے میں نے ابھی ایئرپورٹ پر گرفتار کر لیا ہے۔ وہ میک اپ میں تھا لیکن میں نے اسے پھر بھی پہچان لیا۔۔۔ جی ہاں یس سر۔ میں اسے لے کر ابھی آ رہا ہوں۔"

انسپکٹر نے ریسیور نیچے رکھ دیا اور سپاہی سے بولا۔

"جاؤ گاڑی لے کر آؤ۔"

سپاہی باہر چلا گیا۔

"کیا میں ایک سگریٹ پی سکتا ہوں۔" زاہد نے کہا۔

"ہاں ... پی سکتے ہو۔" یہ کہہ کر انسپکٹر نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔

"سوری!" زاہد جلدی سے بولا۔ "میں صرف اپنا برانڈ پیتا ہوں اگر آپ تکلیف کریں تو۔۔۔؟"

"کوئی بات نہیں۔" انسپکٹر نے اس کے سامان کی پوٹلی کھولی اور اس میں سے سگریٹ کا پیکٹ اٹھا لیا۔ اور اس میں سے سگریٹ نکال کر سگریٹ زاہد کے ہونٹوں سے لگا دی اور پیکٹ اس کی اوپر والی جیب میں ڈال کر اپنے لائٹر سے اس کا سگریٹ سلگانے لگا۔

"شکریہ۔" زاہد کش لگاتے ہوئے بولا۔ "میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا۔۔۔؟"

"انسپکٹر صاحب! اگر آپ میری مدد کریں تو میں اسی وقت آپ کو ایک لاکھ ڈالر دلوا سکتا ہوں۔"

"کیا آپ کو چھوڑ دوں یہی نا۔۔۔؟"

"بے شک۔"

"شاید تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" انسپکٹر نے اسے گھورا تھا۔

اسی وقت سپاہی واپس آ کر بولا۔ "سر گاڑی تیار ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" انسپکٹر نے کہا۔ اور پوٹلی دوبارہ سے باندھنے لگا۔

"انسپکٹر صاحب!" زاہد بولا۔

"اب کیا تکلیف ہے۔" انسپکٹر غرایا تھا۔

"اس پوٹلی میں ایک فونٹین پن میرے ایک مرحوم

دوست کی نشانی ہے۔ کیا آپ مجھے وہ واپس کر سکتے ہیں؟"

انسپکٹر ایک لمحے کے لئے مسکرایا اور پھر مشتبہ نگاہوں سے زاہد کو گھورنے لگا۔

"پلیز انسپکٹر!" زاہد نے التجا کی۔

انسپکٹر نے پوٹلی میں سے پین نکال لیا اور اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا اور پھر اُسے زاہد کی طرف بڑھا دیا۔

"شکریہ جناب۔" زاہد بندھے ہاتھوں سے پین گھماتے ہوئے بولا "آپ کا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔"

انسپکٹر نے پوٹلی اپنی یونیفارم کی جیب میں ڈالی اور زاہد کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

زاہد پین لئے ہوئے آگے بڑھا اور ایک بند گاڑی میں انسپکٹر کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔ گاڑی جب روانہ ہوئی تب بھی پین زاہد کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔

"میرا تو دم گھٹ رہا ہے۔" زاہد گہرا سانس لیتے ہوئے بولا۔

انسپکٹر نے اپنی طرف کا شیشہ آدھا اوپر اٹھا دیا اور اُس کے بعد زاہد کی سیٹ کے اوپر سے جھک کر دوسری طرف کی کھڑکی کا شیشہ بھی اوپر اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

زاہد صرف اسی موقعہ کا منتظر تھا۔ اُس نے پین کا رُخ ڈرائیور کے پاس بیٹھے ہوئے سپاہی کی طرف کیا اور کلک کر دیا زوردار دھماکہ ہوا گولی سپاہی کی کھوپڑی میں سوراخ کرتی ہوئی نکل گئی۔

انسپکٹر کے چہرے پر پہلے حیرت اور پھر خوف کے آثار پیدا ہوئے۔ اُسی لمحے زاہد نے پین اُس کی کوکھ سے لگا دیا۔

ڈرائیور نے گھبرا کر بریک لگا دیئے تھے۔

---*---

"انسپکٹر"، زاہد تحکمانہ لہجہ میں بولا "اپنے ڈرائیور سے کہو کہ چپ چاپ گاڑی چلاتا رہے۔"

انسپکٹر نے ڈرائیور کو حکم دیا "گاڑی چلاتے رہو۔"

ڈرائیور نے پھر گاڑی اسٹارٹ کر دی "زاہد نے کہا "کوئی ہوشیاری دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سنا۔"

"سن لیا" ڈرائیور خوفزدہ انداز میں بولا تھا۔

"اور انسپکٹر! اب تم اپنا ریوالور نکال کر مجھے دے دو۔"

انسپکٹر نے ریوالور چپ چاپ زاہد کی گود میں رکھ دیا۔

"اب میرے ہاتھ کھولو۔"

انسپکٹر نے فوراً حکم کی تعمیل کی تھی۔

اپنے ہاتھ آزاد ہوتے ہی زاہد نے انسپکٹر کا ریوالور اپنی گرفت میں لے لیا اور پین انسپکٹر کی جیب میں ڈال دیا۔

"یہ جالی تھا۔"

"اوہ..." انسپکٹر گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ چہرے سے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے موقعہ ملتے ہی زاہد کو کچا چبا جائیگا۔

"اب اپنے ڈرائیور کو حکم دو کہ گاڑی کا رُخ ملایا بارڈر کی طرف موڑ دے" زاہد نے کہا۔

"ڈرائیور تم نے سُن لیا" انسپکٹر بولا۔

"یس سر"

"مسٹر زاہد! تم بچ نہیں سکتے۔ سنگاپور سے باہر جانے والے ہر راستے پر پولیس کا سخت پہرہ ہے۔"

"یقیناً ہوگا۔ لیکن جب تم میرے ساتھ ہو تو مجھے فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے" زاہد نے کہا "اس پولیس گاڑی کو وہ لوگ چیک کرنے سے رہے۔"

"وہ چیک ضرور کریں گے۔"

"تو پھر انجام تمہارا ہی خراب ہوگا۔ سوچ لو" یہ کہتے ہوئے زاہد نے اپنے سامان کی پوٹلی بھی اپنے قبضہ میں کر لی۔ اور نقلی داڑھی مونچھیں نکال کر اپنے چہرے پر لگا لی تھیں۔

راستے میں ایک سنسان جگہ زاہد نے مُردہ سپاہی کی لاش ڈرائیور سے باہر پھینکوادی اور پھر دوبارہ سفر شروع کر دیا۔

دو گھنٹے بعد وہ اُس چوکی پر پہنچے جہاں برما اور سنگاپور کی سرحد تھی۔ وہاں پولیس کا سخت انتظام تھا۔ لیکن پولیس گاڑی میں ایک انسپکٹر کو دیکھ کر کسی نے بھی اُسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

دوسرے ہی لمحے وہ ملایا میں داخل ہو چکے تھے۔

گاڑی تیزی سے ملایا کی راجدھانی کی طرف دوڑنے لگی دو گھنٹے بعد وہ ملایا کی راجدھانی پہنچ گئے۔ وہاں سے زاہد نے اُنہیں ایئرپورٹ چلنے کا حکم دیا۔

ایئرپورٹ کے سنسان راستے میں ایک جگہ زاہد نے گاڑی رکوائی۔ اور انسپکٹر اور ڈرائیور کی کنپٹیوں پر ریوالور کے وار کر کے اُس نے دونوں کو بیہوش کیا اور دونوں کو گاڑی سے باہر دھکیل کر جھاڑیوں میں ڈال دیا۔

ایئرپورٹ پہنچ کر اُس نے اپنا پاسپورٹ چیک کروایا اور اپنے لئے رنگون کی سیٹ بک کرائی۔

یہاں اُسے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

رنگون کے ہوٹل کے کمرے میں زاہد سو رہا تھا کہ دستک کی آواز سن کر چونک گیا۔

اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

"استاد بندہ حاضر ہے۔" کیپٹن جاوید نے جھک کر لکھنوی انداز میں سلام کیا تھا۔

"اکیلے آئے ہو؟" زاہد مسکرایا تھا۔

"نہیں، پوری فوج ساتھ میں لایا ہوں۔" کیپٹن جاوید نے کہا۔

"آپ حکم فرمائیں، نکل آتا ہیں کس کی جان چاہیے۔"

"اندر آ جاؤ۔" زاہد ہنستے ہوئے بولا۔ "معلوم ہوتا ہے میرا پیغام جنرل کیو کو موقعہ سے مل گیا۔"

"اگر نہ ملتا تو یہ خاکسار اپنی ایک درجن محبوباؤں کو چھوڑ کر آپ کا رخ روشن دیکھنے کیوں آتا۔"

"مذاق چھوڑو اور کام کی بات سنو۔" زاہد نے اپنا سگار سلگاتے ہوئے کہا۔ "ایک فوجی کانوائے کو تلاش کرنا ہے۔ جو پرسوں سنگاپور سے روانہ ہوا ہے۔ اس کانوائے میں تین ٹرک ہیں اور ایک مرسڈیز گاڑی بھی ہے۔ اس وقت پتہ نہیں کہاں ہے لیکن اس کا رخ انڈیا کی طرف ہی ہے۔ اس لیے وہ تھائی لینڈ اور انڈیا کے روٹ پر ہوگا۔"

"اس میں کوئی لڑکی وغیرہ بھی ہے؟"

"بکومت۔"

"کیا معلوم اب تک وہ رنگون سے آگے نکل گیا ہو۔" جاوید بولا۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ یہ کانوائے کی رفتار اور سفر پر منحصر ہے۔ پتہ نہیں مسلسل سفر کر رہا ہو یا رکتا ہوا آ رہا ہو۔"

"گھبرائیے نہیں۔ میں تلاش کر کے سارا علاقہ چھان ماروں گا۔ میں پورے انتظام کے ساتھ آیا ہوں۔"

"کیا ہیلی کاپٹر ہے؟"

"جی ہاں۔"

"تو پھر میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" یہ کہہ کر زاہد لباس تبدیل کرنے باتھ روم میں چلا گیا۔

ایک ٹیکسی کے ذریعے وہ شہر سے تقریباً بارہ میل دور واقع ایئرپورٹ پر پہنچے۔ وہاں انڈین ایئر فورس کا ایک ہیلی کاپٹر تیار کھڑا تھا۔ زاہد اور جاوید اس میں سوار ہو گئے۔

ہیلی کاپٹر خود جاوید ہی اڑا رہا تھا اور ہیلی کاپٹر کا رخ سیدھا ملایا کی طرف تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ملایا اور تھائی لینڈ بارڈر کے قریب پہنچ کر ہیلی کاپٹر واپس موڑ لیا۔

"آپ دوربین سنبھال لیجیے۔" جاوید نے کہا۔ "میں روڈ لائن کے اوپر ہی اوپر پرواز کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" زاہد نے دوربین نکال کر اپنی آنکھوں پر رکھ لی۔

دونوں سارا دن کانوائے کو تلاش کرتے رہے۔ تب کہیں جا کر شام کو تھائی لینڈ بارڈر سے کوئی پچاس میل دور برما کے اندرونی علاقے میں انہیں وہ کانوائے دکھائی دے گیا۔

"بس ٹھیک ہے۔" زاہد بولا۔ "انہیں ہندوستان کا بارڈر کراس کر لینے دو۔ اس کے بعد ان پر ہاتھ ڈالیں گے۔"

"اس کے لیے کافی وقت ہے۔ وہاں تک پہنچنے میں ٹرک کو تین چار دن ضرور لگ جائیں گے۔ ان پر ہاتھ ڈالنے کے لیے کوئی پلان بنایا ہے؟"

"ان لوگوں کی کل تعداد سترہ ہے۔ ہر ٹرک میں دو آدمی موجود ہیں جو شاید باری باری ڈرائیو کرتے ہیں اور ہر ٹرک کے اندر ہتھیاروں کی حفاظت کے لیے بھی دو دو مسلح آدمی موجود ہیں۔ ان کے علاوہ پانچ آدمی کار میں ہیں۔ ان سب کا انتظام کرنا پڑے گا۔"

"آپ بے فکر رہیں۔ میں پوری بٹالین سنبھال سکتا ہوں۔" جاوید نے گہرا سانس لیا تھا۔ "کاش ان میں کوئی لڑکی بھی ہوتی۔"

ٹرکوں نے برما کے قریب اپنے ٹرکوں کا رنگ بدل لیا اور نئی نمبر پلیٹیں بھی لگا دی گئیں اب یہ ٹرک گویا کسی ٹرانسپورٹ کمپنی کے معلوم ہوتے تھے۔

گاڑی کی بھی نمبر پلیٹ بدل دی گئی تھی۔

زاہد اور جاوید نے یہ تمام کارروائی اپنی آنکھوں سے ہوتے دیکھی تھی۔ اگر وہ ان پر رنگ و روغن ہوتے نہ دیکھ لیتے تو کبھی پہچان نہیں پاتے کہ وہ لوگ اسی کانوائے کے تعاقب میں ہیں۔

دو دن بعد ٹرک ہندوستان میں داخل ہو کر ناگالینڈ کی طرف چل پڑے۔

اس وقت رات کا پچھلا پہر تھا اور ہتھیاروں سے بھرے ہوئے ٹرک دھیمی رفتار سے چل رہے تھے۔ ان کے پیچھے کار بھی چل رہی تھی اور اب ایک مرسڈیز سے تقریباً دو سو گز پیچھے زاہد فوجی جیپ میں اکیلا ہی ان کا تعاقب کر رہا تھا۔

زاہد اس وقت بھی اپنے پرانے والے ہی میک اپ میں تھا۔

اچانک ٹرک چلتے چلتے رک گئے۔

کرنل زاہد نے گھڑی دیکھی اور مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ سارا کام اسکیم کے مطابق ہو رہا تھا۔

ٹرک پھر آگے بڑھے اور سڑک چھوڑ کر ڈھلان سے اُتر کر ایک کچی سڑک پر ہو لیے تھے۔ مرسیڈیز بھی کچی سڑک پر دھول اڑاتی ہوئی اُس کے پیچھے تھی۔

زاہد کی جیپ جب اُس جگہ پہنچی جہاں ٹرکوں نے راستہ بدلا تھا تو اُس نے وہاں سڑک پر ایک بورڈ ٹنگا دیکھا جس پر لکھا تھا۔

"آگے راستہ بند ہے۔"

اُسی وقت ایک طرف سے دو آدمی برآمد ہوئے اور سڑک پر لگا ہوا بورڈ ہٹانے لگے۔ زاہد نے مسکرا کر اپنی گاڑی دھول بھری سڑک پر اُتار دی۔ کاٹو لے اُس کی نظروں میں تھا؟

کچھ آگے بڑھنے کے بعد زاہد نے زور زور سے ہارن بجانا شروع کر دیا۔ اُسی وقت مرسیڈیز میں بیٹھے دو آدمیوں کی گردنیں گھوم گئیں۔ زاہد نے اُن میں سے ایک کو فوراً پہچان لیا۔ وہ سفید ہیٹ والا چینی تھا، دوسرا کوئی سانولی رنگت والا تھا، جو ہندوستانی تھا۔

کرنل زاہد نے جیپ کی رفتار بڑھا دی اور مرسیڈیز کی بغل میں پہنچ گیا پھر اُس نے کھڑکی سے گردن نکال کر کہا: "پچھلا پہیہ..."

مرسیڈیز کے پانچوں آدمی اب زاہد کو حیرت سے گھورنے لگے تھے پھر گاڑی رک گئی۔

زاہد نے وہاں رکنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھتا رہا اور شیشے میں سے اُن لوگوں کو کار سے اُتر کر پچھلے پہیے کا معائنہ کرتے دیکھتا رہا۔ ٹرک اُسی رفتار سے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

پہلا فائر ہوتے ہی زاہد نے جیپ روک دی اور گیئر بدل کر اُسے بیک کرنا شروع کر دیا، تب تک فائرنگ سے سارا ماحول گونج اُٹھا تھا۔ بیک کرتا ہوا وہ اپنی جیپ مرسیڈیز کے پاس لے آیا۔

اُسی وقت سناٹا چھا گیا۔

*

دوسرے ہی لمحے سڑک پر زاہد نے تین آدمیوں کو پڑے دیکھا، سانولی رنگت والا ہندوستانی اپنے ہاتھ کندھوں سے اوپر اُٹھائے کھڑا تھا۔ اور سفید ہیٹ والا چینی کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

مرسیڈیز سے چند قدم کے فاصلے پر کیپٹن جاوید اور اُس کے دوسرے ساتھی اپنے ریوالور لیے کھڑے تھے۔

زاہد جیپ سے کود کر اُن کے قریب پہنچ گیا۔

"ایک بری خبر ہے زاہد صاحب۔" جاوید نے منہ بنا کر کہا۔

"زاہد،" سانولی رنگت والے ہندوستانی کے منہ سے جیسے حیرت سے نکلا اور زاہد کو گھورنے لگا۔

زاہد نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

"وہ چینی بھاگ گیا،" جاوید نے کہا۔

"اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ چینی کو تلاش کریں اور تم میرے ساتھ آؤ۔"

جاوید نے ہندوستانی کو اپنے آدمیوں کے حوالے کیا اور خود کرنل زاہد کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے زاہد نے کہا: "آگے کا انتظام تو ٹھیک ہے نا؟"

"بالکل! یہ جاں نثار آپ کے حکم کا غلام ہے اور آگے جو ڈراما کھیلا جائے گا، وہ دیکھنے کے قابل ہوگا۔" جاوید کہنے لگا: "اور وہ سالا چینی میری توقع سے بڑھ کر چالاک ثابت ہوا اور اپنے آدمیوں کی طرح اُس نے ہم سے بھڑ جانے کے بجائے فرار ہو جانا ہی زیادہ مناسب سمجھا۔"

کچھ ہی دیر بعد اُنہوں نے ٹرک کو پھر دیکھ لیا۔ تینوں ٹرک ایک قطار کی صورت میں کھڑے تھے اور ٹرکوں کے آگے ایک سڑک پر ایک ٹرک جس پر ترپال پڑا تھا ترچھا کھڑا ہوا تھا اور اُس کے سامنے والے حصے سے ایک فیٹ گاڑی ٹکرائی ہوئی کھڑی تھی جس سے اُس کے پہیے ٹیڑھے ہو گئے تھے۔

ٹرک سے آدمی کود کود کر باہر نکل رہے تھے۔ زاہد اپنی جیپ بھی اُن لوگوں کے قریب لے گیا اور زور سے ہارن بجانے لگا۔

سڑک پر کھڑے سبھی آدمیوں کی نگاہیں زاہد پر مرکوز ہو گئیں۔

"کیا چکر ہے؟" زاہد نے سوال کیا۔

"ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے،" ایک آدمی نے جھلا کر جواب دیا۔

زاہد اور جاوید جیپ میں سے نکل آئے۔ "ارے راستہ تو بالکل بند ہے، اب کیا کریں؟"

"ہم لوگ کوشش کر رہے ہیں۔" مارشل کٹ آدمیوں نے کہا اور ترچھے فیٹ گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

زاہد ایک گہرا سانس لے کر جاوید کی طرف دیکھنے لگا جلد؛

اپنے شانے جھٹک کر رہ گیا تھا۔

زاہد نے دیکھا کر ٹرکوں کے اندر جو مسلح آدمی چھپے ہوئے تھے وہ باہر نہیں نکلے تھے۔

مارشل کے آدمی ٹرک کو نیٹ گاڑی سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اسی لمحے جاوید نے اپنے منہ سے سیٹی کی آواز نکالی۔

دفعتاً ٹرک سے ترپال ایک جھٹکے سے ہٹا اور بجلی کی سی پھرتی سے ایک ساتھ کئی آدمی نیچے کود پڑے۔ ان میں ڈاگا سب سے آگے تھا۔

"خبردار کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔" ڈاگا نے بانگ لگائی تھی۔ اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ چھ کے چھ آدمی اپنی جگہ کھڑے رہ گئے۔ ان کے منہ حیرت سے پھیل کر رہ گئے تھے۔

کرنل زاہد کی پوری توجہ کالونی کے اندر چھپے ہوئے آدمیوں کی طرف تھی لیکن شاید وہ باہر کی صورتحال سے ابھی تک باخبر نہیں ہوا تھا۔

ڈاگا کے آدمیوں نے آگے بڑھ کر مارشل کے ساتھیوں سے ان کے ریوالور چھین لئے۔ ڈاگا نے انہیں حکم دیا۔

"جو کام تم کر رہے تھے اُسے دوبارہ شروع کر دو۔"

لیکن کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ ڈاگا نے اپنی جیب سے ایک بم نکال کر کہا۔ "پیارے ساتھیو اگر دو منٹ کے اندر اندر آپ لوگوں نے ٹرک اور کار کو الگ نہیں کیا تو سب جہنم رسید کر دیئے جاؤ گے۔"

وہ فوراً کار اور ٹرک ہٹانے میں جٹ گئے تھے اور تھوڑی دیر میں یہ کام کر دیا۔

"اب تم لوگ ٹرک سے پیٹھ لگا کر کھڑے ہو جاؤ اور اپنے ہاتھ سر سے اوپر اٹھا لو۔"

مارشل کے آدمیوں نے حکم کی تعمیل کی۔

"مجھے ٹرکوں کے اندر موجود تمہارے ساتھیوں کے بارے میں اچھی طرح معلوم ہے۔" زاہد نے کہا۔ "اس لئے کوئی انہیں کسی قسم کا اشارہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔"

مارشل کے ساتھیوں کے منہ حیرت سے پھٹ گئے تھے۔

کرنل زاہد نے ان چھ آدمیوں کا جائزہ لیا اور پھر ایک آدمی کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔

وہ آدمی فوراً آگے بڑھ آیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"ہوچی۔"

"دیکھو تم سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو۔" زاہد بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچے، اس لئے کیا تم اپنے آدمیوں کو ٹرکوں سے باہر آنے کے لئے نہیں کہو گے۔"

"ہاں... لیکن وہ میرے کہنے سے باہر نہیں آئیں گے۔" ہوچی نے جواب دیا۔ "وہ کسی کے حکم سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ انہیں ہدایت یہی ملی ہے۔ ویسے اگر کوئی زبردستی ٹرک کا دروازہ کھولے گا تب وہ اپنی مشین گن سے اُسے بھون کر رکھ دیں گے۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی اختیار ہے کہ وہ جب کسی مصیبت میں پھنس جائیں تو وہ ٹرکوں کو بموں سے اُڑا دیں۔" ہوچی کہنے لگا۔ "گویا جب انہیں سگنل ملے گا تب ہی وہ دروازہ کھول سکتے ہیں۔ اور ابھی کو سیا نہیں آیا ہے۔"

"اس کا حل میرے پاس ہے کرنل۔" ڈاگا بولا اور ہرے رنگ کے ٹرک کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے اندر سے اُس نے ایک سلنڈر نکال لیا۔

"یہ کیا ہے؟" جاوید نے پوچھا۔

"گیس۔" ڈاگا نے جواب دیا۔ "اس سے آدمی کافی دیر تک بیہوش رہتا ہے۔"

ڈاگا سلنڈر لے کر کالونی کی طرف بڑھا اور پہلے ٹرک کے نیچے گھس گیا۔ اس نے نیچے گھس کر ٹرک کے تلے میں ایک جھری تلاش کی اور سلنڈر کی نلکی اس میں لگا کر گیس چھوڑنے لگا۔ خود اُس نے اپنی سانس روک لی تھی۔

یہی عمل اُس نے باقی ٹرکوں کے ساتھ کیا اور انتظار کرنے لگا۔

"جاوید تم نے کوسیا میں ہوٹل پرنس میں کمرہ میرے لئے بک کرا لیا ہے یا نہیں؟" زاہد نے یہ کہہ کر اُسے آنکھ ماری تھی۔

"جی... جی ہاں، کمرہ بک ہو چکا ہے۔" جاوید گڑبڑا گیا تھا۔

ڈاگا نے ہوچی سے کہا۔ "تم میرے ساتھ آؤ۔"

ہوچی ڈاگا کے ساتھ ٹرکوں کی طرف چلا گیا۔ زاہد نے مسکرا کر جاوید سے کہا۔ "میں مارشل تک یہ خبر پہنچانا چاہتا ہوں کہ راستے میں جس شخص نے اُس کے ہتھیاروں پر قبضہ کیا ہے وہ ہوٹل پرنس میں ٹھہرا ہوا ہے اور یہ خبر ہوچی اُس تک پہنچائے گا۔"

"اوہ۔" جاوید نے گہرا سانس لیا تھا۔ "تو کیا آپ اُسے فرار ہونے کا موقع دیں گے۔"

"بیشک۔" یہ کہہ کر زاہد ڈاگا کے ساتھ ہتھیاروں والے ٹرکوں میں

سوار ہوگیا۔ جاوید اور دوسرے آدمی جیپ اور ہرے رنگ کے ٹرک میں سوار ہوگئے۔

قافلہ پھر چل پڑا۔

*

ہوٹل پرنس کے ایک کمرے میں بستر پر لیٹ کر زاہد نے اپنا سگار سلگا لیا۔

پلان کے مطابق ہوچی کو فرار ہونے کا موقع دے دیا گیا تھا اور وہ اب تک مارشل کے پاس پہنچ بھی چکا ہوگا۔

زاہد نے ہتھیاروں کا ذخیرہ شہر سے باہر ایک ترسے کھلیان میں بھوسے کے ڈھیر میں چھپا دیا تھا اور اب مارشل کے کسی اقدام کا منتظر تھا۔ اس وقت وہ میک اپ میں بھی نہیں تھا۔

دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی۔ زاہد نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔"

"مسٹر زاہد؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"بول رہا ہوں۔"

"تم نے ایسا کیوں کیا، بتاؤ مال کہاں ہے؟"

"میرے قبضہ میں ہے مارشل۔" زاہد مسکرایا تھا۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"آپ سے نیاز حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" آواز آئی۔ "تمہارے ہوٹل سے تقریباً دو میل دور ایک جھیل ہے۔ آج رات ٹھیک دس بجے تم مجھے جھیل پر مل سکتے ہو۔"

"میں پہنچ جاؤں گا، لیکن ایک بات یاد رکھنا۔" زاہد کہنے لگا۔ "میرے سامنے کوئی چال چلنے کی ضرورت نہ کرنا۔ میں تمہارے اسلحے کے ذخیرے میں ٹائم بم لگا آؤں گا۔ اگر میں ٹھیک وقت پر اس بم کو ہٹانے وہاں نہیں پہنچا تو سب کچھ دھماکے سے اڑ جائے گا۔"

"تم بے فکر رہو، میں اکیلا ملوں گا، تم بھی تنہا آؤ گے۔"

"ٹھیک ہے۔" زاہد نے ریسیور رکھ دیا، اور گھڑی دیکھی اس وقت سات بجے تھے۔ جب کچھ اندھیرا چھا گیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور لباس بدل کر ہوٹل سے باہر نکلا اور ٹیکسی لے کر جھیل کی طرف روانہ ہوگیا۔

ٹیکسی چھوڑ کر وہ جھیل کی طرف بڑھا۔ آس پاس خالی میدان تھا اور اس کے بعد درختوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ وہ ایک درخت منتخب کرکے اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور انتظار کرنے لگا۔

نو بجے کے قریب زاہد نے وہاں ایک اسٹیشن ویگن کو آ کر رکتے دیکھا۔ اس میں سے تین سائے باہر نکلے۔ دو درختوں میں کہیں غائب ہوگئے۔

تیسرا دھیرے دھیرے ایک طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی کی طرح کوئی چیز دبی تھی۔ وہ شخص زاہد کے درخت کے نیچے آ کر رک گیا۔

گاڑی واپس جا چکی تھی۔

زاہد نے اس شخص کو غور سے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں جسے وہ چھڑی سمجھا تھا۔ رائفل تھی۔

رائفل والے نے اطراف کا جائزہ لیا اور پھر پھرتی سے زاہد سے دو درخت چھوڑ کر تیسرے پر چڑھ گیا۔

پندرہ منٹ بعد زاہد چپ چاپ درخت سے اترا اور خاموشی سے ہوٹل واپس گیا اور بڑے اطمینان سے کھانا کھا کر انتظار کرنے لگا۔

ساڑھے دس بجے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو۔"

"مسٹر زاہد۔" دوسری طرف سے وہی آواز ابھری۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے۔ تم آئے کیوں نہیں؟"

"جی شکریہ! میں اب تم سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب تو اپنے اس بندرسے پوچھو جو جھیل کے کنارے ایک درخت پر رائفل لے کر بیٹھا ہوا ہے تاکہ میں وہاں پہنچوں اور وہ مجھے اپنی گولی کا نشانہ بنا دے۔"

"تمہیں کیسے خبر ہوئی۔" ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد پوچھا گیا۔

"میں جادوگر ہوں۔" زاہد بولا تھا۔

"جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ مسٹر زاہد۔" مارشل کی آواز ابھری "میں اپنی اس حرکت پر شرمندہ ہوں۔ اب گیارہ بجے میں اکیلا جھیل پر تمہارا انتظار کروں گا۔"

"یہ تمہارے لئے آخری موقعہ ہے۔" زاہد نے کہا۔ "اور تم خود ہی آنا۔ اپنے کسی نمائندے کو وہاں بھیج کر مجھے دھوکا دینے کی کوشش بیکار ہوگی۔"

"تم بے فکر رہو۔ میں خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا تھا۔

•

ٹھیک گیارہ بجے زاہد جھیل پر پہنچ گیا تھا۔ اسی وقت درختوں میں سے ایک سایہ نکل کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جیسی ہی معلوم ہوتا تھا۔

"مارشل تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

مارشل نے کہا: "تم نے ہتھیار میرے آدمیوں سے کیوں چھینے اور اب وہ کہاں ہیں؟"

جواب میں زاہد نے جوڈو کراٹے کا ہاتھ مار کر اسے اپنی پیٹھ پر لادا اور جھیل کی طرف بھاگا۔

"چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو" چینی گھبرا کر چیخنے لگا تھا۔

زاہد نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور جھیل کے پانی میں اتر گیا۔ کمر کمر تک پانی میں پہنچ کر اس نے مارشل کو پانی میں ڈال دیا اور اس کی گردن دبوچ لی۔ اور اسے غوطہ دینے لگا۔

چینی بری طرح چیخنے چلانے لگا۔ لیکن منہ کھولنے سے اس کے منہ میں پانی بھر جاتا تھا۔ اس کا دم گھٹنے لگا اور آنکھیں باہر نکل آئیں۔

"بولو! کیا تم مارشل ہو" زاہد نے اسے پھر غوطہ دیا۔

"بالکل ہوں۔"

"تم یوں نہیں اگلو گے" زاہد نے اس کی گردن دبوچ کر ایک اور غوطہ دیتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم سچ نہیں اگلو گے۔ بولو۔ تم مارشل ہو؟"

"ہاں۔"

زاہد نے اس بار اسے پانی کے نیچے دبائے رکھا۔ چینی بری طرح پھڑپھڑاتا رہا اور جب اس کی حالت بری ہو گئی تو زاہد نے اسے نکال کر پوچھا۔

"بتاؤ! تم مارشل ہو؟"

چینی گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے اور ہانپتے ہوئے بولا: "نہیں۔"

"پھر کون ہو؟"

"میں ایک معمولی ورکر ہوں۔ مارشل کے لئے کام کرتا ہوں۔"

"تمہیں مارشل نے بھیجا تھا؟"

"ہاں۔"

"مارشل اس وقت کہاں ہے؟" زاہد نے پوچھا۔

"یہ کوئی نہیں جانتا۔"

"تمہیں یہاں آنے کے لئے حکم کیسے ملا تھا؟"

"فون کے ذریعے۔"

"مارشل کا حلیہ کیا ہے؟"

"میں نے اسے آج تک نہیں دیکھا۔"

زاہد چینی کو جھیل کے پانی سے باہر نکال لایا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی اور وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"جاؤ اور جا کر مارشل سے کہہ دو کہ میں اس کی ہر چال ناکام بنانے کی ہمت رکھتا ہوں۔ اور اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔"

یہ کہہ کر زاہد نے چینی کو وہیں چھوڑا اور خود واپس ہو گیا۔

*

دوسری صبح زاہد کی آنکھ دستک کی آواز سے کھلی تھی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

سامنے ایک لمبا جبہ پہنے ہوئے ایک پادری کھڑا تھا۔

"مسٹر زاہد۔ میرے بچے میں تم سے ہی ملنے آیا ہوں۔"

"جی۔"

"ہاں تم نے ہی تو کہا تھا کہ تم مارشل کے علاوہ اور کسی سے ملنا نہیں چاہتے۔" پادری مسکرا رہا تھا۔

"اوہ۔" زاہد نے گہری سانس لی تھی۔ "تو آپ ہیں؟"

پادری زاہد کے ساتھ اندر کمرے میں آ گیا اور وہ بہت ہی مطمئن تھا۔

"مسٹر زاہد! اسلحہ کا ذخیرہ کہاں ہے؟"

کرنل زاہد نے غور سے پادری کا چہرہ دیکھا۔ اس کے نقوش اسے کچھ جانے پہچانے سے معلوم ہوئے۔ پھر اسے ایک دم یاد آ گیا کہ اس نے اس کی تصویریں اخبارات میں دیکھی تھیں۔ یہ فادر آرتھر تھا جسے بھارت سرکار نے غریبوں کے علاج اور بیماریاں دور کرنے کے مشن پر اسے ایوارڈ سے نوازا تھا۔ فادر آرتھر ناگالینڈ کے دیہات میں اپنا مشن چلایا کرتا تھا اور اسے وہاں مسیحا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

"بہت خوب! تو آپ مارشل ہیں" زاہد ہنسا تھا۔ "آپ جیسا ہی کوئی شخص مارشل ہو سکتا تھا۔ اسی لئے وہ آج تک لوگوں کی نگاہوں میں نہیں آ سکا۔ فادر آرتھر! غریبوں کا مسیحا۔ لیکن حقیقت میں ایک غدار... باغی ناگاؤں کے سرغنہ اور توڑ پھوڑ کے ذمہ دار شاباش...."

"تعریف کا شکریہ۔" فادر آرتھر بولا۔ "اب بتاؤ ہتھیار کہاں ہیں۔"

"یہ میں کیوں بتاؤں۔ یہ خبر تو میرے ہاتھ میں ہے۔"

"لیکن وہ اسلحہ تمہارے کیا کام آ سکتا ہے۔" فادر آرتھر مسکرا دیا تھا۔ "بولو تمہیں کیا قیمت چاہیئے۔"

"دس لاکھ۔"

"ٹھیک ہے میں تمہیں رقم ادا کر دوں گا۔" فادر اٹھ کھڑا ہوا۔

"نہیں فادر! آپ یہاں سے جا نہیں سکتے۔"

"کیا مطلب ہے؟" فادر آرتھر نے چونک کر اسے گھورا تھا۔

"اب آپ میری قید میں ہیں۔" زاہد نے ریوالور نکال لیا۔

"آپ یہیں سے دس لاکھ روپے منگوانے کا انتظام کیجئے۔ روپیہ ملتے ہی میں آپ کو بتا دوں گا کہ ہتھیار کہاں ہیں۔"

"یہ کھلونا ہے میرے بچے۔" فادر آرتھر نے ریوالور کی طرف اشارہ کیا۔ "اس سے تم مجھے روک نہیں سکتے۔"

"یہ کوئی معمولی کھلونا نہیں فادر! اس سے موت نکلتی ہے۔"

دوسرے ہی لمحہ ایک کلک کی آواز کے ساتھ ریوالور زاہد کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔

"خبردار! حرکت نہ کرنا۔"

زاہد نے آواز کی طرف گھوم کر دیکھا۔ بال کمی کے دروازے پر سفید ہیٹ والا چینی کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں ایک ریوالور دبا ہوا تھا۔

"تم نے دیکھا میرے بچے! اس کا نشانہ کتنا اچھا ہے۔"

فادر نے مسکرا کر چینی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ "مسٹر زاہد چو تم سے بہت ناراض ہے اب اسے اور زیادہ خفا کرنے کی کوشش بھی مت کرنا۔"

زاہد ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"اب تم ہمیں بتاؤ گے کہ تم نے ہتھیار کہاں چھپائے ہیں۔"

زاہد خاموش رہا۔

"خاموش رہنے سے کام نہیں چلے گا۔ اگر تم نے اپنی زبان نہیں کھولی تو پھر زبان کھلوانے کا کام میں چو کو سونپ دوں گا۔"

یہ سنتے ہی چو کے حلق سے وحشیانہ قہقہہ ابل پڑا تھا۔

زاہد نے گہرا سانس لیا۔ "آل رائٹ! وہ ٹرک شہر سے باہر ایک کھلیان میں بھوسے کے ڈھیر میں چھپے ہوئے ہیں۔"

"کیا ان میں تم نے ٹائم بم لگائے ہیں۔"

"نہیں۔"

"ویری گڈ! اب یہ بتاؤ تمہارے آدمی کہاں ہیں؟"

"ٹرکوں کے پاس ہی موجود ہیں۔" زاہد نے جواب دیا۔

"باقی دو آدمی ہوٹل میں ہیں۔"

"اچھا! اب تم ہوٹل میں اپنے آدمیوں کو فون پر ہدایت کر دو کہ وہ کھلیان سے اپنے سارے آدمی ہٹا لیں۔" فادر آرتھر نے کہا اور گھوم کر چینی سے بولا۔ "چو صاحب کو فون دو۔"

چو نے فون لا کر زاہد کو تھما دیا۔ زاہد نے نمبر ڈائل کئے اور جاوید کو حکم دیا کہ وہ کھلیان سے اپنے آدمی ہٹائے اور ریسیور رکھ دیا۔

آرتھر چو اور زاہد کو لے کر کھلیان پہنچا۔

بیس آدمی اور بھی آرتھر نے ساتھ لے لئے تھے۔ کھلیان خالی پڑا تھا۔ سب لوگ چاروں طرف بکھر گئے۔

زاہد، چو اور فادر آرتھر کے درمیان کھڑا تھا۔ چو کے ہاتھ میں ریوالور تھا جس کا رخ زاہد کی طرف ہی تھا۔

پندرہ منٹ میں بھوسے کا ڈھیر ہٹا دیا گیا تب اسلحہ سے بھرے ہوئے ٹرک نمودار ہوئے۔ ایک ٹرک کے اوپری حصہ کو کھول کر دیکھا گیا۔ اس میں سے دو تین لاشوں کو نکال کر باہر پھینک دیا گیا۔ اس کے بعد خود فادر آرتھر نے آگے بڑھ کر ہتھیاروں کو بھی چیک کیا اور مطمئن انداز میں سر ہلایا۔

"باقی دونوں ٹرکوں میں سے بھی لاشیں نکال کر باہر پھینک دو۔" فادر آرتھر نے حکم دیا اور پھر "ٹرک لے کر روانہ ہو جاؤ۔" باقی دونوں ٹرک بھی کھولے جانے لگے۔

"اب میرے بارے میں کیا ارادہ ہے؟" زاہد نے پوچھا۔

"اس کا جواب تمہیں چو دے گا۔"

چو یہ سنتے ہی بڑے کمینے انداز سے مسکرایا اور چند قدم پیچھے ہٹ کر زاہد کا نشانہ باندھنے لگا۔

فادر نے اپنے سینے پر کراس بنایا تھا۔

اسی لمحے ایک فائر ہوا اور چو کی پیشانی پر تیسری آنکھ نمودار ہو گئی اور وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

فادر آرتھر نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا تھا اور ابھی فادر کے ساتھی کچھ سمجھ بھی نہیں پائے تھے کہ گولیوں کی بوچھاڑ سے وہ تڑپنے لگے۔

زاہد نے زمین پر چھلانگ پہلے ہی لگا دی تھی اور لوٹ لگا کر اس نے چو کے ہاتھ سے ریوالور لے کر اس کا رخ فادر آرتھر کی طرف کر دیا۔

"خبردار!"

دوسرے ٹرک کی چھتری میں سے رائفل کی نالیں باہر جھانک رہی تھیں اس کے بعد انہیں سے کود کر کئی آدمی باہر نکل آئے سب سے آگے کیپٹن جاوید اور ٹھاکلے تھے۔

"استاد کیسی رہی؟" جاوید نے آنکھ مار کر پوچھا تھا۔

"بہت اچھا۔"

"کھلیان میں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس لئے ایک ٹرک کو خالی کر کے ہم آدمیوں سمیت اس میں چھپ گئے تھے۔"

"اب تم عقلمند ہوتے جا رہے ہو۔" زاہد بولا۔

"شکریہ۔" جاوید نے شرما کر جواب دیا۔

"یہ مارشل ہے۔" زاہد نے آرتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "بھائی ہاتھ میں ہتھکڑیاں ڈال دو۔"



روشنی چوری

اب تک آپ مرد جاسوسوں کے کارناموں سے بھرپور جرم و سزا کی کہانیاں پڑھتے رہے ہیں لیکن اس خوبصورت اور چونکا دینے والی طویل کہانی میں آپ کی ملاقات ایک حسین ترین لیکن انتہائی شاطر جاسوسہ سے ہوتی ہے جس نے مردوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے



ان دنوں فلک قدر، ضرغام پر کچھ ضرورت سے زیادہ مہربان تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ضرغام نے جرائم کے سلسلہ میں اپنی رپورٹنگ سے ان کے اخبار روزنامہ "برق" کو آسمان تک پہنچا دیا تھا۔ اس کی اشاعت اتنی بڑھ گئی تھی کہ اب وہ ہر گھر میں نظر آتا تھا۔ اشاعت کے ساتھ ساتھ اشتہارات کی بزنس میں بھی اضافہ ہوا تھا اور آمدنی بڑھ جانے کے سبب اب فلک قدر خود بھی آسمان پر اڑنے لگے تھے۔ تاہم ملازمین کی تنخواہوں کے معاملہ میں اب بھی ان کا رویہ وہی تھا جو اب سے پہلے رہا تھا۔ ہاں انہوں نے ضرغام کی تنخواہ میں اضافہ ضرور کر دیا تھا۔ لیکن یہ اضافہ بھی صرف ایک کاغذ پر ہی تھا۔ ضرغام نے اخبار کی ملازمت میں کبھی بھی تنخواہ وصول نہیں کی تھی۔ اس کے باوجود صرف تین ماہ کی تنخواہ ہی باقی رہتی تھی۔ فلک قدر جب کبھی مہربان ہوتے تو ضرغام سے یہی کہتے۔ "اماں اپنی تین ماہ کی بقایا تنخواہ لے لو۔"

فلک قدر کو آج کل کچھ فرصت زیادہ تھی۔ دراصل مریخ بسمل نے اخبار کی پوری ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ وہ بظاہر احمق سا آدمی جو گفتگو کرتے وقت اچھا خاصہ یتیم نظر آنے لگتا تھا۔ تحریر کے اعتبار سے بے حد ذہین ثابت ہوا تھا۔ اداریہ مقالے سے لے کر مزاحیہ کالم تک خود لکھتا اور ضرورت پڑنے پر چپڑاسی تک کا کام انجام دے ڈالتا تھا۔ فلک قدر اس کے کام سے بے حد مطمئن تھے اور اخبار کی بیشتر ذمہ داریاں اس کے سپرد کر کے خود آزاد ہو گئے تھے۔ شام کا وقت ان کا ہوٹلوں اور چائے خانوں میں گزرتا تھا اور رات کو کبھی کبھی آنکھ بچا کر نائٹ کلب تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ بیشتر وقت ضرغام کے ساتھ ہی گزارنے کی کوشش کرتے آج بھی وہ ہوٹل زمرد میں ضرغام کے ساتھ ایک میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ شام کا وقت تھا اور ہوٹل میں زندگی اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ رقص کرتی نظر آتی تھی۔ اس میز کے علاوہ جس پر فلک قدر اور ضرغام بیٹھے ہوئے تھے کوئی ایسی میز نظر نہیں آ رہی تھی جس پر کوئی ماہ جبیں تنہا رہ گار نہ بیٹھی ہو۔ ہر سمت فضا میں سرگوشیاں بکھر رہی تھیں۔ سرمستی و سرشاری کی ایک لطیف سی کیفیت محسوس ہو رہی تھی کبھی کبھی حسین قہقہوں کے طلائی اور نقرئی گھنگھرو اس طرح بج اٹھتے کہ ضرغام چونک پڑتا اور فلک قدر کے چہرے پر شادمانی کا رنگ کچھ اور گہرا ہو جاتا اور ان کی کمر کا تناؤ بڑھ جاتا اور انہیں دیکھ کر ضرغام کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ جاتی تھی۔

ویٹر لڑکی کافی میز پر رکھ کر جا چکی تھی۔ ضرغام نے مسکراتے ہوئے کافی پیالی پیالیوں میں نکالی اور ایک پیالی فلک قدر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"آج آپ کی طبیعت کچھ زیادہ ہی بحال نظر آ رہی ہے۔ میں نے بہت کم آپ کو اتنا خوش دیکھا ہے۔"

"اب نظر لگاؤ گے میاں۔" فلک قدر نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔ جب میں تمہاری عمر کا تھا تو....."

"ابھی کیا بوڑھے ہو گئے ہیں۔" ضرغام نے فلک قدر کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ماشاءاللہ، لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں میں ایک ہیں، بس ذرا سر سفید ہو گیا ہے۔"

"کمبخت نزلہ نے پریشان کر دیا۔" فلک قدر نے کہا۔

"جی ہاں میرا مطلب بھی یہی تھا۔" ضرغام نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن آپ کے یہ سفید بال بھی لگتے ہیں۔ بہت خوبصورت بالکل ریشمی گالوں کی طرح۔"

"اماں کیوں بناتے ہو۔" فلک قدر نے مسکراتے ہوئے ٹوکا۔

"یقین کیجئے میں بنا نہیں رہا ہوں۔" ضرغام نے پھر کہا۔ سپید و سرخ رنگت کشادہ پیشانی اور بڑی بڑی آنکھیں اس پر یہ خوبصورت بال لگتا ہے۔ کوئی یورپین شہزادہ زمرد میں بیٹھا ہوا ہے۔"

"کیا واقعی۔" فلک قدر نے حیرت سے پوچھا۔ اور چاروں طرف ایک نگاہ غلط انداز سی ڈالی اور پھر ... سے میز پر نگاہیں جما دیں۔

ضرغام ۔ فلک قدر کی کیفیات سے پورے طور پر لطف لے رہا تھا۔ اس کی نگاہیں بھی فلک۔ قدر کی نگاہوں کے ساتھ قریب کی اس میز پر جا کر رک گئیں۔ بلاشبہ وہ ایک حسین ترین شخصیت کی مالک تھی۔ بظاہر یورپین معلوم ہوتی تھی۔ اس نے کھلے ہوئے گلے کا بلاؤز پہن رکھا تھا اور اس کے اسکرٹ کا گھیر کچھ زیادہ ہی معلوم ہو رہا تھا۔ گلے میں لٹکا ہوا لاکٹ اجنبی نگاہوں کو جسم کے تمام نشیب و فراز کو دیکھنے کی دعوت دے رہا تھا جو بلاؤز سے باہر نظر آ رہے تھے۔ وہ بے حد خوبصورت تھی۔ کتابی چہرہ، پھول کی پتی جیسے نازک ہونٹ ستواں اور قدرے اونچی ناک جادو جگاتی ہوئی سیاہ آنکھیں۔ ایک بار یہ آنکھیں ضرغام کی طرف اٹھیں تو خود اس کے جسم میں ایک قسم کی سنسنی سی دوڑ گئی۔

فلک قدر کی نگاہیں تو جیسے اس میز سے چپک گئی تھیں۔ اس وقت ان کے چہرے پر بشاشت کا وہ عالم دیدنی تھا کہ جس میں دعوت کا رنگ بھی تھا اور مایوسی کی کیفیت بھی۔ وہ لڑکی

جو اپنی اٹھان کے سبب عورت معلوم ہوتی تھی۔ اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ زمرد کے ہال میں آئی تھی اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہی قریب کی میز پر بیٹھ گئی تھی۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی ضرور تھی۔ لیکن جلد ہی پرسکون سی ہو کر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو گئی تھی۔ اس دوران اگر اس کی نگاہیں بھی اٹھیں تو صرف ضرغام کی طرف۔

"آپ نے کافی نہیں لی؟" ضرغام نے فلک قدر کی کیفیت سے لطف اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ایں کیا کہا صاحبزادے؟" فلک قدر چونک کر بولے۔

"میں نے عرض کیا آپ کی کافی ٹھنڈی ہو گئی؟" ضرغام نے کہا۔

"ہو جانے دو" فلک قدر نے جواب دیا "اور منگا لو اور کچھ کھانے کے لئے بھی۔"

"جی بہتر" ضرغام نے جواب دیا اور اس ویٹر کو اشارہ کیا جو قریب کی اسی میز سے آرڈر لے کر جانے لگی تھی۔

"محترمہ۔ اس میز سے آپ کو کیا آرڈر ملا ہے؟" ویٹر کے قریب پہنچنے کے بعد ضرغام نے خوبصورت اجنبی خاتون کی میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی میں سمجھی نہیں، کیا فرمایا آپ نے؟" ویٹر نے پوچھا۔

"اس میز سے آپ کو جتنی چیزوں کا آرڈر ملا ہو وہی یہاں بھی لے آئیں۔"

ویٹر نے ضرغام کو گہری لیکن حیران کن نگاہوں سے دیکھا۔ ضرغام اس ہوٹل میں روز کے آنے والوں میں سے تھا اور ہوٹل کی تمام ویٹر لڑکیاں جانتی تھیں کہ وہ ایک ثقہ نوجوان تھا۔ اس کے ساتھ کبھی کبھی اس کی بہن کے علاوہ کسی لڑکی کو نہیں دیکھا گیا علاوہ ویٹر لڑکیوں کے ساتھ بات چیت میں کبھی بے باک ہوا تھا۔

ویٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "جناب انہوں نے تو صرف کافی کا آرڈر دیا ہے۔"

"اچھا......" ضرغام نے اچھا کا الف ضرورت سے زیادہ کھینچتے ہوئے گہری آہ بھری۔

"کچھ کھانے کے لئے نہیں آرڈر دیا؟"

"جی نہیں کہئے تو کافی پھر حاضر کر دوں؟"

"ضرور کر دو۔ ہائے رے محرومی۔ دیکھا آپ نے" فلک قدر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کھلانا چاہتے ہیں اور ہم کھا بھی نہیں سکتے۔"

"ارے میاں۔ تو کون روکتا ہے تمہیں۔ آرڈر دو نا۔"

فلک قدر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

ویٹر نے فلک قدر کی طرف دیکھتے ہوئے ایک باریک سا قہقہہ لگایا اور بولی "کہئے تو آرڈر اس خاتون سے لے لوں؟"

"ارے نہیں، ایسا نہ کیجئے گا۔ بس آپ ہی جو بھی مناسب سمجھیں لے آئیں۔"

"یہ کیا بہکی بہکی باتیں کرنے لگے تھے؟" ویٹر کے جانے کے بعد فلک قدر نے ضرغام سے کہا۔

لیکن ضرغام نے جیسے ان کی بات سنی ہی نہ تھی۔ وہ اب اسی میز کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا تھا جس پر وہ خوبصورت اجنبی خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔

"کیا دیکھ رہے ہو میاں صاحبزادے؟" فلک قدر نے ضرغام کو ٹوکا۔

"اللہ کی قدرت" ضرغام نے اس پر سے نگاہیں ہٹائے بغیر کہا۔

اسی وقت ویٹر نے ان کی میز پر کافی لا کر رکھ دی تھی اور ساتھ ہی تلے ہوئے کاجو، شامی کباب، پیسٹری چکن پکوڑا کی پلیٹیں بھی میز پر سجا دی تھیں۔

دراصل ضرغام کی نگاہیں اس حسین عورت اور اس کے تینوں ساتھیوں کے ہاتھوں پر پڑ گئی تھیں۔ ان چاروں نے اپنے ہاتھ میز پر رکھ لئے تھے اور چاروں نے اپنے اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلیوں میں ایک جیسی بڑی اور خوبصورت انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں۔ جن کے نگینے کچھ زیادہ ہی باہر کی طرف ابھرے ہوئے تھے اور وہ باری باری انگوٹھیوں کو میز پر کھٹکھٹا رہے تھے۔ انگوٹھیوں میں یکسانیت اور ہاتھوں کی حرکت ضرغام کے لئے دلچسپی کا باعث بن گئی تھی۔ اگرچہ اس کے کان انگوٹھیوں کے نگوں کی میز پر کھٹکھٹاہٹ کی آواز کو سن نہیں پا رہے تھے۔ تاہم اس نے یہ بات محسوس کی تھی کہ جب ایک انگوٹھی کے نگ کو میز پر کھٹکھٹانا بند کر دیتا ہے تو دوسرا شروع کر دیتا ہے اور وہ سب خاموش گم صم نظر آتے ہیں جیسے ان کے اندر قوت گویائی سرے سے موجود ہی نہ ہو۔ اچانک کچھ سوچ کر وہ چونک پڑا اور اس نے جیب سے کاغذ اور قلم نکال لیا۔ اب وہ ان چاروں اجنبیوں کی انگوٹھیوں کی حرکت کو بغور دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی کاغذ پر لکھ رہا تھا۔

اس تمام وقفہ میں فلک قدر حیرت کے ساتھ ضرغام کو دیکھتے رہے اور ساتھ ہی سامنے رکھی پلیٹوں کو خالی کرتے رہے

ان کی نگاہیں کبھی ضرغام کے چہرے پر اور کبھی اس کاغذ پر کہ جس پر ضرغام کچھ لکھ رہا تھا، رک جاتی تھیں۔

اچانک وہ خاتون کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بہت آہستہ خرامی کے ساتھ باہر کی طرف چلی گئی۔ اب اس کے ساتھیوں نے بھی اپنے ہاتھوں کو میز پر سے اٹھا لیا تھا اور وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے تھے انہیں ایک نے ایک بار ضرغام کی طرف دیکھا بھی ضرغام نے لڑکی کے چلے جانے کے بعد کاغذ پر نگاہ ڈالی۔ اجنبیوں کی انگوٹھی کھسکانے کی حرکتوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے کاغذ پر جو تحریر اتاری وہ یہ تھی:

"میں پسند نہیں کرتی کہ کوئی اجنبی مجھ سے دلچسپی لے۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے مادام، کوئی دل پھینک معلوم ہوتا ہے۔"

"لیکن میری چھٹی حس کچھ اور کہتی ہے۔ تم اسے چیک کرو۔"

"کیا آپ جانا چاہتی ہیں؟"

"کل میں نے ایک لڑکی کو دیکھا تھا جو ہوبہو اسی کی تصویر تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ مجھے خاص نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔"

"لیکن آپ تو بھکارن کے بھیس میں تھیں مادام۔ اس بھیس تو ہم آپ کے خادم بھی آپ کو نہیں پہچانتے۔"

"ضروری تو نہیں لیکن میری چھٹی حس۔"

"اچھا میں چلتی ہوں۔ تم لوگ بیٹھو۔ اگر یہ میرا پیچھا کرے تو اسے چیک کرو۔"

"کیا چیز ہے یہ۔ میرا مطلب ہے تم نے کیا لکھا ہے؟" فلک قدر نے پوچھا۔

"ایک کہانی۔" ضرغام نے جواب دیا۔

"اخبار کے لئے بلا لو مجھے۔"

"جی نہیں، ابھی یہ مکمل نہیں ہوئی ہے۔" ضرغام نے جواب دیا اور پھر سامنے رکھی ہوئی پلیٹوں پر ہاتھ صاف کرنے لگا۔

"اماں جلدی کیا ہے، آہستہ کھاؤ۔" فلک قدر نے جن کے کھانے کی رفتار اب دھیمی ہو گئی تھی، ضرغام سے کہا۔

لیکن ضرغام نے ان کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور وہ جلد جلد ہاتھ چلاتا رہا۔

پلیٹیں صاف کرنے کے بعد وہ فلک قدر کی طرف فتح مند نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پیالیوں میں کافی انڈیلنے لگا

"جی اب فرمائیے۔ کچھ کہہ رہے تھے آپ؟" ضرغام نے کہا۔

"کیسی کہانی ہے؟" فلک قدر نے پوچھا۔

"جب مکمل ہو جائے گی تو۔" فلک قدر نے ضرغام کی بات کو درمیان ہی میں اچک لیا اور کہا "میاں جلد مکمل کرنا۔ مرغ بسمل کا کچھ بوجھ ہی ہلکا ہوگا۔"

مرغ بسمل کا نام آتے ہی ضرغام مسکرا دیا۔ "کیا حال ہیں ان کے؟"

"اماں کیا پوچھتے ہو۔ ہے بڑا ذہین۔ وہ تو کمبخت صرف شاعری ہی میں پھسڈی رہ گیا، ورنہ...."

"اچھی خاصی شاعری تو کر لیتے ہیں۔" ضرغام نے کہا۔

"خاک کرتا ہے۔ کمبخت کے چہرے پر پھیکی تو ناچتی رہتی ہے۔"

"وہ تو چہرے کی قدرتی بناوٹ ہے۔" ضرغام نے کہا۔

"خاک بناوٹ ہے۔ میاں تمہیں کیا پتہ وہ غریب واقعی مظلوم ہے۔" فلک قدر نے جواب دیا۔

"وہ کس طرح؟" ضرغام نے پوچھا۔

"بڑا دردناک واقعہ پیش آیا تھا اس کے ساتھ۔" فلک قدر نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"وہ کیا؟" ضرغام نے جیسے کریدا۔

"اماں کیا بتاؤں، وہ جو کسی نے کہا ہے کہ گیدڑ کی جب موت آتی ہے تو شہر کی طرف دوڑتا ہے۔"

"گیدڑ کی شامت۔" ضرغام نے تصحیح کی۔

"ہوگی گیدڑ کی۔" فلک قدر نے برا مناتے ہوئے کہا۔ "شامت اور موت میں فرق کیا ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ حضرت کی شامت اعمال نے دھکا دیا تو دلی جا پہنچے۔"

"کون؟" ضرغام نے پوچھا۔

"اماں وہی مرغ بسمل اور کون۔ تم تو کھال میں سے بال نکالنے لگے ہو۔"

"حضرت بال میں سے کھال۔" ضرغام نے ٹوکا۔

"ہوگا۔ پوری بات سن لو۔ دلی پہنچ کر جا پہنچے ایک بہت بڑے استاد کے یہاں۔ آدمی دیکھنے میں مہذب لگتے تھے۔ بڑی آؤ بھگت ہوئی اور دیوان خانے میں بڑی عزت کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔ پھر تعارف ہوا۔ حقہ منگوا دیا گیا۔ پان طلب کئے گئے۔ غرض بڑے سلیقے سے گفتگو شروع ہو گئی۔ استاد صاحب مرغ بسمل کے لباس اور انداز گفتگو سے خاصے متاثر ہوتے۔"

"مگر حضرت بسمل کے چہرے پر تو پھٹکار سی برستی ہے۔ یہ دلی میں شریف کیسے نظر آنے لگے ہوں گے؟" ضرغام نے پوچھا۔

"اماں اس واقعہ کے بعد تو پھٹکار برسنے لگی ہے۔" فلک قدر نے جواب دیا۔ "بس یہ تو پوچھو۔ واقعہ کیا ہے۔" اور پھر زور زور

سے ہنسنا شروع کر دیا۔ مڈ گرد کی میزوں پر بیٹھے ہوئے کئی لوگوں نے حیرت کے ساتھ فلک قدر کو دیکھا جب ہنس ہنس کر ان کی ہنسی رکی۔

"بات کچھ سمجھ میں آئی نہیں" ضرغام نے کہا۔ جو خوبصورت عورت کے ساتھیوں پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

"تم کیا سمجھو گے برخوردار، شروع میں میں خود بھی نہیں سمجھ پایا تھا" فلک قدر نے جواب دیا، اور داد طلب نگاہوں سے ضرغام کو گھورا۔

"پھر کیا ہوا؟" ضرغام نے ٹہوکا دیا۔

"ہوا یہ کہ استاد صاحب نے مرغ سے میرا مطلب ہے۔ مرغ بسمل سے شعر سنانے کی فرمائش کر دی اور یہ حضرت بھی شروع ہو گئے۔

اوّل تو استاد صاحب کو ان سے مزاحیہ کلام کی توقع نہیں تھی لہٰذا پھر بھی صبر کے ساتھ سننے لگے۔ عالم یہ کہ کبھی چہرے پر ملال کی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور کبھی آنکھوں میں خون کبوتر کی۔"

"آپ تو اس طرح بیان کرنے لگے ہیں جیسے خود بھی وہاں موجود تھے۔"

ضرغام نے ٹوکا۔

"ارے میاں۔ مرغ بسمل نے مجھے داستان گوئی کے پورے حق کے ساتھ یہ واقعہ سنایا تھا۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ آپ کا خدا بھلا کرے کیا کہہ رہا تھا۔"

"استاد کلام سنتے رہے" ضرغام نے لقمہ دیا۔

"ہاں تو جب برداشت نہ ہوا تو پھٹ پڑے۔ آدمی تھے ملے جلے۔ زبردست ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اور مرغ بسمل کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے "بن جاؤ مرغا۔"

اور مرغ بسمل کو ان کے ڈر سے مرغا بن جانا پڑا۔ حیرت [illegible] نہیں ستم ظریفی یہ کہ اس نے اپنے ملازم کو بلوا کر قدیم استادوں کے دیوان مرغ بسمل کی کمر پر لدوائے اور اس غریب کی ٹانگیں لرزنے لگیں اور پھر تھوڑی دیر بعد کہا "نکل جاؤ یہاں سے۔"

ضرغام نے زوردار قہقہہ لگایا اور پوچھا۔ "اشعار بھی نجانے کیسے ہوں گے۔"

"ہاں مجھے سناتے تھے بسمل نے۔ مجھے یاد بھی ہو گئے ہیں۔ لو تم بھی سنو۔"

میرے وطن کی سیاست عجب اکھاڑا ہے
کہ اس میں جہل نے خرد کو پچھاڑا ہے
نہ دیکھ پاؤ گے سیاسی کبوتروں کی اڑان
کوئی ہے ترچھا یہاں پر تو کوئی آڑا ہے

"واہ واہ کیا بحر خفیف میں شعر کہے ہیں واہ واہ۔"

ضرغام نے داد دی۔

میاں ابھی کیا ہے ذرا اور سنو۔

جوان ہو کے اگر میں بگڑ گیا ہوں تو کیا
کہ ماں نے لوریاں دے کر مجھے بگاڑا ہے

"کیا بات ہے واہ" ضرغام نے داد دی

"اور میاں کچھ شعر یاد نہیں رہے۔" فلک قدر نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"حضرت یہی کیا کم نہیں۔ خدا کی قسم داد دیتا ہوں آپ کی یادداشت کو ماشاءاللہ کیا خوب بڑا ظالم شاعر ہے یہ مرغ بسمل تو۔"

فلک قدر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "نثر خوب لکھتا ہے۔"

"یعنی بڑے کام کی چیز ہے" ضرغام نے کہا

"ہے تو سہی مگر بیہودہ ہے بیہودہ" فلک قدر نے منہ بنا کر کہا۔ گویا منہ میں کوئی تلخ گولی گھل گئی ہو۔

"کیا مطلب۔ کیا تنخواہ مانگتا ہے۔"

"ہاں۔ مانگنا کیا۔ پیشگی لے لیتا ہے کمبخت میں نے ہزار بار کہا کہ تین ماہ میں حساب کر لیا کرو۔ مگر مانتا ہی نہیں۔"

ضرغام نے فلک قدر کی بات پوری سنی بھی نہیں تھی کہ وہ تیزی سے اٹھا اور ہوٹل کے بیرونی گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

دراصل خوبصورت عورت کے تینوں ساتھی اٹھ کر باہر جا چکے تھے۔

٭ ٭ ٭

وہ بوڑھی عورت زہرہ کو کچھ عجیب سی لگی تھی۔

پہلے زہرہ نے اس پر سرسری نگاہ ڈالی تھی اور پھر اچانک اس کی دلچسپی بڑھ گئی اور اس نے بڑے غور سے بوڑھی عورت کے سراپا کا جائزہ لیا تھا۔

اس وقت دھوپ اتر چکی تھی اور شام کی آمد آمد تھی زہرہ اپنی ایک سہیلی کی سالگرہ کی تقریب میں شرکت کے لئے گھر سے نکلی تھی۔ نجانے کیوں اس نے کار کا استعمال نہیں کیا تھا۔ بلکہ ایک ٹیکسی کے ذریعے پہلے وہ خاص روڈ کے شاپنگ سنٹر پہنچی۔ وہاں اس نے ایک دکان سے سہیلی کو دینے کے لئے تحفہ خریدا اور پھر وہ پیدل ہی اپنی سہیلی کے گھر کی طرف چل پڑی تھی۔ شاید اس لئے کہ وقت کافی تھا اور وہ وقت سے پہلے اپنی سہیلی کے گھر پہنچنا نہیں چاہتی تھی۔ اس وقت وہ خاص روڈ کے چوراہے کے دائیں طرف والی سڑک پر تھی جو دل شاد نگر کو جاتی ہے۔ اسے دل شاد نگر ہی جانا تھا۔ فاصلہ تقریباً ایک کلومیٹر کا ہوگا۔ وہ اپنی دھن میں

آگے بڑھ رہی تھی کہ وہ برقعہ پوش عورت اسے نظر آئی ۔۔۔ یہ دوسرا جھٹکا تھا جو زہرہ کو لگا۔ بوڑھی عورت اپنے داہنے ہاتھ کی درمیانی انگلی میں طلائی انگوٹھی پہنے ہوئے تھی جس میں ایک بڑا سا زمردی نگینہ لگا ہوا تھا۔

بھلا کہاں عورت کا بظاہر حال اس کا لباس اور کہاں یہ انگوٹھی زہرہ کے ذہن میں بہت سے شکوک و شبہات کلبلانے لگے۔

کیا اتفاق ہے یہ۔ اس نے سوچا۔ ذہن میں پہیلی آئی۔ اور وہ اس بوڑھی کو دیکھتی۔ جب بھی زہرہ اٹھانے میں کوئی خلاف معمول قدم اٹھاتی تھی تو اس کا نتیجہ یہی ہوتا تھا کہ اسے کسی نہ کسی مجرم یا مجرموں کے گروہ سے واسطہ پڑ جاتا تھا۔ اس بار اگرچہ زہرہ کو اس بات کا پکا یقین نہیں تھا کہ اس پراسرار بوڑھی عورت سے کوئی جرم وابستہ ہوگا۔ تاہم ذہنی طور پر اس نے اس بوڑھی عورت کو چیک کرنے کا فیصلہ ضرور کر لیا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی قریب کے بس اسٹینڈ پر پہنچ کر رک گئی۔ اس کا اندازہ تھا کہ بوڑھی عورت اس طرف آئے گی اور اگر دوسری طرف گئی تو بھی وہ اس کا پیچھا کرے گی۔

زہرہ کا اندازہ درست ہی نکلا ۔۔۔ کچھ دیر بعد ہی بوڑھی عورت بس اسٹینڈ پر پہنچ کر کھڑی ہو گئی تھی اور وہ نوجوان جو اس کے پاس کھڑا ہوا تھا جا چکا تھا۔ اس وقت بوڑھی عورت کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پیکٹ تھا۔ زہرہ کو یاد تھا کہ جب اس نے بوڑھی عورت کو نوجوان سے بات کرتے دیکھا تھا تو پیکٹ اس کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ بس اسٹاپ پر عورت کو دیکھ کر اس نے دل ہی دل میں بوڑھی عورت کے متناسب الاعضا ہونے کی تعریف کی۔ اگر یہ کمبخت واقعی بوڑھی ہے تو جوانی میں یقیناً ایک قیامت ہوگی۔ زہرہ نے سوچا۔ ویسے اسے کچھ یقین تھا کہ وہ میک اپ میں ہے مگر میک اپ بہت شاندار کی ہیں اگر نکل گئیں۔ لیکن بوڑھی عورت نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ زہرہ بھی پرسکون طریقے سے کھڑی ہوئی تھی اور ہر ایک آنے والی بس کو اس طرح دیکھنے لگتی تھی کہ جیسے وہی بس اس کی مطلوبہ بس ہو اور پھر مایوسی سے سر ہلا دیتی تھی۔ بوڑھی عورت نے اسے اور اس نے بوڑھی عورت کو اس عرصے میں کئی بار دیکھا لیکن اجنبیوں کی طرح۔

پھر آخر وہ بس آ ہی گئی جس کا اس بوڑھی عورت کو انتظار تھا۔ بس کے اسٹینڈ کے قریب آتے ہی وہ آگے بڑھی اور بس کے رکتے ہی اس میں سوار ہو گئی۔ زہرہ نے بھی بس میں چڑھنے میں تاخیر نہیں کی تھی۔ اس وقت بوڑھی عورت نے زہرہ کو بڑی گہری نگاہ سے دیکھا تھا اور زہرہ کو ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں طنزیہ سی مسکراہٹ سمٹ آئی ہے۔

بس کا سفر جاری رہا۔ دل شاد نگر کافی پیچھے رہ گیا تھا اور اب بس کا رخ ڈکاسن ایونیو کی طرف تھا جو روپ نگر کے بالکل آخر میں ایک اچھی کالونی تھی اور اس کے پیچھے کی طرف وہ مذری بستی تھی جو کچھ آگے جا کر سمندر کی آغوش میں گم ہو جاتی تھی۔ زہرہ سمجھ گئی تھی کہ بوڑھی عورت کی منزل ڈکاسن ایونیو کی شاندار کالونی میں ہو سکتی ہے۔

بس ڈکاسن ایونیو کالونی کے بس اسٹینڈ پر رکی تو بوڑھی عورت تیزی کے ساتھ نیچے اتر گئی اور سڑک کراس کرنے لگی۔ زہرہ بھی بس اسٹینڈ پر اتر چکی تھی لیکن کچھ سوچ کر ایک لمحے کے لئے ٹھہر گئی وہ دراصل چاہتی تھی کہ بوڑھی عورت کو تعاقب کا شبہ نہ ہو کیونکہ اسے یاد تھا کہ بس کے اندر بوڑھی عورت نے اس کو بڑی گہری نگاہ سے دیکھا تھا۔

بوڑھی نے سڑک پار کرنے کے بعد پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا، اور پھر سامنے کی ایک چھوٹی گلی میں داخل ہو گئی۔ زہرہ نے بھی جو اس وقت تک بس کی آڑ میں تھی۔ تیزی کے ساتھ آگے قدم بڑھاتے۔ اس نے بوڑھی عورت کو آگے جا کر بائیں طرف مڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ بجائے ۔۔۔ اس گلی میں داخل ہونے کے سڑک کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ گئی اور دوسری گلی میں داخل ہو کر جیسے دوڑنے لگی۔ بوڑھی عورت بھی اس گلی میں پہنچ چکی تھی۔ اور ایک فلیٹ کے سامنے پہنچ گئی تھی۔ زہرہ نے قدم آہستہ کر دیئے۔ اب اس نے ساڑھی کا پلو سر پر ڈال کر تھوڑا سا گھونگھٹ نکال لیا تھا۔

بوڑھی عورت نے فلیٹ کے دروازے کو کھولا اور اندر پہنچ کر دروازہ فوراً بند کر لیا۔

یہ بات بھی زہرہ کے لئے بڑی عجیب تھی کہ ایک بظاہر مفلوک الحال بوڑھی عورت اس شاندار فلیٹ کی چابی رکھے اور اس میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی فلیٹ کے سامنے رک گئی۔ دروازے پر کوئی نیم پلیٹ نہیں تھی۔ اس نے دروازے کے قریب جا کر کی ہول میں سے جھانکا۔ لیکن اسے کوشش کے باوجود کوئی دکھائی نہیں دیا۔

اب وہ کیا کرے۔ زہرہ نے سنجیدگی کیساتھ سوچا۔ ویسے اس تمام تگ و دو کے لئے کوئی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ بس اس کی چھٹی حس تھی۔ جو اسے ڈکاسن ایونیو تک لے آئی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ دور دور تک کوئی جگہ نظر نہیں آئی۔ جہاں وہ رک کر فلیٹ کی نگرانی کر سکے جس

فلیٹ میں بوڑھی عورت داخل ہوئی تھی۔ وہ کالونی کا آخری فلیٹ تھا۔ اور تمام فلیٹ زندگی سے خالی نظر آ رہے تھے۔ وہاں اکا دکا ہی کوئی آتا جاتا نظر آ جاتا تھا۔ زہرہ نے واپسی کے لئے قدم اٹھائے اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پھر مین روڈ پر پہنچ گئی۔

وہ جو کوئی بھی ہو اب جلد ہی گھر سے باہر نہیں نکلے گی۔ زہرہ نے دل ہی دل میں سوچا اور بس اسٹینڈ پر پہنچ گئی۔

اسے شادنگر میں اپنی سہیلی کے یہاں سالگرہ کی تقریب میں پہنچنا تھا۔ اب وہ محسوس کر رہی تھی کہ اتنی دیر تک وہ اس نے فضول ضائع کی تھی۔

* * *

وہ سیاہ وین اسٹیٹ بنک کی عمارت سے نصف فرلانگ کے فاصلے پر آ کر رک گئی۔ اس جگہ سے بنک کی عمارت صرف ایک ہیولے کے طور پر ہی دکھائی دے رہی تھی۔ وین کا دروازہ کھلا اور اس میں سے چار آدمی باہر نکل آئے۔ یہ سب ایک جیسے لباس میں تھے۔ یعنی سر پر فلیٹ ہٹ اور جسم پر برساتی ان لوگوں نے ربڑ کے جوتے پہن رکھے تھے ۔۔۔ چاروں ایک دوسرے سے بات کئے بغیر آہستہ آہستہ بنک کی عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ رفتار سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ ایک مشین کے پرزے ہوں۔ جو ایک مقررہ رفتار کے ساتھ ایک مقررہ وقفہ کو پورا کر رہے ہوں۔

آدھی رات کا وقت تھا۔ رات انتہائی تاریک تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی بارش ہو چکی تھی۔ جس کے سبب سڑک پر جگہ جگہ پانی بھرا نظر آتا تھا۔ بارش کے سبب اس علاقے میں بجلی فیل ہو گئی تھی جس کے سبب تاریکی کچھ اور زیادہ بڑھ گئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ظلمت نور کی سیاہی تمام تر علاقوں کو نگل چکی ہو۔

چاروں ایک رفتار کے ساتھ چلتے ہوئے بنک کی عمارت سے کچھ فاصلہ پر پہنچ کر رک گئے۔ وہ چاروں بنک کے گیٹ پر موجود سنتری کو صاف طور پر دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ سنتری نے بجلی فیل ہو جانے کے سبب ٹارچ جلا رکھی تھی۔ اور وہ گیٹ پر ادھر سے ادھر چکر لگا رہا تھا۔ اس کے کندھے پر لٹکی رائفل بھی ان چاروں کو نظر آ رہی تھی۔

چاروں نے کچھ دیر ٹھہر کر سنتری کو دیکھا اور پھر ان میں سے ایک اپنے ساتھیوں سے کچھ کہے بغیر آہستگی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اس کا رخ سنتری کی طرف تھا۔ چونکہ تاریکی بہت زیادہ تھی۔ اس لئے سنتری دور کی چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ یوں بھی اس کی تمام تر توجہ بنک کی طرف ہی تھی۔ کبھی کبھی وہ بجلی والوں پر غصہ کرنے لگتا تھا کہ ایسے موسم میں ہی بجلی فیل ہوتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ بجلی فیل ہونے کی صورت میں اس کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے اور نگرانی کا کام زیادہ دشوار ہو جاتا ہے ۔۔۔ سنتری اسی احساس اور ذمے داری کے ساتھ بنک کے گیٹ اور اس کے ارد گرد کے حصوں کی طرف متوجہ تھا اور وہ سامنے سے آنے والے شخص کو دیکھ نہیں سکا تھا۔

وہ شخص بھی بہت محتاط تھا۔

سنتری پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ ایک بار جیسے ہی سنتری کی پشت اس کی طرف ہوئی۔ وہ پھرتی کے ساتھ کئی میٹر کا فاصلہ طے کر گیا اور ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ جو تاریکی کے سبب اپنے سائے سے محروم نظر آتا تھا۔ اب چوکیدار سے اس کا فاصلہ چار پانچ میٹر سے زیادہ نہیں رہا تھا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ برساتی کی جیب میں ڈالا اور کوئی گول سی شئے نکالی ۔۔۔ اب وہ زیادہ چوکنا اور ہوشیار دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے ہی چوکیدار یا سنتری کے ہاتھ میں ٹارچ ایک لمحہ کے لئے بجھی۔ اس شخص نے ایک گول سی شئے چوکیدار کی طرف پھینک دی اور پھر ردعمل دیکھنے کے لئے درخت کے تنے سے کمر لگا کر کھڑا ہو گیا۔

گول سی چیز زمین سے ٹکرانے کے بعد پھٹ گئی لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کے نتیجے میں کوئی دھماکہ نہیں ہوا، نہ کوئی روشنی نکلی اور نہ دھواں اٹھا۔ ایک بہت ہی معمولی سی آواز ضرور ہوئی جس کو سنتری قطعی طور پر نہیں سن سکا تھا۔

اس شخص نے دیکھا کہ سنتری نے پھر ٹارچ کو جلا دیا اور اس کی روشنی ادھر ادھر ڈالی۔ وہ یہیں اک جگہ تھا کہ جہاں گول سی شئے زمین سے ٹکرائی تھی۔ سنتری وہاں سے ہٹا اور گیٹ پر پہنچ کر دیوار سے کمر لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کے ہاتھ میں ٹارچ نہیں تھی۔ وہ شاید اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور اس پر گہری نیند کا غلبہ ہو گیا تھا۔ اس نے بار بار سر کو جھٹکا۔ لیکن نیند بری طرح حاوی ہو چکی تھی اور وہ دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گیا۔

اور کھڑے ہوئے شخص نے اس منظر کو اچھی طرح دیکھا تھا ۔۔۔ وہ بہت مطمئن نظر آ رہا تھا کہ اس کے ذمے جو کام تھا وہ خوش اسلوبی کے ساتھ پورا ہو گیا۔ اب اس نے جیب میں پھر ہاتھ ڈالا اور سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر نکالا۔ اس نے سگریٹ منہ میں لگا کر لائٹر جلایا اور گہرے گہرے کش لگانے لگا۔ لائٹر کی روشنی گویا ایک سگنل تھی۔ اس کے ساتھیوں کے لئے جو تعداد میں تین تھے اور سیاہ وین کے قریب ہی اب تک

کھڑے ہوئے تھے۔ روشنی کا سگنل پاتے ہی یہ تینوں بنک کے گیٹ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک کے پاس ایک بڑا لمبا پیکٹ تھا اور دوسرے کے پاس ایک چھوٹا سا بیگ۔ تیسرا شخص ایک ٹوسیٹنگ اسٹین گن سے لیس تھا۔ جلد ہی یہ تینوں اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں چوتھا شخص ٹھہرا ہوا تھا۔

"اوکے" ان تینوں میں سے ایک نے پوچھا۔

"یس اوکے" چوتھے شخص نے جواب دیا۔ اب وہ اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ بنک کی عمارت کی طرف جا رہا تھا۔

اسٹین گن والے نے سنتری کو اٹھایا اور ایک طرف دیوار کی آڑ میں لٹا دیا۔ ساتھ ہی زمین پر پڑی ہوئی ٹارچ کو اٹھا کر بار بار جلانے اور بجھانے لگا۔ ٹارچ کی روشنی میں وہ بالکل سنتری نظر آ رہا تھا۔ وہی سنتری کا لباس۔ وہی صورت اور وہی چلنے اور گشت کرنے کا انداز کسی کو بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ بنک کا سنتری نہیں ہے۔ اس کے تینوں ساتھی کچھ فاصلے پر تاریکی میں کھڑے ہوتے یہ کاروائی دیکھ رہے تھے۔ اچانک ان میں سے ایک آگے بڑھ کر اپنے اس ساتھی کے قریب پہنچا جو سنتری بنا ہوا تھا اس کے قریب پہنچتے ہی سنتری نے چابی اپنے ساتھی کے حوالے کر دی جو اس نے بنک کے سنتری کی جیب سے نکالی تھی۔

بنک کے گیٹ کی کھڑکی کا تالا بہت آسانی کے ساتھ کھل گیا اور وہ شخص بنک کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے دو ساتھیوں نے بھی اس کی تقلید کی اور بنک کے اندر داخل ہو گئے۔

"رنجیت تم یہیں ٹھہرو" تالا کھولنے والے سے کہا گیا۔

"یس مادام" رنجیت سنگھ نے جواب دیا اور وہ گیٹ کے اندر ہی رک گیا۔ اب اس نے جیب سے عجیب ساخت کا ریوالور نکال لیا تھا اور وہ گیٹ کی کھڑکی سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

رنجیت کو جس شخص نے رک جانے کا حکم دیا تھا وہ دراصل کوئی آدمی نہیں تھا بلکہ عورت تھی۔ مغربی جرمنی کی ایک حسین ترین مجرمہ جولیانا۔

جولیانا جس قدر حسین اور خوبصورت تھی۔ اسی قدر مکار اور چالاک بھی۔ مغربی جرمنی کے علاوہ وہ یورپ کے کئی ملکوں میں سرگرم رہی تھی۔ اور ان سبھی ملکوں کی پولیس کو اس کی تلاش تھی۔ اس کا شمار دنیا کے بڑے مجرموں میں ہونے لگا تھا۔ اور انٹرپول کی ساری مشنری اس کے لئے حرکت میں رہتی تھی۔ لیکن کوئی بھی اس کا سراغ ابھی تک نہیں لگا سکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی وہ کئی چہرے رکھتی تھی۔ میک اپ میں اس کو کمال حاصل تھا۔ رات کو ان تنہائیوں کے علاوہ کہ جن میں وہ اپنے معتمد ساتھیوں میں سے کسی ایک کو شریک کر لیا کرتی تھی۔ وہ کبھی اپنے اصل چہرے کے ساتھ نہیں رہتی تھی اور راتوں میں بھی اس کے ساتھی یہی سمجھتے تھے کہ وہ اصلی چہرے کے ساتھ نہیں ہے۔ ایک بات جو اس کے بارے میں سنی تھی وہ یہ کہ اس نے کوئی قتل نہیں کیا ہے حالانکہ یہ بات سو فیصدی درست نہیں تھی۔ وہ بڑی چالاکی اور منصوبہ بندی کے ساتھ جرائم کیا کرتی تھی۔ کبھی کبھی ایک دوسرے ملک کے ایجنٹ یا ڈبل ایجنٹ کا رول بھی اس نے ادا کیا تھا۔ لیکن زیادہ تر اس کے جرم کا تعلق جعلی کرنسی اور اسمگلنگ سے ہوتا تھا۔

رنجیت کو گیٹ کے اندر کھڑے رہنے کا حکم دے کر جولیانا آگے بڑھ گئی۔ اب اس کے ساتھ ایک ہی آدمی رہ گیا تھا جس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا تھیلا تھا۔

جولیانا نے بنک میں داخل ہو کر کیشیئر کے کیبن کو بالکل نظر انداز کر دیا اور وہ سیدھی بنک کے منیجر کے کمرے کے سامنے پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھی نے تھیلا زمین پر رکھ کر کھولا اور اس میں کچھ اوزار نکالے اور پھر ان میں سے ایک اوزار سے بنک منیجر کے کمرے کا تالا کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی کوشش میں صرف چند ہی سکنڈ صرف ہوئے اور بنک منیجر کے کمرے کا تالا کھل گیا۔ اب وہ دونوں کمرے کے اندر تھے۔

جولیانا نے جواب تک خاموش تھی۔ کمرے میں پہنچکر ایک الماری کی طرف اشارہ کیا جو جسامت کے اعتبار سے بڑی نظر آتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جولیانا نے بنک پر کئی دن سے نگاہ رکھی ہوگی اور خاص طور پر بنک منیجر کے کمرے کو چیک کیا ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اسی الماری کی طرف فوراً ہی اشارہ نہ کرتی جو دراصل الماری نہ تھی بلکہ اسٹرانگ روم کو جانے کا ایک خفیہ دروازہ تھا۔

یہ الماری کچھ عجیب و غریب ساخت کی تھی۔ اس میں بظاہر کوئی تالا نظر نہیں آتا تھا بلکہ جس جگہ لاک ہونا چاہیئے تھا۔ وہاں ایک گھڑی لگی ہوئی تھی اور وہ صحیح ٹائم دے رہی تھی۔

تھیلے والے شخص نے الماری پر ایک نگاہ ڈالی اور وہ گھڑی کا جائزہ لینے کے لئے اس پر جھک گیا۔ اپنا تھیلا وہ پہلے ہی پڑی ہوئی میز پر رکھ چکا تھا۔ گھڑی کا تھوڑی دیر تک جائزہ لینے کے بعد اس نے گھڑی کی بڑی سوئی کو حرکت دینی شروع کی اور اس کو پیچھے کی طرف آہستہ آہستہ گھمانا شروع کر دیا۔ ابھی گھڑی کی اس بڑی سوئی نے ایک راؤنڈ پورا نہیں کیا تھا کہ ٹوک کے ہندسے پر آنے کے بعد جام ہو گئی اور ٹوک کا ہندسہ غائب ہو گیا۔ اس کی جگہ اب چابی کا سوراخ نظر آتا تھا۔ اس نے تھیلے سے ایک عجیب ساخت کی

چابی نکالی اور اسس کو کی ہول میں داخل کر دیا۔ لیکن کوشش کرنے کے باوجود بھی چابی نہیں گھومی اس نے اس کوشش کو ترک کر دیا اور ایک بار پھر گھڑی کا جائزہ لیا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اب اسس نے سیکنڈ کی سوئی کو الٹا گھمانا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی دوسرے ہاتھ سے چابی کو گھمانے کی کوشش کرتا رہا۔

اور بالآخر سیکنڈ کی سوئی جب ایک جگہ پہنچی تو چابی گھوم گئی، اور الماری کھول دی گئی۔

" الماری کو پھر اسی طرح بند کرنا ہے " جولیانا نے اپنے ساتھی سے کہا۔

" بس مادام ۔آپ کوئی فکر نہ کریں " اس کے ساتھی نے جواب دیا۔ وہ ایک ماہر چور تھا اور دنیا بھر میں کسی ساخت کا بھی تالا ہو وہ اس کے فن کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا۔ اس وقت وہ بھی میک اپ میں تھا اور خالص ولیسی معلوم ہوتا تھا۔ ویسے وہ تھا مغربی جرمنی کا ہی اور جولیانا کا ایک انتہائی معتمد اور مددگار ساتھی تھا در اصل وہ جولیانا کے حسن پر فریفتہ تھا اور اس کے اسی جذبۂ عشق نے اسے جولیانا کا انتہائی وفادار بنا دیا تھا۔

الماری کا دروازہ کھلتے ہی جولیانا نے اس کے اندر قدم رکھ دیا۔ سامنے ہی لفٹ کا دروازہ تھا۔ اس نے لفٹ کے دروازے کو کھولا اور اس کے اندر داخل ہو گئی۔ جیکب اس کے ساتھ تھا۔ جولیانا نے لفٹ کا انڈر گراؤنڈ فلور کا بٹن دبایا اور لفٹ تیزی کے ساتھ نیچے جانے لگی۔

چند سیکنڈ بعد ہی وہ بنک کے تہہ خانے میں موجود تھے، جہاں چاروں طرف لاکرز رکھے ہوئے تھے۔ اور ایک طرف ایک مخصوص کیبن تھا جس کے اندر کرنسی نوٹوں کا بنک کا تمام اثاثہ صندوقوں کے اندر رکھا ہوا تھا۔

کیبن کا لاک معمولی کوشش سے کھل گیا۔ جولیانا نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کیا اور جیکب نے اس کا تالہ بھی بغیر کسی دشواری کے کھول دیا۔ اب جولیانا نے اپنے ہاتھ سے پیکٹ کو برابر کے صندوق پر رکھ دیا۔ اور اس صندوق کا ڈھکن اٹھا دیا کہ جس کا تالہ جیکب نے کھولا تھا۔ صندوق سو سو کے کرنسی نوٹوں سے بھرا ہوا تھا سب نئے نوٹ تھے۔ جولیانا نے نوٹوں کے ایک سو بنڈل گن کر صندوق سے باہر نکال لئے اور پھر اپنا پیکٹ کھولا اس میں بھی نوٹوں کے بنڈل تھے۔ لیکن یہ سب جعلی نوٹ تھے۔ اس نے ان نوٹوں کو اصلی نوٹوں کی جگہ صندوق میں رکھا اور پھر اس کا ڈھکن بند کر دیا۔ جیکب کو جیسے اپنے فرائض کا بخوبی علم تھا اس نے واپسی پر وہ تمام تالے پھر اسی طرح لگا دیئے جس طرح پہلے لگے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی وہ انگلیوں کے نشانات مٹانا بھی نہیں بھولا تھا۔ تمام کام میں بیس منٹ لگے تھے۔

جولیانا جیسے ہی گیٹ کے قریب پہنچی۔ رنجیت نے کہا۔

" باہر سب خیریت ہے مادام "

" اوکے " جولیانا نے جواب دیا " کھڑکی کھولو "

وہ تینوں اب باہر آ چکے تھے گیٹ کے باہر جو تھا آدمی نے کر چوکیدار کا رول ادا کر رہا تھا۔ تینوں کو دیکھا اور پھر بیہوش چوکیدار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے چوکیدار کو اٹھایا اور بنک کے گیٹ سے اس کی کمر ٹکا کر بٹھا دیا۔ ساتھ ہی اسس کی رائفل اور ٹارچ اس کے پاس رکھ دی اور پھر سیاہ وین کی طرف چلا گیا۔ جس کو جولیانا اسٹارٹ کر چکی تھی۔

* * *

ضرغام جب ہوٹل زمرد کے بیرونی گیٹ پر پہنچا تو اسے وہاں کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔ گیٹ کے باہر کار پارکنگ کا تمام علاقہ سنسان تھا۔ باہر کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ضرغام نے ایک لمحہ رک کر سوچا اور پھر مسکرا دیا۔ اسے وہ عبارت یاد آ گئی جو اس نے خوبصورت عورت اور اس کے ساتھیوں کی انگوٹھیوں کی کھٹ کھٹ سن کر ترتیب دی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ تینوں کار پارکنگ میں ہی کسی جگہ چھپ گئے ہوں گے اور اس کا تعاقب کریں گے۔ وہ ان تینوں کی دانشمندی کی دل ہی دل میں تعریف کئے بغیر نہیں رہا تھا۔ ظاہر ہے تینوں نے سوچا ہوگا کہ جب بھی وہ اٹھیں گے۔ یہ ان کا تعاقب کریں گا۔ بڑی نفسیاتی حرکت تھی ان کی۔

ضرغام ان لوگوں کی گفتگو کے ڈھنگ پر بھی حیران تھا یہ سب کے سب "تار والی زبان" میں گفتگو کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح "تار گھر" میں کھٹ کھٹ کی آوازوں کے ساتھ پیغام دوسری جگہوں پر پہنچایا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح یہ ایک دوسرے کو پیغام دیتے ہیں اور اس میں مہارت بھی رکھتے ہیں۔ انہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ ذہانت اور یاداشت سے کام لیتے ہیں ضرغام کو ان کا یہ طریقہ بہت دلچسپ محسوس ہوا۔ اب تک اسس نے کبھی کسی مجرم یا مجرموں کے گروہ کو اس طریقے کا استعمال کرتے نہیں دیکھا تھا۔ ویسے ضرغام یہ بات تو سمجھ گیا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق کسی مجرم ٹولے سے ضرور ہے۔ اور وہ در اصل یہی جاننا چاہتا تھا کہ یہ مجرم ٹولہ کونسا ہے اور کس قسم کے جرائم میں ملوث ہے۔

ایک لمحہ رک کر سوچنے کے بعد ضرغام نے کار پارکنگ کی طرف قدم بڑھائے اور اپنی اسپورٹس کار کے قریب پہنچ گیا

اس وقت وہ بہت ہوشیار اور چوکنا رہا تھا کیونکہ اس پر حملہ بھی ہو سکتا تھا لیکن ایسا ہوا نہیں اور وہ اچھی طرح سمجھ گیا کہ وہ لوگ صرف اس کا تعاقب کریں گے۔

ضرغام نے چابی لگا کر کار کا دروازہ کھولا۔ اور اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار کو چلا دیا۔ ضرغام کی یہ اسپورٹس کار بہت اسپیشل کار تھی اور اس کو مخصوص طور پر تیار کرا کے منگوایا گیا تھا۔ کار تقریباً بلٹ پروف تھی۔ اس کے ڈیش بورڈ میں مختلف قسم کے رنگوں کے بہت سے بٹن لگے تھے۔ ایک بٹن کو دبانے سے کار کے اگلے اور پچھلے پہیوں پر اسٹیل کور چڑھ جاتا تھا۔ دوسرے بٹن کا تعلق کار میں نیچے لگے ہوئے ایک پائپ سے تھا کہ جس کے ذریعے گیس یا دھواں خارج ہو سکتا تھا۔ ایک اور بٹن کے دبانے سے کار کی ڈگی میں لگی پوشیدہ رائفلوں کو چلایا جا سکتا تھا اس کے ساتھ لگے دوسرے بٹن کا تعلق انجن میں فٹ دو رائفلوں سے تھا، گویا کار کیا تھی، ایک مضبوط قلعہ تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ یہ بہت بھاری تھی۔ اگرچہ دیکھنے میں بھاری نہیں لگتی تھی۔ اس کے باوجود انتہائی تیز رفتاری سے چلانے کے باوجود کار سڑک پر اس طرح دوڑتی تھی جیسے پانی میں آب دوز دوڑتی ہے۔

جیسے ہی ضرغام کی اسپورٹس کار ہوٹل سے باہر نکلی، ضرغام نے ڈیش بورڈ میں لگے ایک بٹن کو دبایا اور اس کے ساتھ ہی کار کے اگلے اور پچھلے پہیوں پر اسٹیل کور چڑھ گیا۔ تھوڑی دور آگے جانے کے بعد ضرغام نے سامنے لگے آئینے میں دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کی وین ہوٹل سے نکلی ہے اور اسی کی طرف آ رہی ہے۔ وہ مسکرا دیا۔

جیسے ہی سیاہ وین ضرغام کی کار کے قریب پہنچی۔ اس نے آئینے میں وین کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کی صورت دیکھی۔ وہ ان ہی تینوں میں سے ایک تھا۔ اس نے اپنی کار کی رفتار بڑھا دی۔ ساتھ ہی پیچھا کرنے والی وین کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ ضرغام نے یکے بعد دیگرے مختلف سڑکوں پر کار کو دوڑایا۔ وین بھی اس کے تعاقب میں برابر دکھائی دیتی رہی۔

اب ضرغام نے کار کا رخ ہل روڈ کی طرف موڑ دیا تھا۔ یہ ہل روڈ آگے جا کر تارجام جانے والی شاہراہ سے مل جاتی تھی۔ جس کے دونوں طرف کافی دور تک پہاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ ہل روڈ پر پہنچنے کے بعد ضرغام نے اپنی اسپورٹس کار کی اسپیڈ اور بڑھا دی اور وین کے ساتھ اس کی کار کا فاصلہ بڑھنے لگا۔ لیکن یہ فاصلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا تھا۔ تارجام کو جانے والی سڑک پر جیسے ہی دونوں گاڑیاں پہنچیں۔ یہ فاصلہ کم ہونے لگا۔ وین کی اسپیڈ بھی بڑھا دی گئی تھی۔

کار اور وین کے درمیان رفتار کم اور زیادہ کرنے کا کھیل زیادہ دیر تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ ضرغام نے تارجام کا نصف فاصلہ طے کر لیا۔ ویسے اسے اس کا یقین ہو چلا تھا کہ تعاقب کرنے والے جو کوئی بھی ہیں صرف تعاقب کر رہے ہیں اور تعاقب کے علاوہ ان کی اور کوئی نیت نہیں ہے۔ کیونکہ کئی بار ضرغام نے اپنی کار کی رفتار اس قدر کم کر لی تھی کہ تعاقب کرنے والے اگر چاہتے تو اس کی کار سے آگے نکل سکتے تھے اور آگے نکلنے کے بعد رک جانے پر مجبور کر سکتے تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب بھی ضرغام نے اپنی کار کی رفتار کم کی، وین والوں نے بھی رفتار کم کر لی۔

کئی بار ضرغام نے سوچا کہ اس کھیل کی ضرورت کیا ہے۔ وین میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی تعاقب کرنے کی بات تو سمجھ میں آتی تھی۔ لیکن وہ کیوں بزدل بھونک رہا ہے یہ بات خود اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جو کچھ بھی ہو رہا تھا ایسی کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ ضرغام خود روپ نگر کی سڑکوں پر بھی ان سے دوڑ لگوا سکتا تھا۔

معاً اس کے ذہن میں تفریح کی سوجھی۔ اس نے کار میں لگے ٹرانسمیٹر کو آن کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی تھری زیڈ کے ہیڈکوارٹر سے رابطہ قائم ہو چکا تھا "ہیلو زیڈ ون اسپیکنگ"۔

"معلوم ہے برخوردار" ضرغام نے جواب دیا۔ وہ ظہیر کی آواز کو بخوبی پہچان گیا تھا جو ہمیشہ اس کی غیر موجودگی میں ٹیلیفون پر زیڈ ون کا کردار ادا کرتا تھا۔

"اوہ، یہ آپ ہیں" ظہیر نے دوسری طرف جیسے ٹھنڈی سانس لی۔

"کہاں کا سفر ہے؟"

"زمرد سے بول رہا ہوں" ضرغام نے ہنس کر جواب دیا۔

"بالکل غلط" میں کار کی آواز صاف طور پر سن رہا ہوں کہئے تو یہ بھی بتا دوں کہ جناب شہر سے کس طرف اور کتنی دور ہیں!

"بس بس مان لیا۔ ذہین بچے ہو" ضرغام نے ہنس کر جواب دیا اور پھر اسے ہوٹل میں پیش آنے والے واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اب میں تارجام جانے والی شاہراہ پر ہوں۔ وین میں وہ تینوں آدمی میرے پیچھے دوڑ رہے ہیں"

"تو کیا میں آؤں۔۔؟" ظہیر نے پوچھا۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں" ضرغام نے جواب دیا۔ "میں آج ذرا تفریح کے موڈ میں ہوں۔ اگر آج گھر نہ آ سکوں تو پرواہ نہ کرنا" یہ بات اس نے کچھ امکانات کو سامنے رکھتے ہوئے کہی تھی۔

"کیا مطلب۔۔۔ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"ملک خیال سے ذہین ہیں۔ اور تمہیں معلوم ہے میں اپنا خیال وقت سے پہلے کبھی ظاہر نہیں کیا کرتا۔"

"اپنا خیال رکھنے لگا۔" ظہیر نے سوچ کر کہا۔

"اوہ ۔۔" ضرغام نے جواب دیا۔ "اب زیادہ وفادار بننے کی کوشش مت کرو۔"

"میرا مطلب ہے تعاقب کرنے والے تین ہیں۔"

"وہ دو بھی ہو سکتے تھے۔ تم کوئی فکر نہ کرو۔ زہرہ کو سمجھا دینا۔"

"شاید وہ اپنی کسی سہیلی کے یہاں سالگرہ میں گئی ہوئی ہیں۔" ظہیر نے جواب دیا۔

"مجھے معلوم ہے۔" ضرغام نے کہا اور ٹرانسمیٹر کو بند کر دیا۔

اب اس کی آنکھوں میں ایک مخصوص قسم کی شوخی اور لبوں پر مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ اس نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا اور کار ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ اس سے پہلے وہ دیکھ سارجنٹی سپیڈ میٹ اپ کر کے نہیں چھوڑتا تھا۔ وین کی رفتار بھی بڑھ گئی تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اسپورٹس کار کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ فاصلہ بڑھتا رہا لیکن ضرغام نے اتنا فاصلہ ضرور رہنے دیا کہ وین والوں کو اس کی کار نظر آتی رہے۔

نصف گھنٹے کے بعد وہ تارجام کی حدود میں داخل ہو چکا تھا شہر میں داخل ہوتے ہی اس نے کار کو دائیں طرف ایک گلی میں موڑ دیا۔

چند منٹ بعد ہی وین وہاں سے گزرتی چلی گئی۔ غالباً اس میں سوار تینوں آدمی بدحواس ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ تارجام کی آبادی میں داخل ہو جانے کے باوجود ان لوگوں نے وین کی رفتار کو کم نہیں کیا تھا۔

ضرغام نے وین کے گزر جانے کے فوراً بعد اپنی کار کو بیک کیا اور پھر روڈ پر لے آیا۔ لیکن اب اس کی اسپورٹس کار کا رنگ سرخ ہونے کے بجائے سفید تھا۔ یہ جادو بھی کار میں ڈیش بورڈ پر لگے ایک بٹن کو دبانے کا ایک کرشمہ تھا کہ کار کا رنگ اور نمبر پلیٹ ایک ساتھ تبدیل ہو گئی۔

اب ضرغام آگے جانے والی سیاہ وین کا تعاقب کر رہا تھا جو تارجام کی مختلف سڑکوں پر کبھی کم اور کبھی تیز رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ آخر وہ ایک چائے خانے کے پاس جا کر رک گئی۔ ضرغام نے بھی اپنی کار کو کچھ فاصلے پر روک لیا تھا اور وہ بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا چائے خانے میں داخل ہو گیا۔

وہ تینوں ایک میز پر بیٹھے ہوئے چائے کا انتظار کر رہے تھے ۔۔ ضرغام بھی ان کے قریب ایک دوسری میز پر بیٹھ گیا۔ چائے کے لئے وہ کاؤنٹر پر ہی آرڈر دے آیا تھا۔ حالانکہ اب رات کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ ضرغام کا خیال تھا کہ تعاقب کرنے والے پریشان ہو کر کہیں رک جائیں گے۔ پھر ممکن ہے رات میں روپ نگر کے بجائے واپسی کا سفر کریں۔ لیکن اس خیال کے برعکس اب اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ قیام نہیں کریں گے بلکہ ان کو واپسی کی جلدی ہے۔ ورنہ وہ چائے کے بجائے کہیں کھانا کھاتے۔ ضرغام یہ سب باتیں سوچ رہا تھا کہ اس کے کان میں آواز آئی۔

"بدمعاش نے پریشان کر دیا۔" تینوں میں سے ایک کی آواز تھی۔

"یار رنجیت ماننا پڑے گا۔ اس نے تمہیں کھلایا اچھی طرح۔"

رنجیت نے جو وین کو چلا رہا تھا بُری طرح منہ بنایا اور پھر تیسرے آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"پھر جیکب تمہارا کیا خیال ہے۔ واپس چلنا ہے یا ابھی اور آوارہ گردی کا ارادہ ہے۔ میں نے روپ نگر میں کہا تھا کہ تعاقب بے کار ہو گا۔"

"واپس چلیں گے دوست۔" جیکب نے جو جسامت میں دوسرے افراد سے بھاری اور خطرناک نظر آتا تھا جواب دیا

"ابھی مال پہنچانا ہو گا۔"

"آج ہی؟" رنجیت نے پوچھا۔

"ہاں۔ مادام کا حکم ہے۔"

اتنی دیر میں ویٹر چائے میز پر رکھ گیا اور وہ خاموشی کے ساتھ چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔ لیکن ضرغام کا ذہن مال اور مادام میں الجھ کر رہ گیا۔ ان لوگوں پر شبہ تو پہلے ہی تھا۔ لیکن اب یقین ہو چلا کہ ان لوگوں کا ضرور کسی ایسے گروہ سے تعلق ہے جو بردہ فروشی اور اسمگلنگ کرتا ہے۔ اس کی میز پر بھی چائے آ چکی تھی اور وہ بھی آہستہ آہستہ گھونٹ لینے لگا تھا۔ وہ تینوں اس سے قطعی بے پرواہ ہو کر خاموش بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ وہ چاہتے بھی تو ضرغام کو نہیں پہچان سکتے تھے۔

جیکب رنجیت اور ان کا تیسرا ساتھی چائے پی کر اٹھے اور وین میں جا بیٹھے۔ ضرغام اپنی جگہ جما ہوا بیٹھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وین کا انجن جاگ اٹھا اور وہ تیر کی طرح آگے بڑھ گئی۔ وین کے جانے کے بعد ضرغام اطمینان کے ساتھ اٹھا اور بل ادا کر کے بعد چائے خانے سے باہر نکل گیا۔ اسے جیسے وین کی پرواہ ہی نہ تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی اسپورٹس کار اس کو بہر حال جا لے گی ۔۔ باہر پنواڑی کی دکان سے اس نے اپنی مخصوص برانڈ کا سگریٹ خریدا اور کار میں جا بیٹھا۔

اسپورٹس کار اب روپ نگر جانے والی شاہراہ پر دوڑ رہی تھی۔ نصف گھنٹہ کے بعد ہی ضرغام کو آگے جانے والی وین کار نظر آگئی۔ اس نے اپنی کار کی رفتار کم کر لیا اور پھر ہیڈ لائٹس کو آف کر دیا ہے۔

تعاقب کا یہ سلسلہ اس وقت تک کامیابی کے ساتھ جاری رہا۔ جب تک وین روپ نگر کے نواحی علاقے میں داخل نہیں ہوئی۔ تمام راستے وین میں سوار افراد میں سے کسی ایک کو بھی تعاقب کا شبہ نہیں ہوا۔ لیکن جیسے ہی وین نواحی علاقے میں داخل ہوئی کہ جہاں برقی قمقمے تاریکی کو نگل رہے تھے۔ وین میں سوار افراد نے اسپورٹس کار کو دیکھ لیا۔ حسن اتفاق سے جس وقت ان لوگوں نے اسپورٹس کار کو دیکھا۔ عین اسی وقت ضرغام نے کار کی ہیڈ لائٹس کو آن کیا تھا۔ اس سے تینوں افراد اور بھی زیادہ چونک پڑے۔

وین کے ڈرائیور نے روپ نگر میں داخل ہونے کے بعد کار کو دو جگہ روکا۔ ایک جگہ جیکب اترا۔ اور دوسری جگہ ان کا تیسرا ساتھی جس کا نام ضرغام کو معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن ضرغام نے صرف وین کا پیچھا کرنا ہی ضروری سمجھا۔

اور پھر وین دل شاد نگر میں ایک فلیٹ کے آگے پہنچ کر رک گئی۔ رنجیت وین سے اترا اور فلیٹ میں داخل ہو گیا۔

اور ضرغام اس وقت تک وہاں رہا جب تک زیڈ نور وہاں نہیں پہنچ گیا۔ جسے ضرغام نے ٹرانسمیٹر پر اطلاع دیدی تھی۔

* * *

اگلے روز معمولات سے فارغ ہو جانے کے بعد ضرغام ٹھیک سات بجے ڈائننگ ٹیبل پر پہنچ چکا تھا۔ اس معاملہ میں وہ وقت کا بہت پابند تھا۔ سوائے غیر معمولی حالات کے وہ روزانہ ٹھیک ساڑھے سات بجے ٹیبل پر پہنچتا تھا اور آٹھ بجے تک اخبارات کا مطالعہ کرتا تھا۔ آٹھ بجے زہرہ اور ظہیر ٹیبل پر پہنچ جاتے تھے اور پھر ناشتہ شروع ہوتا تھا۔

اخبارات میں مقامی خبروں میں دو خبریں بہت دلچسپ تھیں۔ ایک خبر قتل کی ایک واردات کے سلسلہ میں تھی۔ رنج روڈ پر ایک نوجوان کی لاش پائی گئی تھی۔ اور لکھا تھا کہ پولیس مقتول کو شناخت کرانے میں کامیاب نہیں ہوئی اور تفتیش کا سلسلہ جاری ہے۔ خبر کے ساتھ مقتول کی تصویر بھی چھپی تھی۔ دوسری خبر بھی بڑی اہم تھی۔ اور وہ شہر میں ہونے والی گرفتاریوں کے بارے میں تھی۔ اس خبر میں لکھا تھا کہ جو لوگ گرفتار ہوتے ہیں ان کا تعلق سماج کے مختلف طبقوں سے ہے اور یہ سب جعلی نوٹ چلاتے ہوئے گرفتار ہوئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں جعلی نوٹوں کا جال پھیل چکا ہے اور اب وہ لوگ بھی جن کے پاس دراصل کرنسی نوٹ ہیں بازار میں اس ڈر سے جاتے ہوئے گھبراتے ہیں کہ ان کا نوٹ بھی جعلی نہ نکل آئے۔ گرفتار ہونے والوں میں صاحب حیثیت لوگ کچھ زیادہ تھے۔ اس لئے اس خبر نے اچھی خاصی سنسنی پیدا کر دی تھی۔

ضرغام نے کئی بار ان دونوں خبروں کو پڑھا۔ مختلف اخبارات نے ان خبروں کو اپنے اپنے طور پر حاشیہ آرائی کے ساتھ چھاپا تھا۔ بعض نے تو نمک مرچ کچھ زیادہ ہی ملا دیا تھا۔ پولیس پر بھی کڑی نکتہ چینی کی تھی اور اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اگر جعلی نوٹوں کے چلن کا یہی عالم رہا تو ملک افراط زر کا شکار ہو جائے گا۔

ضرغام نے اخبارات کو میز پر رکھ دیا اور وہ غور و فکر میں ڈوب گیا اسے یہ خبر ہی نہیں ہوئی کہ زہرہ اور ظہیر کس وقت میز پر آئے اور کب خانساماں ناشتہ چن کر چلا گیا۔ زہرہ اور ظہیر اپنی اپنی جگہ خاموش بڑے غور سے ضرغام کے چہرے پر اتار چڑھاؤ کو دیکھ رہے تھے۔

"ظہیر صاحب آپ ناشتہ شروع کریں۔ بھیا تو آج فکر کے غوطے کھا رہے ہیں۔" بالآخر زہرہ نے بوجھل خاموشی کو توڑا اور ضرغام جیسے چونک پڑا "کب آئے آپ لوگ —" اس نے پوچھا۔

"جب آپ یہاں نہیں تھے۔" ظہیر نے جواب دیا۔

"پھر میں کہاں تھا؟" ضرغام نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پریوں کے دیس میں ہوں گے۔ میں کیا جانوں۔ بات یہ ہے کہ جب لوگ ضرورت سے زیادہ حیران ہو جاتے ہیں تو آوارہ ہی ہو جاتے ہیں۔ کچھ سڑکوں کے آوارہ اور کچھ سوتے جاگتے خوابوں کے۔ اگر شادی کر لیں تو یہ سب جھگڑے ختم ہو جائیں۔"

"بہت خوب۔" ضرغام نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے —؟"

"یہ ذرہ ناچیز تو مرید جلد، پیر آگے بڑھے تو میں بھی آگے بڑھوں۔" ظہیر نے جواب دیا۔

"اور وہ کسی نے کہا ہے کہ پیراں نمی پرند، مریداں ..."

"وہ تو غلط ہے۔ میں ہی تو اس کو غلط ثابت کر رہا تھا۔" ظہیر نے ضرغام کی بات کاٹتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"وہ بھی تمہارے لہجہ میں مردی کا رنگ نمایاں ہے۔" ضرغام نے کہا۔ "میری مانو تو اردو چھوڑ دو۔ سب کچھ مل جائے گا۔"

"سرکار درست فرماتے ہیں۔ مختار ہیں جو بھی چاہیں کر سکتے

ہیں۔ ہم تو صرف پیروی کے قائل ہیں۔"

زہرہ نے جو بڑی دلچسپی کیساتھ ان مکالموں کو سن رہی تھی۔ آمیٹ کی پلیٹ ضرغام کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بھائی جان واقعی اب شادی کر ہی ڈالئے ۔۔۔ بھابھی کی بڑی تمنا ہے مجھے ۔۔۔"

"آج کل کی لڑکیوں کی حیا تو جیسے اڑ گئی ہے۔" ضرغام نے شرمگاہی سے زہرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اپنی شادی کا تذکرہ کس خوبصورتی سے کر دیتی ہیں کہ بس۔"

"بھائی جان!" زہرہ نے جھینپ کر ضرغام کو ٹوکا "آپ بڑے وہ ہیں، بات کو ٹالنے میں تو آپ کا جواب ہی نہیں ہے۔"

"بات کہاں ٹال رہا ہوں بہن۔" ضرغام کا لہجہ اب کچھ بذلہ سنجی ہو گیا تھا۔ "پہلے تو مجھے بہن کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں۔"

"نہیں مانیں گے بھائی جان آپ۔ سچ میں اٹھ کر چلی جاؤں گی۔"

"ارے جانا تو نہیں ہے ہی، دو دن کے لئے ہی سہی، یہ ڈر ہے کہ پھر میرے ساتھ ہی رہو گی۔" یہ بات ضرغام نے ظہیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہی جو نگاہیں جھکائے ہوئے تھا۔

زہرہ نے ضرغام کی یہ حرکت دیکھ لی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ضرغام کا منشا کیا ہے۔ لیکن اس نے اپنے چہرے پر کوئی رنگ نہیں آنے دیا۔

"لڑکی میں آپ کو دکھا چکی ہوں۔" زہرہ نے ضرغام کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے پسند آ گئی ہو گی۔"

"کیا مطلب۔ پسند سے تمہاری مراد کیا ہے؟"

"صرف یہ کہ دیکھتے کہ پسند آ گئی۔ پھر میں جانوں اور میرا کام۔"

ضرغام نے قہقہہ لگایا "واہ بی شاطرہ۔ ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمتی۔"

"ہاں ضرغام صاحب! اب آپ سنجیدگی سے اس بارے میں بھی سوچئے۔" اتنی دیر میں پہلی بار ظہیر بولا۔

"بھئی، ابھی میں فی الحال اس چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔" ضرغام نے کہا "سچ بات تو یہ ہے کہ میں نے اس بارے میں سوچا ہی نہیں۔ تم جانتے نہیں ہو کہ میری زندگی کا ایک مشن ہے، اور یہ مشن مجھے عزیز ہے۔ شادی کا مطلب یہ ہو گا کہ میں یا تو اس مشن کو ترک کر دوں یا اس لڑکی کیلئے عذاب بن جاؤں جو میرے یہاں دلہن بن کر آئے۔"

"تو پھر یہی بات تو ہم لوگوں کے ساتھ بھی ہے۔" زہرہ نے ٹوکا۔

"نہیں، میری ننھی بہن۔" "تم ہمیشہ اس مشن میں شریک نہیں رہ سکتیں البتہ تک تمہارا ...."

"بس بس اب رہنے دیجئے۔" زہرہ نے ضرغام کی بات کو درمیان میں سے کاٹ دیا اور ہاتھ بڑھا کر اخبارات اپنی طرف کھسکا لیے ۔۔۔ جیسے ہی اس نے اس میں سے ایک اخبار کو اٹھا کر کھولا۔ وہ چونک پڑی۔

"ارے۔ یہ تو وہی ہے۔" وہ مونہہ ہی مونہہ میں بڑبڑائی۔

"کون۔ وہی کون ہے۔" ضرغام چونکا۔ ظہیر نے بھی زہرہ کے چہرے پر آئی ہوئی تشابہت کو بڑے غور سے دیکھا۔

"بالکل وہی بھائی جان۔ میں نے اسے کل ہی تو دیکھا تھا۔"

اب ضرغام زہرہ کی بات کو سمجھ گیا تھا۔ اس کی نگاہوں میں نوجوان کے قتل کی خبر گھوم گئی تھی۔

"کہاں دیکھا تھا تم نے اسے۔" ضرغام نے پوچھا۔

اور پھر زہرہ نے ضرغام کو پوری تفصیل بتائی۔ اس نے اس بوڑھی عورت کا خاص طور پر تذکرہ کیا تھا ....

"تم نے اس کا تعاقب کیوں ضروری سمجھا تھا۔" ضرغام نے پوچھا۔

"دو باتوں کی وجہ سے۔ اول تو یہ نوجوان نفیس لباس پہنے ہوئے تھا اور ایک معمولی عورت کے سامنے اس طرح سر جھکائے اس کی ڈانٹ پھٹکار سن رہا تھا کہ جیسے وہ کوئی دیوی ہو۔ اور دوسری وجہ اس کی انگوٹھی۔"

"انگوٹھی؟" ضرغام ایک بار پھر چونکا۔ "کیسی تھی وہ انگوٹھی؟"

"کوئی خاص نہیں تھی اس میں۔ سوائے اس کے کہ اس کا نگ قدرے بڑا تھا اور وہ پھر سونے کی تھی۔ ایک معمولی عورت کے ہاتھ میں قیمتی انگوٹھی دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔"

"تمہیں یقین ہے وہ دل شاد نگر کے جس فلیٹ میں گئی وہ اسی کا ہو گا؟"

"یقین سے تو نہیں کہہ سکتی مگر وہاں جس اطمینان کے ساتھ اس نے دروازے کا لاک کھولا اور وہ اندر گئی اس سے تو یہی محسوس ہوا تھا۔"

"یاد کر کے بتاؤ یہ فلیٹ لب سڑک ہے؟" ضرغام کے ذہن میں وہ فلیٹ گھوم گیا جس میں رنجیت داخل ہوا تھا۔

"جی نہیں بھائی جان، وہ بالکل آخری قطار میں تھا۔ جس کے پیچھے ندی بہتی ہے اور ایک بائی لین میں اس کا دروازہ ہے۔"

"ہوں۔" ضرغام نے میز کو ہاتھ سے تھپتھپایا۔ "ذرا ایک پیالی اور تو بناؤ۔" اس نے زہرہ سے کہا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

اس وقت میں ظہیر اخبار اٹھا کر دونوں خبروں کو پڑھ چکا تھا۔ اس نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ جعلی نوٹوں کی خبر بھی بڑی سنسنی خیز ہے۔"

"ہے تو سہی۔" ضرغام نے جواب دیا پھر کچھ دیر سوچنے

کے بعد بولا۔ ظہیر تم زاہد سے کہو کہ وہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کو حاصل کر لے۔

"جی بہتر" ظہیر نے جواب دیا اور بستر سے اُٹھ گیا۔

"اور سنو۔ تم زہرہ کو لیکر دل شاد نگر جانا۔ اس فلیٹ کی نگرانی ضروری ہے۔ زہرہ فلیٹ دکھا کر واپس آجائے گی۔"

"اگر وہ بوڑھی عورت باہر جائے تو کیا میں اس کا تعاقب کروں؟" ظہیر نے جو زیڈ تھری تھا، پوچھا۔

"نہیں۔ تم دیکھو گے کہ وہاں کون آتا ہے۔ اگر کوئی مشتبہ آدمی دکھائی دے تو اس کا تعاقب کرنا ہے۔ بوڑھی عورت کے بارے میں بعد میں دیکھا جائے گا۔ لیکن یاد رہے اگر تمہیں کسی کے تعاقب میں جانا پڑے تو زہرہ کو اس کی اطلاع ضرور دینا۔ میں شاید تمہیں نہ مل سکوں گا۔"

"بہتر ہے" ظہیر نے کہا اور تھری زیڈ کے خفیہ ہیڈ کوارٹر جانے کے لئے گیرج کی طرف چلا گیا، جہاں سے ہیڈ کوارٹر کو خفیہ راستہ جاتا تھا۔

* * *

ضرغام ان دنوں ذہنی طور پر بہت مصروف تھا۔ خاص طور پر جعلی نوٹ والا معاملہ خود اس کے لئے بے حد سنسنی خیز ثابت ہوا تھا۔ نامعلوم نوجوان کے قتل کی واردات سے اس نے بارہا جعلی نوٹ والے معاملے کو جوڑنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ اسے اس کی چھٹی حس بار بار اکساتی تھی کہ وہ اور غور کرے ۔۔۔ وہ دونوں الگ الگ معاملے میں ایک ہی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ اس وقت بھی وہ اس تمام معاملے پر غور کر رہا تھا اور اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے بار بار پوسٹ مارٹم کی رپورٹ اور نوجوان کے قتل کے سلسلہ میں پولیس کی تفتیش کی تفصیلات کو پڑھا تھا جو اسے تھری زیڈ کے ایک ایجنٹ کے ذریعے موصول ہوئی تھیں جو پولیس ہیڈ کوارٹر میں کام کرتا تھا۔ لیکن بار بار پڑھنے پر بھی ضرغام ان میں کوئی خاص نکتہ تلاش نہیں کر پایا تھا۔ عام سی باتیں تھیں۔ البتہ یہ بات بہت صاف تھی کہ پولیس کی تفتیش میں کہیں بھی شبہ کے طور پر بھی جعلی نوٹ والے معاملے کا ذکر نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ پولیس ان دونوں معاملات کو الگ الگ تصور کر رہی ہے۔ ضرغام کو ابھی تک رنجیت اور بوڑھی عورت کی نگرانی کرنے والے تھری زیڈ ٹو اور زیڈ فور سے بھی کوئی خاص اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔ ان کی رپورٹوں میں مسلسل ایک ہی بات کہی جا رہی تھی کہ ان دونوں سے ملنے کوئی نہیں آیا البتہ کئی بار وہ اپنے اپنے فلیٹ سے باہر ضرور گئے۔ لیکن بازار سے کچھ خرید و فروخت کر کے واپس آگئے۔ بازار راستے میں وہ کسی سے نہیں ملے۔ اس صورت حال سے غیر مطمئن ہو کر ضرغام نے زیڈ تھری اور زیڈ فور دونوں کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ رنجیت اور بوڑھی عورت کے فلیٹ میں ڈکٹیفون ٹرانسمیٹر چھپا دیں تاکہ فلیٹ کے اندر کوئی بات ہوتی ہو تو اس کو سنا جا سکے۔ یہ ڈکٹیفون ٹرانسمیٹر الپ کے بیج کے سائز کے اعلیٰ طاقت کے ٹرانسمیٹر تھے، جن کے ساتھ کسی برقی تار کی ضرورت نہیں تھی۔ ان کی فریکوئنسی سیٹ تھی۔ اس فریکوئنسی پر ان کے ذریعے تھری زیڈ کے ہیڈ کوارٹر میں تمام گفتگو کو سنا اور ٹیپ کیا جا سکتا تھا۔ بشرطیکہ یہ ہیڈ کوارٹر سے پانچ کلومیٹر کے دائرے کے اندر رہیں۔ اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو ان کے ذریعے گفتگو سننے کا انتظام کرنا پڑتا تھا اور تھری زیڈ کے ایجنٹوں کو ٹیپ ریکارڈ کم ٹرانسمیٹر مہیا کرنے پڑتے تھے۔ خوش قسمتی سے دل شاد نگر کے دونوں فلیٹ جن میں رنجیت اور وہ بوڑھی عورت مقیم تھی۔ پانچ کلومیٹر کے دائرے ہی میں واقع تھے۔

ضرغام کچھ غیر مطمئن انداز میں ان دونوں معاملوں پر غور کر رہا تھا کہ ذاکر خفیہ ہیڈ کوارٹر کی لیب سے بڑی تیزی کے ساتھ باہر آیا۔ اس کا چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔ اور آنکھوں میں شوخی اس امر کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ کسی خاص اطلاع کے ساتھ لیب سے باہر آیا ہے۔ ذاکر کا تھری زیڈ میں اپنا کوئی نمبر نہیں تھا۔ لیکن وہ ضرغام کا نائب تھا اور ضرغام کی غیر موجودگی میں زیڈ ون کے طور پر ہی کام کرتا تھا اور ضرغام نے ذاکر کو اس طرح آتے دیکھا تو چونک اٹھا۔

ذاکر نے غالباً ضرغام کی آنکھوں میں اٹھنے والے سوالات کو پڑھ لیا تھا۔ مقابل کے صوفے پر اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بہت اہم اطلاعات ہیں ضرغام صاحب"

"سسپنس پیدا نہ کرو برخوردار۔ میرے خیال میں جعلی نوٹوں کے سلسلہ میں کچھ معلومات لائے ہو"

"آپ کا خیال درست ہے" ذاکر نے جواب دیا ۔۔۔

"یہ معاملہ اب خاصہ دلچسپ بن گیا ہے"

"پھر وہی سسپنس" ضرغام نے ٹوکا۔

"بتاتا ہوں۔ آپ تو سانس بھی نہیں لینے دیتے"

"ہوں" ضرغام نے ہنکارا بھرا۔ "اچھا تو تم سانس لے لو۔ میں ذرا کہیں ہو آؤں"

"ارے نہیں" ذاکر بوکھلا کر بولا۔ "میرا مطلب یہ تھوڑا ہی تھا، بلکہ آپ تو سر سوں پہ ہتھیلی ...."

"ہتھیلی پہ سرسوں برخوردار" ضرغام مسکرایا۔ "مجھے واقعی کچھ کہنا ہے اور پھر تمہارے پاس کچھ خاص معلومات بھی نہیں ہوں گی"

ضرغام نے دراصل یہ کہہ کر ذاکر کو اکسایا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ ذاکر اس طرح کا سسپنس اسی وقت پیدا کرتا ہے جب اس کے پاس کچھ اہم معلومات ہوتی ہیں۔

"سبھی کو چھوڑ دیا گیا ہے" ذاکر نے جیسے دھماکہ کیا۔ وہ ہمیشہ کی طرح ضرغام کے نفسیاتی حملے کا شکار ہو گیا تھا۔

"کس کو چھوڑ دیا گیا ہے؟" ضرغام نے پوچھا۔

"ان سبھی کو جنہیں جعلی نوٹوں کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا تھا۔" ذاکر نے جواب دیا۔

"یہ تو کوئی اطلاع نہ ہوئی" ضرغام نے کہا "ظاہر ہے بڑی تعداد میں معزز اور عام لوگ گرفتار کئے گئے تھے ۔ وہ سب تو کسی اسکینڈل میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے ان کو تو چھوڑا جانا ہی تھا۔"

"اوہ" ذاکر نے گہری سانس لی اور پوچھا "اس کا مطلب ہے، آپ کو اس کی توقع تھی؟"

"یقیناً۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا ان کے بیانات کیا ہیں۔ ایک ہی نوعیت کے ہیں یا الگ الگ اور یہ کہ جعلی نوٹ ان کو کہاں سے اور کیسے ملے؟"

"دراصل جعلی نوٹوں پر اتنے لوگوں کی گرفتاری سے شہر میں سنسنی پھیل گئی تھی اور عام لوگ ....."

ذاکر اپنا جملہ پورا بھی نہ کرنے پایا تھا کہ ضرغام نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"پھر وہی سسپنس۔ ہاں مجھے معلوم ہے شہر میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔ بازاروں میں خرید و فروخت بند سی ہو گئی تھی۔ لوگوں نے سو کے نوٹ چھپائے تھے بس، اور کچھ۔ اب آگے کہو۔"

"یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری" ذاکر نے یہ کہتے ہوئے گہرا سانس لیا اور کچھ وقفہ خاموش رہ کر پوچھا۔

"تو پھر گرفتار شدگان کے بیانات کے بارے میں بھی خود اندازہ لگا لیجئے۔"

ضرغام ذاکر کی بات سن کر صرف مسکرا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ ذاکر خود ہی تھوڑی دیر میں گراموفون بن جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

"آپ کا خیال درست ہے۔ گرفتار ہونے والے زیادہ تر کاروباری لوگ تھے یا ملوں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے ورکرز تھے۔"

"کوئی خاص بات نہیں بتائی تم نے۔ میں نے ان کے بیانات کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"وہی تو بتا رہا ہوں۔ کاروباری لوگوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے یہ روپے بینک سے چیک کیش کرا کے حاصل کئے ہیں۔ ورکرز اور مزدوروں کا کہنا تھا کہ انہوں نے جو نوٹ چلائے وہ ان کے فیکٹری مالکوں نے تنخواہ کی صورت میں دیئے تھے۔ جب اس سلسلہ میں مالکان سے پولیس نے پوچھ تاچھ کی تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ انہیں یہ نوٹ بینک سے ملے تھے۔"

"کس بینک سے؟" ضرغام نے پوچھا۔

"اسٹیٹ بینک کی مقامی برانچ سے" ذاکر نے جواب دیا۔ "اب پولیس بینک کے ملازمین اور افسران کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔"

"میرا خیال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ بینک کے ملازمین کے بیانات کیا ہیں، معلوم کرو۔ مجھے یہ بینک میں ڈکیتی کی ایک دلچسپ واردات محسوس ہوتی ہے۔"

"پولیس نے بینک منیجر، کیشیئر، چوکیدار اور اسٹرانگ روم کے انچارج کو حراست میں لے لیا ہے۔" ذاکر نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ان میں سے کسی سے بھی کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی ہے۔ البتہ اسٹرانگ روم کے اندر اس صندوق میں کہ جس میں سو سو کے کرنسی نوٹ رکھے جاتے ہیں، کچھ جعلی نوٹ ادھر ملے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ اسٹرانگ روم سے جعلی نوٹ کیشیئر کے پاس پہنچے اور اس نے ان کو تقسیم کر دیا مگر یہ اسٹرانگ روم میں پہنچے کیسے؟"

"یہ بات معلوم نہیں ہو سکی۔ پولیس اسی سلسلہ میں پوچھ تاچھ کر رہی ہے۔" ذاکر نے جواب دیا۔

"میرے خیال میں یہ بات ممکن نہیں ہے۔ بینک منیجر یا اسٹرانگ روم کے انچارج نے جعلی نوٹ صندوق میں رکھے ہونگے۔" ضرغام نے کہا۔

"لیکن پھر اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے" ذاکر نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے بینک میں ڈاکہ پڑا ہو" ضرغام نے رائے ظاہر کی۔

"قطعی نہیں" ضرغام کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ذاکر نے کہا۔

"بینک کے تمام لاک محفوظ پائے گئے۔ پولیس کو بھی اس سلسلہ میں شبہ ہوا تھا۔ لیکن کوئی علامت ایسی نہیں پائی گئی جس سے اس رخ پر معاملہ آگے بڑھایا جاتا۔ کسی دروازے یا لاک پر انگلیوں کے نشانات نہیں پائے گئے۔ اگر پائے گئے تو ان ہی لوگوں کے جو متعلق ہیں۔ بینک کا چوکیدار کہتا ہے کہ وہ تمام رات ڈیوٹی دیتا ہے اور اس کا کہنا یہ ہے کہ ایک رات بجلی ضرور غائب ہو گئی تھی

اور نیند کے غلبہ کے سبب اس کی آنکھ جھپک گئی تھی۔

"نہیں تو اسی روز سب کچھ ہو گیا ہوگا" ضرغام نے کہا۔ اس کی آنکھوں میں چمک کچھ بڑھ گئی تھی۔

"چوکیدار کا کہنا ہے کہ اس نے بنک کے گیٹ سے کمر لگا لی تھی۔ اگر کچھ ذرا سا بھی کھٹکا ہوتا تو اس کی آنکھ کھل جاتی۔ وہ گہری نیند نہیں سویا تھا" ذاکر نے جواب دیا۔

"ابھی بچے ہو برخوردار" ضرغام نے ہنس کر کہا "یہاں سائنس کی ایجادات کا بیشتر فائدہ صرف مجرم ہی اٹھاتے ہیں۔ کیا تم انٹرپول کی وہ رپورٹ بھول گئے جو مغربی جرمنی کی مجرم جولیانا کی سرگرمیوں کے بارے میں ہے اور ہماری لائبریری میں موجود ہے۔"

"اوہ" ذاکر نے گہرا سانس لیا۔

"صاف ظاہر ہے۔ اس قسم کی گیس ایجاد ہو چکی ہے جو بغیر کسی دھماکے کے پھیل جاتی ہے اور انسانی دماغ پر اس طرح اثرانداز ہو جاتی ہے کہ وہ آہستہ آہستہ بالکل اسی طرح سو جاتا ہے جس طرح قدرتی طور پر نیند آتی ہے اور اس نیند کے عالم میں بھی وہ خود کو جاگتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ یعنی اس کو گہری نیند کا احساس نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف غنودگی کا احساس ہوتا ہے"

"آپ کا مطلب ہے کہ ایسا ہی ہوا ہوگا" ذاکر نے پوچھا۔

"چوکیدار کے بیان کو سننے کے بعد میرا یہی خیال ہے" "اس طرح کی نیند کی کیفیت ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زیادہ دیر تک رہتی ہے اور یہ حرکت کسی بھی مجرم کے لئے کافی ہے"

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے واقعی بنک میں ڈاکہ پڑا ہو" ذاکر نے کہا۔

"واقعی ڈاکہ پڑا ہے" ضرغام نے جواب دیا۔

"لیکن تالے جوں کے توں پائے گئے" ذاکر نے کہا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تالے کھولے جا سکتے ہیں۔" ضرغام نے جواب دیا "کوئی بھی ماہر چور اس کام کو بخوبی انجام دے سکتا ہے"

"آپ ایک بات بھول رہے ہیں ضرغام صاحب" ذاکر نے جواب دیا "جعلی نوٹ اسٹرانگ روم میں رکھے ہوئے صندوق میں ملے ہیں اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اسٹرانگ روم سے یہ نوٹ بنک میں کیشیئر تک پہنچے"

"تمہارا مطلب یہی ہے۔ اسٹرانگ روم جانے کے لئے انشٹ میں بہترین اسپیشل تالا لگا ہوا ہے۔ بنک منیجر کا کہنا ہے کہ کوئی بھی اس تالے کو کھول نہیں سکتا۔ صرف اسٹرانگ روم کے انچارج کو اس کے کھولنے کا راز معلوم ہے"

"اور یہ تالا مغربی جرمنی سے منگوا کر لایا گیا تھا۔ ہیں نا" ضرغام نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔ بنک منیجر کا یہی کہنا ہے"

"جولیانا نے پیرس کے انٹرنیشنل بنک میں ایسا ہی تالا کھول کر ڈاکہ ڈالا تھا" ضرغام نے کہا۔

"مجھے یاد ہے۔ میں نے اس بارے میں انٹرپول کی رپورٹ دیکھی ہے۔ لیکن جولیانا یہاں کہاں۔ وہ تو گرفتار ہو چکی تھی"

"گرفتار ہونے والی حسینہ اس کی کاپی تھی" ضرغام نے جواب دیا۔ "رہا جولیانا کا یہاں ہونے کا سوال تو مجھے ہوٹل زہرہ میں بیٹھی وہ حسینہ یاد آ رہی ہے جس کے ساتھیوں نے میرا پیچھا کیا تھا"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ بوڑھی عورت جس کے پاس زہرہ نے نامعلوم مقتول کو دیکھا تھا جولیانا ہو سکتی ہے"

"کبھی کبھی بڑے کام کی بات کہہ جاتے ہو برخوردار" ضرغام کی آنکھوں میں چمک کچھ اور زیادہ بڑھ گئی "وہ بوڑھی عورت بھی جولیانا ہو سکتی ہے۔ میرا ذہن اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا کہ قتل کی اس واردات کا جعلی نوٹوں کے معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے"

"لیجئے آپ نے تو تعلق بھی جوڑ لیا" ذاکر نے کہا اور ہنسنے لگا۔

"سچ سچ کبھی کبھی بالکل گھامڑ لگتے ہو"

"سچ جانیئے تو میں نے خود بھی انہی خطوط پر سوچا تھا" ذاکر نے ضرغام کی بات کاٹتے ہوئے کہا "میں دراصل آپ سے اپنے اندازے کی تصدیق چاہتا تھا"

"مجھے معلوم ہے" ضرغام نے کہا۔

"جی ہاں۔ آپ کو تو جیسے ہر بات معلوم تھی" ذاکر نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ایک اطلاع تم اب بھی چھپاتے ہوئے ہو" ضرغام نے کہا۔

"چلئے مان لیا۔ اب لگے ہاتھوں وہ بھی خود ہی بتا دیجئے" ذاکر نے جواب دیا۔ ویسے وہ ضرغام کی ذہانت کا ہمیشہ سے قائل تھا۔

"ظاہر ہے مجھے علم غیب نہیں آتا" ضرغام نے جواب دیا "یہ تو میرا اندازہ تھا کہ ابھی تمہارے حلق میں کچھ اٹکا ہوا ضرور ہے"

"جعلی نوٹوں کے سلسلہ میں جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ انہوں نے رہائی کے بعد بڑا مظاہرہ کیا تھا۔ مظاہرے میں صرف وہی لوگ نہیں تھے بلکہ بڑی تعداد میں شہر کے دوسرے لوگ بھی

شامل ہو گئے تھے۔"

"اوہ!" ضرغام نے چونک کر کہا "اس کا مطلب ہے کہ معاملہ کو سیاسی رنگ بھی دیا گیا ہے۔"

"جی ہاں، ہمارے دیش کی سیاسی پارٹیاں بڑی چوکنا رہتی ہیں۔ ذرا کوئی بات ہوئی اور اسے لے اڑیں۔ خاص طور پر اگر حکمران سیاسی جماعت کو بدنام کرنے کی بات ہو تو پھر سب کچھ کر گزرتی ہیں۔ عوامی مشکلات سے اگر کسی کو فائدہ اٹھانا ہو تو ان پارٹیوں میں شامل ہو جائیے۔ پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ہر حکمران پارٹی جب زوال پذیر ہوتی ہے تو وہ بھی یہی رول ادا کرتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ آزادی کے بعد بھی سماج کی نشاۃ ثانیہ ممکن نہیں ہو سکی ہے۔ سماجی طور پر جو لوگ بہت بڑے تھے وہ اب بھی بڑے ہیں۔۔۔"

"بس بس، کبھی کبھی تم بھی بہت جلدبازی بن جاتے ہو۔ ایسا کرو تم بھی ایک نئی سیاسی پارٹی بنا لو۔"

"حضور، یہ سب کچھ آپ کے قریب رہ کر ہی تو سیکھا ہوں۔ یہ نیک کام بھی آپ ہی کر ڈالیں۔" ذاکر نے ہنس کر جواب دیا۔

"ہاں تو پھر مظاہرہ ہوا۔ اس کے بعد؟" ضرغام نے پوچھا۔

"اس مظاہرے میں سیاسی لیڈروں نے بھاشن دیئے۔ سرکار پر دھاندلی کا الزام لگایا اور مطالبہ کیا کہ بینک سے تمام نقلی نوٹوں کو بدلا جائے۔"

"اوہ۔ اور وہ مانگ پوری کر دی گئی؟" ضرغام نے چونک کر ذاکر کو دیکھا۔

"مانتی تو پھر کیا کرتی۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ جو لوگ جعلی نوٹوں کے سلسلہ میں گرفتار ہوئے تھے وہ بے قصور تھے۔ اسی لئے ان سب کو اعلیٰ افسروں نے رہا کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اب رہا نوٹوں کا سوال تو اس میں بھی ان کا کیا قصور تھا۔ بینک نے وہ نوٹ جاری کئے اور انہوں نے چلانے کی کوشش کی۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی گھپلا ہوا ہے تو اس کو عام لوگ کیوں بھگتیں۔۔۔ چنانچہ وزیراعظم نے اعلان کر دیا ہے کہ جن لوگوں کے پاس جعلی نوٹ ہیں وہ یہ ثابت کرنے کے بعد کہ انہیں یہ بینک سے ملے ہیں، واپس کر سکتے ہیں اور اس کی جگہ اصلی کرنسی نوٹ حاصل کر سکتے ہیں۔"

"یہ شرط تو بڑی مشکل نظر آتی ہے۔ خیر اس کا مطلب ہوا کہ عوام کا وہ ہر نقصان۔ بھلا کتنی جعلی کرنسی کے نوٹ ہوں گے؟"

"پچاس لاکھ کا اندازہ ہے۔" ذاکر نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے بینک کو ایک کروڑ روپے کا نقصان ہوگا؟"

"جی ہاں۔" ذاکر نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ پچاس لاکھ روپیہ جو بینک سے جعلی نوٹوں کے بدلے لے جایا گیا۔ بازار میں بلیک منی کے طور پر آجائے گا۔" ضرغام نے ذاکر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا "اور افراط زر سے کساد بازاری پیدا ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے ایک تیر سے کئی شکار کئے گئے ہیں۔"

"لیکن جو نوٹ بدلے گئے ہیں ان کے نمبر بینک میں نوٹ ہیں اور ظاہر ہے پولیس نے ان کو مشتہر کر دیا ہوگا۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔" ضرغام نے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے اگر اس جرم میں جولیانا کا ہاتھ ہے تو وہ ان نوٹوں کو بازار میں پھینک بھی چکی ہوگی۔"

"جولیانا کے بارے میں یہ بات بڑی قطعیت کے ساتھ کہہ رہے ہیں۔" ذاکر نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"صرف اندازہ ہے میرا۔ کیوں کہ جرائم کی دنیا میں اس انداز سے جرم کرنے کا انداز صرف جولیانا ہی کا ہے۔"

"خیر۔ اگر آپ کا اندازہ درست ہے تو پھر جولیانا کو بھی اندازہ ہو جائے گا کہ ضرغام کے وطن میں جرم کرنے کا مطلب کیا ہے۔" ذاکر نے کہا اور ایک زوردار انگڑائی لے کر اٹھ گیا۔

ضرغام دیر تک اس پورے کیس پر غور کرتا رہا اور کڑی سے کڑی ملانے کیلئے ذہنی ورزش کرتا رہا۔ کئی بار اسے نامعلوم مقتول کا خیال بھی آیا۔ یہ بات تو اب اس کے ذہن میں تقریباً صاف ہو گئی تھی کہ مقتول جو کوئی بھی رہا ہو اس کا تعلق کسی نہ کسی طرح جعلی نوٹوں کے معاملے سے ضرور تھا۔ لیکن کیا؟ یہ بات ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ مقتول کیا اسی گروہ کا ممبر تھا یا پھر بوڑھی عورت نے اس کو کوئی جعلی نوٹ دیا تھا اور وہ پہچان کر جھگڑا کرنے لگا تھا؟ یہ سوال اس کے ذہن میں تیزی کے ساتھ گردش کر رہا تھا۔ لیکن فی الحال کسی سوال کا جواب وہ تلاش نہیں کر سکا تھا۔

٭ ٭ ٭

اسٹیٹ بینک میں جعلی نوٹوں کی تبدیلی لوگوں کی گرفتاری اور رہائی اور پھر اس کے بعد مظاہرے کے سلسلہ میں اخبارات کی قیاس آرائیوں نے خاصی دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ ایک طرف اخبارات کی اشاعت بڑھ گئی تھی، اور دوسری طرف پولیس کے ذمہ دار افسر خاص طور پر انسپکٹر شیکھر بار بار اخبارات کے دفتروں میں جا دھمکتا تھا۔ پہلے وہ ان بے قیاس آرائیوں کے سلسلہ میں پوچھتا اور جب تسلی بخش جواب نہ پاتا تو دھمکیاں دیتا ہوا واپس چلا جاتا۔ اخبارات کو بھی دور کی سوجھتی تھی، وہ بینک کے منیجر اور دوسرے عملے کو بے گناہ بتاتے ہوئے یہ رائے ظاہر کر رہے تھے کہ جعلی نوٹ

ٹکسال ہی سے بھجوائے گئے ہوں گے اور مزید اوپر کی سطح پر کوئی سنڈیکیٹ کام کر رہا ہوگا۔ اخبارات نے اور زیادہ دلچسپی اس وقت پیدا کر دی جب ان اصلی نوٹوں کو بازاروں میں چلاتے ہوئے کچھ لوگ پکڑے گئے جن کو بینک سے تبدیل کیا گیا تھا اور جن کی جگہ جعلی نوٹ رکھ دیئے گئے تھے۔ پولیس کا خیال تھا کہ اسے جعلی نوٹوں کے اسکینڈل کو حل کرنے کا سراغ مل گیا ہے۔ لیکن جب گرفتاریوں کا سلسلہ سیکڑوں تک پہنچنے لگا تو مایوسی کی فضا پیدا ہو گئی۔

عجیب سی صورتحال تھی۔ انسپکٹر شیکھر کو اعلیٰ افسروں کی جھاڑ پر جھاڑ پڑ رہی تھی۔ ہر دس پندرہ منٹ کے بعد کسی نہ کسی جگہ سے اصلی نوٹ چلاتے ہوئے لوگوں کی گرفتاریوں کی جو اطلاعات مل رہی تھیں وہ الگ پریشان کن تھیں۔

انسپکٹر شیکھر ابھی ابھی آئی جی پولیس کے دفتر میں خاصی جھاڑ سننے کے بعد واپس آیا تھا اور اپنے دفتر میں سر پکڑے ہوئے بیٹھا تھا۔ ابھی افسروں کا تازہ گرفتاریوں کے سلسلے میں بھی نقطۂ نظر دیا تھا۔ جو جعلی نوٹوں کے سلسلے میں گرفتار ہونے والوں کے بارے میں تھا کیونکہ یہ کہ اگر اصلی نوٹ بازار میں لے کر جانے والے مجرم ہوتے تو ان کی اتنی بڑی تعداد نہ ہوتی۔ ان افسران نے شیکھر کو ہدایت کی کہ وہ ان سب کو بھی رہا کر دے اور یہ معلوم کرے کہ ان لوگوں کے پاس اصلی نوٹ کہاں سے آتے۔ انسپکٹر شیکھر کا بس چلتا تو وہ جعلی نوٹ چلانے والوں کو بھی نہ چھوڑتا۔ چہ جائیکہ اصلی نوٹ چلانے والے اس کے خیال میں کیس تو حل ہونے والا ہی تھا۔ جعلی افسران خواہ مخواہ بات کو بڑھا رہے تھے۔ بہرحال اس کو ہدایت کی پابندی کرنی پڑی اور دن بھر میں جتنے لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا ان سب کو چھوڑ دیا گیا اور ان کے بیانات محفوظ کر لیے گئے۔

اب ایک بڑا مسئلہ ان اصلی نوٹوں کا پیدا ہو گیا تھا جن کے پاس یہ نوٹ تھے آخر ان کا کیا قصور ہے معاملہ کیبنٹ میں پہنچا اور فیصلہ یہی کیا گیا کہ جو اصلی نوٹ بازار میں آگئے انہیں چلنے دیا جائے اور کسی سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ البتہ یہ ضرور معلوم کیا جانا چاہیئے کہ یہ نوٹ کہاں سے چلے اور کس طرح عام لوگوں تک پہنچے۔

انسپکٹر شیکھر نے مختلف تھانوں سے موصول ہونے والی اطلاعات کو دیکھا اور کچھ ضروری نوٹ کئے اور پھر اٹھ کر اپنے کوارٹر کی طرف چل دیا۔

گھر پہنچنے کے بعد انسپکٹر شیکھر نے ابھی بیلٹ ہی کھولی تھی کہ ٹیلیفون کا بزر چیخ اٹھا۔ اس نے غصہ کی حالت میں گھور کر ٹیلیفون کو دیکھا اور بیلٹ پھر کس لی۔

"نجانے کون کمبخت ہے۔ ناک میں دم آگیا ہے۔" وہ بڑبڑایا اور ٹیلیفون اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے دھاڑا۔

"اب کون ہے؟"

"بہت زیادہ غصے میں معلوم ہوتے ہو۔" دوسری طرف ضرغام تھا۔

"میں پوچھتا ہوں تم کون ہو؟" انسپکٹر شیکھر نے پھر پوچھا۔

"پہچانو۔" ضرغام نے کہا۔

"میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے بچے۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔" انسپکٹر شیکھر نے جیسے دھمکی دی۔

"کیا شکرے شکرے لگا رکھی ہے۔ کون ہو تم۔" انسپکٹر شیکھر نے ایک بار پھر سوال کیا۔

"بھئی مجھے شیکھر نام کچھ جچتا نہیں ہے۔ آج سے میں نے تمہارا نام شکرے رکھ دیا۔ یوں بھی تم شکرا ہو پالتو شکرا۔ جب تک تمہیں شکار نہ دکھایا جائے اڑ ہی نہیں سکتے۔"

"میں پوچھتا ہوں یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے۔" انسپکٹر شیکھر نے زور سے کہا اور پھر ٹیلیفون رکھ دیا۔

ابھی اس نے کھولنے کے لئے بیلٹ کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ ٹیلیفون پھر چیخا۔ اس دوران اس کی بیوی دینا بھی وہاں آکھڑی ہوئی تھی۔ دینا ایک نیک خو اور اچھے خدوخال کی شوہر پرست عورت تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر فون اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" دینا نے کہا۔

"ہیلو۔ کون دینا بہن بول رہی ہیں۔" ضرغام نے شیکھر کو دوبارہ فون کیا تھا۔

"ہاں۔ میں دینا ہوں۔ آپ کون بول رہے ہیں؟"

"تمہارا وہ بھائی جس کو تم نے کبھی نہیں دیکھا۔" دوسری طرف ضرغام نے جواب دیا۔

"اوہ۔ بھیا۔ میں نہیں بولتی آپ سے۔" دینا نے کہا۔

"کیوں۔ بھلا کوئی بہن بھی اپنے بھائی سے روٹھتی ہے۔" ضرغام نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"مگر کوئی بھائی بھی ایسا ہوتا ہے جو بہن کو دکھائی نہ دے۔" دینا نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"کون ہے۔" شیکھر نے جو یہ گفتگو سن رہا تھا۔ ٹیلی فون کے قریب پہنچ کر اپنی بیوی سے پوچھا۔

ضرغام نے دوسری طرف انسپکٹر شیکھر کی آواز سن لی تھی۔

"تم کپڑے اتارو۔" دینا نے اپنے شوہر سے کہا۔ "یہ کوئی میرا بھائی ہے۔"

"کیا کہا۔ کیپڑے؟" ضرغام نے پوچھا۔

"دینا ہنس دی۔" ارے ان سے کہہ رہی تھی چمن (؟) ... تمہارے ہاں ہے اور پوچھ رہے ہیں کس کا ٹیلیفون ہے۔ آپ بتایئے آپ مجھ سے ملنے آتے کیوں نہیں؟"

"اوہ معلوم ہوتا ہے تم نے شوہر کے ساتھ کوئی سازش کرلی ہے۔" ضرغام نے کہا۔

"کیسی سازش؟" دینا نے پوچھا۔

"مجھے پکڑنے کی اور کیسی۔" ضرغام نے ہنس کر جواب دیا۔

"آپ کو۔ آپ کو پکڑ سکتا ہے بھلا کوئی اور وہ بھی میرے گھر میں۔" دینا نے کہا۔

"بھئی مجھے پہنچ کر ڈر لگتا ہے انسپکٹر شیکھر سے۔ اس نے عبد کیا ہے مجھے ہتھکڑی پہنانے کا۔" ضرغام نے بدستور ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"دماغ خراب ہے ان کا۔" دینا نے غصہ میں کہا۔ شاید اس کو غصہ بھی آگیا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ اس کا بھائی خواہ وہ کوئی بھی ہے اس کے شوہر کے کام آتا رہا ہے اور اس کے شوہر کو جتنی بھی ترقیاں ملیں سب اسی کی وجہ سے ملی ہیں۔ دراصل یہی وہ بات تھی کہ جس کے سبب وہ اپنے ان دیکھے بھائی کو دیکھنے کے لئے بے چین ہو جاتی تھی۔

"ارے میں آپ کی وجہ سے ہی تو خاموش ہو جاتا ہوں ورنہ اس شکرے کو تو۔"

"کیا بکتے ہو؟" انسپکٹر شیکھر نے جو اس دوران اپنی بیوی سے ریسیور لے کر کان سے لگا چکا تھا، دھاڑ کر کہا۔

"شانتی شانتی انسپکٹر" ضرغام نے ہنس کر جواب دیا۔ "یہ جنس تم کب سے بدلنے لگے ہو؟"

"بکواس بند کرو۔" انسپکٹر شیکھر نے کہا "کیوں ٹیلیفون کیا ہے؟"

"یہ نہیں پوچھو گے کہ میں کون ہوں۔" ضرغام نے پوچھا۔

"اب ضرورت نہیں۔ میں پہچان چکا ہوں۔" انسپکٹر شیکھر نے جواب دیا۔ "مقصد بیان کرو، مجھے نیند آرہی ہے۔"

"حالانکہ یہ وقت جاگنے کا ہے۔ مجرم رات ہی میں دیکھے جا سکتے ہیں۔"

"کیسے مجرم؟" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا۔

"جعلی کرنسی والے اور کیسے۔" ضرغام نے جواب دیا۔

"اوہ تو یہ تم ہو۔" انسپکٹر شیکھر نے طنز کیا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس قدر گھٹیا پن پر اتر جاؤ گے۔"

"کیا مطلب؟" ضرغام نے قہقہہ لگایا۔

"مطلب جب ہاتھ آجاؤ گے تو سمجھا دوں گا۔ میں ایک مدت سے تمہاری تلاش میں ہوں۔"

"اور زندگی بھر رہو گے۔" ضرغام نے جواب دیا۔ "ویسے میں ایک دن تمہارے گھر آؤں گا ضرور اپنی بہن سے ملنے کے لئے۔"

"بکواس بند کرو۔" انسپکٹر چیخا۔ "شریف عورتیں مجرموں کی بہن نہیں ہوا کرتیں۔"

"اور شریف مرد مجرم عورتوں کے دوست بن جاتے ہیں۔" ضرغام نے قہقہہ لگایا۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا۔

"شریف مرد کا مطلب بتاؤں یا مجرم عورت کا یا ازبیلا کا؟"

"خاموش رہو۔" انسپکٹر نے بوکھلا کر کہا۔ اس کے لہجے میں گرمی کم ہو گئی تھی۔

ازبیلا دراصل ایک مجرم عورت تھی۔ تھی پڑھی لکھی بنانے کس طرح انسپکٹر شیکھر کی اسٹینو بن گئی تھی۔ شیکھر نے اس سے آگے عشق کی پینگیں بڑھائیں اور اس نے شیکھر کی سرپرستی میں جرائم کئے۔ اس معاملے میں انسپکٹر شیکھر بھی لپیٹ میں آجاتا وہ تو ضرغام نے اس کی مدد کی۔ ازبیلا کی بات ضرغام کے منہ سے سن کر شیکھر کو پسینہ آگیا۔ اگرچہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ ازبیلا کے چکر سے اس کو بچانے والا کون تھا۔

"تو وہ بھی تم تھے؟" انسپکٹر شیکھر نے کچھ وقفے کے بعد کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔" ضرغام نے انسپکٹر شیکھر کی بات کا جواب نہ دیتے ہوئے کہا "اس بار میں نے ازبیلا سے تمہیں نجات دلائی تھی تو اب کی بار ایک خوبصورت بلا تمہارے حوالے کر دوں گا۔ تم اسے بھی اسٹینو بنا لینا اور مزے کرنا۔"

"کیا مطلب؟" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے جعلی نوٹوں کے معاملے میں تم تو کچھ کر پاؤ گے نہیں، میں ہی کچھ کروں گا۔" ضرغام نے جواب دیا۔

"کیا جانتے ہو اس معاملے میں؟" ضرغام نے جواب دیا۔

"میں بہت پریشان ہوں یار۔" اس بار انسپکٹر شیکھر بھی رو پڑا "عجیب طرح کا کیس ہے، سر ہے نہ پیر ہے۔"

"پرواہ نہ کرو۔ اگلے ہو کر کھڑے ہو جایا کرو۔ سر بھی ہو جائے گا اور پیر بھی۔" ضرغام نے کہا۔

"مذاق اڑا رہے ہو؟" انسپکٹر نے کہا۔

"اسے توبہ۔ بھلا یہ میری مجال کہاں۔" ضرغام نے جواب دیا "وہ تو میں دماغ کو تیز کرنے کا نسخہ بتا رہا تھا اور ظاہر ہے جب تک دماغ کام نہیں کرے گا، تم سراغ رسانی کیسے کرو گے؟"

"جعلی نوٹ والے معاملے میں کچھ معلوم ہو تو بتاؤ۔" انسپکٹر

شیکھر نے پوچھا۔

"ابھی کچھ دن پہلے جو قتل ہوا تھا۔ اس بارے میں تمہاری تفتیش کہاں تک پہنچی؟" ضرغام نے انسپکٹر شیکھر کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"کہیں تک بھی نہیں۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ معاملہ آگے بڑھے۔" انسپکٹر شیکھر نے جواب دیا۔

"لیکن اس قتل سے جعلی نوٹ کے کیس کا کیا تعلق؟"

"تعلق ہے پیارے؟" ضرغام نے جواب دیا۔ "مشکل یہ ہے کہ تم صرف پولیس والے ہو۔"

"کیا تعلق ہے؟" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا۔

"اس کا تعلق بھی اسی لئے ہوا کہ وہ جعلی نوٹ والے گروہ سے بچھڑ گیا تھا۔" ضرغام نے جواب دیا۔

"کیا مطلب ہے اس سے تمہارا؟" انسپکٹر شیکھر نے مایوسی کے ساتھ پوچھا۔

"فی الحال نہیں۔"

"تو پھر فون کس لئے کیا تھا۔ بک بک کے لئے۔" انسپکٹر شیکھر نے جھلا کر کہا۔

"تمہیں مستقبل میں ایک اچھی سی اسٹینو گرافر کا تحفہ پیش کرنے کی اطلاع دینے کے لئے۔" ضرغام نے ہنس کر جواب دیا۔ ویسے وہ انسپکٹر شیکھر کی کیفیت کو محسوس کر رہا تھا اور لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"میں واقعی آجکل پریشان ہوں۔" انسپکٹر شیکھر نے کہا۔

"تبھی تو تم پر مہربان ہوا ہوں۔" ضرغام نے جواب دیا۔

"ویسے ایک بات مانو تو کہوں؟"

"کیا۔" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا۔

"بنک منیجر اور خلفر کے دوسرے لوگوں کو چھوڑ دو۔" ضرغام نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیوں چھوڑ دوں؟" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا۔

"کیونکہ وہ بے قصور ہیں۔ انہیں کچھ بھی نہیں معلوم۔" ضرغام نے جواب دیا اور اگر چاہو تو ان پر صرف نگاہ رکھ سکتے ہو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر شیکھر نے کہا۔ "اگر یہ لوگ بے قصور ہیں تو بنک کے اس حصے میں جہاں پرندہ بھی پار نہیں سکتا کرنسی کیسے تبدیل ہو گئی؟"

"شاید تم آسانی سے یقین نہ کرو۔ بنک پر ڈاکہ پڑا تھا۔" ضرغام نے جواب دیا اور اچانک اس کو محسوس ہوا جیسے دوسری طرف انسپکٹر شیکھر اچھل پڑا ہو۔

"ڈاکہ۔ کیسا ڈاکہ۔ کہیں بھنگ تو نہیں پی گئے ہو۔" انسپکٹر شیکھر نے کہا۔

"عجیب و غریب ڈاکہ۔ ڈاکو حیرت انگیز طور پر بنک میں داخل ہوئے اور اصلی کرنسی کی جگہ جعلی کرنسی رکھ کر اصلی کرنسی لے گئے۔"

"یہ ناممکن بات ہے۔ ڈاکے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیئے۔" انسپکٹر شیکھر نے کہا۔

"نہ مانو تمہاری مرضی۔" ضرغام نے جواب دیا۔ "پھر اس صورت میں میری مہربانی ختم ہی سمجھو۔"

"لیکن میں انہیں چھوڑ کیسے سکتا ہوں۔" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا۔

"جیسے چھوڑتے ہیں۔ کوئی پوچھے تو کہہ دینا ان لوگوں کی نگرانی کرائی ہے۔" ضرغام نے جواب دیا۔

"اچھا چھوڑ دوں گا۔ لیکن تمہارا۔۔۔" انسپکٹر شیکھر پوری بات بھی نہ کر پایا تھا کہ ضرغام نے کہا۔

"اسٹینو گرافر کے وعدے پر قائم رہوں گا۔" ضرغام نے ہنس کر جواب دیا اور پھر اسے بتایا کہ بنک میں کس طرح ڈاکہ پڑا ہوگا اور مجرم کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ جب ضرغام نے اس سلسلہ میں جولیانا کا نام لیا تو انسپکٹر شیکھر چونک پڑا۔ جولیانا کا نام اس نے بھی کہیں پڑھا تھا۔

"اچھی بات ہے۔" تمام تفصیلات سننے کے بعد انسپکٹر شیکھر نے کہا لیکن ایک بات یاد رکھنا اگر یہ بات غلط نکلی تو میں تمہیں پاتال میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میرا نام شیکھر ہے۔ کبھی گھمنڈ میں نہ۔۔۔

"۔۔۔کسے پاتال میں بھی نہیں چھوڑو گے۔ دماغ تو ٹھیک ہے نا۔" یہ دینا کی آواز تھی۔ ضرغام نے صاف طور پر دینا کی بات سنی اور وہ مسکرا کر رہ گیا۔

"تم خاموش رہو جی۔ یہ سرکاری کام ہے۔" انسپکٹر شیکھر نے اپنی بیوی سے کہا۔

"ہوگا سرکاری۔ لاؤ فون مجھے دو۔" دینا کی پھر آواز آئی۔ ضرغام خاموشی کے ساتھ دوسری طرف ان کے مکالموں کو سن رہا تھا۔ اور مسکرا رہا تھا۔

ضرغام کو محسوس ہوا جیسے دینا نے مہندر شیکھر کے ہاتھ سے رسیور چھین لیا ہے۔

"ہیلو۔ بھائی میں دینا ہوں۔"

"سن لیا۔ اپنے پتی دیو کا بھاشن؟"

"ارے وہ تو یوں ہی کہتے رہتے ہیں۔ آپ تو یہ بتایئے کب آ رہے ہیں ہمارے یہاں؟"

"واہ بہن واہ۔ بھائی کو پکڑوانا چاہتی ہو۔" ضرغام نے ہنس کر جواب دیا۔

"کس کی مجال ہے جو تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔" دینا

نے کہا۔ "سچ آپ کو دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ نجانے کیسے ہوں گے آپ۔"

"ڈر جاؤ گی۔ بڑا بھیانک ہوں۔ یقین نہ آئے تو شیکھر سے پوچھ لو۔" مزغام نے جواب دیا۔

"خیر جیسی بھی شکل ہے، بہن کو تو دکھا دو۔"

"وعدہ رہا۔ ایک بار تم سے ملوں گا ضرور۔" مزغام نے جواب دیا۔

"اپنی اصلی شکل ہی میں ہو گے نا؟" شیکھر کی بیوی نے پوچھا۔

"یہ وعدہ کرنا مشکل ہے۔ ذرا اپنے شکھے کو فون پکڑا دیجئے۔" وینا نے زندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا۔ "کیا شیکھر کو کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔" مزغام نے ہنس کر جواب دیا۔

"اچھی بات ہے۔ جاتی ہوں۔ خدا حافظ۔" وینا نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے پھر دھاڑ سنائی دی۔

"اب کیا ہے؟" شیکھر بولا۔ اس کی آواز سے پتہ چلتا تھا کہ اس کی آنکھوں میں نیند سے بھاری پن پیدا ہو چکا ہے۔

"سنو شکھے۔ تمہارے افسروں کی ایک بڑی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے ان اصلی نوٹوں کے چلن کو نہیں روکا جو جعلی نوٹوں سے تبدیل کئے گئے تھے۔"

"تو پھر اور کیا کرتے؟" شیکھر نے پوچھا۔

"ضرورت اس بات کی تھی کہ ان نوٹوں کے نمبروں کو مشتہر کر دیا جاتا اور عوام کو اطلاع دی جاتی کہ یہ نوٹ چوری ہو چکے ہیں اور ان کا چلانا جرم ہے۔ اگر کسی کے پاس یہ نوٹ ہوں تو اس کو چاہیئے کہ وہ انہیں بنک پہنچ کر تبدیل کرا لے۔"

"اس سے کیا ہوتا؟" شیکھر نے پھر پوچھا۔

"تم ایسا کرو پولیس کی نوکری سے استعفیٰ دے دو۔ بالکل بے وقوف ہو، ذرا سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔"

"تو تمہیں سمجھا دو نا۔" شیکھر نے اس بار مزغام کے طنز کا برا نہیں مانا تھا۔

"بھلے آدمی سیدھی سی تو بات ہے۔" مزغام نے جواب دیا۔ "اس سے یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ نوٹ کن لوگوں کے پاس زیادہ تعداد میں ہیں اور پھر یہ معلوم کرنے میں مدد ملتی کہ ان کا مجرموں سے کیا تعلق ہے اور زیادہ نوٹ ان کے پاس کہاں سے آئے۔"

"ان کے بیانات بھی وہی ہوتے جو دوسروں نے دیئے ہیں، یعنی کوئی کہتا اسے اجرت ملی ہے اور کوئی کہتا اسے فلاں شخص نے نوٹ دیا تھا۔ یہ بات کیا ہوئی۔" شیکھر نے کہا۔

"نہیں۔ ضرور فرق نکلتا۔" مزغام نے جواب دیا۔

"آخر تم کیا سوچ رہے ہو؟" شیکھر نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے نوٹ مجرموں کے ذریعے براہ راست عام آدمی تک نہیں پہنچے ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ مجرموں نے بڑی تیزی کے ساتھ چوری کے اصل نوٹوں کو بازار میں پھینک دیا تھا اور ظاہر ہے اس کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا؟" شیکھر نے پوچھا۔

"صرافہ میں سونے کی خریداری۔" مزغام نے جواب دیا۔

"اوہ، تو تم اس طرح سوچ رہے ہو۔" شیکھر نے کہا۔

"کیا غلط سوچ رہا ہوں۔" مزغام نے پوچھا۔

"نہیں۔" شیکھر نے جواب دیا۔ "میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ حالات کے اس پہلو پر میں نے اب تک غور نہیں کیا۔"

"بدھو جو ٹھہرے۔" مزغام نے ہنس کر کہا۔

"بکواس بند کرو۔" شیکھر نے کہا۔ لیکن اب اس کے لہجے میں جھلاہٹ نہیں تھی۔

"تو اس کا مطلب ہے مجرموں نے ایک تیر سے کئی شکار کئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"بہت چالاک ہے وہ عورت۔" مزغام نے جواب دیا۔

"کون عورت؟" شیکھر نے پوچھا۔

"جو لیانا اور کون۔ کہاں رہتے ہو۔" مزغام نے کہا۔

"اوہ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔" شیکھر نے نصحت کے ساتھ کہا۔ "بہر حال مجرموں نے بڑی ہوشیاری سے یہ چکر چلایا ہے۔ پچاس لاکھ بنک سے چوری ہوتے۔ پچاس لاکھ کے جعلی نوٹ تبدیل کرنے پڑے۔ ایک کروڑ ہو گیا۔"

"صرف ایک کروڑ۔" مزغام نے جواب دیا۔ "اور یہ پچاس لاکھ کی چوری کی جو اصلی کرنسی بدلنی پڑے گی۔ پھر اگر اندازہ درست ہے تو پچاس لاکھ کا سونا بھی گیا۔ ہماری معیشت پر بڑی گہری چوٹ لگی ہے۔"

"تو پھر اب کیا کیا جائے۔" شیکھر نے پوچھا۔

"چوری کے اصلی نوٹوں کو غیر قانونی قرار دلوا دو اور پھر ایک مہلت لوگوں کو دو کہ اگر ان کے پاس یہ نوٹ ہیں تو وہ بدل کرا لے جائیں۔" مزغام نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔" شیکھر نے جواب دیا۔ "مجھے اعلیٰ افسروں سے رابطہ قائم کرنا ہو گا۔"

"اور سنو۔" مزغام نے کہا۔ "مجھے یقین ہے زیادہ نوٹ بنک میں لے کر آنے والے صراف ہوں گے۔ ان سے صرف یہ پوچھنا کہ سونا کس نے خریدا۔ ویسے وہ لوگ بے گناہ ہی نکلیں گے۔"

"بہت اچھا" شکر نے کہا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا ضرغام نے ٹیلیفون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

* * *

زہرہ ہوٹل زرد کے ہال میں جیسے ہی داخل ہوئی اس کی نگاہیں فلک قدر پر پڑیں جو ہال میں دائیں طرف کی ایک درمیانی میز پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے ہمراہ مرغ بسمل بھی زہرہ کو دور ہی سے نظر آ گیا۔ دونوں کو دیکھتے ہی زہرہ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ تیزی کے ساتھ ہال کو عبور کرتے ہوئے ان کی میز کے قریب پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔

"آداب عرض کرتی ہوں حضور والا" زہرہ نے نہایت ادب اور تعظیم کے ساتھ فلک قدر کو سلام کیا۔

"اوہو۔ بی زہرہ ہیں۔ آیئے آیئے تشریف رکھیے" فلک قدر نے چونکتے ہوئے زہرہ کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا "بہت دنوں کے بعد نظر آئی ہو"

زہرہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مرغ بسمل پر نظر ڈالی اور مسکرا کر بولی۔

"شاید آپ بھی کافی دنوں میں تشریف لائے ہیں یہاں"

"کیوں مرغ بسمل" فلک قدر نے اپنے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "کیا ہم نے بہت دنوں میں قدم رنجہ فرمایا ہے یہاں"

"میں اپنے بارے میں عرض کروں یا آپ کے بارے میں" مرغ بسمل نے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" فلک قدر نے پوچھا۔

"جہاں تک میرا تعلق ہے دوسری بار ہی یہاں آیا ہوں اور جہاں تک آپ کا تعلق ہے آپ جانیں" مرغ بسمل نے جواب دیا۔

"یعنی بخدا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں آپ کو یہاں پہلے کبھی لے کر نہیں آیا" فلک قدر نے پوچھا۔

"چھوڑیے اس بحث کو" زہرہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"آپ فرمائیں مزاج گرامی کیسا ہے؟"

"معبود حقیقی کا احسان ہے۔ مرغ بسمل نے کام کا بار بہت ہلکا کر دیا ہے" فلک قدر نے کہا۔

"گویا اب راوی چین لکھتا ہے" زہرہ نے پوچھا۔

"جی نہیں" مرغ بسمل نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

"اب انہیں روپیہ وصول کرنے کی بے چینی لگی رہتی ہے"

"اوہ" زہرہ نے کہا "بھائی جان کہتے تو تھے کہ اب روزنامہ برق کی اشاعت اور آمدنی بڑھ گئی ہے۔ کسی روز تین ماہ کی واجب تنخواہ لینے جاؤں گا"

"ارے بھئی ماب تین ماہ کی تنخواہ کہاں رہ گئی ہے" فلک قدر نے جواب دیا۔ "وہ حضرت ایک ماہ سے قطعی غائب ہیں سو ایک ماہ تو ویسے ہی کم ہو گیا"

"بجا فرماتے ہیں" زہرہ نے جواب دیا "آپ ایک ماہ کی تنخواہ یوں وضع کر لیجیے اور ایک ماہ کی تنخواہ غیر حاضری کے لئے جرمانہ وصول کر لیجیے۔ رہ گیا باقی ایک ماہ تو اس کی آسان قسطیں ہو جائیں گی"

"واللہ کیا فرمایا ہے آپ نے" فلک قدر نے جھینپتے ہوئے کہا "میں اور ضرغام کی تنخواہ کاٹوں گا۔ ناممکن ہے۔ کیوں مرغ بسمل صاحب ٹھیک ہے نا"

"معلوم نہیں جناب آپ کے تعلقات کس نوعیت کے ہیں جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو تین ماہ کی تنخواہ لے کر بھی مطمئن نہیں ہوتا"

"کیا خوب۔ ماشاء اللہ" فلک قدر نے طنز کیا "صاحب ذرا اہل قلم کیا بنے کہ تیر بھی چھوڑنے لگے" "معاف کیجیے گا۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا" مرغ بسمل نے جواب دیا۔

"تو پھر کیا مطلب تھا جناب کا؟" فلک قدر نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں تھا" زہرہ نے درمیان میں ٹوکا "ویسے یہ بات تو ہے جناب کہ ہر اہل قلم بھوکا ہی رہتا ہے۔ مقروض رہتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ایڈوانس اور قرض میں کوئی فرق نہیں ہے"

"غلط میں کہاں بھوکا مرتا ہوں"

"حضرت میں نے بات ادیبوں، شاعروں اور کہانی کاروں کے بارے میں کہی تھی" زہرہ نے کہا "آپ تو ماشاء اللہ مالک ہیں مالک، صاحب قلم آپ تو خدانہ کرے ہوں"

"شکریہ" فلک قدر نے زہرہ کو نگاہ تحسین سے دیکھتے ہوئے کہا "کیا لیں گی آپ؟"

زہرہ ابھی جواب نہ دینے پائی تھی کہ ویٹر لڑکی نے فلک قدر کے آرڈر کا سامان لا کر میز پر رکھ دیا۔

کافی کی کیتلی دو پیالیاں اور کچھ نمکین بسکٹ۔

زہرہ نے ویٹر لڑکی کے چلے جانے کے بعد میز پر ایک بار پھر نگاہ ڈالی اور بولی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے فلک قدر صاحب"

"میری طبیعت" فلک قدر نے حیرت سے زہرہ کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ کیوں پوچھا ہے آپ نے۔ کیا خدانخواستہ میں کچھ علیل نظر آتا ہوں"

"بظاہر تو نہیں" زہرہ نے جواب دیا "لیکن خیر چھوڑیے"

"نہیں نہیں بتائیے۔ آپ کو قسم ہے آپ کو کیا لگتا ہو" فلک قدر نے پوچھا۔

"کیا لگتا ہوں کیا مطلب" زہرہ نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے الٹا سوال کر دیا۔

فلک قدر نے گھبرا کر کہا "میرا مطلب تھا کہ میں بھلا دکھائی دیتا ہوں"

"خدا نہ کرے" زہرہ نے جواب دیا۔

زہرہ نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ مرغ بسمل کا باریک قہقہہ فضا میں اس طرح گونجا کہ ارد گرد کے لوگ چونک اٹھے اور حیرت کے ساتھ اسے دیکھنے لگے۔

"مگر وہ آپ نے میری طبیعت کے بارے میں کچھ شک ظاہر کیا تھا" فلک قدر نے کہا۔

"اصل بات یہ ہے کہ میز کو دیکھ کر یہ خیال آیا کہ کہیں آپ کی طبیعت تو خراب نہیں ہے کیونکہ آپ کھانے پینے کے معاملے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ میں نے ہمیشہ آپ کی میز کو مطلوبہ اشیاء سے بھرا ہوا دیکھا ہے"

"اوہ یہ بات ہے" فلک قدر نے گہرا سانس لیا۔

"میں سمجھ گئی۔ غالباً آپ مرغ بسمل کے سامنے کچھ اور منگانا چاہتے ہوں گے"

"لاحول ولا قوۃ" فلک قدر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ کو میرا انتظار رہا ہوگا" زہرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ آپ کہہ سکتی ہیں مگر کیا کہا آپ نے؟"

زہرہ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور ساتھ ہی ویٹر لڑکی کو اشارہ کیا جو اس وقت قریب سے گزر رہی تھی۔

"ایک پلیٹ چکن پکوڑا کا جوڑ پیسٹری، اور وہ بادام کا حلوہ بھی لاؤ" زہرہ نے ویٹر لڑکی سے کہا جو میز پر آ کھڑی ہوئی تھی۔

"ابھی لیجئے مادام۔ کچھ اور بھی حاضر کروں"

"کیا کچھ اور بھی یہاں ملتا ہے؟" زہرہ نے پوچھا۔

ویٹر لڑکی نے جھینپ کر کہا "میرا مطلب تھا ان کے علاوہ بھی اور کوئی چیز"

"اوہ میں کچھ اور سمجھی تھی۔ تو پھر ایسا کرو اگر مچھلی کے کباب بھی مل سکیں تو لے آنا"

"ضرور لیں گے مادام" ویٹر لڑکی نے کہا اور آرڈر لیکر چلی گئی۔

اس دوران فلک قدر زہرہ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے رہے البتہ مرغ بسمل کے چہرے پر طمانیت کی لہر دوڑ گئی تھی۔

"کیا دیکھ رہے ہیں" زہرہ نے فلک قدر سے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں" فلک قدر نے عجلت سے جواب دیا "میں تو اس بات پر حیران تھا کہ کھانے پینے کے معاملے میں آپ کا ذوق کتنا بلند ہے"

"اصل میں مرزا غلام بھائی نے آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے اور میں ان سے سیکھ رہی ہوں" زہرہ نے جواب دیا۔

"بے شک یہی بات ہوگی" فلک قدر نے تن کر جواب دیا اور مرغ بسمل کی طرف خالی خالی نگاہوں سے دیکھا جو زہرہ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"کیا کوئی نظم کہہ رہے ہیں" زہرہ نے مرغ بسمل سے کہا جو اس کو تکے جا رہا تھا۔

"جی۔ جی نہیں" مرغ بسمل بڑبڑا گیا "کیا آپ کو شاعری کا ذوق بھی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"کیوں نہیں" زہرہ نے جواب دیا۔

"تو عرض ہے۔ سماعت فرمایئے"

"جی۔ ارشاد۔ جب تک کھانے پینے کا سامان آئے، یہی سہی" زہرہ نے کہا

عرض کرتا ہوں۔

کہنے کو وہاں پان ہوتا ہے — حسن لیکن پٹھان ہوتا ہے

"ارے واہ۔ سبحان اللہ" زہرہ نے ہاتھ پھیلا کر داد دی۔

"ماشاء اللہ کیا زور بیان ہے"

"تسلیمات" مرغ بسمل نے داد وصول کی اور کہا "شعر ملاحظہ فرمایئے"

رنگ آتا ہے ہر جوانی پر — بچہ ہر اک جوان ہوتا ہے

"بہت خوب۔ میاں خوب کہتے ہو" اس بار فلک قدر نے داد دی۔ "وہ کیا بات ہے" بچہ ہر اک جوان ہوتا ہے"

"اور حضرت یہ شعر آپ کی نظر ہے" مرغ بسمل نے آداب کرتے ہوئے فلک قدر کو مخاطب کیا۔

خوب تر ہے یہ آدمی لیکن — ہاں مگر بے ایمان ہوتا ہے

"کیا مطلب۔ یہاں یہ شعر میری نذر کیا معنی" فلک قدر نے غصے میں کہا۔

"چھوڑ دیجئے بھی۔ یہ تو ادب ہے۔ اس کا زندگی سے کیا تعلق" زہرہ نے ٹوکا "ہاں مرغ بسمل صاحب آگے ارشاد فرمائیں۔ واللہ خوب کہتے ہیں آپ"

"سماعت فرمایئے"

بھونکتا ہے گلی میں جو کتا — وہ بھی اہل زبان ہوتا ہے

"واہ بہت خوب۔" اس بار زہرہ اور فلک قدر نے مل کر داد دی "بے شک کتے کی زبان سمجھنا مشکل ہے"

زہرہ نے داد دی۔ "واللہ لطف آ گیا۔ خوب پالا ہے آپ نے فلک قدر صاحب۔"

"ایک دوسری غزل ملاحظہ فرمائیں۔" مرغ بسمل نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی نہیں جناب۔" زہرہ نے جواب دیا۔ دراصل اس نے ویٹر لڑکی کو دیکھ لیا تھا جو دونوں ہاتھوں میں بھری ٹرے لے کر ان کی میز کی طرف آ رہی تھی۔

"آپ سماعت فرمائیے تو واللہ لطف آ جائے گا۔" مرغ بسمل نے اصرار کیا۔

"پہلے کھانا پھر گانا حضرت۔" زہرہ نے کہا۔ "بھوکے پیٹ شعر و شاعری کچھ اچھی نہیں لگتی۔"

"حالانکہ شاعری بھوکے پیٹ ہی ہوتی ہے۔" مرغ بسمل نے جواب دیا۔

اس دوران ویٹر لڑکی میز کو پلیٹوں سے سجا چکی تھی۔

زہرہ اب کھانے پر جیسے ٹوٹ پڑی تھی۔ لیکن ابھی اس نے ایک چمچ پکوڑا ہی کھایا تھا کہ اس کی کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی چبھنے لگی وہ چونک پڑی۔

"آئی ایم سوری جناب۔ ابھی حاضر ہوتی ہوں۔" زہرہ نے فلک قدر سے کہا اور تیزی کے ساتھ اٹھ کر باتھ روم کی طرف چل پڑی۔

٭ ٭ ٭

اچانک زہرہ کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ ضرب شدید تھی۔ اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور نیچے گر پڑی۔ اب وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

تقریباً بیس منٹ بعد اس کو ہوش آیا اور اس نے آنکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا تو تاریکی میں اس کو کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور ایک آہ کھینچ کر پھر اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔ دراصل بیٹھتے ہوئے اس کے سر میں پھر دھماکے ہونے لگے تھے۔ زہرہ نے سر پر اس جگہ ہاتھ رکھا۔ جہاں ٹیس پڑ رہی تھی اس نے محسوس کیا کہ سر کا ایک حصہ ابھرا ہوا ہے اور شاید کھال پھٹ گئی ہے۔ کیوں کہ اس کو اپنی انگلیوں میں کچھ گیلا پن محسوس ہوا تھا۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ یہاں تک چند فٹ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد دیوار سے ٹکرا گئی۔ اب وہ دیوار کے سہارے سہارے چاروں طرف گھوم گئی اور ایک دروازے کے سامنے آ گئی۔ دروازے میں کواڑ ٹیپ ساخت کے تھے۔ باہر کی ذرا بھی روشنی اندر نہیں آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کواڑوں کی جھریوں کو بند کر دیا گیا ہے۔ اس نے کواڑوں کو پہلے ٹٹول کر دیکھا اور اس کا ہاتھ زنجیر پر آ کر ٹھہر گیا۔ زہرہ نے زنجیر پکڑ کر کواڑوں کو ہلانے کی کوشش کی۔ اس خیال سے کہ شاید دروازہ کھلا ہو۔ لیکن وہ جنبش بھی نہیں کر سکے۔ کواڑ باہر سے بند تھے۔ زہرہ مایوس ہو کر دروازے کے ساتھ ہی دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گئی۔

اب اس کے سر میں تکلیف کم تھی اور وہ کچھ سوچ سکتی تھی اسے یاد آیا کہ زیڈ فور کی اطلاع پر وہ اس بوڑھی عورت کے فلیٹ پر پہنچی تھی جہاں نگرانی کے لئے زیڈ فور کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی۔ وہاں پہنچنے پر زیڈ فور نے اس کو بتایا تھا کہ اندر پانچ آدمی گئے ہیں، وہ بڑی احتیاط کے ساتھ وہاں پہنچے ہیں۔ وہ ان پانچوں کے چہروں کو نہیں دیکھ سکا تھا۔ لیکن اس نے بتایا کہ دروازہ کھولنے والا بھی کوئی مرد ہی تھا۔ وہ بوڑھی عورت نہیں تھی۔ زیڈ فور یہ نہیں بتا سکا کہ وہ چھٹا آدمی کس وقت اس بوڑھی عورت کے فلیٹ میں پہنچا۔ زہرہ نے سوچا کہ شاید وہ پہلے ہی سے فلیٹ کے اندر رہا ہو۔ زیڈ فور نے اس کو بتایا کہ دروازہ کھولنے اور ان پانچوں کے اندر جانے کا انداز بڑا مشتبہ تھا اور وہ سب ایک ایک کر کے آئے تھے ایک ساتھ نہیں۔

زہرہ کو یاد آیا کہ زیڈ فور سے یہ تمام باتیں سننے کے بعد وہ فلیٹ کے گرد چکر لگاتی ہوئی اس کے دائیں طرف پہنچی جہاں غالباً صحن تھا۔ کیونکہ اس حصہ میں فلیٹ کی دیوار نسبتاً بلند تھی۔ زہرہ کو یہی جگہ فلیٹ میں اندر داخل ہونے کے لئے سب سے بہتر معلوم ہوئی۔ ابھی وہ دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف اتر جانے کا منصوبہ بنا ہی رہی تھی کہ اچانک اس کو اپنا گلا گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ ہوا یوں کہ زیڈ تھری جو رنجیت کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچا تھا اور زہرہ کو دشمن کا آدمی سمجھ کر اچانک اس پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ زہرہ کو اس اچانک افتاد پر ایک لمحہ کے لئے حیرانی ضرور ہوئی۔ لیکن پھر اس نے کمر کو جھکا کر پلٹا کھایا اور خود حملہ آور کے سینے پر پاؤں رکھ کر کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے جیب سے اپنی مختصر سی ٹارچ نکال کر جلائی اور پھر چونک کر اپنا پاؤں ہٹا لیا۔ کیوں کہ حملہ آور زیڈ تھری کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اس نے بھی زہرہ کو پہچان لیا اور خفت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں بھی تو کہوں اس قدر پھرتی کے ساتھ مجھے زیر کرنے والا آخر کون ہو سکتا ہے۔" اس نے ہنس کر زہرہ کو دیکھا۔

زہرہ کو یہ باتیں بڑی تفصیل کے ساتھ یاد آ رہی تھیں۔ اس کو زیڈ تھری نے رنجیت کے تعاقب کی پوری تفصیل بتائی اور یہ بھی بتایا کہ زیڈ فور کے ساتھ رابطہ قائم کر لیا ہے اور زیڈ فور کے مشورہ پر ہی فلیٹ کے اس طرف پہنچ کر نگرانی کر رہا تھا۔

زہرہ کے لئے اب دیوار پر چڑھنا آسان ہو گیا۔ کیونکہ اب وہ آسانی کے ساتھ زیڈ تھری کی مدد لے کر دیوار پر چڑھ سکتی تھی حالانکہ

زیڈ تھری نے اس بات کی ضد کی کہ وہ خود دیوار پر چڑھ کر اندر جانے کے لئے تیار ہے۔ لیکن زہرہ نے اس کی تجویز کو رد کر دیا تھا۔

بالآخر کچھ دیر کی بحث کے بعد زیڈ تھری دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ انگلیوں میں انگلیاں ڈالکر آپس میں جوڑ لیے۔ زہرہ نے اپنا پاؤں زیڈ تھری کے دونوں ہاتھوں پر رکھا اور اُچک کر دیوار پکڑ لی۔ ایک لمحہ اس نے اندرونی حصہ پر نگاہ ڈالی۔ وہ ایک مختصر سا صحن تھا جہاں کافی تعداد میں پودے لگے ہوئے تھے۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ صحن میں کوئی نہیں ہے۔ زہرہ دیوار پر دونوں ہاتھ رکھ کر اچھلی اور دیوار پر چڑھ گئی اور پھر بہت آسانی کے ساتھ دیوار کے دوسری طرف صحن میں اتر گئی۔

زہرہ یہ تمام باتیں یاد کرتے کرتے ایک لمحہ کے لئے رکی۔ اس نے محسوس کیا کہ جیسے دروازے پر کوئی آیا ہو۔ لیکن یہ اس کا محض ایک واہمہ تھا۔

اسے یاد آیا کہ جب وہ فلیٹ میں پہنچنے کے بعد ڈرائنگ روم کی کھڑکی سے کمرے اندر جھانک رہی تھی تو اچانک اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ اندر کا پورا منظر اس کے ذہن میں ابھر آیا اور سنبھالے کیوں وہ اپنے آپ شرما گئی۔ اندر کا منظر تھا ہی کچھ ایسا۔ پانچ افراد ایک قطار میں لگی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک حسین ترین عورت جو دیکھنے میں بھی کم عمر لگتی تھی، شیشے سے ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔ وہ جینز اور قمیض پہنے ہوئی تھی اور قمیض کے تمام بٹن کھلے ہوئے تھے۔ شاید قمیض کے اندر کوئی اور کپڑا نہیں تھا۔ کیونکہ اس کے شباب کی تمام رعنائیاں باہر جھانک رہی تھیں اور وہ پانچوں بڑی حریص نگاہوں سے اس کے سینے کو تک رہے تھے۔ اس کے کولہوں کا اُبھار بھی کچھ کم قیامت خیز نظر نہیں آ رہا تھا۔ زہرہ اس منظر کے بارے میں سوچ کر شرم سے سرخ ہو گئی تھی۔ اگرچہ وہاں اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے اس کے لبوں پر مسکراہٹ بھی رقصاں ہو گئی ہو۔

کچھ دیر بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ ایک خیال اس کے ذہن میں آ گیا۔ اس نے دیوار کو پھر ٹٹولنا شروع کر دیا۔ وہ اپنے ہاتھوں کو دیوار پر اس طرح پھیر رہی تھی جیسے صفائی کر رہی ہو۔ بالآخر اس کا ہاتھ ایک سوئچ پر جا پڑا۔ اس نے سوئچ کو دبا دیا۔ اچانک روشنی ہو گئی۔

وہ ایک مختصر سا کمرہ تھا۔ زہرہ نے اس کمرے پر بھرپور نگاہ ڈالی۔ نہ کوئی کھڑکی تھی نہ روشن دان اور نہ کوئی الماری۔ البتہ بالکل درمیان میں ایک چھوٹی سی میز کے گرد دو آرام کرسیاں ضرور پڑی ہوئی تھیں۔ زہرہ ان میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ اب وہ زیڈ فور کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

زہرہ نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ گھڑی اس کی کلائی میں چبھنے لگی۔ اس نے گھڑی کی چابی باہر کی طرف کھینچ لی۔

"ہیلو۔ زیڈ فور دس سائیڈ۔"

"ہیلو۔ میں زیڈ فور بول رہا ہوں۔ آپ خیریت سے تو ہیں؟"

"فی الحال تو ہوں۔" زہرہ نے جواب دیا۔ "میں خود تمہیں کال کرنے والی تھی۔"

"میں نے یہ تیسری بار آپ کو کال کی ہے۔" زیڈ فور نے کہا "مجھے زیڈ تھری نے اطلاع دی تھی کہ آپ فلیٹ کے اندر داخل ہو گئی ہیں۔ جب کافی دیر تک آپ باہر واپس نہیں پہنچیں تو زیڈ تھری نے مجھے اس بارے میں اطلاع دی۔ اس کے بعد میں نے پہلی بار آپ کو ٹرانسمیٹر پر کال کی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔"

"ملتا کیسے۔ اس وقت میں بے ہوش رہی ہوں گی۔"

"کیا مطلب۔" زیڈ فور نے بڑے کرب کے ساتھ پوچھا۔

"مطلب یہ کہ میں اس وقت تاریک کمرے میں بیہوش تھی۔" اور پھر زہرہ نے زیڈ فور کو فلیٹ میں داخل ہونے کے بعد کی پوری تفصیلات بتائیں اور ہاں خوش قسمتی سے مجھے سوئچ مل گیا اور اب کمرہ روشن ہے اور میں ایک آرام چیئر پر بیٹھی ہوں۔ دروازہ بند ہے اور کوئی ابھی تک اس کمرے میں نہیں آیا ہے۔"

"اوہ آپ کے سر میں زیادہ تکلیف تو نہیں ہے؟"

"تم فضول وقت ضائع کر رہے ہو۔ ادھر نہ معلوم وہ لوگ کیا میٹنگ کر رہے ہوں گے۔"

"میں دراصل زیڈ ون کا انتظار کر رہا ہوں۔" زیڈ فور نے جواب دیا۔

"کیا تم نے انہیں اطلاع دی ہے؟" زہرہ نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ جب آپ دیر تک واپس نہ آئیں اور نہ آپ سے دو بار کوشش کے باوجود کوئی رابطہ قائم نہ ہو سکا تو میں نے فلیٹ میں پانچ افراد کے پہنچنے پر آپ کے بارے میں اطلاع کر کے اور آپ کے فلیٹ کے اندر داخل ہونے کے بارے میں تمام تفصیل سے باخبر کر دیا تھا۔ بس اب پہنچنے والے ہوں گے۔ تیسری بار اب کوشش کی تو آپ سے رابطہ قائم ہو سکا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ ٹھیک ہیں۔"

"ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ بوڑھی عورت وہی خوشحال حسینہ تھی جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" زیڈ فور نے جواب دیا۔ "بہرحال ہم اطمینان کے ساتھ کارروائی کر سکیں گے۔"

"بھائی جان نے اور کچھ کہا۔" زہرہ نے پوچھا۔ "اس کا

خیال تھا کہ شاید فلیٹ میں اس طرح اس کے داخل ہونے پر ضرغام نے ناراضگی ظاہر کی ہو۔

"جی نہیں۔ سوائے اس کے کہ میں پھر آپ سے رابطہ قائم کروں اور اگر یہ محسوس کروں کہ آپ کو کوئی خطرہ ہے تو فوری طور پر کوئی کارروائی کر ڈالوں اور ان کے پہنچنے کا انتظار نہ کروں۔ لیجئے وہ بھی آ گئے ہیں۔ اچھا میں اب ٹرانسمیٹر آف کر رہا ہوں۔"

زید فور نے بات ختم کرتے ہی ٹرانسمیٹر بند کر دیا تھا

وہ پھر کرسی پر آ بیٹھی اور آنکھیں بند کر کے غور و فکر میں ڈوب گئی۔ اسے خیال آ رہا تھا کہ اس کا بھائی سب کچھ سن کر کس قدر پریشان ہوا ہوگا۔ زہرہ کو یہ سوچ کر اپنے بھائی پر پیار آ گیا اور وہ مسکرا پڑی۔ اور میں بھی تو انہیں ہمیشہ اسی طرح پریشان کرتی رہتی ہوں۔ اس نے جیسے اپنے آپ سے کہا اور انگڑائی لے کر سر کرسی پر ٹکا دیا۔

٭ ٭ ٭

ضرغام نے فلیٹ کے قریب پہنچکر اوپر کو دیکھا۔ چھت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ یہ ایک منزلہ فلیٹ تھا اور دوسرے فلیٹس کے مقابلہ میں زیادہ الگ تھلگ تھا۔ زیڈ فور زیڈ تھری اس کے قریب پہنچکر خاموش کھڑے ہو گئے تھے اور اس کے حکم کے منتظر تھے۔ ضرغام اس وقت سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں ایک ہیولہ بنا ہوا تھا۔ فلیٹ تک کا سفر اس نے اپنی مخصوص اسپورٹس کار میں کیا تھا جو کار کم تھی اور ایک طیارہ زیادہ۔ اسپورٹس کار کو اس نے فلیٹ سے کچھ فاصلہ پر روک دیا تھا اور کار سے باہر آتے ہی زیڈ فور اور زیڈ تھری کے لئے روشنی کا ایک مخصوص سگنل دیا تھا۔ اسی سگنل کا نتیجہ تھا کہ یہ دونوں ضرغام کے قریب پہنچکر اس کے حکم کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے۔

دراصل زیڈ فور کی اس اطلاع پر کہ زہرہ فلیٹ کے اندر داخل ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم نہیں ہو سکا ہے ضرغام بے چین ہو گیا تھا۔ زہرہ کو اس نے بار بار ہدایت کی تھی کہ وہ زیادہ ایڈونچر نہ کیا کرے۔ لیکن تھی وہ ضرغام کی بہن۔ خطرے میں کود پڑنا اس کی ہابی بن چکا تھا۔ ضرغام کے ساتھ اسپورٹس کار میں ظہیر بھی وہاں پہنچا تھا۔ ضرغام نے ظہیر کو ہدایت کی کہ وہ فلیٹ کے دروازے کی نگرانی کرے اگر مجرم فرار ہونے کی کوشش کریں تو انہیں ہر قیمت پر روکے خواہ اس کے لئے ریوالور کا استعمال ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ ظہیر جو کہ تھری زیڈ کے ہیڈ کوارٹر میں رہتا تھا۔ اور ضرغام کی ڈی کے طور پر زیڈوں کی ذمہ داری پوری کیا کرتا تھا۔ اسے جانتے تو سبھی تھے لیکن یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ ضرغام یعنی زیڈوں کی ڈی بھی ہے۔ یہاں تک کہ زیڈ فور اور زیڈ تھری بھی اس راز سے واقف نہیں تھے جو ضرغام کے انتہائی معتمد تھے اور اس کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ تھری زیڈ تنظیم کے دوسرے ممبروں کا اس راز سے واقف ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

ضرغام نے چھت کی بلندی کا اندازہ کرنے کے بعد اپنی سیاہ جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک ریشمی رسی کا گولا نکالا۔ پھر اس نے اس رسی کے سرے پر ایک کانٹا باندھا اور ہاتھ سے پوری قوت کے ساتھ گھماتے ہوئے اوپر پھینک دیا۔ پہلی ہی کوشش میں ریشمی ڈوری کا کانٹا دیوار کی اینٹوں میں جا کر پھنس گیا۔ یہ کمال ضرغام ہی کو حاصل تھا۔ اس کی اس طرح کی کوئی کوشش بھی اب تک ناکام نہیں ہوئی تھی۔ کانٹے کے اوپر پھنس جانے کے بعد اس نے رسی کو پوری طاقت کے ساتھ کئی جھٹکے دیئے اور یہ اندازہ کرنے کے بعد کہ اب انتہائی وزن کے سبب کانٹا اپنی جگہ نہیں چھوڑے گا۔ اس نے زیڈ فور اور زیڈ تھری کو اشارہ کیا۔

دونوں ضرغام کے اشاروں کی زبان سے واقف تھے گرچہ پتلی سی رسی کے ذریعے بلندی پر چڑھنا مشکل کام ہوتا ہے۔ لیکن تھری زیڈ کے سبھی ممبروں کو اس کی مہارت حاصل تھی۔ اس مہارت کا نتیجہ تھا کہ زیڈ فور اور زیڈ تھری دونوں یکے بعد دیگرے بڑی پھرتی کے ساتھ فلیٹ کی چھت پر پہنچ گئے۔ دونوں کے اوپر پہنچنے کے بعد ضرغام نے ادھر ادھر دیکھا اور خود بھی بندر جیسی پھرتی کے ساتھ اوپر چڑھنے لگا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے دیوار نہ ہو بلکہ ہموار زمین ہو جس پر جسم پھسلتا جا رہا ہے۔

چھت پر پہنچتے ہی ضرغام کی نگاہ چھت کے درمیانی حصہ میں بنے ہوئے روشندان پر پڑی جو کافی بڑا اور بڑی نما تھا اور جس میں بڑے بڑے سے شیشے لگے ہوئے تھے۔ روشن دان کو دیکھتے ہی ضرغام کی آنکھوں میں چمک آ گئی ورنہ وہ تو زینے کے ذریعے فلیٹ کے اندر جانے کے لئے چھت پر چڑھا تھا۔ ضرغام تیزی کے ساتھ روشن دان کے پاس پہنچ گیا۔ زیڈ فور اور زیڈ تھری بھی اس کے ساتھ تھے۔

جیسے ہی ضرغام نے روشندان کے شیشے سے سر لگا کر اندر جھانکا اس نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ روشندان کے نیچے ڈرائنگ روم تھا اور اس میں وہ لڑکی جس کو وہ پہلے ہوٹل زمرد میں دیکھ چکا تھا۔ اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ موجود تھی۔ ضرغام نے ان میں سے چار کو تو پہچان لیا کہ ان لوگوں نے تارجام تک اس کا تعاقب کیا تھا لیکن وہ پانچویں آدمی کو نہ پہچان سکا۔ اس نے روشندان سے نگاہ ہٹا کر زیڈ فور اور زیڈ تھری کو دیکھا اور بولا۔

"تم لوگ زینے کے ذریعے نیچے پہنچو اور میرے اشارے کا انتظار کرو۔ اپنے ٹرانسمیٹر آن رکھنا تاکہ میں ضرورت کے وقت جو کہوں اسے سن سکو اور ہاں احتیاط کے ساتھ نیچے جانا۔ میرا خیال ہے کہ باہر صحن کے کسی حصے میں کوئی اور آدمی بھی ہونا چاہیئے۔ وہ آدمی جس نے زہرہ پر حملہ کیا ہوگا۔"

"یس۔" زیڈ فور اور زیڈ تھری نے ایک ساتھ جواب دیا اور وہ آہستہ قدمی کے ساتھ زینے کی طرف بڑھ گئے۔

ضرغام نے پھر آنکھیں روشن دان کے شیشے کے ساتھ لگا دیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے شیشے کو ذرا سا اٹھا کر ڈکٹیٹو ٹرانسمیٹر اندر کی طرف لٹکا دیا تاکہ اندر ہونے والی گفتگو کو سن سکے۔

"تو یہ جولیانا ہے۔" ضرغام نے زیر لب مسکرا کر کہا۔ شبہ تو اسے ابتدا ہی سے تھا لیکن ڈکٹیٹو ٹرانسمیٹر کو اندر لٹکاتے ہی اس نے جو پہلا جملہ سنا وہ یہ تھا۔

"تمہیں معلوم ہے جولیانا خون خرابہ کو پسند نہیں کرتی۔"

ضرغام نے دیکھا وہ قمیض اور پتلون میں واقعی ایک قیامت معلوم ہو رہی تھی۔ جس پر طرہ یہ کہ گلے کے بٹن کھلے ہوئے۔

جولیانا کی پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے۔ اس نے اپنا ایک پاؤں کرسی پر رکھا ہوا تھا اور سینہ تان کر کھڑی ہوئی تھی۔ ضرغام نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ریوالور نما کوئی شے ہے لیکن وہ اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ اس کی آنکھیں اندر کا منظر دیکھنے میں اور اس کے کان اندر ہونے والی گفتگو کو سننے میں لگے ہوئے تھے۔

"یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکی خود بخود چل کر یہاں آگئی ہوگی۔ اور اس نے تم میں سے کسی کا تعاقب نہ کیا ہوگا۔"

"یقین کیجئے میڈم۔ ہم پوری احتیاط کے ساتھ یہاں آئے ہیں۔ کسی کے تعاقب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" پانچوں نے بیک آواز کہا۔

"کیا اسے غیب سے پتہ چل گیا کہ اس فلیٹ میں کچھ ہے اور لوگ یہاں آنے والے۔" جولیانا نے جھڑک کر کہا۔

"ہم خود حیران ہیں میڈم۔" اس بار تنہا جیکب نے جواب دیا "آپ کو تو معلوم ہی ہے۔ ہم لوگ اس معاملہ میں کتنی احتیاط برتنے کے عادی ہیں۔"

"وہ احتیاط بھی میں نے دیکھی ہے۔" جولیانا نے جواب دیا۔ "تمہاری احتیاط ہی کا تو نتیجہ ہے کہ رنجیت کے فلیٹ کی نگرانی شروع ہو گئی۔ میرے اور اس کے فلیٹوں میں ڈکٹیٹو ٹرانسمیٹر پڑے ہوئے پائے گئے۔ وہ تو خود میں بہت محتاط ہوں ورنہ اب تک ان ٹرانسمیٹروں کے ذریعے پولیس کو کیا کچھ معلوم نہ ہو گیا ہوتا۔"

ضرغام یہ جملہ سن کر حیرت سے اچھل پڑا۔ اسے خود بڑی حیرانی تھی کہ دونوں فلیٹوں میں اس کے ماتحتوں نے ڈکٹیٹو ٹرانسمیٹر چھپائے ہوئے تھے اور ان کے ذریعے کوئی پیغام بھی تھری زیڈ کے ہیڈ کوارٹر میں نہیں پہنچ سکا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ کیا بیتی۔ اس معاملے میں وہ جولیانا کی چالاکی کا قائل ہو گیا۔

"لیکن میڈم ہوٹل زمرد تک اس آدمی کی نگرانی کا حکم آپ ہی نے تو دیا تھا۔" جیکب نے کہا۔

"صرف نگرانی کا نا۔" جولیانا دھاڑی۔ "یہ تو نہیں کہا تھا کہ تم اس کا تعاقب کرتے ہوئے تاج محل جا پہنچو اور پھر اس کو اپنے پیچھے لگا لاؤ۔"

"مگر وہ کمبخت تھا بڑا چالاک۔ ہم خود حیران ہیں کہ وہ تاج محل میں داخل ہوتے ہی غائب کہاں ہو گیا۔ ہم نے تو اس پر پوری نگاہ رکھی تھی۔"

"خاموش رہو۔" جولیانا نے جھڑکا "مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس ملک میں آنے کے بعد تم بھی ناکارہ ہو گئے ہو۔ کون کہہ سکتا ہے کہ بالکل اسی طرح تمہارے فلیٹ کی نگرانی بھی نہ کی جاتی ہو۔"

"نہیں میڈم ایسا نہیں ہے۔" جیکب نے پھر کہا۔ دوسرے چاروں افراد اب تک خاموش تھے۔

"رنجیت کے فلیٹ کے علاوہ اور کسی فلیٹ کی نگرانی نہیں کی گئی ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔" جولیانا نے غصے سے پوچھا۔ غصے میں اس وقت وہ بلا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔

"ہم نے احتیاطاً خود ایک دوسرے کے فلیٹ کی باری باری نگرانی کی ہے۔" جیکب نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ لڑکی اس فلیٹ میں کیسے پہنچی۔" جولیانا نے پوچھا۔

"ہم خود حیران ہیں میڈم۔" اس بار رنجیت بولا۔

"تم کیا کہہ سکتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے فلیٹ کی نگرانی کرنے والا تمہارے تعاقب میں نہیں آیا ہوگا۔ تمہیں تو چاہیئے تھا کہ یہاں آنے کے لئے دن میں ہی کسی وقت اپنے فلیٹ سے نکل جاتے۔"

"لیکن میڈم۔" جیکب درمیان میں بولا "رنجیت کا تعاقب بھی کسی نے نہیں کیا۔ میں خود اس کا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا ہوں۔"

"بہت خوب۔" جولیانا نے طنز کیا "اس کا مطلب ہے اگر کسی نے تعاقب کیا ہوگا تو ان کی نگاہ میں تم بھی آگئے ہوگے۔ سمجھا۔"

جیکب خاموش ہو گیا۔ اس کی نگاہوں سے الجھن صاف طور پر مترشح تھی۔

"ابھی تو ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ آدمی جس کا تم لوگوں نے

تار جام تک تعاقب کیا۔ کون ہے آیا پولیس کا کوئی آدمی ہے یا کسی گروہ کا سرغنہ؟" جولیانا نے کہا۔

"اس لڑکی سے بھی کچھ پوچھا جا سکتا ہے میڈم۔" رنجیت بولا۔

"وہ تو کیا ہی جائے گا۔" جولیانا نے جواب دیا۔ "لیکن ہم یہ کام بعد میں کریں گے۔ مجھے افسوس ہے اس ملک میں آنے کے بعد مجھے خون خرابے سے بھی کام لینا پڑا۔ اس بے وقوف نوجوان کو قتل کرانا پڑا۔ جو مجھ سے بھڑ گیا تھا اور اب یہ لڑکی...."

یہ کہتے کہتے جولیانا خاموش ہو گئی جیسے کوئی بات سوچنے لگی ہو۔ وہ پانچوں آدمی خاموشی کے ساتھ اس کے چہرے کو تک رہے تھے۔ ان میں سے صرف جیکب کی نگاہیں کبھی کبھی جولیانا کے اُبلتے ہوئے شباب سے ٹکراتی تھیں۔

غالباً جولیانا نے جیکب کی نگاہوں کی گرمی کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ مسکرائی اور جیکب کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں نے تمہاری خدمات کا ہمیشہ اچھا صلہ دیا ہے نا۔"

"یس میڈم۔" جیکب نے جواب دیا۔ "میں آپ کا صرف ایک غلام ہوں۔"

"لیکن تمہاری کارکردگی غیر اطمینان بخش رہی ہے۔" جولیانا نے جواب دیا۔

"مجھے افسوس ہے میڈم۔ آپ ایسا خیال کرتی ہیں۔" جیکب نے اداس ہو کر جواب دیا۔

"تم نہیں سمجھے کہ اس ملک میں میری یہ مہم جو دیکھنے میں بہت سیدھی سادھی اور آسان لگتی ہے۔ کتنی اہم ہے اور اس سے تم لوگوں کو کتنا فائدہ پہنچنے والا ہے۔" جولیانا بڑبڑائی۔

"میڈم عظیم ہیں۔" جیکب نے جواب دیا۔ "ہم تو بس اتنا ہی چاہتے ہیں اور یہ کافی ہے۔"

جولیانا مدھم سے مسکرائی۔ اس نے جیکب اور دوسرے لوگوں پر طائرانہ نگاہ ڈالی اور بولی۔

"پولیس یہ معلوم نہیں کر سکی کہ اسٹیٹ بنک میں ڈاکہ کس طرح پڑا۔ وہ معلوم بھی نہیں کر سکتی کیونکہ معلومات کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے چوکیدار۔ لیکن چوکیدار سر تنم تک بھی یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ بیہوش ہوا تھا۔ وہ صرف یہی کہے گا کہ اس کی پلک جھپک گئی تھی اور یہ بات بھی اگر اس نے کہی تو خاصے تشدد کے بعد ہی کہہ سکے گا۔ لیکن کرنسی نوٹوں کو جعلی نوٹوں سے بدلنے کے معاملے میں یہاں کے حکام نے صرف مستعدی سے کام نہیں لیا۔ اس سے میرے کاز کو کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"لیکن میڈم۔" جیکب نے کہا۔ "نقلی کرنسی پکڑی گئی تو کیا ہوا اس کی جگہ اصلی کرنسی تو دینی پڑی اور کرنسی کا پھیلاؤ تو ہوا۔ اس سے افراطِ زر پیدا کرنے کا مقصد تو پورا ہو ہی جانا چاہیئے۔"

جولیانا نے جو بڑی توجہ سے جیکب کی بات کو سن رہی تھی۔ ہلکا سا قہقہہ لگا کر کمرے کے ماحول کو متبسم بنا دیا۔ پھر اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ تو خیر ہوگا ہی.... یہاں کے صرافے میں کیا حال ہے؟"

"ایک ہنگامہ مچا ہوا ہے۔ پولیس کو معلوم ہو گیا ہے کہ جو اصل کرنسی بنک سے چوری ہوئی اس کا سونا خریدا گیا ہے۔ صرافوں کی پکڑ دھکڑ ہو رہی ہے۔ بیانات لئے جا رہے ہیں۔"

"اور ظاہر ہے سب کا یہی بیان ہوگا کہ رساپور کی مہارانی نے سونا خریدا۔" جولیانا نے قہقہہ لگایا۔ اب اس کا غصہ کا پہلا موڈ ختم ہو چکا تھا۔

"جی ہاں۔" جیکب نے جواب دیا۔ "صرافوں نے جو حلیہ بیان کیا پولیس نے آرٹسٹوں سے اس کے مطابق خیالی تصویر بنوائی ہے۔"

"اوہ۔" جولیانا چونکی۔ "لیکن وہ تصویر تو مہارانی کی ہوگی جولیانا کی نہیں۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں، میک اپ میں واقعی آپ کو کمال حاصل ہے — لیکن میڈم ایک اور بڑے مزے کی بات ہوئی ہے۔" جیکب نے کہا۔

"وہ کیا؟" جولیانا نے پوچھا۔

"کسی صراف نے یہ نہیں بتایا کہ مہارانی رساپور نے سونے کے عوض جو نقد کرنسی دی اس میں جعلی کرنسی بھی شامل تھی۔"

جولیانا نے قہقہہ لگاتے ہوئے پوچھا۔ "وہ کیوں؟"

"شاید اس لئے کہ انہوں نے جو سونا فروخت کیا۔ وہ سب وہائٹ نہیں تھا، بلکہ بلیک کا بھی تھا اور یہ بات وہ بتا نہیں سکتے۔"

"اس لئے جعلی کرنسی کو چھپا کر گھر بیٹھ گئے ہیں۔ ہیں نا۔" جولیانا نے پوچھا۔

"یس میڈم۔ بالکل یہی بات ہے۔ لیکن بات صرف یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔"

"تو پھر کہاں تک پہنچتی ہے۔" جولیانا نے پوچھا۔ "ظاہر ہے پولیس کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مہارانی رساپور نے ایک کروڑ روپے کی مالیت کا سونا خریدا ہے۔ لیکن صرف ایک کروڑ روپے کی کرنسی پیش نہ کر سکے ہوں گے اور پولیس مانگ کر رہی ہوگی کہ تمام کرنسی پیش کی جائے۔"

"میڈم کی ذہانت کا قائل ہونا ہی پڑتا ہے۔" جیکب نے جواب دیا۔ "بالکل یہی بات ہے پولیس کا خیال ہے کہ صراف بھی غیر قانونی کام کرتے رہے ہیں۔"

"خیر چھوڑو" جولیانا نے کہا "یہاں کی پولیس اور حکومت کا درد سر ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں مال روانہ کرنے کے فوراً بعد واپس جانا چاہتی ہوں۔ میرا مقصد پورا ہو چکا ہے کرنسی پھیلاؤ اور بلیک منی کے سبب اب یہاں قیمتیں بھی بڑھیں گی اور اس ملک کو اقتصادی امداد کے لئے جھکنا پڑے گا۔"

"ظاہر ہے پڑوسی ملک نے یہی مشن میرے سپرد کیا تھا۔ میں جلد سے جلد اس کام کی قیمت وصول کرنا چاہتی ہوں۔"

ضرغام بڑی توجہ کے ساتھ کمرے میں ہونے والی تمام گفتگو سن رہا تھا۔ جولیانا کی باتوں کو سن کر وہ کئی بار چونکا تھا۔ اس بار بھی ایسا ہی ہوا۔

تو یہ بات ہے، ضرغام نے سوچا اور غصہ کا رنگ اس کی آنکھوں میں اتر آیا۔ "تو یہ میرے ملک کو پڑوسی ملک کا اقتصادی غلام بنانا چاہتی ہیں۔ دیکھا جائے گا۔"

یہ تمام گفتگو جو ضرغام سن رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ ریکارڈ بھی ہوتی جا رہی تھی۔

اپنی بات ختم کرتے ہی جولیانا نے جو کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اپنی ٹانگیں آگے کی طرف پھیلا دیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک زبردست انگڑائی لی۔

"اب اہم ترین کام مال کو حفاظت کے ساتھ اس ملک سے باہر لے جانا ہے" جولیانا نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ظاہر ہے یہ کوئی بہت آسان کام نہیں ہے۔"

"لیکن میڈم یہ کام تو ہم یہاں اپنے اسمگلر دوستوں کے ذریعے بھی آسانی سے کر سکتے ہیں" رنجیت نے کہا۔

"کر تو سکتے ہیں۔ لیکن میں کوئی رسک لینا نہیں چاہتی اور نہ تمہارے دوستوں کو شیئر دینے کے حق میں ہوں علاوہ ازیں یہ بھی کسی کو نہیں بتانا چاہتی کہ میں کیوں اس ملک میں آئی تھی۔"

"تو پھر میڈم آپ جیسا حکم دیں" جیکب نے کہا۔

"پڑوسی ملک کے سفارت خانے نے اطلاع دی ہے کہ کل رات اس کا ایک خاص جہاز روپ نگر کے ہوائی اڈے پر اتر رہا ہے۔ تم لوگوں کو مال صرف سفارت خانے تک پہنچانا ہے۔ وہاں سے وہ ڈپلومیٹک بیگ میں جہاز تک پہنچ جائے گا۔ اور پڑوسی ملک میں ہمیں مل جائے گا۔"

"لیکن میڈم ایک کروڑ روپے کا سونا ہے۔ اگر اس ملک نے بے ایمانی کی تو.....؟" جیکب نے پوچھا۔

جولیانا ہنسی اور اس نے ایک ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا "وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"پھر بھی امکانات کو تو سامنے رکھنا ہی چاہیے۔"

"جیکب تم میرے نزدیک معزز ہو لیکن یہ مت بھولو کہ اس میدان میں ابھی بچے ہو۔ کیا پڑوسی ملک کی موت آئی ہے جو مجھ سے غداری کرے گا" جولیانا نے جواب دیا۔

"تو کیا اس پڑوسی ملک کا بھی کوئی راز..."

جیکب ابھی بات مکمل نہیں کر پایا تھا کہ جولیانا نے کہا۔

"ہاں جولیانا رازوں کی تجارت کرتی ہے۔ یہاں کا یہ مشن تو محض ایک چکر تھا۔ پڑوسی ملک مجھے میرا سونا بھی واپس دے گا اور اپنے کام کی قیمت بھی ادا کرے گا۔ لیکن سفارت خانے تک یہ سونا بڑی حفاظت کے ساتھ پہنچانا ہوگا۔"

"ایسا ہی ہوگا مادام" رنجیت نے جواب دیا۔

"میں مطمئن نہیں ہوں" جولیانا نے کہا "تمہارے فلیٹ کی نگرانی اور پھر اس لڑکی کا میرے فلیٹ میں پکڑا جانا——یہ سب خیریت کی علامت نہیں ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے لڑکی کو اب ہوش آگیا ہوگا" جولیانا نے پوچھا۔

"جی ہاں میڈم۔ میرا خیال ہے وہ ہوش میں آنے کے بعد دیواروں سے ٹکرا رہی ہوگی" رنجیت نے جواب دیا۔

"تو پھر اسے لاؤ۔ دیکھیں وہ کون ہے، پولیس کی مخبر ہے۔ اسمگلروں کے کسی گروہ کی ممبر" جولیانا نے کہا۔

رنجیت جولیانا کی بات سن کر کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور ابھی اس نے دروازے کی طرف ایک قدم بڑھایا تھا کہ جولیانا نے کہا۔

"لیکن ابھی ٹھہرو۔ ابھی مجھے تم لوگوں سے کچھ اور بھی کہنا ہے۔"

جولیانا کی بات سننے کے بعد رنجیت پھر کرسی پر بیٹھ گیا اب وہ پانچوں جولیانا کو دیکھ رہے تھے۔

"میرا خیال ہے آج تم لوگ یہیں قیام کرو" ایک وقفہ کی خاموشی کے بعد جولیانا نے کہا۔

جولیانا کی بات سن کر جیکب کے چہرے پر خاص طور پر مسرت کی کرن پھوٹ پڑی تھی۔ دوسرے لوگوں نے جولیانا کے اس فیصلہ کو محض احتیاط ہی سمجھا۔

"میرا خیال ہے اس فلیٹ میں آج کی رات تم لوگوں کے لئے ایک خوشگوار رات ثابت ہوگی" جولیانا نے مسکراتے ہوئے رنجیت اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے افراد کی طرف دیکھ کر کہا "یہاں بار کے کمرے میں اعلیٰ درجے کی شراب بھی ہے اور وہ خوبصورت بلا بھی۔"

ضرغام جیسے جولیانا کی بات سن کر بھڑک گیا اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگی تھیں اور اس کی مٹھیاں بند ہو گئیں۔ ایک لمحہ کو

اس کے ذہن میں خیال آیا کہ وہ جولیانا کو فوراً سزا دے۔ لیکن ضبط اس کے جذبات پر غالب آ گیا۔ زہرہ کی شکل اس کی نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔

جولیانا کی بات سن کر سبھی کے چہروں پر رنگ بکھر گیا تھا اور وہ سبھی اپنی اپنی جگہ پہلو بدلنے لگے تھے۔ جبکہ البرٹ صرف جولیانا پر نگاہ جمائے ہوئے پُرسکون بیٹھا تھا۔

"کل صبح جیکب کے علاوہ تم سبھی لوگ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد یکے بعد دیگرے واپس جاؤ گے۔" جولیانا نے سلسلۂ کلام پھر شروع کیا۔

"میرا مقصد یہ ہے کہ اس طرح یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ فلیٹ کی نگرانی کی جا رہی ہے یا نہیں اور تم لوگ حفاظت کے ساتھ باہر جا کر کچھ اہم ذمہ داریاں بھی پوری کر سکو گے۔"

"وہ ذمہ داریاں کیا ہوں گی میڈم؟" رنجیت نے پوچھا۔

"کل رات کو حفاظت کے ساتھ مال یہاں سے لے جانے اور اس خوبصورت بلا کو ٹھکانے لگانے کی ذمہ داریاں۔ بہرحال میں اس سلسلے میں کل صبح اپنے منصوبوں کی پوری تفصیل تم لوگوں کو سمجھا دوں گی۔" جولیانا نے کہا۔

"تو کیا میں اب اس لڑکی کو لے کر آؤں میڈم؟" رنجیت نے پوچھا۔

"ہاں۔" جولیانا نے جواب دیا "باقی باتیں کل صبح ناشتہ پر ہوں گی۔"

"مادام بہت عظیم ہیں۔" رنجیت نے کہا "غلاموں سے برابر کا سلوک کرتی ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ سامنے کا دروازہ کھول کر ساتھ والے کمرے کی طرف چلا گیا۔

کمرے میں اس وقت خاموشی طاری تھی۔ ضرغام خود اپنی جگہ بہت چوکنا ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ رنجیت زہرہ کو لینے کے لئے گیا ہے اور زہرہ کی زبان کھلوانے کیلئے جولیانا اس پر تشدد بھی کر سکتی ہے۔ ضرغام کو معلوم تھا کہ جولیانا ایک چالاک اور ذہین مجرمہ تو ہے ہی وہ لوگوں کی زبانیں کھلوانے کے لئے اُن پر تشدد کے ان تمام طریقوں کو بھی استعمال کرنا جانتی ہے۔ جو کسی زمانے میں چین اور جاپان میں رائج تھے یا جن کا استعمال آج بھی افریقہ کے بعض حصوں میں پایا جاتا ہے۔ ایک مخصوص ساخت کا ریوالور ضرغام کے ہاتھ میں تھا۔ اب اس پر اس کی گرفت کچھ اور مضبوط ہو گئی تھی۔

ضرغام نے زیڈ تھری اور زیڈ فور کو بھی سگنل دے دیا جس کا مقصد تھا کہ وہ کارروائی کے لئے بالکل تیار رہیں اور ان کو یہ بات پہلے ہی سمجھا دی گئی تھی کہ فائرنگ کی آواز سنتے ہی وہ دونوں یکے بعد دیگرے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو جائیں۔ یہ دونوں اس وقت ڈرائنگ روم کے دروازے کے قریب ہی پوشیدہ ہو کر کھڑے ہوئے تھے اور چھت پر سے یہاں تک پہنچنے میں انہیں ایک شکار بھی ہاتھ آ گیا تھا۔

دراصل یہ وہی آدمی تھا جس نے زہرہ کے سر پر وار کیا تھا۔ جیسے ہی زیڈ فور اور زیڈ تھری سیڑھیوں سے آہستگی کے ساتھ اُترے زیڈ فور کو وہ آدمی کورٹ یارڈ میں ایک طرف اسٹول پر بیٹھا نظر آ گیا تھا۔ اس کا رخ اس وقت اتفاق سے ڈرائنگ روم کی طرف نہیں تھا ورنہ دقت پیش آ سکتی تھی۔ زیڈ فور آہستہ آہستہ قدموں کی آواز کئے بغیر اس کی طرف بڑھا اور پھر اچانک اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر دباؤ ڈالنے لگا۔ وہ آدمی کسی مزاحمت کے بغیر ہی بے ہوش ہو گیا تھا۔ بعد میں زیڈ فور اور زیڈ تھری دونوں نے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اس کو باندھ دیا تھا اور خود ڈرائنگ روم کے دروازے کے قریب اِدھر اُدھر دروازے میں جا کھڑے ہوئے تھے۔

ڈرائنگ روم میں خاموشی کا یہ وقفہ کچھ زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا۔ ضرغام نے دیکھا کہ رنجیت زہرہ کو لے کر ڈرائنگ روم میں آ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا جبکہ زہرہ بالکل آزاد تھی یعنی اس کے ہاتھوں کو بھی باندھنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ ضرغام، زہرہ کو اس طرح آزاد دیکھ کر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا۔

زہرہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جولیانا کے بالمقابل آ کھڑی ہوئی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر خوف کا کوئی شائبہ نہیں تھا اور اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ موجود تھی۔ غالباً اس کی وجہ اس کا یہ احساس تھا کہ اس عمارت میں وہ تنہا نہیں ہے وہاں اس کا پیارا بھائی بھی موجود ہے اور تھری زیڈ کے دوسرے ممبران بھی۔

جولیانا نے زہرہ کو بھرپور نگاہوں سے دیکھا اور پھر اچانک چونک پڑی۔

"تو یہ تم ہو۔ تم تو اس فلیٹ تک پہلے بھی آ چکی ہو۔"

"تو کیا تمہیں وہ بوڑھی عورت تھیں جس کا اس نوجوان سے جھگڑا ہو رہا تھا۔" زہرہ نے اُلٹا سوال کر دیا۔

"کس نوجوان سے؟" جولیانا نے پوچھا۔

"جو قتل کر دیا گیا۔" زہرہ نے بے باکی کے ساتھ کہا۔

"تو وہ تمہیں تھیں۔" اور پھر کر ایک دم کرسی سے اٹھ کر کھڑی

ہوئی۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے کھڑی ہوئی تھیں۔

"کون ہو تم۔" جولیانا پھنکاری۔

"پہچان تو گئی ہو۔" زہرہ نے جواب دیا۔

"بکواس بند کرو۔ میں پوچھتی ہوں کون ہو تم۔" جولیانا نے پھر پوچھا۔

"ایک لڑکی۔" زہرہ نے جواب دیا۔

"وہ تو میں بھی دیکھ رہی ہوں۔ لیکن تم نے میرا پیچھا اس روز کیوں کیا تھا اور آج پھر یہاں تک کیوں پہنچیں؟"

زہرہ نے قدرے توقف کے ساتھ جواب دیا۔ "اس روز کیوں پیچھا کیا تھا۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے اور آج بھی اس سلسلہ میں ادھر آ نکلی تھی۔"

"بکواس مت کرو۔ بتاؤ ورنہ ایسی سزا دوں گی کہ سننے والے کانپ اٹھیں گے۔"

"اچھا۔" زہرہ نے استہزائیہ انداز میں جواب دیا "اور وہ بھی ان ناپاک ہاتھوں سے۔" ضرغام جو تمام گفتگو سن رہا تھا۔ زہرہ کی اس بات پر بے ساختہ مسکرایا۔

جولیانا جیسے آپے سے باہر ہو گئی۔ اس نے رنجیت کو حکم دیا۔

"اس لڑکی کے ہاتھ باندھ دو۔"

زہرہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی اور اس بات پر خود جولیانا کو بھی حیرت ہوئی۔ وہ مسلسل اور بڑے غور سے زہرہ کو دیکھ رہی تھی۔

یکایک ایک بار وہ پھر چونک پڑی اور جیکب سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"جیکب۔ دیکھو اس لڑکی میں اور اس آدمی میں جو ہم نے ہوٹل میں دیکھا تھا اور جس کا تم نے تعاقب کیا تھا۔ کس قدر گہری مشابہت موجود ہے۔"

"یس میڈم۔ میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"ہوں۔" جولیانا نے ہنکارا بھرتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیے۔ اس وقت تک رنجیت زہرہ کے دونوں ہاتھوں کو باندھ چکا تھا۔

"اب بتاؤ۔ تم کون ہو۔ پولیس کے لئے کام کرتی ہو؟"

"نہیں۔" زہرہ نے جواب دیا۔

"تو پھر تم کون ہو۔" جولیانا نے جھلا کر پوچھا۔

"آپ سے ملنے کے لئے جی چاہ رہا تھا۔" زہرہ نے جواب دیا۔

"تم یوں نہیں مانو گی۔" جولیانا جیسے بھڑک گئی اور اس نے جیکب کو آواز دی۔

"یس میڈم۔" جیکب نے جواب دیا۔

"اس کے پاؤں کے انگوٹھوں میں کیلیں ٹھونک دو۔"

"یس میڈم۔" جیکب نے جواب دیا اور قریب پڑی میز پر سے کیلوں کا ڈبہ اور پھر وہیں سے اٹھا کر زہرہ کی طرف بڑھا۔

ابھی جیکب نے زہرہ کے پاؤں کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ ایک آہ بھر کر الٹ گیا۔

"تم میں سے کوئی بھی حرکت نہیں کرے گا۔" ضرغام کی آواز ڈرائنگ روم میں گونجی۔ اس اچانک آواز سے وہ سبھی گھبرا گئے تھے۔ جولیانا، اور دوسرے لوگوں نے روشن دان کی طرف دیکھا جہاں سے آواز آئی تھی۔

ضرغام کے ہاتھ میں ریوالور کے علاوہ انہیں اور کچھ دکھائی نہیں دیا۔ جیکب بری طرح زمین پر پڑا ہوا تڑپ رہا تھا۔

فائرنگ کی آواز سنتے ہی زیڈ تھری اور زیڈ فور دونوں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر پہنچ چکے تھے۔

جولیانا کو اس صورت حال کی توقع نہیں تھی۔ لیکن وہ اپنی جگہ انتہائی پرسکون کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے جیکب کو دیکھا جو شاید اس وقت تک دم توڑ چکا تھا۔

جولیانا نے اطمینان کا سانس لیا۔ کیونکہ کسی حد تک وہی اس کا رازدار بھی تھا۔

"تم سبھی لوگ میرے نشانے پر ہو۔" ضرغام نے پھر کہا۔ "رنجیت تم پستول نیچے پھینک دو۔" اور رنجیت کے سامنے سوائے تعمیل حکم کے اور کچھ نہیں تھا۔

"زیڈ تھری۔" ضرغام کی آواز آئی۔

"یس باس۔" زیڈ تھری نے جواب دیا۔

"زہرہ کے ہاتھ کھول دو۔ اور زیڈ فور تمہارے پستول کا رخ جولیانا کی طرف ہی رہنا چاہیئے۔"

"یس باس۔" زیڈ فور نے جواب دیا اور جولیانا کی سمت پستول کی نال اٹھا دی۔

جولیانا اس وقت ذہنی طور پر کہیں اور تھی شاید فرار کی راہ اختیار کرنے کی بات سوچ رہی تھی لیکن زیڈ تھری اور زیڈ فور کے الفاظ سنتے ہی وہ چونک پڑی۔ اوہ یہ تو تھری زیڈ والے ہیں۔ اس نے سوچا۔ اس کو معلوم تھا کہ اس ملک میں تھری زیڈ ایک تنظیم ہے۔ لیکن وہ صرف یہی جانتی تھی کہ یہ تنظیم جرائم پیشہ لوگوں کی ہے۔ یہ بات ذہن میں آتے ہی اس نے منہ روشندان کی سمت کیا اور بولی۔

"تو تم زیڈ ون ہو۔"

"کیا مجھے زیڈورن نہیں ہونا چاہیے" ضرغام نے سن کر جواب دیا۔

"سنو زیڈورن" جولیانا نے کہا "میرے پاس ایک کروڑ کا سونا ہے۔ میں تمہیں اس میں سے نصف دے سکتی ہوں۔"

"لیکن اب مجھے پورا مل رہا ہے" ضرغام نے جواب دیا۔

"اچھا تو سب تم ہی لے لو۔ مجھے جانے دو" جولیانا نے بالآخر کہا۔

"خواب ہے دیوانے کا" ضرغام نے جواب دیا "اگر تم نے میرے ملک کو دنیا لیہ بنانے کی کوشش نہ کی ہوتی تو شاید میں کچھ سوچتا" ضرغام نے جواب دیا "پھر میں اپنے وطن سے باہر آ کر عوام اور سرکار کو نقصان پہنچانے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتا ہوں۔"

"زہرہ" ضرغام نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے زہرہ کو پکارا۔

"جی بھائی جان" زہرہ نے جواب دیا۔

"تم پیچھے ہٹ کر دروازے پر آجاؤ" ضرغام نے ہدایت کی۔

"بہت اچھا" زہرہ نے جواب دیا۔

"زیڈ فور" اس بار ضرغام نے دروازے پر تعینات اپنے آدمی سے تخاطب کیا۔

"یس باس"

"ان سب کو باندھ لو" ضرغام نے حکم دیا۔

اور پھر تھری زیڈ نے رنجیت اور دوسرے لوگوں کے ہاتھ باندھنے شروع کر دیئے۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ اچانک جیسے طوفان آ گیا۔ وہ در اصل جولیانا تھی جس نے زیڈ تھری کے کارکنوں کو مصروف دیکھ کر ڈرائنگ روم سے باہر کورٹ یارڈ کی طرف ایک لمبی زقند لگائی تھی۔ زیڈ فور چونکہ جولیانا کو روکنے ہوئے تھا فوراً باہر کی طرف دوڑا لیکن جولیانا اس وقت تک کورٹ یارڈ کی دیوار کو بھی پھاند چکی تھی۔

ضرغام نیچے آ کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ حکیب کی لاش سامنے پڑی تھی۔ رنجیت اور دوسرے تین آدمیوں کی مشکیں باندھ دی گئی تھیں۔ تلاشی لینے پر وہاں سونے کی اینٹیں رکھی نظر آ گئیں۔ ضرغام نے ان میں سے نصف اینٹیں الگ کر دیں اور زیڈ فور سے کہا۔

"اس سونے کو ہیڈکوارٹر پہنچانا ہے۔"

اب ضرغام رنجیت اور اس کے ساتھیوں کے قریب جھکا اور ان کی گردنوں کی نہ جانے کونسی رگ دبائی کہ وہ بیہوش ہوتے چلے گئے۔

زیڈ تھری کا پورا قافلہ فلیٹ کے دروازے کو اچھی طرح بند کرنے کے بعد اب ایگل ہاؤس کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

* * *

یوں تو انسپکٹر شیکھر اس روز سے پریشان تھا جب سے پولیس کمشنر نے اس کو ڈانٹا تھا۔ لیکن آج تو وہ کچھ زیادہ ہی پریشان اور بے چین تھا۔ اس کی وجہ یہ اطلاع تھی کہ اعلیٰ حکام اس کا تبادلہ کرنے کی فکر میں ہیں اور پولیس کمشنر نے اس سلسلہ میں اعلیٰ کمشنروں کے ساتھ بھی تبادلہ خیال کیا ہے۔ اطلاع میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اب اس کو ایک نااہل افسر تصور کیا جا رہا ہے کیونکہ اس کی تمام ذہانت ختم ہو گئی ہے اور محکمہ خفیہ میں کوئی کارآمد مہرہ نہیں رہا ہے۔ تبادلہ اگر معمول کے مطابق ہوتا تو شاید انسپکٹر شیکھر کو اس کی فکر نہ ہوتی۔ لیکن جرائم کی تفتیش میں ناکامی کی بنیاد بنا کر چونکہ تبادلے کی بات سامنے آئی تھی اس لئے وہ کچھ زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔ چنانچہ رات کے دو بج چکے تھے اور نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور وہ گاؤن پہنے ہوئے کبھی پلنگ پر بیٹھ جاتا اور کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتا تھا۔ اس کی اس پریشانی سے اس کی بیوی بھی خاصی پریشان تھی۔

"جو کچھ ہونا ہوگا ہو جائے گا۔ پریشان ہونے کا فائدہ بھی کیا ہے" بالآخر اس کی بیوی دینا نے کہا جو کافی دیر سے اس کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی اور اس کی بے چینی کو پورے طور پر محسوس کر رہی تھی۔

"میں پوچھتا ہوں کہ آخر وہ کمبخت مر گیا ہے" انسپکٹر شیکھر نے کہا۔

"کون؟" اس کی بیوی نے پوچھا۔

"وہی زیڈورن" انسپکٹر شیکھر نے کہا "کمبخت نے یقین دلایا تھا کہ قتل اور نقلی نوٹوں کے کیس میں وہ کام کر رہا ہے۔ میں اسی لئے کچھ نہ کر سکا اور اس کے بھروسے پر بیٹھا رہا۔ اگر میرے ہاتھ آجاتے تو۔۔۔"

ابھی وہ اپنی بات پوری نہ کر پایا تھا کہ ٹیلیفون چیخ اٹھا۔ اس کی بیوی نے جو اس کی بات سن کر مسکرانے لگی تھی۔ ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ کون صاحب ہیں" دینا نے پوچھا۔

"ایک بہن کا بھائی" دوسری طرف سے جواب ملا۔ یہ آواز ضرغام کے علاوہ کسی اور کی نہ تھی۔ انسپکٹر شیکھر کی بیوی اس کی آواز سن کر جیسے اچھل پڑی۔

"اوہ آپ ہیں" اس نے اضطراری کیفیت میں کہا۔

"کون ہے؟" انسپکٹر شیکھر نے غصے سے پوچھا۔

"وہی جس کو ابھی آپ گالیاں دے رہے تھے۔" دینا نے اپنے شوہر کو جواب دیا۔ اس نے ٹیلیفون کے رسیور پر ہاتھ نہیں رکھا

ھا۔ ادھر ضرغام دونوں کی بات صاف طور پر سن رہا تھا۔

"کون گالیاں دے رہا تھا مجھے دینا بہن" ضرغام نے پوچھا۔

"وہی اور کون۔ یہ کہہ رہے تھے آپ کے سہارے بیٹھے ہے ورنہ کب تک مجرموں کو پکڑ لیتے" دینا نے جواب دیا۔

دینا کی بات سن کر ضرغام نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا اور کہا ۔" شاید بیچارے کو تمہارے ٹھیک ہوگی"

"یہ تو معلوم نہیں" دینا نے جواب دیا " البتہ کہیں سے اپنے نہادنے کی خبر سن کر آ رہے ہیں"

ضرغام نے جواب میں کیا کہا دینا نہیں سن پائی۔ کیونکہ انسپکٹر شیکھر نے پھرتی کے ساتھ ٹیلیفون کا رسیور اس کے ہاتھ سے چھین لیا تھا۔

"کہاں مر گئے تھے آخر تم" رسیور کان سے لگاتے ہی انسپکٹر شیکھر دہاڑا۔ اس نے یہ بھی نہیں سنا کہ دینا سے کس بات کے جواب میں دوسری طرف سے کیا کہا گیا تھا۔

"آہستہ بولو انسپکٹر" ضرغام نے کہا۔ "بیوی کے سامنے رعب جھاڑ رہے ہو"

"میرا مطلب یہ تھا کہ تم نے مجھ سے کوئی وعدہ کیا تھا" انسپکٹر شیکھر نے کہا۔ اس بار اس کا لہجہ کچھ کمزور سا تھا۔ شاید اس کو خیال آگیا تھا کہ اس وقت وہ ایک غرض مند کی حیثیت سے بات کر رہا ہے۔

"کیا تم نے نہیں سنا۔ وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا" ضرغام نے ہنس کر کہا۔ "اور بتاؤ کیا حال چال ہیں۔ کہاں تک پہنچے؟"

"کیا حال چال پوچھنے کے لئے ہی ٹیلیفون کیا ہے" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا "معلوم ہے اس وقت رات کے دو بجے ہیں"

"معلوم ہے۔ گالیاں کیوں دے رہے تھے مجھے۔"

"اور نہیں تو پیار کروں" انسپکٹر نے غصے سے کہا "جعلی نوٹوں کا معاملہ اور قتل کا کیس تو تھا ہی۔ اب صرافوں کا قضیہ بھی پیدا ہو گیا"

کیا مطلب" ضرغام نے پوچھا۔

"سونا خرید لیا گیا تھا۔ تمہارا خیال درست نکلا۔ لیکن صراف یہ بتانے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ انہوں نے کل کتنا سونا فروخت کیا" انسپکٹر نے کہا۔

"بے کار ہے وہ بتائیں گے بھی نہیں...." ضرغام نے جواب دیا "ایک کروڑ روپے کا سونا خریدا گیا تھا۔ پچاس لاکھ اصل نوٹ بینک سے چیک ہوتے یا بدلے گئے اور پچاس لاکھ جعلی نوٹ"

"اوہ" انسپکٹر شیکھر نے حیرت سے کہا "تمہیں کیسے معلوم؟"

"مجھے کیا معلوم نہیں" ضرغام نے کہا "مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ تمہارے تبادلے کے آرڈر ہو چکے ہیں" ضرغام نے جواب دیا۔

"آخر تم ہو کون" انسپکٹر شیکھر نے ضرغام کی بات سن کر اضطراری کیفیت کے ساتھ پوچھا۔

"اگر کھانے سے کام رکھو انسپکٹر" ضرغام نے جواب دیا۔ "یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ مجرم کون ہیں اور سونا کہاں ہے اور یہ کہ میں کون ہوں"

"پہلے یہ بتاؤ کہ مجرم اور سونا کہاں ہے" انسپکٹر نے بدلت تمام کہا "تمہیں تو پھر بھی دیکھ لوں گا"

"اچھا یہ بات ہے تو میں ٹیلیفون بند کرتا ہوں" ضرغام نے دھمکی دی۔

"ارے نہیں" انسپکٹر نے گھبرا کر کہا "وہ تو میں ایسے ہی کچھ کا کچھ کہہ جاتا ہوں"

"اچھی بات ہے تم بھی کیا یاد کرو گے" ضرغام نے کہا "جاؤ مجرموں کو پکڑ لو اور سونے پر قبضہ کر لو"

"کیا اس وقت؟" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا۔

"تو کیا کتے نے کاٹا تھا کہ دو بجے رات کو تمہیں ٹیلیفون کرتا" ضرغام نے ہنس کر کہا۔

"کہاں جانا ہوگا" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا "کتنی فورس کی ضرورت ہوگی"

"زیادہ نہیں" ضرغام نے کہا "تمہیں وہاں کچھ کرنا نہیں ہے بلکہ صرف مجرموں اور مال کو لانا ہے"

"تو کیا مقابلہ کی توقع نہیں ہے" انسپکٹر نے پوچھا۔

"مقابلہ مجھ سے ہو چکا ہے" ضرغام نے جواب دیا۔

"کیا مطلب" انسپکٹر شیکھر نے پوچھا۔

"تمہیں وہاں ایک لاش ملے گی" ضرغام نے انسپکٹر شیکھر کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "تین دوسرے آدمی بیہوش ملیں گے اور مال بیڈ روم میں"

"تو تم نے قتل کیا ہے" انسپکٹر نے کہا۔

"قاتل کا قتل۔ اور ایک ایسے ہی قتل جس کی دنیا کو تلاش ہے اور جو ایک شریف آدمی پر غلط آدمی نے لگا تھا" ضرغام نے جواب دیا۔ اب وہ سنجیدہ تھا۔ "انسپکٹر یہ مت بھولو کہ مجرم اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر گرفتاری کے لئے پیش نہیں کرتے ہیں"

"لیکن تمہیں خود کارروائی نہیں کرنی چاہیے تھی"

"سونے میں سے اپنا خراج بھی وصول کرنا تھا نا" ضرغام نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے تم سونے کا کچھ حصہ اڑا چکے ہو" انسپکٹر نے جلدی سے پوچھا۔

"تم جانتے ہو۔ میں اپنا حصہ ضرور وصول کرتا ہوں" ضرغام نے جواب دیا۔ "اگر تمہیں یہ ناگوار رہا ہے تو چھوڑ دو۔ میں فوراً مجرموں کو ٹھکانے لگائے دیتا ہوں۔ اس صورت میں سونا میرا اور تبادلہ تمہارا ہے۔"

"کیا بکتے ہو۔" انسپکٹر کو غصہ آ گیا۔ "بتاؤ، کہاں جانا ہے۔"

"اب آئے راہ پر۔" ضرغام نے کہا۔ اور انسپکٹر شیکھر کو تفصیل کے ساتھ پتہ بتاتے ہوئے کہا۔ "زیادہ فورس کی ضرورت نہیں ہے۔ اور خود تم جاؤ گے اور ہاں ایک فائر بھی کرو گے۔"

"اس کا کیا فائدہ۔" انسپکٹر نے پوچھا۔

"واقعی گھامڑ ہو۔" ضرغام نے ہنس کر کہا۔ "بھلے آدمی آخر کار گزاری بھی تو کچھ دکھاؤ گے۔"

"اوہ ہاں۔" انسپکٹر نے گہری سانس لے کر کہا۔

"باقی خیر و عافیت۔" ضرغام نے کہا۔ "سوائے اس کے کہ گروہ کی لیڈر اور اصل مجرم جونیا ہاتھ نہیں آ سکی ـــ کمبخت نے شعوذتدیں لگائیں کہ مزہ آ گیا۔"

"یہ تو برا ہوا۔" انسپکٹر نے کہا۔

"کیا کیا جائے۔" ضرغام نے جواب دیا۔ "لیکن مطمئن رہو۔ میں اس کی تلاش میں رہوں گا۔ لیکن یتیم خانے کو پانچ ہزار روپے بھجوانا نہ بھولنا۔"

"کیا مطلب۔" شیکھر نے کہا۔ "میرے پاس روپیہ کہاں سے آیا۔"

"جھوٹ نہ بولو۔ ابھی گذشتہ روز ہی تو صرافوں سے روپیہ وصول کیا ہے تم نے۔"

"اوہ تم واقعی بڑے مجرم ہو۔" انسپکٹر شیکھر نے کہا۔ وہ ضرغام کی معلومات پر حیران رہ گیا تھا۔

"اچھا میں اب فون بند کرتا ہوں۔" ضرغام نے کہا۔ "اور تو کچھ پوچھنا نہیں ہے۔"

"نہیں۔" انسپکٹر شیکھر نے جواب دیا۔ "میں بھی پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں۔"

٭ ٭ ٭

اگلے روز روزنامہ برق نے روپ نگر میں خاصی سنسنی پھیلا دی۔ بینک میں روپے جعلی نوٹوں کی تبدیلی، دو آدمیوں کے قتل اور مراد بازار سے سونے کی خریداری کی تفصیلات روزنامہ برق نے اس طرح نمک مرچ لگا کر شائع کیں کہ پڑھنے والے حیران رہ گئے۔ کیس کی تفصیلات میں نقری زینڈ کا خاص طور پر ذکر تھا کہ جس نے مجرموں کو شکست از دام کیا اور پولیس کی مدد کی کہ وہ ان کو گرفتار کر سکے۔ جو بانا کے بارے میں اخبار میں مکمل تفصیلات شائع کی گئی تھیں۔ اس حسین ترین مجرم کی تصویر پہلے صفحہ پر شائع کی گئی جس کے نیچے لکھا تھا کہ کس طرح یہ حسینہ فرار ہونے میں کامیاب ہوئی۔ خبر میں انگوٹھیوں اور ان کے ذریعے گفتگو کرنے کا تذکرہ بڑا سنسنی خیز تھا۔

صبح سویرے پولیس کمشنر نے انسپکٹر شیکھر کو طلب کیا۔ اس وقت تک انسپکٹر شیکھر نے پولیس کمشنر کو مجرموں کی گرفتاری کے بارے میں کوئی رپورٹ نہیں دی تھی۔ پولیس کمشنر کو صرف روزنامہ برق ہی سے تفصیلات ملی تھیں۔ جب انسپکٹر شیکھر پولیس کمشنر کے حضور میں پہنچا تو اس نے کہا۔

"یہ آخر روزنامہ برق میں پولیس کارروائی کی تفصیلات پہلے کیسے چھپ جاتی ہیں۔"

ظاہر ہے انسپکٹر شیکھر کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ "اس نے کہا کہ چھاپے کے دوران اس کو کچھ کاغذات بھی ملے ہیں اور کچھ جعلی نوٹ بھی۔ کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ جعلی نوٹ کسی مغربی ملک میں چھپانے کے بعد یہاں لائے گئے ہیں اور اس تمام معاملے کا تعلق پڑوسی ملک سے ہے۔"

یہ تفصیلات روزنامہ برق میں شائع نہیں ہو سکی تھیں اسلئے پولیس کمشنر اپنے سوالات کو بھول گیا اور اس نے کہا۔

"میں نے تمہارا تبادلہ رکوا دیا ہے۔ اگر مجھے تفتیش سے باخبر رکھتے تو تبادلے کا حکم کیوں ہوتا۔"

انسپکٹر شیکھر نے پولیس کمشنر کو شکریے کے طور پر سلوٹ کیا اور اس کے آفس سے باہر نکل گیا۔





کانسی کا بنا ہوا مہاتما بُدھ کا وہ ادھورا مجسمہ اپنے اندر ایک قیمتی راز چھپائے ہوئے تھا۔

ہر قدم پر سسپنس ہر لمحہ چونکا دینے والے واقعات۔

زاہد اور جاوید ایک خطرناک مہم پر۔

یہ کیا چکر ہے۔" کیپٹن جاوید نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

کرنل زاہد نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے گاڑی کا گیئر
...لا اور گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

"چکر تمہاری تقدیر کا ہے۔"

"کیا مطلب ــ ؟"

"مطلب یہ کہ ارجنٹ کال ! جنرل کیو کی طرف سے
...ہد بولا" اور جنرل جب ہم لوگوں کو طلب کرتا ہے ــ تو اس
...طلب ہوتا ہے ــ کوئی اہم معاملہ ..... کوئی خصوصی کیس
...ے فوری طور پر ہمارے سپرد کیا جا رہا ہے۔"

"کہیں ہمیں باہر تو پارسل نہیں کیا جائے گا۔"

"بہت ممکن ہے ایسا ہو .... کیوں ــ ؟"

"کیوں کیا .... پھر میری ایک درجن محبوبائیں میرے فراق
...ں برہا کے گیت گاتے گاتے میرے سپنوں میں آئیں گی
...ور کہیں گی ....."

"لاحول واللہ قوت ..... " زاہد نے ہیڈ کوارٹر کی عمارت میں داخل ہوتے ہوئے گاڑی پورٹیکو میں روک دی۔

"اچھا اچھا اندر چلو۔" زاہد نے نیچے اُترتے ہوئے کہا۔

دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے جنرل کیو کے آفس کے دروازے پر پہنچے جہاں ایک وردی پوش رائفل لئے کھڑا تھا۔ اُس نے زاہد کو دیکھتے ہی سیلوٹ کیا اور کہا۔

"جنرل آپ کے منتظر ہیں سر۔"

زاہد نے مسکرا کر دروازہ کھولا اور جاوید کے ساتھ جنرل کیو کے آفس میں داخل ہو گیا۔

جنرل کیو اپنی لمبی چوڑی میز کے پیچھے بیٹھا پائپ سے دھواں اڑا رہا تھا۔

"ہیلو سر ــ" زاہد نے مسکرا کر کہا۔

"ہیلو کرنل ! بیٹھو !"

"کیسے ہیں آپ ــ ؟" زاہد ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"فائن ! تمہارے لئے ایک کام ہے۔" جنرل کیو نے کہا اور پھر جاوید کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تم کھڑے ہو کیپٹن ! بیٹھو !"

"تھینکس ــ" جاوید بھی زاہد کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا تم تیار ہو کرنل زاہد ؟" جنرل کیو نے پوچھا۔

"یس سر — میں کام کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہوں ۔" زاہد بولا۔

"ویری گڈ —" جنرل کیو نے اپنا سر ہلایا ۔ پھر سنبھل کر بیٹھتے ہوئے اپنی میز کی درازوں میں سے ایک دراز کھول کر اس میں سے ایک سبز رنگ کی فائل نکالی اور اسے کھول کر اندر رکھے کاغذات میں کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔

زاہد اور جاوید خاموش بیٹھے دیکھتے رہے۔

جنرل کیو نے فائل کے کاغذات میں سے ایک صفحہ نکالا جو شاید کسی میگزین سے پھاڑا گیا تھا۔ وہ صفحہ نکال کر جنرل نے زاہد کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اسے دیکھئے — ؟"

کرنل زاہد کے ساتھ جاوید بھی جھک کر اس صفحہ کو غور سے دیکھنے لگا۔

پورے صفحہ پر مہاتما بدھ کی ایک نہایت شاندار تصویر چھپی ہوئی تھی، جو یقیناً کافی پرانی اور نایاب قسم کی تھی۔

"مہاتما بدھ کی یہ تصویر اس مجسمے سے لی گئی تھی۔ جو کانسی کا بنا ہوا ہے —" جنرل کیو نے پائپ کا دھواں اگلتے ہوئے کہنا شروع کیا — "اس مجسمے کا وزن آٹھ من اور لمبائی دس فٹ ہے۔ محققوں کا بیان ہے کہ یہ مجسمہ پانچ سو سال پرانا ہے۔ اور اس زمانے کی سنگ تراشی کا ایک نایاب نمونہ ہے۔ یہ بنگال اور بہار کی سرحد پر واقع ایک جگہ کھنڈرات کی کھدائی کے دوران دستیاب ہوا تھا۔ ملک کے مشہور تاریخ دانوں نے اس کا جائزہ لینے کے بعد اسے ایک اعلیٰ اور نایاب نہایت قیمتی سرمایہ قرار دیا تھا۔ کافی عرصے تک یہ مورتی لوگوں کی دلچسپی کا مرکز بنی رہی۔ لیکن بدقسمتی سے ایک دن اسے چرا لیا گیا —"

"کیا... چوری ہو گئی —" زاہد کے منہ سے حیرت سے نکلا۔

"ہاں ! اس کی ایک الگ کہانی ہے ۔ مہاتما بدھ کے مجسمے کی چوری اتنے عجیب و غریب طریقے سے ہوئی تھی کہ تمام ذمہ دار آفیسر حیرت زدہ رہ گئے تھے —" جنرل کیو نے دوبارہ کہنا شروع کیا "کسی کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ نیشنل میوزیم کے جدید طرز کے طریقے سے کئے گئے حفاظتی انتظامات میں بھی مجسمے کو چوری کیا جا سکتا ہے۔ یا چوری کا خیال تک کوئی اپنے ذہن میں لا سکتا ہے۔ آخر مجسمہ جیب میں رکھ کر تو نہیں لے جایا جا سکتا۔ لیکن اس کے باوجود مہاتما بدھ کا وہ نایاب مجسمہ چوری ہو گیا ۔"

"کمال ہے —" جاوید بڑبڑایا تھا۔

"مجسمے کی چوری ہوتے ہی حکومت کی ساری مشینری حرکت میں آگئی ۔" جنرل کیو نے دوبارہ کہنا شروع کیا "مجسمے کی تلاش شروع کر دی گئی اور زمین و آسمان ایک کر دیئے گئے۔ ہر صوبے کی پولیس نے سی آئی ڈی کی مدد سے مجسمے کی اندرون ملک گہری تلاش شروع کر دی۔ لیکن انہیں ان کی ہوا تک نہیں ملی۔ لیکن جب کوئی سراغ ان کے ہاتھ آیا بھی تو اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی۔"

"کیسا سراغ — ؟"

"مہاتما بدھ کا وہ نایاب اور قیمتی مجسمہ ملک سے باہر پہنچ چکا تھا ۔" ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

کمرے میں دیر تک سناٹا چھایا رہا۔

جنرل کیو نے بجھے ہوئے پائپ کو دوبارہ سلگایا اور اس کا کش لگاتے ہوئے بولا —

"تمام تحقیقات سے یہ پتہ چلا ہے کہ ایک سال تک چوروں نے اس مجسمے کو یوں انڈر گراؤنڈ رہنے دیا جیسے اس کی کوئی وقعت نہ رہی ہو۔ لیکن ایک سال بعد ان لوگوں نے مجسمے کو سڑک کے راستے بمبئی تک پہنچایا۔ اس وقت تک وہ مجسمہ ایک جرمن شخص کے قبضہ میں تھا۔ بمبئی میں اس نے ایک اسمگلر سے رابطہ قائم کر کے یہ معاملہ طے کر لیا کہ مجسمے کو سمندر کے راستے عرب کے ملک عراق تک پہنچا دے۔ وہاں سے اس جرمن کا ارادہ مجسمے کو خشکی کے راستے ترکی، یوگوسلاویہ، آسٹریلیا ہوتے ہوتے جرمنی تک لے جانے کا تھا۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح وہ مجسمہ عراق تک پہنچ گیا۔ عراق سے ایک کارواں کی صورت میں وہ آگے بڑھا۔ لیکن وہ مجسمہ اس جرمن کے نصیب میں بھی نہیں تھا۔ بصرہ۔ بغداد روڈ پر اس قافلے کو عراقی ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ جرمن چور اور اس کے تمام ساتھی قتل کر دیئے گئے۔ اور قافلے کی تمام قیمتی اشیاء کے ساتھ ساتھ مہاتما بدھ کا وہ کانسی کا مجسمہ بھی ڈاکوؤں کے قبضہ میں پہنچ گیا۔"

زاہد نے گہری سانس لی تھی۔

"پھر ایک سال تک اس مجسمے کا کوئی سراغ نہیں ملا۔" جنرل کیو نے دوبارہ کہنا شروع کیا "لیکن کافی تلاش و تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مجسمہ عراق کے ایک کباڑی عبدالحسین کے پاس موجود ہے۔ اس نے وہ مجسمہ ڈاکوؤں سے کوڑیوں کے بھاؤ خرید لیا تھا۔ چنانچہ ہماری حکومت نے عراقی حکومت سے مل کر اس مجسمے تک پہنچنے کی کوشش کی اس وقت تک وہ مجسمہ وہاں سے غائب ہو چکا تھا ۔"

"کیسے — ؟" زاہد نے سوال کیا۔

"وہ کباڑی عبدالحسین ایک بہت ہی عیار اور ٹھگ بیوپاری تھا۔ وہ ساری دنیا کے ایسے آرٹ کے قدردانوں کو

جانتا تھا کہ جن کے پاس تاریخی نوادرات کے ذاتی خزانے موجود تھے۔ اس نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ ان لوگوں میں یہ بات پھیلا دی کہ ——— اس کے پاس مہاتما بدھ کا ایک قدیم مجسمہ ہے جسے وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔

جن مشہور نوادرات ذخیرہ کرنے والے لوگوں میں اس نے یہ افواہ پھیلائی ان میں فرانس کا ایک کروڑ پتی بھی شامل تھا۔ اس فرانسیسی نے عبدالحسین سے رابطہ قائم کیا اور مہاتما بدھ کا وہ نایاب مجسمہ خریدنے کی خواہش ظاہر کی لیکن اس کے ساتھ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ اس کو منہ مانگی قیمت دینے کے لئے تیار ہے لیکن چونکہ مجسمہ چوری کا ہے اس لئے وہ پہلے اسے ٹھونک بجا کر دیکھے گا۔ اور اپنے ماہرین سے اس کا معائنہ کرائے گا تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ اس کے ساتھ کوئی جعل سازی نہیں کی جا رہی ہے۔ اسے اندیشہ تھا کہ اس کے ہاتھ کوئی نقلی چیز تو نہیں فروخت کی جا رہی۔ لیکن اس کروڑ پتی رد ہمر کی اتنی احتیاط اور ہوشیاری کے باوجود عبدالحسین ہیرا پھیری کر گیا۔ کسی طرح اس کے کانوں میں یہ بھنک پڑ گئی تھی کہ رد ہمر اور اس کے ماہرین کو مجسمے کے اصلی ہونے کے جو ثبوت اور نشانات معلوم ہیں وہ سب مجسمے کی گردن کے نیچے کے ہیں اور؟"

"ایک منٹ ۔" زاہد درمیان میں بول پڑا "رد ہمر نے مجسمے کو دیکھے بغیر یہ کیسے معلوم کر لیا کہ ایسے نشان موجود ہیں؟"

"یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔" جنرل کیو نے کہا۔ جب کھنڈرات کی کھدائی کے دوران مجسمہ برآمد ہوا تو اخبارات نے اس کے اوپر بہت سے مضامین شائع کئے اور مجسمے کی تصاویر بھی شائع کیں۔ انہی اخبارات میں چھپی ایک تصویر ابھی تم نے دیکھی ہے جو تمہارے سامنے فائل میں موجود ہے۔ رد ہمر چونکہ نوادرات کا ذخیرہ کرنے میں مشہور ہے اس لئے اس نے بھی یہ مضامین اور مہاتما بدھ کی تصاویر میگزین میں ضرور دیکھی ہوں گی۔"

"اوہ ۔" زاہد نے گہرا سانس لیا۔

"عبدالحسین کے دماغ میں رد ہمر کو دھوکہ دینے کا خیال دو باتوں کی وجہ سے آیا۔ اول یہ کہ رد ہمر کو مہاتما بدھ کے قدیم ہونے کے بارے میں جتنے نشانات معلوم تھے۔ وہ سب کے سب مجسمے کے گردن کے نیچے کے ہی تھے ـــ دوئم یہ کہ جب عراقی ڈاکوؤں نے وہ قافلہ لوٹا تھا، تو افراتفری کے عالم میں وہ مجسمہ اس طرح نیچے گرا تھا جس سے اس کی گردن میں تھوڑی سی خراشیں پڑ گئی تھیں۔"

"پھر ۔؟" جاوید نے جلدی سے پوچھا۔

"عبدالمبین نے چالاکی یہ کی کہ مجسمے کی گردن الگ کر دی اور نہایت ہوشیار کاریگر سے مجسمے کا نقلی سر تیار کروا کر اُسے مجسمے کے ساتھ اتنی ہوشیاری سے فٹ کروا دیا کہ رد ہمر...

اور اس کے ماہرین بھی دھوکہ کھا گئے۔ عبدالمبین نے وہ مجسمہ رد ہمر کے ہاتھوں لاکھوں روپوں میں فروخت کر دیا اور مجسمے کا اصلی سر بھی اپنے قبضے میں رکھا۔"

"واقعی حیرت ناک حد تک دلچسپ بات ہے۔" زاہد مسکرایا تھا۔

"ہاں! پھر کچھ عرصے بعد عبدل نے وہ خالی سر بھی فروخت کرنے کی کوشش کی لیکن اسے یا تو اس سر کا کوئی خریدار نہیں ملا یا اس نے پھر جو قیمت مقرر کی تھی وہ اسے کوئی دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوا۔"

جاوید جلدی سے بول پڑا۔

"سر! اُسے چاہیے تھا جس طرح اس نے مجسمے کے دھڑ کیلئے سر نقلی بنوایا تھا، اب سر کے لئے دھڑ نقلی بنا کر مکمل مجسمہ دوبارہ فروخت کر دیتا۔۔۔؟"

"اس نے یہی کیا تھا" جنرل کیو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اس نے نقلی دھڑ بنوا کر اس پر اصلی سر فٹ کروایا۔ اور پھر افواہ پھیلا دی کہ اس کے پاس ایک اور مہاتما بدھ کا قدیم مجسمہ آیا ہے۔ اس کے بعد اس نے اس بُت کو کیسے بیچا، کیسے فروخت کیا اور کتنے میں سودا کیا۔ اس کی کوئی تفصیل ہمارے پاس نہیں ہے، لیکن ہم اس آدمی کو ضرور جانتے ہیں جس کے پاس آج تک وہ مجسمہ موجود ہے۔"

"اصلی سر اور نقلی دھڑ والا۔"

"بے شک ۔۔"

"کون ہے وہ ۔۔ ؟"

"اس کا نام چن لیا ڈے ہے جو اوسلو میں چینی سفارتخانے میں تھرڈ سیکرٹری ہے۔ اوسلو ناروے کی راجدھانی ہے ہمیں باخبر حلقوں سے پتہ چلا ہے کہ وہ مجسمہ آجکل اوسلو چن لیا ڈے کی رہائش گاہ میں موجود ہے۔"

ایک لمحے کے لئے پھر سناٹا چھا گیا۔

* * * * *

کرنل زاہد کی نظریں جنرل کیو کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ جاوید نے خاموشی کو توڑتے ہوئے پھر سوال۔

"سر! کیا ہمیں اس مجسمے کو یا اس کے سر کو واپس لانا ہوگا؟"

"نہیں، مشن یہ نہیں ہے" جنرل کیو نے دھیرے سے کہا۔

"یہ مشن اتنا سیدھا اور آسان نہیں ہے۔"

"پھر ۔۔ ؟"

"معاملہ کچھ اور ہے" جنرل کیو کہنے لگا۔ "اگر مجسمے کی واپسی کا سوال ہوتا تو یہ کام ہمارے دوسرے ایجنٹ بھی کر سکتے تھے ہماری حکومت اسے آسانی سے محکمہ آثارِ قدیمہ کی چوری کا حال بتا کر اس پر اپنا حق جتا سکتی تھی۔ ہماری اس مجسمے میں دلچسپی کسی قدیم مجسمے یا تاریخی حیثیت سے نہیں ہے۔ بلکہ ایک دوسری وجہ سے ہم اس میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔"

"وہ کیا سر ۔۔ ؟"

"اس کے لئے بھی مجھے تمہیں ایک کہانی اور سنانی پڑے گی"

"میں دلچسپی سے سنوں گا سر ۔" زاہد کہنے لگا۔

"محکمہ دفاع میں ایک سائنسدان کام کرتا تھا" جنرل کیو کہنے لگا۔ "انہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ ایک حیرت انگیز کام انجام دیا۔ انہوں نے ایک ایسی گیس ایجاد کی جسے ہوائی جہازوں اور خلاء میں چھوڑے جانے والے سیاروں میں ایندھن کے طور پر پٹرول کی جگہ استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا کہ سو روپے کی جگہ ایک روپے کا خرچ آتا یعنی جتنے روپوں میں ایک گیلن پٹرول آتا ہے ۔۔ اتنے روپوں میں اتنی گیس بنائی جا سکتی تھی، جو سو گیلن پٹرول کے برابر ہوتی اس سائنسدان نے اپنی اس ایجاد کی خبر اس حکومت کو دی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ اپنا یہ فارمولہ حکومت کے حوالے اس وقت کریں گے جب حکومت ان کی دو شرطیں قبول کرے گی۔"

"وہ دو شرطیں کیا تھیں ۔۔ ؟"

"اسے محکمے کا ڈائریکٹر بنا دیا جائے اور دوسرے اپنی ایجاد کی قیمت کے طور پر اسے اور اس کے بعد اس کے خاندان کو ایک سو ایک سال تک ایک بے حد کثیر رقم دینے کا حکومت وعدہ کرے۔ یہ دونوں شرطیں حکومت کو بالکل پسند نہیں آئیں۔ اس لئے اس نے بالکل انکار کر دیا۔ لیکن حکومت اسے دیگر سہولیات دینے کے لئے تیار تھی جو خود سائنسدان صاحب کو منظور نہیں تھیں۔ وہ اپنی ضد پر قائم رہے ۔۔۔ اسلئے حکومت نے اس میں اور اس کے فارمولے میں دلچسپی لینا چھوڑ دی۔ اور یہ سوچا کہ وقت کے ساتھ سائنسدان آخر ہار ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ سائنسدان نے اپنی ایجاد کو کسی دوسرے ملک میں فروخت کرنے کا پلان بنا لیا۔"

"کیا واقعی ۔۔ ؟"

"یہ حقیقت تھی ۔۔" جنرل کیو کہنے لگا "ہماری حکومت

اس سے ایسی حرکت کی اُمید نہیں رکھتی تھی، لیکن اپنی طرف سے ہوشیار تھی۔ اور ایسے کسی بھی معاملے سے نپٹنے کے لئے پوری طرح مستعد بھی تھی۔ سائنسدان کی سی، آئی، بی کے ذریعے برابر نگرانی کرائی جا رہی تھی، جس سے سائنسدان باخبر تھا اور اسی لئے اس نے سی، آئی، بی کی آنکھوں میں صاف دُھول جھونک دی۔"

"کیا وہ فارمولہ ملک سے باہر بھیجنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔" جاوید حیرت سے بولا۔

"ہاں ۔۔"

"لیکن کیسے۔۔۔؟"

"یہ ہمیں کافی وقت گذرنے اور کافی بھاگ دوڑ اور سخت جدوجہد کے بعد پتہ چلا کہ سائنسدان نے اپنا وہ فارمولہ کیسے ملک سے باہر بھیجا۔"

"کیسے۔۔؟"

"ان سائنسدان نے اپنے فارمولے کے کاغذات کی ایک مائیکروفلم تیار کروائی اور تمام کاغذات کو ضائع کر دیا اور مائیکرو فلم مہاتما بدھ کے مجسمے میں کہیں چھپا دیا۔ مہاتما بدھ کا مجسمہ نیشنل میوزیم سے چوری ہو گیا۔ مجھے امید ہے اب ساری کہانی تم لوگوں کی سمجھ میں آ گئی ہو گی؟"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" زاہد بولا "وہ سائنسدان اس جرمن پر اس حد تک بھروسہ کرتا تھا کہ اتنی قیمتی چیز اس کے حوالے کر دی جو اسے ملک سے باہر نکال لے گیا اور آخر میں مارا گیا۔"

"ہم نے جو تحقیقات کروائی تھی۔ اس کی روشنی میں پتہ چلا ہے کہ سائنسدان جس کا نام وی پی سنگھ تھا کا اس جرمن سے پہلے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ کسی تیسرے شخص کے ذریعے اس جرمن کے قریب آیا تھا۔ دونوں کے تعلقات جو رنگ لائے اس سے ایک نہایت قیمتی راز مہاتما بدھ کے مجسمے کے ساتھ ہی اسمگلنگ ہو کر چلا گیا۔ اب ہم قطعی طور پر یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ اس جرمن کو اس بات کا علم تھا یا نہیں کہ مائیکروفلم مہاتما بدھ کے مجسمے کے اندر چھپی ہوئی ہے؟"

"کیا اس سلسلہ میں سائنسدان وی پی سنگھ سے پوچھ تاچھ کی گئی۔۔؟"

"جب تک ہمیں ان تمام حالات کی خبر ہوئی اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی اور سائنسدان وی پی سنگھ اس وقت تک ایک ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو چکا تھا۔ اس کی ناگہانی موت کے بعد اس کے ذاتی سامان کو نہایت باریک بینی سے جانچا گیا لیکن اس فارمولے کے متعلق کاغذات کا نام و نشان تک نہیں ملا۔ تب ہمیں شبہ ہوا تھا کہ سائنسدان وی پی سنگھ نے مذکورہ فارمولہ کسی دوسرے شخص کے حوالے کر دیا ہو گا۔ تب ہماری پوری مشینری حرکت میں آ گئی اور سخت جدوجہد کے بعد ہمیں وہ کہانی معلوم ہوئی جو میں تمہیں سنا چکا ہوں۔ اس کے بعد ہمارے دو ایجنٹ فرانسیسی کروڑپتی رو ہمر کے پاس اس مہاتما بدھ کے مجسمے کو کھنگالنے کے لئے بھیجے گئے۔ فرانس میں ہمارے ایجنٹوں نے نہایت ہوشیاری اور باریک بینی سے مجسمے کو کھنگال ڈالا۔ لیکن مائیکروفلم اس میں موجود نہیں تھی۔ تب ہی ہمیں یہ رپورٹ بھی ملی کہ اس مجسمے کا دھڑ تو اصلی ہے لیکن سر نقلی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہ مائیکروفلم اسی اصلی سر میں موجود تھی ــــــــ اس اصلی سر کی سرگرم تلاش کے بعد ہمیں یہ سراغ ہاتھ لگا کہ وہ نقلی دھڑ والا مجسمہ اوسلو میں مقیم چینی سفارتخانے کے تھرڈ سیکرٹری چن لیاؤ کے گھر میں موجود ہے۔"

"کیا چن لیاؤ کو نوادرات کا شوق ہے۔۔؟"

"نہیں ۔۔؟" جنرل کیو نے کہا۔ "بہت ممکن ہے اس نے اس مجسمے کو اپنے گھر کی سجاوٹ کے لئے خرید لیا ہو اور اسے اصل معاملہ یا راز کی کوئی خبر نہ ہو۔ اب صورتحال یہ ہے کہ سائنسدان وی پی سنگھ کے فارمولے کی مائیکروفلم اگر کہیں ہے تو چن لیاؤ کے گھر میں مہاتما بدھ کے مجسمے کے سر میں ہے اگر مائیکروفلم ہمیں وہاں سے بھی دستیاب نہیں ہوئی تو ہمارے لئے اس فارمولے سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھو لینے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں رہ جائے گا۔"

"میں سمجھ گیا سر! آپ کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اوسلو جا کر مہاتما بدھ کے مجسمے کے سر میں سے وہ مائیکروفلم تلاش کرنا ہے۔۔" کرنل زاہد بولا۔

"بالکل۔۔" جنرل کیو نے سر ہلایا "تم دونوں کے علاوہ اور کوئی یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا اسلئے میں تم دونوں کو اس مشن پر بھیج رہا ہوں لیکن یہ معاملہ آسان نہیں ہے تمہیں بہت ہی ہوشیاری اور حاضر دماغی سے کام لینا ہو گا ورنہ کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔" "آپ بے فکر رہیں سر۔۔" زاہد بولا۔

"تم دونوں کے سفر کا سب بندوبست ہو چکا ہے۔ کل صبح پانچ بجے کے پلین سے جو لندن کے لئے روانہ ہو گا اس میں برسلز تک کے لئے سیٹیں بک ہو چکی ہیں۔ وہاں سے تم دونوں کو کوپن ہیگن کے لئے دوسری فلائٹ پکڑنا ہو گی۔ کوپن ہیگن سے اوسلو کے لئے سیدھی ٹرین جاتی ہے۔۔۔ کیا تم سمجھ گئے ہو۔"

"اچھا لارج۔"

"ویری گڈ۔" جنرل کیو دونوں کی طرف دیکھ کر مسکرایا تھا۔

* * * * *

کوپن ہیگن ریلوے اسٹیشن پر رش بہت معمولی تھا۔

کرنل زاہد اور کیپٹن جاوید دونوں ایک کینٹین کے سامنے کھڑے گرم گرم کافی کے گھونٹ حلق سے نیچے اتار رہے تھے۔

برسیلز تک آنے میں انہیں کافی دیر ہوگئی تھی۔ کیونکہ لندن ائر پورٹ پر ہوائی جہاز میں کچھ نقص پیدا ہوگیا تھا۔ اس لئے وہ بڑی مشکل سے ہی کوپن ہیگن کے لئے دوسرا پلین لے سکے تھے

اتنے لمبے سفر نے انہیں کافی تھکا دیا تھا۔ جاوید پر بوریت بری طرح سوار تھی لیکن وہ خاموش ہی تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ زاہد کا موڈ بھی زیادہ خوشگوار نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

اچانک ایک لمبا چوڑا آدمی پلیٹ فارم پر نمودار ہوا اور کینٹین کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ ایک لمبا اوورکوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اور اس کی آنکھوں پر ایک نہایت قیمتی فریم کا چشمہ چڑھا ہوا تھا۔ اس کی چال ڈھال سے رئیسی ٹپک رہی تھی۔

کرنل زاہد نے نووارد کی طرف ایک نگاہ ڈالی اور پھر نہایت اطمینان سے کافی کے گھونٹ بھرنے لگا۔

اجنبی اوورکوٹ والا ان دونوں کے قریب آکر کھڑا ہوگیا

اس کی نظریں ایک لمحہ کے لئے زاہد اور جاوید پر جھکیں، پھر وہ ان کے اور قریب ہوتے ہوئے بولا۔

"کیا میں آپ سے چند باتیں کر سکتا ہوں؟"

زاہد اور جاوید دونوں اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"ضرور! فرمایئے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ برسلیز میں آپ سے رابطہ قائم نہ کر سکا کیونکہ میرا ایلچی کرپٹر کسی وجہ سے وہاں سے دیر سے پہنچا تھا۔"

زاہد حیرت سے اس اجنبی کی صورت تکے جا رہا تھا۔ یہی حال جاوید کا بھی تھا۔ کچھ دیر بعد زاہد بولا

"کیا آپ مجھے جانتے ہیں۔؟"

"نام سے واقف نہیں، لیکن باقی سب کچھ جانتا ہوں۔"

"مثلاً۔؟"

"مثلاً یہ کہ آپ اپنے ملک سے چوری کئے گئے مجسمہ کا سر تلاش کرنے نکلے ہیں، اور آپ کا سفر اوسلو تک کا ہے۔"

کرنل زاہد اور جاوید دونوں بری طرح چونک کر اوورکوٹ والے کو گھورنے لگے تھے۔

"لل.... لیکن تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہے۔؟"

"مجھے کیا نہیں معلوم۔" اوورکوٹ والے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "ایسی باتیں جاننے کے بہت سے طریقے ہیں کیا یہ سچ نہیں؟"

"کیا اپنا تعارف کرانا پسند کرو گے؟" زاہد بولا۔

"اس ناچیز کو روڈ ہمر کہتے ہیں۔"

"اوہ گاڈ۔" جاوید کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا تھا

* * * * * *

چند لمحوں تک سناٹا چھایا رہا۔

جاوید سوچ رہا تھا تو یہ ہے وہ کروڑپتی، نوادرات کا شوقین فرانسیسی۔ روڈ ہمر جس کے ہاتھ عبدالحسین نے اصلی دھڑ پر نقلی سر لگا کر مہاتما بدھ کا نایاب مجسمہ فروخت کر ڈالا تھا۔

اور اوورکوٹ والے فرانسیسی روڈ ہمر نے مسکرا کر کہا۔

"اب آپ لوگ اپنا تعارف کرا دیں تو اچھا رہے گا"

"مجھے زاہد کہتے ہیں۔" زاہد بولا "اور یہ میرے دوست جاوید ہیں۔"

"بہت خوب! آپ دونوں سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔"

روڈ ہمر نے باری باری زاہد اور جاوید سے ہاتھ ملایا تھا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں مسٹر روڈ ہمر؟" زاہد نے پوچھا۔

"یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ میں نوادرات کا بے حد شوقین ہوں۔ میرے پاس مہاتما بدھ کا ایک نایاب اور قیمتی مجسمہ موجود ہے جس کا دھڑ اصلی لیکن سر نقلی ہے۔ میں اس کا اصلی سر حاصل کرنا چاہتا ہوں اور یہ امید لے کر آپ لوگوں کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ آپ اس سلسلہ میں میری مدد فرمائیں گے۔"

"کیا آپ ایسا سمجھتے ہیں کہ ہم یہ کام کرنے کے لئے راضی ہو جائیں گے۔؟"

"کیا ایسا ممکن نہیں؟" روڈ ہمر جلدی سے بولا "میں نے اس مجسمے کا اصلی سر حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن جگہوں پر اپنے آدمی پھیلا رکھے ہیں۔ انڈیا میں خاص طور پر کیونکہ وہ مجسمہ وہیں سے آیا تھا۔"

زاہد ایک لمحہ تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

"کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ اس آدمی کو دوبارہ پکڑتے جس سے آپ نے وہ مجسمہ خریدا تھا۔؟"

"اب وہ مر چکا ہے۔" روڈ ہمر نے جواب دیا۔

"اوہ" "لیکن آپ کو ہمارے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"میرے آدمیوں نے مجھے خبر دی تھی کہ آپ کی حکومت

کا کوئی انتہائی اہم محکمہ بہت ہی راز داری کے ساتھ بہاتما بدھ کے اس چوری کیے گئے مجسمے کے بارے میں تفتیش کر رہا ہے۔ آپ کی حکومت یہ بھی جانتی ہے کہ اس مجسمے کا دھڑ میرے پاس ہے۔ کچھ لوگ میری آرٹ گیلری میں اس مجسمے کا معائنہ بھی کرنے آئے تھے اگر میں چاہتا تو ان لوگوں کو آسانی سے پکڑ سکتا تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ لوگ مجسمے سے زیادہ اس کے اندر چھپی ہوئی کسی خاص چیز کی تلاش میں ہیں۔"

"انہیں کس چیز کی تلاش تھی۔؟" زاہد نے روہمر کو ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا۔

"یہ میں نہیں جانتا مسٹر زاہد۔" روہمر بولا۔ "میرا خیال ہے آپ بھی اسی چیز کی تلاش میں مجسمے کا سر ڈھونڈنے آئے ہیں۔ کیا خیال ہے۔؟"

زاہد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ روہمر دوبارہ کہنے لگا۔

"جس وقت انڈیا کے ایجنٹ میری آرٹ گیلری میں مجسمے کا معائنہ کرنے آتے تھے تو میں نے اندازہ لگایا تھا کہ آپ لوگ ہی اب مجسمے کے اصلی سر کا بھی کوئی سراغ لگائیں گے اسی لئے میں نے اپنے آدمی اُن ایجنٹوں کے تعاقب میں لگا دیے تھے۔ اب مجھے پورا یقین ہے کہ آپ لوگ جان گئے ہیں کہ مجسمے کا سر کس کے پاس ہے۔ کیا آپ لوگ ناروے جا رہے ہیں؟"

"حیرت ہے آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہم لوگ کون ہیں اور کس مشن کے سلسلے میں یہاں آئے ہیں۔" زاہد کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ دونوں اسی سر کی تلاش میں ناروے کی راجدھانی اوسلو ہی جا رہے ہیں۔"

"نہیں۔ اور ہو سکتا ہے ہاں۔؟"

روہمر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"آپ ہم سے کوئی بات نہیں چھپا سکتے۔ میرے آدمیوں کے لیے یہ جان لینا کوئی مشکل نہیں ہوگا کہ آپ کی منزل کہاں ہے۔"

"مسٹر روہمر۔" جاوید غراتے ہوئے بولا "آپ بہت ہی خطرناک کھیل کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے اس کا احساس ہے اور میں ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"پھر۔؟"

"آپ لوگ سمجھ ہی گئے ہیں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔"

روہمر کہنے لگا۔ "میں اس کے لئے منہ مانگی قیمت دینے کیلئے تیار ہوں۔ بس مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ مجسمے کا اصلی سر کس کے پاس ہے۔۔۔؟"

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

زاہد نے گہری سانس لی اور روہمر سے کہنے لگا۔

"اصلی سر کہاں ہے، یہ بات تمہارے ایجنٹوں نے نہیں بتائی۔"

"بس یہی بات ہمارے ایجنٹ ابھی تک نہیں جان سکے ہیں۔" روہمر بولا "اسی لئے مجھے آپ لوگوں کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"سوری! اس سلسلہ میں ہم کوئی مدد نہیں کر سکتے۔" زاہد نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" روہمر بے رخی سے بولا۔ "اس مسئلہ کا کوئی دوسرا حل بھی ہو سکتا تھا، چلیئے، میں یہ آپ سے نہیں پوچھتا کہ مجسمہ کا سر کس کے پاس اور کہاں ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ سر کسی طرح مجھے لا دیجئے۔ اس کے معاوضہ کے طور پر آپ جتنی رقم چاہیں طلب کر سکتے ہیں۔"

"شکریہ! مجھے آپ کی یہ پیشکش منظور نہیں۔" زاہد سرد لہجے میں بولا۔

"آخر آپ کیا چاہتے ہیں۔" روہمر جھلاتے ہوئے بولا "مجھے معلوم ہے کہ آپ کو وہ سر نہیں چاہیے بلکہ اس کے اندر چھپی ہوئی کوئی خاص چیز چاہیے۔ پھر آپ کو انکار کیوں ہے۔؟"

"بس! میں یہ سودے بازی پسند نہیں کرتا۔"

اس جواب سے روہمر کا چہرہ غصّہ سے سرخ ہو گیا۔ اس نے زاہد کو گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ یہ مت سمجھ لیے کہ آپ غیر ملک میں ہیں مسٹر زاہد! اور اگر میں چاہوں تو آپ سے یہ راز زبردستی بھی اگلوا سکتا ہوں کہ وہ سر کہاں ہے۔"

"اچھا! تو آپ اب دھمکیوں پر اتر آئے۔" جاوید غصیلے لہجے میں بولا۔

"یہ دھمکی نہیں بلکہ مشورہ ہے۔"

"مشورے کے لئے شکریہ! اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔"

"او کے۔ او کے۔" روہمر نے گردن ہلائی اور زاہد کو گھورتے ہوئے اپنا پرس نکالا اور اس میں سے اپنا کارڈ

کھینچ کر زاہد کی طرف بڑھا دیا اور بولا۔

"یہ رہا میرا کارڈ! اگر آپ کا ارادہ بدل جائے تو آپ مجھے لے سر کے ساتھ اس پتے پر تشریف لا سکتے ہیں۔"

زاہد نے خاموشی سے کارڈ لے لیا۔

روہمر چند لمحوں تک کھڑا زاہد کو گھورتا رہا۔ پھر گھوم کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا جس طرف سے آیا تھا اسی طرف چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد زاہد جاوید سے بولا۔

"تم نے دیکھا، آج کل لوگ کتنے باخبر رہتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے اچھا نہیں ہوا۔ اس سے ہمارے کام میں سخت مشکلیں پیش آ سکتی ہیں۔"

"کیا اسے ہمارے مشن کے بارے میں بھی خبر ہے۔ یا صرف ہمیں انجان بن کر بے وقوف بنا رہا تھا۔؟"

"بہر حال اب ہمیں اس شخص سے ہوشیار رہنا پڑے گا۔" جاوید کہنے لگا "اور اب وہ ہمارے پیچھے اپنے آدمیوں کو ضرور لگائے گا۔"

"صاف ظاہر ہے۔" زاہد بولا "آؤ چلیں ٹرین آ رہی ہے۔"

"چلیئے۔"

چلتے چلتے زاہد نے روہمر کا دیا ہوا کارڈ دیکھا۔ اس پر خوبصورت لفظوں میں چھپا ہوا تھا۔

"جی۔ پی۔ روہمر۔ جارج ففتھ ہوٹل، پیرس۔"

زاہد نے مسکرا کر کارڈ اپنے کوٹ کی جیب میں رکھ لیا۔

٭٭٭

اوسلو سمندر کے کنارے بسا ایک خوبصورت شہر تھا۔ یہاں کے لوگ بہت ہی خوش اخلاق اور ملنسار تھے اور زیادہ تر مچھلیوں کا شکار کرتے تھے۔

کرنل زاہد اور جاوید اوسلو کے ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلے اور ٹیکسی پکڑ کر سیدھے ہوٹل برشل پہنچ گئے جہاں ساتویں منزل پر انہیں ایک ڈبل بیڈ والا کمرہ مل گیا۔ دونوں تھکے ہوئے تھے اس لئے جاتے ہی فوراً سو گئے۔

دونوں چار بجے اٹھے اور نہا دھو کر تیار ہو گئے۔

"جناب! کچھ پیٹ پوجا کا بھی خیال ہے یا نہیں۔" جاوید بولا۔

"ہے۔ لیکن یہاں کے لوگ لنچ نہیں لیتے۔ یہ خیال رکھنا صرف ڈنر لیتے ہیں اور لنچ میں سینڈوچ پر گزارہ کرتے ہیں۔"

"بہت عجیب لوگ ہیں۔" جاوید حیرت سے بولا تھا۔

"میں تو یہاں خوش رہ سکتا ہوں لیکن میری ڈیڑھ درجن مجبوریاں ہیں جن کو ہر وقت کھانا کھانے کی عادت ہے۔"

زاہد اسے لے کر گراؤنڈ فلور پر واقع ایک ریسٹورنٹ میں پہنچ گیا۔ جاوید کی طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ کیونکہ وہاں ناروے کا قومی لباس پہنے خوبصورت لڑکیاں بیروں سے پر سرو کر رہی تھیں۔

دونوں گوشے کی میز پر جا کر بیٹھے ہی تھے کہ ایک حسین لڑکی آرڈر لینے اُن کے پاس پہنچ گئی۔ جاوید کی باچھیں کھل گئیں

"یہاں کیا کیا ملتا ہے۔"

"جو آپ پسند کریں۔"

"مجھے تو آپ پسند ہیں۔"

"او وہا ئی بولتے۔" لڑکی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

زاہد نے جاوید کو گھورا اور کھانے کا آرڈر لکھوا دیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کی میز پر کھانا لگا ہوا تھا۔

"کھاؤ۔" زاہد جاوید سے بولا۔ "یہاں کا سب سے لذیذ کھانا ہے۔"

جاوید کھانے پر ٹوٹ پڑا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ دونوں پیدل ہی راؤس گیٹ پہنچے، اس سے تھوڑی ہی فاصلے پر وہ سڑک تھی۔ جس پر چینی سفارت خانے کی عمارت تھی اور اس سے ایک فرلانگ دور تھرڈ سیکرٹری کا فلیٹ تھا۔

زاہد اور جاوید ٹہلتے ہوئے چن لیاؤ کے فلیٹ کے سامنے سے گزرے یہ ایک بہت بڑا فلیٹ تھا جس میں کئی روم تھے۔ یہ فلیٹ ایک چار دیواری سے گھرا ہوا تھا اور جس میں لوہے کا پھاٹک نصب تھا۔

پھاٹک پر مقامی پولیس کی طرف سے مقرر گارڈ ہر وقت پہرہ دیتا رہتا تھا جو اس وقت بھی موجود تھا۔ فلیٹ کے عقب میں ڈبل گیراج تھا۔ لیکن پچھلی سمت اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

دونوں خاموشی سے واپس لوٹ آئے۔

اگلے تین دنوں تک دونوں نے اس فلیٹ کی نگرانی کرنے کے علاوہ اور کوئی دوسرا کام نہیں کیا اور وہاں سے کئی سود مند باتیں معلوم کرلیں۔ مثلاً فلیٹ میں شوفر، باورچی، مالی اور چپراسی کو ملا کر صرف آٹھ نوکر تھے۔ لیکن صرف ایک نیگرو ملازم کو چھوڑ کر باقی سب اپنے اپنے گھر چلے جایا کرتے تھے۔

وہ نیگرو ملازم بوقت ضرورت چن لیاؤ کی گاڑی سے بھی

ڈرائیو کر لیا کرتا تھا لیکن زیادہ تر وہ چن لیاؤ کے محافظ کے طور پر کام کیا کرتا تھا اور ہر وقت سائے کی طرح چن لیاؤ کے ساتھ چپکا رہتا تھا اور فلیٹ کی دوسری منزل اس کی رہائش گاہ تھی۔

نیگرو کے کمرے کی کھڑکی سے فلیٹ کا صدر دروازہ، چہار دیواری اور باہر سڑک کا منظر صاف دکھائی دیا کرتا تھا۔

چن لیاؤ کا بیڈ روم کہیں اندر تھا؟

چونکہ وہ علاقہ مختلف ملکوں کے نمائندوں کا تھا اس لئے وہاں پولیس کا سخت انتظام تھا اور گشتی گاڑیاں ہر وقت گزرتی رہا کرتی تھیں۔ یہ ایک بہت ہی اہم بات تھی کیونکہ اس سے فلیٹ کے اندر داخل ہونے میں گرفتار ہونے کا زبردست خطرہ تھا۔؟

زاہد کو چن لیاؤ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ اپنے فلیٹ میں تنہا رہنے کا عادی ہے۔ وہ رنڈوا تھا اور اس کی بیوی کو مرے کافی عرصہ بیت چکا تھا۔ اس کے بچے سوئٹزرلینڈ میں پڑھا کرتے تھے۔ وہ پارٹیاں دینے اور پارٹیوں میں جانے کا بے حد شوقین تھا اور وہ رات کو ڈیڑھ دو بجے سے پہلے کبھی نہیں سوتا تھا۔

زاہد اور جاوید نے کافی ہوشیاری سے ملازمین کے بارے میں تحقیقات کی اور وہ آخر میں اس نتیجے پر پہنچے کہ فرانسیسی ہاؤس کیپر کلارا کے علاوہ کسی سے بھی کسی قسم کی مدد حاصل کرنا ناممکن تھا۔

کلارا انتہائی خوبصورت پچیس سال کی ایک دلکش لڑکی تھی۔ جو برائے فرینڈز میں کافی دلچسپی لیا کرتی تھی۔ رات کو ٹھیک نو بجے وہ اپنی چھوٹی سی آسٹن میں سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہو جاتی تھی۔ اور فوبج پارک میں واقع اپنے فلیٹ میں پہنچ جاتی تھی وہاں سے نہا دھو کر اور نیا لباس پہن کر اپنے کسی دوست کو ساتھ لے کر تفریح کے لئے نکل جاتی تھی۔

زاہد اور جاوید دونوں نے یہ بات بھی خاص طور پر نوٹ کی تھی کہ کلارا ڈانس کی بے حد شوقین تھی اور زیادہ تر کلب مون لائٹ میں جایا کرتی تھی۔

ان دونوں نے یہ بھی پتہ چلا لیا تھا کہ کلارا کے پاس فلیٹ کے دونوں دروازوں کی چابیاں بھی رہتی ہیں۔؟

اس کے بعد زاہد کے لئے اس نتیجے پر پہنچنا ضروری ہو گیا کہ کلارا سے دوستی پیدا کی جائے اور اس سے نہ صرف وہ چابیاں حاصل کر کے نقلی چابیاں بنوائی جائیں بلکہ کسی وقت فلیٹ کی تلاشی لے کر یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ مہاتما بدھ کا مجسمہ کہاں رکھا ہے؟

کلارا سے دوستی بڑھانے کا کام جاوید کو سونپا گیا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ جاوید کی یہ سنتے ہی باچھیں کھل گئی تھیں۔

جاوید نے اپنی عادت کے مطابق بہت جلد کلارا سے راہ و رسم پیدا کر لی اور زیادہ وقت وہ کلب مون لائٹ میں اس کے ساتھ گزارنے لگا۔

ایک ہفتہ بعد جاوید نے آ کر زاہد کو یہ خوش خبری سنا دی کہ آج کلارا نے اپنے فلیٹ پر مدعو کیا ہے۔

ٹھیک نو بجے تیار ہو کر جاوید ہوٹل سے باہر نکل گیا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

زاہد ہوٹل میں تنہا تھا۔

اچانک کسی آہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے کوئی آواز نکالے بغیر اس کی طرف کان لگا دیے۔ اسے فوراً ہی احساس ہو گیا کہ کوئی کھڑکی کھولنے کی کوشش کر رہا ہے؟

چند لمحوں تک زاہد پڑا کچھ سوچتا رہا پھر وہ آہستگی سے اٹھا اور میز پر سے گل دان اٹھا کر ہاتھ میں لے لیا اور اندھیرے میں دبے پاؤں چلتا ہوا کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنی سانس بھی روک رکھی تھی۔

باہر سے بیٹھے ہوئے شخص کا سایہ کھڑکی کے شیشے پر پڑ رہا تھا جو کھڑکی کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

زاہد نہایت خاموشی سے انتظار کرنے لگا۔

آہستہ آہستہ کھڑکی کے پٹ کھلنے لگے۔ اس کے بعد ایک تاریک سایہ کھڑکی سے نکل کر کمرے کے دبیز قالین پر کود گیا۔۔۔ اور پھر اس سے قبل کہ وہ سیدھا ہوتا۔ زاہد نے گلدان اس کے سر پر دے مارا۔

سائے کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سی کراہ نکلی اور وہ لہرا کر قالین پر ڈھیر ہو گیا۔

ٹھیک اسی لمحہ کسی نے اس کے اوپر چھلانگ لگائی اور دو مضبوط ہاتھوں نے اس کی گردن دبوچ لی۔

اب زاہد کو اپنی غلطی کا احساس ہوا ظاہر تھا کہ کھڑکی پر دو آدمی تھے ایک آدمی کو اس نے نظر انداز کر دیا تھا۔ اسی لئے دھوکہ کھا گیا۔

اچانک دوسرے آدمی کے وزن سے زاہد کی ٹانگیں مڑ گئی تھیں۔ اس لئے دونوں ایک دوسرے سے الجھے ہوئے قالین پر گرے۔ زاہد اب اپنی گردن کو اس آدمی کی گرفت سے آزاد کرانے کے لئے زور لگا رہا تھا لیکن وہ جیسے فولادی شکنجے میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ دونوں زور آزمائی کرتے ہوئے سامنے کی دیوار سے ٹکرائے۔

ٹھیک اسی لمحہ پہلے والا بدمعاش ہوش میں آکر اٹھ کھڑا ہوا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندھیرے میں زاہد اور اپنے ساتھی کو گتھے ہوئے دیکھنے لگا، جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو کر ان میں اس کا ساتھی کون سا ہے ...؟

زاہد بڑی مشکل سے اپنے شانوں پر سوار بدمعاش کو لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ بدمعاش کی ٹانگیں اس کی کمر کے گرد لپٹی ہوئی تھیں اور اس کا ایک بازو اس کی گردن کو جکڑے ہوئے تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ زاہد کی کنپٹی پر مسلسل مکے برسا رہا تھا...؟

کرنل زاہد کمرے کے درمیان میں پہنچ کر تیزی سے دیوار کی طرف بھاگا اور دوسرے لمحہ بدمعاش اتنی زور سے دیوار سے ٹکرایا کہ بدمعاش کے حلق سے ایک تیز چیخ نکل گئی اور اس کی گرفت زاہد کے اوپر سے ڈھیلی پڑ گئی اور وہ بے جان چھپکلی کی طرح نیچے گر پڑا۔

زاہد نے اس پر ہی بس نہیں کی بلکہ پاؤں کی ایک زبردست ٹھوکر اور اس کے اوپر جما دی۔ بدمعاش بے ہوش ہو کر ساکت ہو گیا۔

پہلا بدمعاش اب دھیرے دھیرے زاہد کی طرف بڑھنے لگا تھا لیکن زاہد نے اسے حملہ کرنے کا موقع نہیں دیا اور تیزی سے اس کی طرف جھپٹا اور کسی بیل کی مانند اس نے اپنا سر اس کے پیٹ سے دے مارا، پہلا بدمعاش تکلیف سے چلایا اور دوہرا ہوتا چلا گیا۔ زاہد نے پوری قوت سے اس کی گردن پر کراٹے کا وار کیا وہ بھی لہرا کر اس کے قدموں میں بے ہوش ہو کر گر پڑا؟

زاہد نے ہانپتے ہوئے دیکھا۔ کمرے کے وسط میں پڑے بدمعاش کے ہاتھ میں ایک ریوالور بھی دبا ہوا تھا آگے بڑھ کر ریوالور زاہد نے اپنے قبضے میں لے لیا اور اس کے بعد باری باری دونوں کی تلاشی لینے لگا۔

پہلے والے بدمعاش کی جیب سے ایک سگریٹ کا پیکٹ اور ایک لائٹر اور ایک کنگھا اور چند نوٹ نکلے۔

دوسرے بدمعاش کی جیب سے تقریباً ویسی ہی چیزیں برآمد ہوئیں، لیکن ان میں دو چیزیں اور بھی تھیں.... ایک تو بڑا سا خطرناک چاقو، جو کھٹکے سے کھلتا تھا اور دوسرا ایک ڈرائیونگ لائسنس جس میں اس کا نام ہاکن لکھا ہوا تھا۔

زاہد نے دونوں کی ٹائیاں اور کمر سے پیٹیاں اتاریں اور ان سے ان ہی کو باندھ کر ڈال دیا۔ پھر اس نے پہلے والے کو کندھے پر اٹھایا اور باتھ روم میں لے جا کر ڈال دیا اور دروازہ بند کر کے ہاکن کے پاس آ گیا۔

ایک کرسی کھینچ کر وہ ہاکن کے پاس بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ کا ریوالور اپنی گود میں رکھ کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگا؟

٭ ٭ ٭ ٭

تقریباً نصف گھنٹہ بعد ہاکن کو ہوش آیا۔
کمرے میں تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ زاہد نے ٹیبل لیمپ کا رُخ اسی کے چہرے کی طرف کر رکھا تھا۔
ہاکن ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔
زاہد نے اپنی گود میں رکھا ہوا ریوالور اپنے ہاتھ میں لے لیا ہاکن کمرے میں چاروں طرف اپنے ساتھی کو تلاش کر رہا تھا۔
"تم شاید اپنے ساتھی کو ڈھونڈ رہے ہو۔" زاہد دھیرے سے بولا۔ "میں نے اس سے کچھ سوال پوچھے تھے اس نے جواب نہیں دیا اس لیے میں نے اُسے اُٹھا کر کھڑکی سے نیچے پھینک دیا ہے۔ ساتویں منزل سے نیچے...؟"
شدید حیرت سے ہاکن کی آنکھیں پھیل کر رہ گئیں۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے بے اختیار کھڑکی کی طرف دیکھا۔
"بیٹھ جاؤ..." زاہد نے اس سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔
لیکن ہاکن کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ زاہد نے ریوالور اپنی انگلی پر نچاتے ہوئے کہا۔
"ہاں اب فوراً شروع ہو جاؤ..."
ہاکن اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا تھا۔
"اگر تم نے فوراً اپنی زبان نہیں کھولی تو میں تمہیں تمہارے ساتھی کے پاس پہنچا دوں گا۔"
"سنئے! ہم آپ کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تھے۔" ہاکن دھیرے دھیرے کہنے لگا "ہمیں تو صرف آپ کے کمرے میں داخل ہونے کا حکم ملا تھا؟"
"کیوں...؟" زاہد کی نظریں ہاکن کے چہرے پر جم گئیں۔
"ہمیں آپ کے کمرے کا سامان چرا کر اس شخص کے حوالے کرنا تھا ہمارا خیال تھا کہ آپ کمرے میں موجود نہیں ہیں...."
"اب تم اس شخص کے بارے میں بتاؤ جس نے تمہیں یہاں بھیجا تھا؟"
"میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔" ہاکن بولا۔
زاہد نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔
"میں سچ کہہ رہا ہوں..." ہاکن جلدی سے بولا "میں واقعی اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہماری اس سے ملاقات ساحلی علاقے پر ایک کیبن میں ہوئی تھی۔ اس نے ہمیں آپ

کرے کا نمبر بتا کر کہا تھا کہ آپ کا سامان چرا کر لا دوں گا۔"

"وہ سامان تمہیں لے جا کر کہاں دینا تھا؟" زاہد نے پوچھا۔

"اسی کیبن میں ــ" ہاکن بتانے لگا۔ "سامان کے ساتھ ہمیں رات کے ایک بجے وہاں پہنچنا تھا۔ اس آدمی نے کہا تھا کہ سامان لینے وہ خود آئے گا یا اپنے کسی آدمی کو بھیجے گا۔"

زاہد نے اپنی گھڑی میں ٹائم دیکھا۔ سوا بارہ بجے تھے۔ جاوید کو اب تک واپس آجانا چاہیئے تھا لیکن وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ زاہد کو لگا جیسے وہ کہیں کسی مصیبت میں تو گرفتار نہیں ہو گیا۔ کہیں اس کے کمرے کا نمبر اور ہوٹل کا نام جاوید سے ہی تو نہیں اگلوایا گیا تھا؟

"اس آدمی کا کیا حلیہ تھا؟" زاہد نے سوال کیا۔

"میں اس کی شکل اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔ کیونکہ کیبن میں اندھیرا تھا۔"

"اس کا قد کتنا رہا ہوگا۔۔؟"

"وہ.... ایک دراز قد آدمی تھا۔"

"کیا وہ آنکھوں پر چشمہ لگائے ہوئے تھا اور اوورکوٹ پہنے تھا؟"

"جی نہیں۔"

زاہد نے گہرا سانس لیا۔ اگر ہاکن غلط نہیں کہہ رہا تھا تو وہ شخص روہمر نہیں ہو سکتا تھا۔ ویسے روہمر اپنا ایجنٹ ضرور بھیج سکتا تھا۔ لیکن زاہد کے دماغ میں یہ بات نہیں بیٹھ رہی تھی کہ ہاکن جیسے آدمیوں سے روہمر جیسا کوئی تعلق رکھے؟

"کیا وہ فرانسیسی تھا؟"

"جی نہیں ــ"

"تمہارے خیال میں وہ آدمی کس ملک کا ہو سکتا تھا؟"

"بہت ممکن ہے کہ وہ کوئی ایشین رہا ہو، لیکن افریقن ضرور ہو سکتا تھا۔"

"اچھا ہاکن یہ بتاؤ اگر تمہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ میں کمرے میں ہوں تو تم کیا کرتے؟"

"تو پھر ہم خاموشی سے واپس چلے جاتے ــ" ہاکن کہنے لگا "اور اس آدمی کو جا کر بتا دیتے کہ آج کام نہیں ہو سکا۔"

"تمہیں ہر حالت میں آج ایک بجے وہاں اس سے ملنا ہے؟"

"جی ہاں۔" ہاکن بتانے لگا "ہمیں ٹھیک ایک بجے رات کو ساحلی کیبن میں جا کر بیٹھ جانا ہے۔ وہ خود یا اس کا کوئی آدمی ملنے آئیگا۔"

"کیا تم جھوٹ بول رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں جناب! ہم معمولی چور ہیں۔ چھوٹی موٹی رقموں کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی جان پیاری ہے۔ ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔" ہاکن افسردہ لہجے میں بولا "آپ نے ہمارے دوست کو نیچے پھینک دیا۔ بے چارہ۔۔"

زاہد نے محسوس کیا کہ ہاکن جھوٹ نہیں بول رہا ہے۔ یہ یقینی بات تھی کہ وہ پراسرار آدمی رات ایک بجے ہاکن اور اس کے ساتھی سے ساحلی کیبن پر ملنے والا تھا۔ اگر یہ لوگ وہاں ایک بجے تک نہیں پہنچے تو اس آدمی کو شک ہو جائے گا اور ہوشیار ہو جائیگا۔

اگر بالفرض جاوید اس اجنبی کی قید میں تھا تو ایک بجے تک ہاکن اور اس کے ساتھی کی رپورٹ ملنے تک بالکل محفوظ تھا۔

اب زاہد کو جو کچھ بھی کرنا تھا ایک بجے سے پہلے کرنا تھا۔ ایک بجے کے بعد شاید دشمن جاوید سے چھٹکارا حاصل کرنے میں ہی بہتری سمجھے گا۔

زاہد سوچنے لگا کہ جاوید دشمن کے پھندے میں کیسے پھنس گیا، پھر اسے کلارا کا خیال آیا... کلارا سے بھی یہ بات معلوم ہو سکتی تھی۔

"ٹھیک ہے ہاکن ــ" زاہد نے اس سے کہا "میں تمہاری بات پر یقین کئے لیتا ہوں۔ اب تم آزاد ہو۔"

"تھینکس سر ــ" ہاکن نے خوش ہو کر کہا۔

"اور تمہارا ساتھی باتھ روم میں پڑا ہے، جا کر اسے بھی آزاد کرا دو ــ" زاہد بولا۔

ہاکن خوشی سے باتھ روم میں گیا اور تھوڑی دیر میں ہی اپنے ساتھی کو لے کر واپس آگیا۔

دونوں نے زاہد کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔

ان کے جاتے ہی زاہد نے کپڑے بدلے اور کمرے سے باہر نکل کر اس نے قفل لگایا اور لفٹ کے ذریعے نیچے اتر گیا۔ ٹیکسی سامنے ہی کھڑی تھی۔ زاہد نے دروازہ کھلوایا اور پچھلی سیٹ پر ڈھیر ہوتے ہوئے بولا۔

"چلو...."

ٹیکسی فراٹے بھرنے لگی تھی۔

* * * *

ٹیکسی ایک پانچ منزلہ عمارت کے سامنے آکر رک گئی۔ زاہد نے نیچے اتر کر ایک نوٹ ٹیکسی ڈرائیور کو تھمایا اور عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ایک پرانی عمارت تھی۔

گیلری میں بہت سے لیٹر بکس نصب تھے ان میں سے ایک پر کلارا کا نام بھی لکھا ہوا تھا اور فلیٹ کا نمبر بھی۔

زاہد سیدھا چوتھی منزل پر پہنچ گیا۔ گیلری میں کافی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور سارے دروازے بند تھے۔ زاہد نے دیکھا وہ

ایک گاؤن پہنے ہوئے تھی اور ابھی ابھی سو کر اٹھ کر آئی تھی۔ وہ ظاہر بھی کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن زاہد کی گہری نظروں سے اس کے بالوں کی حالت چھپی نہ رہ سکی جو اپنی جگہ سے نس سے مس نہ ہوتے تھے۔۔ بالکل درست حالت میں تھے۔

"کیا چاہیئے۔۔؟"

زاہد نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن اسی وقت اندر سے تمباکو کا بھبکا آیا جو زاہد کی ناک میں گھس گیا۔ اندر شاید کوئی سگار پی رہا تھا۔۔!

"ارے؟ کیا گونگے ہو۔۔؟"

زاہد نے نہایت پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ ایک ہاتھ سے اس نے کلارا کا منہ دبوچا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر تھام لی اس نے اپنی کہنی سے دروازہ بند کیا اور کلارا کو لئے لئے اندر گھس گیا!

کلارا زاہد کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے بری طرح پھڑپھڑا رہی تھی۔

برآمدے کو پار کر کے زاہد آگے بڑھا اور ایک شاندار ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔ جس کے ایک گوشے میں ٹیبل لیمپ جل رہا تھا۔ اس میں دو دروازے تھے جن میں سے ایک بند تھا۔ کھلے دروازے سے سگار کی بو آ رہی تھی اور روشنی بھی ہو رہی تھی۔

"کلارا۔۔" اندر سے بھاری آواز آئی۔

کلارا کے حلق سے گھوں گھوں کی سی آواز نکلنے لگی۔ زاہد نے اپنی گرفت اس کے اوپر اور زیادہ مضبوط کر دی۔

اسی لمحے دروازے پر ایک عظیم و جسیم سایہ نمودار ہوا۔۔ ٹیبل لیمپ کی روشنی اس تک بالکل بھی نہیں پہنچ رہی تھی اس لئے زاہد اس کی شکل نہیں دیکھ سکا۔ دوسرے ہی لمحے زاہد نے کلارا سمیت فرش پر چھلانگ لگائی تھی۔

اچانک فائر کی آواز گونجی اور گولی زاہد کے سر کے اوپر سے سنسناتی ہوئی گزر گئی۔۔!

زاہد نے کلارا کو ایک طرف پھینکا اور فوراً اپنا ریوالور نکال لیا اور کلارا کے اوپر سے چھلانگ لگا کر اس کے پیچھے پہنچ گیا۔

کلارا اس وقت تک بے ہوش ہو چکی تھی۔ زاہد اس وقت جہاں تھا وہاں تک ٹیبل لیمپ کی روشنی بھی نہیں پہنچ رہی تھی۔ ظاہر تھا دروازے پر کھڑا آدمی اسے بھی صاف طور پر نہیں دیکھ پا رہا ہوگا۔

زاہد نے دروازے کی طرف اپنے ریوالور کا رخ کیا لیکن اس کے فائر کرنے سے پہلے ہی وہ سایہ غائب ہو چکا تھا۔

اچانک اندر والے کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ زاہد اچھل کر بیٹھ گیا اور دروازے کی چوکھٹ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنے لگا۔ اسے سائے کا دروازے پر دوبارہ ظاہر ہونے کا انتظار تھا۔

دفعتاً اندھیرے میں ایک ہلکی سی چاپ ابھری اور دوسرے ہی لمحے کوئی چیز ڈرائنگ روم میں رکھے ٹیبل لیمپ سے ٹکرائی۔

نتیجے میں ٹیبل لیمپ گر پڑا اور اب ڈرائنگ روم میں بھی گھپ اندھیرا چھا چکا تھا۔

زاہد کے کان اب ہلکی سی آہٹ سننے کے لئے لگے ہوئے تھے۔ وہ دھیرے سے کلارا کے پاس سے اٹھا اور جھکا جھکا چلتا ہوا ڈرائنگ روم کی چوکھٹ تک پہنچ گیا اور وہیں قریب پڑی ایک میز کی آڑ میں ہوتے ہوتے بولا۔۔

"اسے۔۔ میری بات سن رہے ہو؟"

لیکن اندر گہری مکمل خاموشی طاری رہی۔

"سنو، تم ایک فائر کر چکے ہو۔ اب اور گولیاں میں چلاؤں گا۔ فائرنگ کی آواز سن کر اس عمارت کا کوئی نہ کوئی شخص پولیس کو ضرور فون کرے گا۔"

"تم کیا چاہتے ہو۔۔؟" اندر اندھیرے میں سے ایک بھرائی ہوئی سی آواز ابھری۔

"سنو۔۔" زاہد تحکمانہ لہجے میں بولا "میں ابھی اپنا ریوالور کلارا پر خالی کر دوں گا اور زور زور سے شور مچا کر لوگوں کو جمع کر لوں گا اور ریوالور سے اپنی انگلیوں کے نشان مٹا کر یہیں پھینک دوں گا۔ ویسے یہ ریوالور میرا ہے نہیں۔۔۔ میں چونکہ دروازے کے قریب ہوں اس لئے لوگوں کے آنے سے پہلے یہاں سے کھسک بھی سکتا ہوں لوگوں نے یا پولیس نے اگر تمہیں یہاں کلارا کی لاش کے ساتھ پکڑ لیا تو تم خود جانتے ہو کہ تمہارا حشر کیا ہو سکتا ہے۔"

اندر سے جواب نہیں ملا۔

"اچھا تو میں کلارا پر گولیاں برسانا شروع کرتا ہوں!"

"ٹھہرو۔۔" اندر سے کہا گیا۔ لیکن آواز بالکل قریب سے آئی تھی۔

زاہد نے اندازے سے اس جانب اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ آواز پھر آئی "تم کیا چاہتے ہو؟"

"پہلے روشنی کرو تاکہ میں تمہیں دیکھ سکوں۔"

"نہیں۔ میں روشنی نہیں کروں گا" آواز آئی "میری صورت دیکھنا تمہارے لئے ضروری نہیں ہے۔ بات چیت اندھیرے میں بھی ہو سکتی ہے۔"

اب زاہد کو اس کی آواز سن کر احساس ہونے لگا تھا جیسے وہ یہ آواز پہلے بھی کہیں سن چکا ہے۔ لیکن کہاں یہ اسے یاد نہیں آیا۔ اس نے دوبارہ تحکمانہ لہجے میں کہا "تم پہلے روشنی کرو۔"

"ہرگز نہیں۔ جو کچھ کہنا ہے اندھیرے میں ہی کہو۔ بولو،

کیا چاہتے ہو ؟"

"کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں ؟" زاہد نے کہا۔

"کون سی معلومات ۔۔ ؟"

"جاوید کہاں ہے ۔۔ ؟"

"اچھا ! تو یہ بات ہے ۔۔ ؟" اندھیرے میں سے ایک قہقہہ پھوٹ پڑا تھا !

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

زاہد نے کچھ لمحوں تک انتظار کیا ، اس کے بعد بولا ۔

"تم اپنے آپ کو زیادہ چالاک ظاہر کرنے کی کوشش مت کرو ، موت تمہارے سر پہ کسی بھی وقت پہنچ سکتی ہے ۔"

"کیا مطلب ؟"

"تم اس وقت اندر کمرے میں نہیں ہو ۔" زاہد کہنے لگا "تم اس وقت یہیں ڈرائنگ روم میں موجود ہو اور آہستہ آہستہ نہایت ہوشیاری سے میری طرف بڑھ رہے ہو اور اب اگر تم ایک انچ بھی آگے بڑھے تو میں تمہاری طرف گولیاں برسانا شروع کر دوں گا ۔"

"نہیں ۔۔۔ تم ایسا نہیں کرو گے ۔۔ ؟"

"تو پھر میرے سوال کا جواب دو ۔" زاہد بولا "جاوید کہاں ہے ۔۔ ؟"

وہ میرے قبضہ میں ہے لیکن بالکل محفوظ ہے ۔ میں اس سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہ بہت ہی ضدی ہے ۔ اپنی زبان کھولنے کے لئے تیار نہیں ۔ میں اس سے اپنی مخصوص معلومات حاصل کر کے اسے رہا کر دوں گا ۔"

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو ۔۔ ؟"

"اگر تم وہ معلومات مجھے مہیا کر دو گے تب بھی میں جاوید کو چھوڑ دوں گا ۔ بتاؤ تم لوگ چن لیاؤ میں کیوں دلچسپی لے رہے ہو ؟"

"ایک خاص وجہ سے چن لیاؤ میں دلچسپی لے رہے ہیں ۔"

زاہد کہنے لگا "کیا تم بھی اس میں دلچسپی رکھتے ہو ۔ اگر ہم دونوں کا مشن ایک نہیں ہے ۔ تب ہمارا آپس کا کوئی جھگڑا نہیں ۔"

"اور ہم دونوں کا مشن ایک ہوا تب ؟"

"تب بھی کوئی نہ کوئی سمجھوتے کا حل نکل سکتا ہے ۔" زاہد بولا "اب پہلے تم بتاؤ ، تمہارا کیا مشن ہے ؟"

"نہیں ، تم اپنا مشن بتاؤ ۔" اجنبی نے کہا ۔ "یہ مت بھولو کہ تمہارا ایک ساتھی میرے قبضہ میں ہے ، ہم زبردستی اس سے سب کچھ اگلوا سکتے ہیں ۔"

"لیکن جب میں تمہیں اس لائق چھوڑوں گا تب نا ۔"

"نہیں : تم ہمیشہ مجھے یہاں روک کر نہیں رکھ سکتے ۔ اگر میں اپنے مقررہ وقت تک اپنے ٹھکانے پر نہیں پہنچا تو تمہارے ساتھی کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا ۔"

زاہد ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گیا ۔

"معلوم ہوتا ہے ، اب تمہیں عقل آ گئی ہے ۔" اجنبی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اب بولو تم چن لیاؤ کے پیچھے کیوں پڑے ہو ۔"

"لیکن میں تمہیں ایک نہایت سنسنی خیز خبر سنانا چاہتا ہوں ۔" زاہد بولا ۔

"کیا ۔۔ ؟"

"وہ یہ کہ میں تمہیں پہچان چکا ہوں پیارے راجر ۔۔ ؟"

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

ایک لمحہ کے لئے گہری خاموشی چھا گئی ۔

"تم اپنی آواز کو کتنا ہی بدلنے کی کوشش کیوں نہ کرو راجر" زاہد نے دوبارہ کہا "لیکن میں نے تمہیں پہچان لیا ہے ۔۔۔ سی آئی اے ایجنٹ ۔۔"

دوسری طرف سے پھر کوئی جواب نہیں ملا ۔

"اب تو روشنی کر دو پیارے ۔" زاہد بولا ۔

جواب میں اچانک کوئی چیز زاہد سے آ کر ٹکرائی ۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کہیں اندھیرے میں جا گرا اور وہ اپنے ساتھ لپٹنے والے سے بھڑ گیا ۔

"میں نے اسے پکڑ لیا ہے ۔۔۔" کلارا زور سے چلائی "راجر میں نے اسے پکڑ لیا ہے ۔"

زاہد کی یہ غلطی تھی کہ وہ کلارا کو بھول ہی گیا تھا ۔ پتہ نہیں اسے کب ہوش آیا تھا اور اب وہ کسی چھپکلی کی طرح اس سے چپکی ہوئی تھی زاہد اپنے آپ کو اس کی گرفت سے آزاد کرانے کے لئے زور لگانے لگا ۔

ایک کھٹکا سا ہوا اور کوئی چیز الٹ کر نیچے گری اور پھر دھپ دھپ کرتا ہوا کوئی بھاگنے لگا ۔ اس کے بعد فلیٹ کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز کے بعد سناٹا چھا گیا ۔

زاہد نے بڑی مشکل سے کلارا کو اپنے آپ سے چھڑایا اور دروازے کی طرف تیزی سے بھاگا لیکن اسی وقت کلارا نے اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی ۔ زاہد اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور فرش پر ڈھیر ہو گیا لیکن گرتے گرتے بھی اس نے پلٹ کر دوسری ٹانگ کی ٹھوکر کلارا پہ رسید کر دی تھی ۔ کلارا الٹ کر دور جا گری ۔

وہ سنبھل کر اٹھا اور دروازہ کھول کر گیلری میں آ گیا ۔ راجر کا دور دور پتہ نہ تھا ۔ وہ لفٹ تک پہنچا ، لفٹ تیزی سے نیچے جاتی ہوئی دکھائی دی ۔

زاہد پلٹ کر فلیٹ کی طرف بھاگا۔ اب راجہ کے تعاقب میں بھاگنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ سے کلارا بھی نکل چلی۔

کلارا اس وقت تک فلیٹ سے نکل کر دوسری جانب سیڑھیوں کی طرف بھاگنے لگی تھی۔ زاہد نے اسے دبوچ لیا۔ اور اسے اٹھا کر واپس فلیٹ کے اندر لے آیا اور ڈرائنگ روم میں روشنی کر دی۔

زاہد نے کلارا کو صوفے پر پھینک کر نیچے پڑا ہوا ریوالور اٹھا لیا اور بولا۔

"دیکھو وقت برباد کرنے کا موقع نہیں ہے، فوراً بتاؤ جاوید کہاں ہے۔۔۔؟"

کلارا صوفے پر پڑی ہانپتی رہی۔

زاہد نے اس کے بال اپنی مٹھی میں جکڑ لئے اور زور سے جھٹکا دیا۔ کلارا نے چلانے کے لئے منہ کھولا تو زاہد نے ریوالور کی نال اس کے منہ میں گھسیڑ دی۔

"جلدی بتاؤ۔ جاوید کہاں ہے؟"

کلارا نے سر ہلایا تو زاہد نے نال اس کے منہ میں سے نکال لی اور کہنے لگا۔

"اس کا پتہ بتاؤ؟"

کلارا نے کچھ کہا لیکن زاہد کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے کلارا سے کہا۔

"تم کاغذ پر لکھ کر دو۔"

کلارا نے میز پر سے کاغذ اور قلم اٹھایا اور جلدی جلدی کچھ لکھ کر زاہد کی طرف بڑھایا۔ زاہد نے دیکھا کاغذ پر تحریر تھا۔

"ہاؤس نمبر ۲۱، شلوز گیٹ۔"

"کیا یہ صحیح ہے؟"

"ہاں۔"

"اگر دھوکا ہوا تو۔۔۔؟"

"نہیں۔ دھوکا نہیں ہے۔" کلارا نے انگلش میں جواب دیا۔

"سمجھ لو، اگر یہ پتہ غلط ثابت ہوا تو میں واپس آکر تمہیں شوٹ کر دوں گا۔" زاہد نے کہا۔

کلارا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

زاہد نے فلیٹ میں ایک رسی تلاش کی اور اس سے کلارا کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے ٹائی باندھ دی۔ پھر اس نے کلارا کو اٹھایا اور بیڈ روم میں لے جا کر ڈال دیا۔

اس کے بعد اس نے بیڈ روم کا جائزہ لیا۔ راجہ کے ادھ جلے سگار کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔

زاہد گردن ہلا کر واپس چل دیا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

ابھی ایک بجنے میں پندرہ منٹ باقی تھے۔

شلوز گیٹ پہنچ کر ۲۱ نمبر کی عمارت تلاش کرنا زاہد کے لئے زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ ساحلی علاقے کا کیبن نما ہوٹل تھا۔ اس کے سامنے ایک وین کھڑی تھی جس کا زیادہ حصہ ترپال سے ڈھکا ہوا تھا۔

ہوٹل سے تھوڑی دور ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ خود کرنل زاہد موجود تھا اور نگرانی کر رہا تھا۔

وہ ابھی ابھی یہاں پہنچا تھا اور وین کو دیکھ کر ٹھٹکا تھا پھر اس نے وہیں ٹھہرنا مناسب سمجھا۔

تھوڑی دیر بعد ہوٹل کی عمارت سے دو آدمی گول لپٹا ہوا قالین اپنے کاندھوں پر اٹھائے باہر نکلے اور وین کی طرف بڑھنے لگے۔

زاہد سنبھل کر بیٹھ گیا۔

وین کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی باہر کود کر قالین لانے والوں کا انتظار کرنے لگا۔ جب دونوں بوجھ اٹھائے قریب آئے تو اس آدمی نے وین کا ترپال اٹھا دیا۔ دونوں آدمیوں نے لپٹا ہوا قالین وین میں رکھ دیا اور خود بھی اس میں سوار ہو گئے۔ ترپال ٹھیک کر کے تیسرا شخص دوبارہ سیٹ پر جا بیٹھا۔

وین کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ ایک طرف چل پڑی۔

"دیکھو!۔" زاہد ڈرائیور سے بولا۔ "اس وین کا پیچھا کرنا ہے۔ لیکن ہوشیاری سے، تمہیں انعام ملے گا۔"

"لیکن جناب۔۔۔۔؟"

وقت برباد ہو رہا تھا۔ کیونکہ وین کافی آگے نکل گئی تھی اس لئے زاہد نے پھرتی سے اپنا ریوالور نکال لیا اور اسے ڈرائیور کو دکھایا۔ ڈرائیور نے خوفزدہ ہو کر فوراً ہی اپنی ٹیکسی وین کے تعاقب میں لگا دی۔

"جناب کوئی خطرے والی بات نہیں؟"

"بالکل نہیں، تم نے نہیں دیکھا قالین میں شاید کسی کا جسم لپٹا ہوا تھا جو وہ لوگ کہیں لے جا رہے ہیں۔" زاہد نے کہا۔ "وہ میرا ساتھی بھی ہو سکتا ہے جو ان لوگوں نے پکڑ لیا ہے۔"

ڈرائیور مطمئن ہو کر ٹیکسی کو نہایت ہوشیاری سے وین کے تعاقب میں لگائے ہوئے تھا۔ وین اکسلو کی مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی مخالف سمت بھاگی جا رہی تھی۔ پھر وہ پندرہ منٹ بعد ایک دو منزلہ عمارت کے کپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔

ٹیکسی ڈرائیور نے سوالیہ نگاہوں سے زاہد کی طرف دیکھا زاہد نے اسے آگے لے جا کر ٹیکسی روکنے کا اشارہ کیا۔

زاہد کی ٹیکسی جب عمارت کے سامنے سے گزری تو اس نے دیکھا دین ایک گیراج کے سامنے کھڑی تھی اور ایک آدمی گیراج کا دروازہ کھول رہا تھا۔

تقریباً پچاس گز آگے جانے کے بعد ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔ زاہد نے ڈرائیور کو کرائے کے علاوہ پچاس کا نوٹ انعام میں دیا اور پیدل ہی عمارت کی طرف چلنے لگا۔

زاہد عمارت کے سامنے پہنچا۔ دین اب کپاؤنڈ میں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ گیراج میں چلی گئی ہے زاہد نہایت اطمینان سے عمارت کے کپاؤنڈ میں داخل ہو گیا اور دبے قدموں اس گیراج کی طرف بڑھنے لگا۔ جس کا دروازہ اس نے کھلتے ہوتے دیکھا تھا۔

قریب پہنچ کر زاہد نے دھیرے سے اسے کھول کر اتنی جھری بنالی۔ جس میں سے وہ اندر آسانی سے داخل ہو سکے، وہ اندر گھسا اور پھاٹک پھر اسی طرح بند کر دیا۔

گیراج کی پشت پر ایک دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا اور جس میں سے باہر کی روشنی گیراج کے اندر پہنچ رہی تھی۔ دین گیراج میں موجود تھی۔ لیکن اس کے اندر قالین نہیں تھا۔

زاہد کو اب یہ یقین ہو گیا تھا جاوید زندہ ہے۔

اگر جاوید کو وہ لوگ ختم کر چکے ہوتے تو انہیں اسے قالین میں لپیٹ کر یہاں لانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اسے کہیں بھی پھینک کر ٹھکانے لگا سکتے تھے۔ انہوں نے تو راجر کے حکم پر جاوید کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا تھا کیونکہ راجر کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ زاہد کلارا سے عمارت کا پتہ اگلوا لے گا۔

راجر جاوید سے راز اگلوانا چاہتا تھا... لیکن کون سا راز...

کیا راجر کو بھی مہاتما بدھ کے مجسمے میں چھپی مائیکرو فلم کے بارے میں خبر ہو گئی تھی ۔ زاہد نے سوچا یا وہ کسی اور خاص وجہ سے چین لیاؤ میں دل چسپی لے رہا ہے ۔

زاہد نے پھر اپنا ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور بلی کی سی چال چلتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھا جہاں سے روشنی آ رہی تھی۔

دروازے کے دوسری طرف ایک طویل راہداری دکھائی دی۔ راہداری میں پہنچ کر زاہد رک گیا اور آوازیں سننے لگا۔ کہیں سے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی۔

زاہد نے فوراً ہی اندازہ لگا لیا کہ آواز اوپر کی منزل سے آ رہی ہے۔ اس لئے وہ آگے بڑھ کر راہداری کے آخری سرے پر پہنچ گیا جہاں اوپر جانے کے لئے زینہ تھا۔

ابھی زاہد نے پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا ہی تھا کہ اوپر سے بھاری قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی، جیسے کوئی آ رہا تھا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

زاہد نے اپنا سانس روک لیا اور زینے کے نیچے چھپ گیا۔

کوئی بھاری قدموں سے سیڑھیاں اترنے لگا اور پھر جیسے ہی وہ آدمی نیچے آیا۔ زاہد نے بجلی کی سی پھرتی سے اس پر حملہ کر دیا اس نے ریوالور کی نال اس کی کنپٹی پر دے ماری تھی۔

وہ آدمی بغیر کوئی آواز نکالے وہیں ڈھیر ہو گیا۔

زاہد نے جھک کر اس آدمی کا چہرہ دیکھا اور پہچان لیا — یہ دین کا ڈرائیور تھا۔ زاہد نے اسے گھسیٹ کر اس جگہ ڈال دیا جہاں ابھی وہ چھپا تھا۔

اس کے بعد وہ نہایت اطمینان سے زینے طے کر کے اوپر پہنچ گیا۔ آواز اب کافی تیز آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن اتنی صاف نہیں تھی کہ وہ سن سکتا۔ آوازیں آخری کمرے میں سے آ رہی تھیں۔

زاہد اس کمرے کے سامنے پہنچ گیا اور جھک کر کی ہول سے اپنی آنکھ لگا دی۔ اندر چھوٹے سے کمرے میں سامنے دیوار سے پیٹھ ٹکائے جاوید بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور چہرہ خون سے بھیگا ہوا تھا۔ خون کے داغ اس کی قمیض پر جگہ جگہ دکھائی دے رہے تھے۔

زاہد نے دیکھا۔ جاوید کے سامنے ایک اسٹول پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور ایک دوسرا آدمی اس کی بغل میں کھڑا تھا۔

"اے مسٹر...!" اسٹول والا آدمی جاوید سے کہہ رہا تھا "تم کب تک نہیں بولو گے یہ دیکھنا ہے۔ جو کچھ ہم جاننا چاہتے ہیں۔ وہ تم سے ضرور اگلوا لیں گے۔ اس لئے اپنی درگت بنوانے سے کیا فائدہ ہے؟"

جاوید نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"شاید تمہیں اپنے ساتھی سے بہت سی امیدیں ہیں" بدمعاش دوبارہ کہنے لگا "ہمیں معلوم ہے کہ وہ کچھ ہوشیار ہے۔ لیکن وہ یہاں تک کسی بھی حالت میں نہیں پہنچ سکتا۔ وہ پہلے والے پتے پر جب پہنچے گا تو اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔"

جاوید پھر بھی نہیں بولا تو اسٹول والے ساتھی نے کہا۔

"مجھے کچھ خدمت کا موقع دو... یہ ابھی بولنے لگے گا۔"

"نہیں —" اسٹول والے نے کہا "یہ عقلمند آدمی ہے اور خود ہی سب کچھ بتا دے گا۔ تمہیں تکلیف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تو ہاں مسٹر جاوید! تمہیں چین لیاؤ میں کیا دلچسپی ہے — سچ سچ بتا دو...؟"

جاوید پھر بھی خاموش رہا۔

"اگر تم نے اپنی زبان نہیں کھولی تو پھر میں زیرڈا کو اپنی حسرتیں نکالنے کا حکم دے دوں گا۔"

"بکواس بند کرو کتے۔" جاوید غرایا تھا۔

"آل رائٹ۔" اسٹول والا بدمعاش پھنکارتے ہوئے بولا۔ "زیرڈا! کچھ اسے سبق تو سکھاؤ۔"

لمبا چوڑا بدمعاش جس کا نام زیرڈا تھا اپنی باچھیں پھاڑتا ہوا جاوید کی طرف بڑھنے لگا۔ قریب پہنچ کر اس نے نہایت بے رحمی کے ساتھ جاوید کے بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑا اور اس کا سر دیوار پر دے مارا۔

جاوید کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔

یہ وحشت ناک منظر دیکھ کر زاہد نے اپنی آنکھ چابی کے سوراخ سے ہٹائی اور سیدھا کھڑا ہو کر دروازے کو زبردست ٹھوکر ماری۔

دروازہ ایک زوردار آواز کے ساتھ کھلا اور زاہد اندر داخل ہو گیا۔

"خبردار۔" زاہد نے اپنے ریوالور سے دونوں بدمعاشوں کو نشانے پر لے لیا تھا۔

دونوں بدمعاشوں کے چہرے خوف سے سفید پڑ گئے۔

زاہد کو دیکھتے ہی جاوید کے خون لگے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔

"اسے کھول دو۔" زاہد نے زیرڈا کو حکم دیا۔

زیرڈا گھبرا کر جاوید کے بندھن کاٹنے لگا۔ دوسرے ہی لمحہ جاوید آزاد تھا۔ لیکن اس کے اندر اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی طاقت نہیں تھی۔

"زیرڈا۔" زاہد نے دوسرا حکم دیا "اب اسی رسی سے اسٹول والے اپنے دوست کی مشکیں کس دو اور منہ میں کپڑا بھی ٹھونس دو۔ چلو جلدی کرو۔"

زیرڈا نے وہی کیا جو زاہد نے حکم دیا تھا۔ اس کے بعد زاہد نے اس سے کہا۔

"اب جاوید کو اٹھا کر کھڑا کر دو۔"

زیرڈا نے جاوید کو سہارا دے کر کھڑا کر دیا اور زاہد کے اشارے پر اسے لئے آگے بڑھا۔

"نیچے چلو...." زاہد نے زیرڈا کی کھوپڑی سے ریوالور کی نال لگا دی۔

جاوید کو تقریباً اپنے اوپر لادے ہوئے زیرڈا دوسری منزل کے زینے سے نیچے اترا اور گیراج میں پہنچ گیا۔

"شاباش! اب جاوید کو وین میں بٹھا دو۔" زاہد نے حکم دیا۔

زیرڈا نے جاوید کو وین میں بٹھا دیا۔ اس کے بعد زاہد نے زیرڈا کی تلاشی لے کر ایک پستول برآمد کر کے اسے جاوید کے حوالے کر دیا۔

"پھاٹک کھولو۔"

زیرڈا نے پھاٹک کھولا۔ زاہد نے اسے بھی اپنے پاس وین میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب زیرڈا بیٹھ گیا تو زاہد نے وین اسٹارٹ کی اور اسے عمارت سے باہر نکال لایا۔ پیچھے جاوید بھی زیرڈا پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

"جاوید! اب کہاں چلیں۔"

"ایک ہی جگہ ہے زاہد صاحب! جہاں ہم اس حرامزادے کی مزاج پرسی کر سکتے ہیں۔"

"کون سی جگہ؟"

"وہی شلوز گیسٹ والی ساحلی ہوٹل" جاوید بولا "جہاں سے یہ لوگ مجھے لاتے ہیں۔ اس کے باس کو وہاں ہماری موجودگی کا تو کبھی خواب میں خیال نہیں آسکتا۔"

"کیا اس جگہ کی تمہارے پاس چابی ہے زیرڈا۔"

"جی ہاں!" زیرڈا نے جواب دیا۔

"تو پھر وہیں چلتے ہیں۔" زاہد نے وین کی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا "اور جاوید تم جانتے ہو اس کا باس کون ہے... راجپال سی آئی اے کے ایجنٹ! اسی کا یہ ہنگامہ کھڑا کیا ہوا ہے۔"

"اوہ۔"

"ہاں! کلارا کے فلیٹ پر میری ملاقات ہو چکی ہے۔"

یہ کہہ کر زاہد نے جاوید سے سارا واقعہ بیان کر دیا اور پھر پوچھا۔

"لیکن تم ان کے جال میں کیسے پھنس گئے؟"

"کیا بتاؤں زاہد صاحب!" جاوید دھیرے سے بولا "وہ لڑکی تو بہت ہی بے وفا نکلی۔ اس پر پہلے ہی راجپال کا بہت گہرا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ شاید دونوں ساتھ ہی رہتے تھے۔ کلارا میرے ساتھ کبھی تفریح کے لئے بھی جاتی تھی تو اس امید پر جاتی تھی کہ شاید وہ میری زبان سے کوئی کام کی بات اگلوانے میں کامیاب ہو جائے گی تاکہ وہ فوراً راجپال کو بتا سکے۔ اگر مجھے ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ اس کے تعلقات راجپال سے ہیں تو اسے ایسی چال بتاتا کہ زندگی بھر تگنی کا ناچ ناچتی رہتی۔ راجپال کے اشارے پر ہی کلارا نے مجھے اپنے فلیٹ میں دعوت دی تھی۔ جہاں راجپال کے آدمیوں نے مجھے اغوا کر لیا۔"

اسی وقت وین شلوز گیسٹ کے کیبن کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔

* * * * *

زاہد کے اشارے پر زیبڈا نے جاوید کو دیجاے سے آتار دیا۔

ہوٹل کی عمارت سنسان پڑی تھی۔ تینوں چلتے ہوئے اندر پہنچے۔ زیبڈا نے ایک کیبن کا قفل کھولا۔ زاہد اور جاوید اس کے پیچھے کیبن میں داخل ہو گئے۔

"کرسی پر بیٹھ جاؤ زیبڈا۔"

جب زیبڈا کرسی پر بیٹھ گیا تو زاہد نے جاوید سے کہا۔

"تم اس پر نگاہ رکھنا۔ میں وین سے چھٹکارا حاصل کر کے ابھی آتا ہوں۔"

"بے فکر رہیں! اب یہ مکھی بھی اڑاتے ہوئے گھبرائے گا۔" جاوید بولا تھا۔

زاہد دروازے سے باہر نکل آیا۔

وین لے کر زاہد تقریباً دو میل آگے نکل گیا۔ اس نے وین ایک جگہ چھوڑی اور وہاں سے ٹیکسی پکڑ کر پھر شلوز گیٹ واپس آگیا۔

کیبن میں جاوید اسی طرح زیبڈا کو کور کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ جس طرح وہ اسے چھوڑ گیا تھا۔ اس نے جاوید سے پوچھا۔

"تم نے اس سے کچھ معلوم کیا۔۔۔؟"

"نہیں! آپ ہی پوچھیئے" جاوید بولا۔ "اس نے مجھے بہت مارا تھا، مجھے ڈر ہے کہیں میں انتقام میں اسے قتل ہی نہ کردوں؟"

کرنل زاہد زیبڈا کو گھورتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا، اور تحکمانہ لہجے میں کہنے لگا۔

"دیکھو زیبڈا۔۔۔! اب ہم تم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر تم نے اپنی زبان نہیں کھولی تو پھر ہم تمہاری بوٹی بوٹی تک الگ کردیں گے۔۔۔۔"

"تت۔۔۔۔ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔۔؟" زیبڈا غرایا۔

"زاہد صاحب! یہ بہت شریف آدمی ہے۔ جب تک آپ اس کا ایک دانت نہیں توڑیں گے اور ایک ناخن نہیں اکھاڑیں گے۔ یہ کچھ نہیں بولے گا۔" جاوید بولا۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں تم کس سے الجھ رہے ہو۔" زیبڈا کہنے لگا۔

"میرا باس اوسلو کا سب سے بڑا اور خطرناک آدمی ہے۔ وہ تم لوگوں کے پرزے ہوا میں بکھیر دے گا۔"

"کون ہے تمہارا باس۔۔۔؟"

"فرآف سارے کا نام اوسلو کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ سب لوگ اس کے نام سے کانپتے ہیں۔" زیبڈا غراتے ہوئے بولا تھا۔

"اور راجر بال سے تمہارے باس کا کیا تعلق ہے۔ جس کے اشارے پر جاوید کو اغوا کیا گیا تھا۔" زاہد نے پوچھا۔

"راجر نے میرے باس کو اس کام کے لئے ایک موٹی رقم دی تھی۔"

"راجر چین لیاؤ کے چکر میں کیوں ہے۔"

اس بات کا زیبڈا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"کیا اب تم خود کو سنبھال سکتے ہو۔" زاہد نے گھوم کر پوچھا۔

"بالکل۔۔" جاوید بولا۔

"تو ذرا ان حضرات کو تو دیکھو۔۔"

جاوید اپنی جگہ سے اٹھا اور زیبڈا کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت اتنے خوفناک تاثرات تھے کہ زیبڈا لپکپا کر رہ گیا اور اس کے چہرے سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ جاوید نے بغیر سوچے سمجھے ریوالور کی نال کا وار زیبڈا کے جبڑے پر کر دیا رخسار کٹنے سے زیبڈا کا چہرہ بھی خون سے تر ہو گیا۔

جاوید نے مارنے کے لئے پھر اپنا ہاتھ اٹھایا۔

"نہیں۔۔۔۔ ٹھہرو۔۔" زیبڈا خوف سے گھگھیایا۔

"میں بتاتا ہوں۔۔۔ سب بتاتا ہوں۔"

چن لیاؤ کے فلیٹ میں مہاتما بدھ کا ایک مجسمہ ہے۔ راجر اسے چوری کروانا چاہتا ہے۔ وہ اس مجسمے کے بدلے فرآف سارے کو پچاس ہزار ڈالر دینے کا سودا طے کر چکا ہے۔"

زاہد اور جاوید ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر رہ گئے اگر یہ سچ تھا تو راجر کو معلوم تھا کہ مجسمے میں مائیکرو فلم چھپی ہوئی ہے تو پھر اسے مقامی غنڈوں کی مدد سے چوری کروانے کی کیا ضرورت تھی۔ چین لیاؤ ان کا اپنا آدمی تھا وہ مجسمہ ویسے بھی حاصل کر سکتے تھے۔ زاہد نے سوچا اور پھر زیبڈا سے بولا۔

"راجر ہم لوگوں سے کیا چاہتا ہے۔۔؟"

"وہ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ لوگ چین لیاؤ میں مجسمے کی وجہ سے دلچسپی لے رہے ہیں یا اور کوئی وجہ ہے۔ ویسے اسے خوف ہے کہیں آپ لوگ پہلے ہی مجسمہ پر ہاتھ صاف نہ کردیں؟"

"اب راجر کہاں ہے۔۔؟"

"وہ کلارا کے فلیٹ پر ہی ہو سکتا ہے۔" زیبڈا نے جواب دیا۔

"ویسے وہ جاوید کو ہٹانے سے پہلے یہاں آیا تھا۔"

کلارا کے فلیٹ سے تو وہ بھاگ کر آیا تھا۔ زاہد بولا۔

"بتاؤ اب راجر کہاں ہو سکتا ہے؟" زیبڈا خاموش رہا۔

"جاوید اس سے پتہ معلوم کرو۔" زاہد بولا۔

جاوید کا ریوالور والا ہاتھ پھر اٹھا تو زیبڈا ایک دم چیخ پڑا۔

"نہیں۔۔۔۔ نہیں مجھے مت مارو۔ میں بتاتا ہوں۔ راجر کے

باآسانی کر سکوں گا۔"

"فوراً بتاؤ تم کہاں ہو؟"

"ہاں" زرینہ کی روتی ہوئی آواز ابھری "میرا [illegible] دور جانا ہوگا۔"

"گھبراؤ نہیں، [illegible] تم نے بتایا تھا۔" زاہد نے کہا "ہاں اب پتہ بتاؤ۔"

"گلزار [illegible] کے پاس فلیٹ نمبر [illegible] ایک چھوٹا سا فلیٹ ہے [illegible] وہاں اکیلی رہتی ہے۔"

زاہد نے ریسیور [illegible] پر ہاتھ رکھ کر [illegible] "ہم تمہیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ اگر تمہارا [illegible] اگر تمہارا [illegible] تمہارے خاندان والوں کی روحیں بھی کانپ جائیں گی۔ آؤ جاوید چلیں۔"

* * * * *

اور وہ تنہا مکان اس وقت اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور سارے ماحول پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

زاہد نے جاوید کے ساتھ [illegible] مکان کے ارد گرد ایک چکر لگایا [illegible] اندر کہیں زندگی کے آثار نہیں دکھائی دے رہے تھے پھر وہ عمارت میں داخل ہو گئے۔ دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور دبے ہوئے تھے۔

[illegible] کھڑکی کھلی ہوئی تھی [illegible] زاہد کو [illegible] داخل ہونے کا موقع مل گیا۔ جاوید کو بھی اس نے اندر کھینچ لیا۔

اندر سے [illegible] دھپ دھپ کی آواز آتی ہوئی سنائی دی۔ [illegible] دروازہ دکھائی دیا۔ وہ اس دروازے سے [illegible] داخل ہو گئے۔ یہ کسی راہ داری کا راستہ تھا۔ [illegible]

زاہد کچھ اور آگے بڑھا۔

اور [illegible] دو آدمی [illegible] کھڑا تھا اور [illegible] رکھا تھا اور اس کے [illegible] ہوا تھا۔

زاہد نے دیکھا راجو کے [illegible] بندھے ہوئے تھے اور منہ میں کپڑا [illegible] ہوا تھا لیکن اس کی آنکھیں [illegible] ہوئی تھیں۔

"راجو کی قبر کھودی جا رہی ہے۔" جاوید نے زاہد کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں [illegible]" زاہد بولا۔

"نہیں [illegible] انہیں کیا فائدہ ہے [illegible]" جاوید [illegible] "ہمارا ایک دشمن [illegible] ختم ہو گا۔"

اگر یہ مر گیا تو ہمیں یہ [illegible] معلوم ہو سکے گا [illegible] کرنا چاہتا تھا [illegible] معلومات ہم [illegible] سکتا ہے؟"

"ٹھیک ہے" جاوید نے گردن ہلائی "آپ [illegible] میں ان دونوں [illegible] کا کفن تیار کرتا ہوں۔"

"او کے" زاہد نے سر ہلا دیا۔

دبے پاؤں وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچے اور پھر زاہد کا اشارہ پاتے ہی جاوید نے [illegible] فائر [illegible] کر دیا۔

دونوں قبر کھودنے والے [illegible] کھودی ہوئی قبر میں جا گرے۔ [illegible] ڈھیر ہو گیا۔

زاہد اور جاوید دونوں راجو کے پاس پہنچے۔ جس کا چہرہ [illegible] زاہد اس سے بولا۔

"کیا تم [illegible] جانے کا ارادہ تھا؟"

راجو کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اس لئے وہ گھوں گھوں کر کے رہ گیا۔

"تم [illegible] دیکھ [illegible]" زاہد بولا۔

جاوید نے اس کے منہ میں سے ٹھنسا ہوا کپڑا نکالنا شروع کر دیا۔ راجو گہری گہری سانسیں لے کر اپنے آپ کو سنبھالنے لگا پھر ہانپتے ہوئے بولا۔

"کرنل! میری جان بچائی ہے اس لئے شکریہ۔"

"شکریہ! تمہاری جان [illegible]" زاہد نے پر اسرار لہجے میں کہا۔

"میں نے جاوید کے ساتھ جو سلوک کیا اس کے لئے مجھے افسوس ہے" راجو کہنے لگا۔

"میری تقدیر [illegible] میرا ساتھ نہیں دے رہی [illegible] مجھے اس جہنم سے بچاؤ۔ پھر ہم [illegible] اپنا مقصد حاصل کرنا [illegible] اپنا مطلب حل کر لوں گا۔ بالفرض اگر ہم دونوں [illegible] ایک ہی [illegible] ہم آپس میں فیصلہ کر لیں گے۔"

"ہم تمہارے [illegible] کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں" زاہد بولا۔

"کیا ہے؟"

[illegible]

پھر راجہ [illegible]

"اچھا تو [illegible]

[illegible]

پھر راجہ بولا۔

"راجہ [illegible]

[illegible]

ہاں تو راجہ! اب شروع ہو جاؤ [illegible]

گھونٹ بھر کے اس نے کہا۔

"یار ذرا صبر [illegible] کر لینا! اس وقت تو [illegible] سے" راجہ بولا۔

جاوید نے راجہ کی طرف گھور کر دیکھا اور [illegible] میں رکھا [illegible] راجہ کی طرف کر دیا۔

"اچھا تو سنو! میرے ملک کو یہ خبر ملی تھی کہ یہاں پر [illegible] سفارت خانے [illegible] اپنے ایجنٹوں کی [illegible] میرے ملک میں بغاوت کرانا چاہتا ہے [illegible] چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ [illegible]

[illegible] حکومت کو ختم کر [illegible] باقی ایجنٹوں کو تقسیم کر دیا ہے ... [illegible] جمع کر دی ہے۔ خیر مجھے حقیقت [illegible] کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے۔"

"یعنی تمہارے ملک میں وہ بغاوت کرانا چاہتا ہے؟"

"جی ہاں —" راجہ بولا۔ "اس کے علاوہ [illegible]

[illegible] دولت جمع کر کے [illegible] کرنا چاہتا ہے۔"

[illegible]

"آپ لوگوں کی طرح [illegible] بھی اپنے کام کی ابتدا [illegible] اور مردوں کی [illegible] اس کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے [illegible]

[illegible]

"جی [illegible]" راجہ ہنسا۔ [illegible]

[illegible] جہاں [illegible] چھپائی جا سکے [illegible]

[illegible] زیادہ [illegible] آئی ہو۔" "وہ کون سی جگہ ہے؟"

[illegible] لیاقت کے بیڈروم میں ایک چھپا ہوا [illegible]

دھڑ کے ساتھ یوں کسا ہے جیسے اپنی چوڑیوں پر کس کر پیچ کس جاتا ہے۔"

" اسے یہ کیسے معلوم ہوا؟" زاہد بولا۔

کلارا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ایک دن جب بیڈروم میں گئی تو اچانک اس کی نظریں مجسمے پر پڑیں تو اس نے مجسمے کا سر دھڑ سے کچھ ٹیڑھا پایا۔ اگر وہ پورا مجسمہ ایک حصہ میں ہوتا اس کا سر کیسے گھوم سکتا تھا۔ شاید چن لیاؤ کی جلد بازی سے سر ترچھا رہ گیا تھا۔ دوسرے دن کلارا کو مجسمے کا سر پھر اپنی اصلی حالت میں ملا تھا۔"

" اس کے بعد کیا ہوا۔۔۔؟"

" اس کے بعد میں نے کلارا کی مدد سے چن لیاؤ کے فلیٹ کے دروازوں کی چابیوں کے ڈپلی کیٹ بنوا لئے اور آنے والے اتوار کا انتظار کرنے لگا۔"

" کیوں اتوار کا دن کیوں منتخب کیا تھا؟" زاہد نے پوچھا۔

کیونکہ وہ چھٹی کا دن تھا۔" راجر کہنے لگا۔" اور اس دن چن لیاؤ اپنے دوستوں کے ساتھ کسی نہ کسی پارٹی میں شامل ہوا کرتا تھا اور رات گئے واپس آیا کرتا تھا۔"

" اور اس وقت فلیٹ خالی ہوتا تھا۔ کیوں۔۔۔؟" زاہد مسکرایا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

راجر دھیرے سے مسکرا دیا اور کافی کا کپ خالی کرتے ہوئے بولا۔۔۔

" بالکل خالی تو نہیں۔۔۔ چن لیاؤ کا نیگرو ملازم وہاں رہتا تھا۔

راجر کہنے لگا۔" اب آنے والا اتوار ہی سارے راز پر سے پردہ ہٹا دے گا۔ میں نے فلیٹ میں داخل ہونے کا پورا انتظام کر رکھا ہے۔"

کیا طراف سارتے سے گٹھ جوڑ کر کے۔۔۔؟"

جی ہاں! اس سے میں نے یہی کہا تھا کہ چن لیاؤ کے گھر سے مجھے مہاتما بدھ کا وہ مجسمہ چوری کرنا ہے۔۔۔" راجر بتانے لگا حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ مجھے مجسمے کی نہیں اس کے اندر پوشیدہ دولت کی ضرورت تھی جو میں ایک سوٹ کیس میں بھر کر وہاں سے صاف نکال لے جاتا۔"

" وہ لوگ تمہاری طرف سے مشکوک نہیں ہو جاتے۔ جب تم وہ مجسمہ نہیں چراتے اور سوٹ کیس میں مال لے کر چلتے۔"

" نہیں! انہیں تو اپنے معاوضہ سے مطلب تھا جو میں ادا کرنے والا تھا۔۔"

وہ دولت دیکھ کر اپنی نیت بدل لیتے تب؟"

" تو ہو سکتا ہے وہ مجھے قتل کر دیتے اور ساری دولت خود ہضم کر جاتے۔ لیکن میں ایسی نوبت نہیں آنے دیتا۔ میں انہیں دولت کی جھلک بھی نہیں پڑنے دیتا۔ میں نے بڑے بڑوں کو چلایا ہے۔ تو پھر وہ کس گنتی میں تھے۔"

" پھر طراف سارتے تمہارے خلاف کیوں ہو گیا؟" زاہد بولا

" وہ تمہیں اپنے تہہ خانے میں زندہ دفن کرنا چاہتا تھا۔"

" اس نے میرے ساتھ چال چلنے کی کوشش کی تھی۔" راجر کہنے لگا۔" اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اس مہاتما بدھ کے مجسمے میں ایسی کیا بات ہے کہ جسے حاصل کرنے کے لئے میں اسے اتنی بھاری رقم پیش کر رہا ہوں۔ میں نے اسے بہت ٹالنا چاہا لیکن وہ کرید کرید کر یہی پوچھتا رہا کہ مجسمے کا راز کیا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ مجسمے کی ایک تاریخی حیثیت ہے کوئی نوادرات کا شوقین اسے بھاری رقم میں خرید سکتا ہے۔ وہ حرام زادہ کسی ماہر سے اس کے بارے میں تحقیق کرنے پہنچ گیا اور وہاں سے سن آیا کہ اسے تو لاکھوں روپے میں فروخت کیا جا سکتا ہے۔ واپس آ کر وہ مجھ سے کہنے لگا کہ وہ طے شدہ معاوضہ نہیں لے گا بلکہ مجسمے کی آدھی قیمت مجھ سے وصول کرے گا۔ میں نے اسے بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہا اور ہمارا جھگڑا اتنا بڑھا کہ اس نے مجھے تہہ خانے میں دفن کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن عین موقع پر آپ آ گئے کرنل اور مجھے بچا لیا۔"

" تم ہمارے چکر میں کیوں پڑ گئے تھے۔۔؟" زاہد نے سوال کیا۔

" جب میں نے آپ لوگوں کو چن لیاؤ میں دلچسپی لیتے ہوئے دیکھا تو میرے ہاتھوں کے طوطے ہی اڑ گئے۔" راجر کہنے لگا۔ پہلے تو میں سمجھ نہیں پایا تھا کہ آپ لوگوں کو بھلا چن لیاؤ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اپنے مشن کی کامیابی کے لئے اب یہ جاننا میرے لئے بہت ضروری ہو گیا تھا، کہ آپ لوگوں کا مشن کیا ہے۔ اس کے لئے میں نے کلارا کو استعمال کیا اور جاوید کو دعوت دلوائی۔ وہاں میں نے جاوید کو طراف سارتے کے آدمیوں کے ذریعے اغوا کرا لیا۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ آپ کو معلوم ہی ہے؟"

بس یہ تھی کہانی۔۔۔" جاوید بولا۔

" ہاں اب آپ لوگ بتائیے کہ آپ کا مشن کیا ہے۔۔۔؟" راجر نے پوچھا۔

" نہیں! ہم یہ نہیں بتا سکتے۔"

" کرنل! مجھے اتنا ہی بتا دیجئے کہ آپ چن لیاؤ کی دولت کے چکر میں نہیں ہیں۔ اگر آپ کا مشن یہ نہیں ہے تو پھر آپ جو چاہیں کریں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

" اچھا تو پھر سنو، تمہارے چن لیاؤ کی دولت سے ہمیں کوئی بھی دلچسپی نہیں ہے! اب تو خوش۔۔۔" زاہد بولا۔

"ٹھیک ہے گاڈو ۔۔۔!" راجہ نے اطمینان کا گہرا سانس لیا تھا "اب میں مطمئن ہوں کہ ہمارے مشن ایک نہیں ہیں، پھر تو آپ کو میری مدد کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کرنل۔"

"کیا مطلب ۔۔۔؟"

"مطلب یہ کہ میں تنہا اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔" راجہ کہنے لگا "اب تو یہاں کے بدمعاشوں سے مدد لینے کا مطلب اپنی موت کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ ایسی حالت میں آپ کے علاوہ میری کوئی مدد نہیں کر سکتا ۔۔۔"

"لیکن راجہ، ہم آپ کی مدد کیوں کرنے لگے ۔۔۔" زاہد بولا "ہم نے تمہاری جان بچا دی، یہی احسان کیا کم ہے ۔۔۔"

"اگر آپ نے میری مدد کی تو میں بھی آپ کے کام آ سکتا ہوں۔"

"تم ۔۔۔ تم ہمارے کیا کام آ سکتے ہیں؟"

"کرنل! میرے پاس چن لیاؤ کے فلیٹ کی چابیاں موجود ہیں، اُن کے بغیر آپ عمارت میں داخل نہیں ہو سکتے۔" راجہ بولا

زاہد نے سوالیہ نظروں سے جاوید کی طرف دیکھا ۔۔۔ جاوید جلدی سے بولا "مسٹر راجہ ۔۔۔! راجہ، تم اس وقت ہمارے قبضہ میں ہو۔ ہم آسانی سے تم سے وہ چابیاں حاصل کر سکتے ہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو کیپٹن ۔۔۔" راجہ بولا "میں زندہ بھی تمہاری وجہ سے ہوں ۔۔۔ آپ لوگ ہی میری زندگی کے مالک ہیں۔ چابیاں ویسے بھی میں آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر راجہ نے اپنی جیب سے چابیوں کا گچھا نکالا، اور زاہد کے سامنے رکھ دیا۔

"راجہ پال ۔۔۔!" زاہد اس سے بولا "فی الحال تم یہیں آرام کرو، کل صبح میں تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔"

"آل رائٹ ۔۔۔"

"اور سنو، ہم سے کوئی چال چلنے کی کوئی کوشش مت کرنا۔"

"آپ بے فکر رہیں کرنل! اور جو کچھ ہو چکا ہے، اسے بھول جائیں۔"

"زاہد صاحب ۔۔۔" اچانک جاوید جلدی سے بولا "ہم ایک بہت ضروری بات تو بھول ہی گئے۔"

"وہ کیا ۔۔۔؟"

"ہم نے راجہ پال کی تلاشی نہیں لی ہے۔"

"نہیں کیپٹن ۔۔۔! ایسا کرنے میں اُلٹا میرا ہی نقصان ہوگا۔" راجہ نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ لوگوں کی مدد سے تو میں اپنا مشن کامیاب بنا لوں گا۔"

"خوشامد خوب کر لیتے ہو۔" جاوید نے بولا۔

"آپ کو میری باتوں کا یقین نہیں آ سکتا۔ میں کیسے یقین دلاؤں۔"

"اچھا! اچھا! اب آرام کرو۔ ہم باری باری جاگ کر تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔" زاہد نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

* * * * *

دوسری صبح ناشتے کے بعد راجہ نے اپنا سگار سلگاتے ہوئے کہا ۔۔۔

"کرنل! آپ نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا ۔۔۔؟"

"میرا خیال ہے کہ ہم تمہاری مدد قبول کر لیں ۔۔۔" زاہد بولا۔ "حالانکہ کیپٹن جاوید اس کی مخالفت کر رہا ہے۔"

"تھینکس کرنل ۔۔۔!" راجہ کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

"لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہے۔"

"وہ کیا ۔۔۔؟"

"چن لیاؤ کے فلیٹ سے تم جتنی دولت حاصل کرو گے، اس میں سے نصف تم ہمارے حوالے کر دو گے ۔۔۔"

راجہ کا چہرہ راکھ کی طرح سپید پڑ گیا۔ وہ جلدی سے کہنے لگا۔

"کرنل یہ بات آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ دولت حاصل کرنا ہی میرا مشن ہے۔ اگر آپ نے ان میں سے حصہ بٹا لیا، تو میں کامیاب کیسے کہا سکتا ہوں۔"

"دیکھو راجہ! تمہیں دولت کا صحیح اندازہ نہیں کہ کتنی ہے، وہ ایک کروڑ بھی ہو سکتی ہے۔ اور پچاس لاکھ بھی۔ اس لئے جتنی رقم ہم آپس میں تقسیم کریں، تم اپنے حصے کی رقم ہی اپنے آفیسرز کو بتانا کہ چن لیاؤ کے فلیٹ سے بس یہی برآمد ہوئی ہے۔"

"مم ۔۔۔ مگر ۔۔۔؟"

"اگر مگر کچھ نہیں ۔۔۔" زاہد کہنے لگا "یہ نصف رقم بھی ہم تمہیں اپنی طرف سے لے جانے دیں گے۔ ورنہ تم تو ختم ہی ہو چکے ہو۔ اور اگر تم نے زیادہ بکواس کی تو پھر ہم اس میں سے تمہیں ایک پائی بھی نہیں دیں گے۔"

"آپ اس رقم کا کیا کریں گے ۔۔۔؟"

"اپنے دشمنوں کو امن کی راہ سے ہٹانے میں صرف کریں گے ۔۔۔" زاہد کہنے لگا "امن جو ساری دنیا کیلئے ضروری ہے۔"

"آل رائٹ کرنل! مجھے منظور ہے۔"

"اور ہاں اپنے مشن کے دوران تم ہر وقت ہماری نگرانی میں رہو گے اور تم نے اگر ذرا بھی شرارت کرنے کی کوشش کی تو اس کا انجام بہت بُرا ہوگا۔"

"او کے سر ۔۔۔"

اس کے بعد زاہد نے ایک بڑ کو فون کر کے اپنے لئے دالاخالی

کمرہ راجر پال کے لیے بک کرا دیا اور اسے اس میں منتقل کر دیا اور دو بیروں کو لمبی ٹپ دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ ہر وقت راجر پر نگاہ رکھیں گے۔

شام کے وقت زاہد جاوید کنسلے کرچن لیاڈ کے غیث کا چکر لگانے گیا اور دو گھنٹے بعد واپس آ کر انہوں نے راجر کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ نہ تو اپنے روم سے باہر نکلا اور نہ کوئی اس سے ملنے آیا۔ نہ کوئی فون آیا اور نہ وہ کہیں گیا تھا۔ راجر نے کوئی غلط کام نہیں کیا تھا جس سے اس پر شبہ بڑھ جاتا۔

رات میں زاہد نے راجر کو بھی ڈنر میں اپنے ساتھ شامل کیا۔ یہ ڈنر ان لوگوں نے ہوٹل کے ہال میں لیا تھا۔

اس کے بعد سونے کے لئے وہ لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

رات کو تقریباً ڈھائی بجے زاہد کی آنکھ کھلی۔ پہلے وہ باتھ روم میں گیا اس کے بعد اسے راجر کا خیال آیا۔ وہ اپنے کمرے میں سے نکلا۔ گیلری میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ دبے پاؤں چلتا ہوا راجر کے روم کے پاس پہنچ گیا۔

زاہد نے جھک کر چابی کے سوراخ پر اپنی آنکھ لگا کر راجر کے کمرے میں جھانکا۔ اندر اسے نیم تاریکی میں کچھ بھی دکھائی نہیں دیا۔ اس نے دروازے کے ہینڈل گھما کر دروازے کو دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا۔

شاید وہ پہلے سے کھلا ہوا تھا۔

زاہد نے دھیرے دھیرے دروازہ کھولا۔ گیلری کی روشنی اب کمرے میں پہنچنے لگی تھی۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا اور راجر کے بیڈ کی طرف دیکھا.... لیکن راجر کا بستر خالی پڑا ہوا تھا۔

زاہد اندر داخل ہو کر ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا وارڈروب میں اس کا وہ سوٹ لٹکا ہوا تھا جو اس نے ڈنر کے وقت پہنا تھا اور کمرے میں راجر کے جوتے بھی موجود تھے لیکن خود راجر کا کہیں پتہ نہ تھا۔

باتھ روم بھی خالی پڑا تھا۔

زاہد نے فوراً فون کا ریسیور اٹھایا اور آپریٹر سے پوچھا۔

"کیا مسٹر راجر باہر گئے ہیں ؟"

"نو سر۔" جواب ملا۔

"او۔ کے۔" زاہد نے گہری سانس لے کر ریسیور رکھ دیا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

راجر کی اچانک گمشدگی ایک حیرت انگیز واقعہ تھی۔

زاہد کے چہرے پر فکر مندی کے آثار پھیل گئے وہ مایوس ہو کر راجر کے کمرے سے نکلا اور جاوید کو مطلع کرنے کے لئے اپنے روم کی طرف بڑھا۔

اچانک گیلری میں واقع آخری روم کا دروازہ کھلا اور اس میں سے راجر باہر نکلا اور اطمینان سے آگے بڑھنے لگا۔

زاہد فوراً ہی کمرے کے اندر ہو گیا تھا۔

کمرے کی روشنی گیلری میں پڑ رہی تھی جو راجر کو دور سے بھی دکھائی دے سکتی تھی اور وہ یہ جان سکتا تھا کہ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے زاہد نے فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر بتی بجھا دی۔

زاہد اندھیرے میں کھڑا دیکھتا رہا۔ راجر نہایت اطمینان سے چلتا ہوا آیا اور آ کر اپنے دروازے کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر دیکھنے لگا وہ ننگے پاؤں تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

زاہد پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور ڈرائنگ ٹیبل پر بیٹھ کر اس نے ٹیبل لیمپ کا رخ اونچا اٹھا دیا۔

دوسرے ہی لمحہ راجر کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر کے اپنے بستر پر پہنچ گیا۔ اور لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

اسی وقت زاہد نے ٹیبل لیمپ کا سوئچ آن کر دیا۔ راجر بری طرح اچھل پڑا تھا اور اس کا منہ خوف سے کھل گیا تھا۔

"ہیلو دوست! میں ہوں زاہد۔؟"

"اوہ، آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔"

"پونے تین بجے ہیں۔" زاہد بولا "اور تمہیں میرے پائنے سوجھے ہیں۔"

"ہاں بس یوں ہی چلا گیا تھا۔"

"ننگے پاؤں۔"

"تو کیا ہوا دوست۔" راجر نے کہا۔

"میں نے تمہیں آخری والے کمرے سے نکلتے دیکھا تھا۔" زاہد بولا "وہاں کون ہے۔؟"

"کوئی ایسا شخص نہیں جو آپ کے لئے فائدہ مند ہو۔"

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔؟"

"کرنل میں سچ کہہ رہا ہوں وہ آپ کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔" راجر نے کہا۔

"اگر تم نہیں بتاؤ گے تو میں خود جا کر اس کمرے میں دیکھوں گا۔" زاہد نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کرنل سنیئے تو۔"

زاہد رُک گیا اور گھوم کر بولا۔

"سناؤ۔؟"

"کرنل صاحب! عورت میری کمزوری ہے۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے۔" زاہد بولا "اتنی جلدی تم نے کسی عورت کو بھی تلاش کر لیا۔؟"

"مجھے ایک ویٹر نے بتایا تھا کہ ایک بیکس کی مجبور عورت اس کمرے میں رہتی ہے۔ میں نے آزمایا۔ بات سو فیصد سچی نکلی۔" راجر شدید لہجے میں بولا۔ "آپ چاہیں تو آپ بھی موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"شکریہ... مجھے عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔" زاہد بولا۔

"اب میں سونے جا رہا ہوں۔ تم دروازہ بند کر لو۔"

راجر نے گردن ہلائی تو زاہد کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کے پیچھے راجر نے دروازہ بند کر دیا۔ زاہد ایک لمحے کے لئے گیلری میں کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر وہ اس روم کی طرف بڑھا جس سے اس نے راجر کو نکلتے دیکھا تھا۔

اس کے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ زاہد نے چابی کے سوراخ پر آنکھ لگا کر اندر جھانکا تو ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔ اندر بستر پر ایک انگریز عورت بے لباس حالت میں لیٹی ہوئی تھی۔

زاہد مطمئن ہو کر لوٹ آیا۔

* * * * *

اتوار کو جاوید نے ایک گاڑی کرائے پر حاصل کر لی۔

یہ ایک ویگن تھی جو جاوید نے لا کر ہوٹل کے پارکنگ شیڈ میں کھڑی کر دی تھی۔

اب وہ رات ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

تقریباً بارہ بجے کرنل زاہد کے ساتھ جاوید اور راجر پال ہوٹل سے باہر نکلے۔ تینوں خاموشی سے ہوٹل سے نکل آئے۔

"جاوید! ویگن نکال لاؤ۔" زاہد بولا

جاوید پارکنگ شیڈ کی طرف چلا گیا۔ زاہد اور راجر کے ہاتھوں میں ایک ایک سوٹ کیس دبا ہوا تھا جو اندر سے بالکل خالی تھے، ان دونوں سوٹ کیسوں میں چن لیاؤ کے فلیٹ سے ملنے والے روپوں کے سمیٹنے کے لئے انتظام کیا گیا تھا۔

"ایک ہی سوٹ کیس کافی تھا کرنل۔" راجر نے کہا تھا۔

"نہیں! دوسرا بھی کارآمد ثابت ہوگا۔"

"شاید وہ آپ کے اپنے لئے ہے۔"

"راجر! زیادہ چالاک بننے کی کوشش مت کرو۔"

راجر خاموش ہو گیا۔

اسی وقت ایک سیاہ رنگ کی چمکدار نئی گاڑی وہاں آ کر رکی جسے ایک باوردی ڈرائیور چلا رہا تھا۔

اچانک دروازہ کھلا اور گاڑی میں سے رودھر نے باہر قدم رکھا۔ اس کے پیچھے ایک نہایت حسین لڑکی بھی نکلی جو اس کا بازو تھام کر اس کے ساتھ چلنے لگی۔

"یہ کون ہے۔" بار برے زاہد سے پوچھا۔ جو دھر کو نکلے جا رہا تھا۔"

"یہ مسٹر رودھر تھے۔ فرانس کے نوادرات کے شوقین کروڑپتی۔" زاہد سے پہلے گاڑی کا ڈرائیور بول پڑا۔ "آج واپس فرانس جا رہے ہیں۔ ان کا اپنا ایک ذاتی جہاز بھی موجود ہے۔"

"وہ یہاں کب سے ہیں۔؟" زاہد نے پوچھا۔

"چار پانچ روز ہو گئے ہیں۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

زاہد یہ سن کر حیران رہ گیا۔ حیرت کی بات بھی تھی۔ رودھر اتنے دنوں سے یہاں تھا۔ لیکن زاہد کی اس پر نگاہ نہیں پڑی تھی۔ اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"رودھر کس کمرے میں ٹھہرے ہیں؟"

"جناب یہ مجھے نہیں معلوم۔"

اسی وقت جاوید ویگن نکال لایا۔ زاہد اور راجر اس میں سوار ہو گئے۔ جاوید سیدھا چن لیاؤ کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا۔

جاوید نے تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ویگن چن لیاؤ کے فلیٹ سے ایک فرلانگ پہلے روک دی اور تینوں پیدل ہی چن لیاؤ کے فلیٹ کی طرف چل پڑے۔

اسی وقت پولیس کی گاڑی ان کے قریب سے گزری — لیکن وہ لاپرواہی سے آپس میں باتیں کرتے ہوئے چن لیاؤ کے فلیٹ تک پہنچ گئے۔

صرف دوسری منزل پر ایک بلب روشن تھا یا پھر پوری بلڈنگ میں باقی اور کسی حصے میں روشنی نہیں ہو رہی تھی۔

"وہ نیگرو کا کمرہ ہے۔" راجر نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس وقت شاید وہ اپنے کمرے میں موجود ہے۔"

تینوں خاموشی سے عمارت کی پشت پر پہنچے۔ پچھلی جانب بھی ایک کمرے میں انہیں روشنی دکھائی دی۔ وہ کمرہ نچلی منزل پر تھا۔ اس لئے اس کی کھڑکی میں سے جھانکنا آسان تھا۔

زاہد نے نہایت احتیاط سے اندر جھانکا وہاں ایک شخص اندر بیٹھا وہسکی پی رہا تھا۔

"یہ چن لیاؤ کا ڈرائیور ہے۔" راجر نے کہا۔ "گھر خالی ہونے کی وجہ سے شاید آج یہیں ٹھہر گیا ہے۔ اس سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔"

زاہد کھڑکی سے دور ہٹ گیا اور دوبارہ عمارت کا چکر لگایا اب نیگرو باڈی گارڈ کے کمرے کی روشنی بھی بجھ چکی تھی۔

* * * * *

زاہد نے نقلی چابی سے پچھلا دروازہ کھول لیا اور اندر داخل ہو گیا۔

اس کے پیچھے سوٹ کیس لے جاوید اور راجر تھے۔ زاہد نے سب سے پہلے ڈرائیور کے کمرے میں پہنچ کر اسے چیک کیا۔ وہ نشے میں دھت ہو کر بے سدھ ہو گیا تھا۔

جاوید نے باہر نکل کر اس کے کمرے کی کنڈی لگا دی۔

پھر زاہد ان دونوں کے ساتھ دوسری منزل پر واقع نیگرو کے کمرے کے دروازے پر پہنچے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ نیگرو اندر بے خبر سو رہا تھا۔ تینوں نے اسے وہیں دبوچ لیا اور فوراً اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر باندھ دیا گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر انہوں نے ساری عمارت کا چکر لگا کر جائزہ لیا۔ نیگرو اور ڈرائیور کے علاوہ فلیٹ میں اور کوئی موجود نہیں تھا اور اب انہیں ان دونوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

پھر وہ چن لیاؤ کے بیڈ روم کی طرف بڑھے۔

وہ کمرہ مقفل تھا۔ زاہد نے اسے بھی نقلی چابی سے کھول لیا۔ تینوں اندر داخل ہوئے اور زاہد نے سوئچ آن کر کے کمرے میں روشنی کر دی۔ تینوں کی نگاہیں ایک ساتھ مہاتما بدھ کے اس مجسمے پر پڑی تھیں۔ جو ایک چبوترے پر کھڑا ہوا تھا۔

"راجر" زاہد کہنے لگا۔ "اگر اس مورتی کا سر اپنے پنجوں پر گھوم کر علیحدہ نہ ہوا تو پھر میں تمہارا سر علیحدہ کر دوں گا!"

"کرنل! میری معلومات غلط ثابت نہیں ہو سکتیں۔"

"چلو آگے بڑھو۔"

راجر نہایت اطمینان سے آگے بڑھا اور سوٹ کیس نیچے رکھ کر چبوترے پر چڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے مجسمے کا سر گھمانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن سر ٹس سے مس نہ ہوا۔ راجر گھبرا کر اپنی پوری طاقت سے اس کا سر گھمانے کی کوشش کرنے لگا۔ اور اچانک مہاتما بدھ کا سر ایک جانب گھوم گیا۔

زاہد اور جاوید آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتے رہے۔ راجر اب سر کو کئی چکر دے کر کھول رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سر، دھڑ سے علیحدہ ہو گیا۔

راجر نے اس وزنی سر کو نیچے رکھ دیا اور خود اُچک اُچک کر کھلے دھڑ کے اندر جھانکنے کی کوشش کرنے لگا پھر وہ خوشی سے چلایا۔

"مال اندر ہے۔"

راجر نے اس کے سوراخ میں ہاتھ ڈال دیا اور جب باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ڈھیر سارے نوٹ دبے ہوئے تھے۔

پھر وہ ایک اسٹول اٹھا لایا اور اس پر چڑھ کر کھوکھلے مجسمے کے اندر سے نوٹ نکال نکال کر زاہد اور جاوید کو دینے لگا۔

وہ دونوں انہیں سوٹ کیس میں بھرنے لگے۔

چند لمحوں میں ہی ایک سوٹ کیس ڈنیا بھر کے نوٹوں سے لبالب بھر گیا۔ زاہد نے راجر سے پوچھا۔

"ابھی اور کتنا روپیہ باقی ہے؟"

"ابھی دو چار بنڈل اور باقی ہیں۔" راجر نے جواب دیا۔ "کیوں نہ انہیں چن لیاؤ کے لئے چھوڑ دیا جائے۔"

"چھوڑ دو۔" زاہد نے کہا "اب جگہ بھی نہیں ہے۔"

"دوسرا سوٹ کیس جو ہے۔"

"نہیں۔ وہ مجھے اپنے کام کے لئے چاہیئے۔"

راجر اسٹول سے نیچے کود گیا۔ زاہد نے نوٹوں سے بھرا ہوا سوٹ کیس بند کر دیا اور اس کے بعد اس نے مہاتما بدھ کے مجسمے کا سر اٹھا کر دوسرے خالی سوٹ کیس میں رکھ کر بند کر دیا۔

"اچھا! تو یہ تھا آپ کا مشن کرنل!" راجر بولا "آپ کو مجسمے کے سر کی ضرورت تھی۔ آخر اس میں کیا بات ہے؟"

"یو شٹ اپ۔" جاوید دھاڑا۔

"آل رائٹ۔" راجر خاموش ہو گیا۔

جاوید نے مہاتما بدھ کے سر والا سوٹ کیس سنبھالا اور زاہد نے نوٹوں والا، اور تینوں چل پڑے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر راجر اچانک ٹھٹک کر رک گیا، اور کہنے لگا۔

"کرنل! ہم سے زیادہ بیوقوف کون ہو سکتا ہے جو باقی نوٹوں کے بنڈل چھوڑے جا رہا ہے۔ ابھی ہماری جیبوں میں جگہ ہے!"

"اب چھوڑ بھی راجر۔"

"نہیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔" راجر نے کہا اور واپسی کے لئے گھوم گیا وہاں وہ دوبارہ چبوترے پر چڑھ گیا اور مجسمے کے خول میں سے نوٹوں کے بنڈل نکال کر اپنے کوٹ کی جیبوں میں ٹھونسنے لگا۔

راجر نے دوبارہ ہاتھ ڈالا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا خوبصورت کھلونے جیسا ریوالور آ گیا۔

زاہد نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر دوسرے ہی لمحے زاہد نے جاوید کو اشارہ کرتے ہوئے سوٹ کیس نیچے رکھا۔ اپنا ریوالور نکال لیا، جاوید نے بھی بہت پھرتی کا مظاہرہ کیا، اور اپنا ریوالور نکال لیا۔

اسی لمحے راجر نے دو فائر کئے۔

زاہد کے ساتھ جاوید بھی لہرا کر نیچے گرا۔ اسی وقت راجر چبوترے سے چھلانگ لگا کر باہر کی طرف بھاگا۔

باہر سے کسی گاڑی کے آ کر رکنے کی آواز کے ساتھ کسی عورت نے کہا۔

"تم نے گولی چلنے کی آوازیں سنی تھیں؟"

"تم نشے میں معلوم ہوتی ہو" کسی مرد نے جواب دیا۔

"نہیں! اندر چل کر دیکھو۔"

راجر نے دونوں سوٹ کیس اٹھائے اور زاہد کے بے حس و حرکت جسم کے اوپر سے چھلانگ مار کر باہر گیلری میں نکل آیا، اور پھر عمارت کی پشت کی طرف بھاگنے لگا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ عمارت سے باہر تھا۔

* * * * *

راجر کافی دیر تک بھاگتا رہا۔

اس کے مضبوط ہاتھوں میں دونوں سوٹ کیس دبے ہوئے تھے اور اب وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ کار کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے دونوں سوٹ کیس گاڑی میں پھینکے اور اس پر پڑی ترپال ہٹانے لگا۔ یہ ایک مرسڈیز گاڑی تھی۔ راجر نے اپنی جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

پھر وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے سمندر کی طرف جانے لگا۔

سمندر کے کنارے بڑھتے ہوئے وہ ایک اجاڑ اور ویران علاقے میں پہنچ گیا۔ وہاں کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

راجر نے گاڑی ایک جگہ روک دی اور باہر نکل آیا۔

کار کی ڈگی کھول کر اس نے اس میں سے دو نمبر پلیٹیں نکالیں اور آگے پیچھے سے لگی ہوئی پہلی والی نمبر پلیٹیں اکھاڑیں اور ان کی جگہ نئی پلیٹیں لگا دیں۔ نئے نمبر پلیٹوں کے مطابق اب وہ جینوے سفارت خانے کی گاڑی تھی۔

کار کی پرانی نمبر پلیٹوں کو اس نے وہیں ریت میں دبا دیا۔

اس کے بعد راجر نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔ وہ بہت بڑی کار تھی۔ اس کی اگلی اور پچھلی نشست کے درمیان کافی جگہ موجود تھی۔ راجر نے انگلیوں سے ٹٹول ٹٹول کر کار کے فرش پر بچھا قالین نما موٹا کپڑا اٹھایا تو اس کے نیچے ایک ربڑ کی تہہ نکل آئی۔ اس نے اسے بھی علیحدہ کر دیا۔

اب کار کا فرش صاف دکھائی دینے لگا تھا۔

راجر نے پیچ کش کی مدد سے وہاں لگے کچھ اسکرو ڈھیلے کر دیئے پھر تھوڑی دیر بعد لوہے کی ایک پوری شیٹ کار کے فرش سے جدا ہو گئی۔ اس کے ہٹتے ہی فرش میں اتنا بڑا سوراخ دکھائی دینے لگا جس میں دونوں سوٹ کیس آسانی سے آ سکتے تھے۔

یہ راجر کی مخصوص گاڑی تھی جسے اس نے اپنے ڈھنگ سے بنوایا تھا اور اسے اس نے پہلے سے ہی چین لیاؤ کی کوٹھی کے قریب کھڑا کر دیا تھا۔

دونوں سوٹ کیس سوراخ میں رکھنے کے بعد اس نے دوبارہ پھر سب کچھ برابر کر دیا۔ اب کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کار میں کیا چیز چھپی ہوئی ہے۔ مطمئن ہو کر وہ پھر گاڑی میں بیٹھا، اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

وہاں سے راجر انٹرنیشنل ٹیلی گراف آفس پہنچا، وہاں سے اس نے نیویارک میں اپنے ڈائریکٹر کو تار بھیجا جس پر صرف ایک لفظ لکھا ہوا تھا۔

"یس۔۔"

یہ ایک مکمل کوڈ ورڈ جملہ تھا جس کا مطلب تھا کہ چین لیاؤ کے متعلق رقم کی بے ایمانی کے سلسلہ میں جو رپورٹ تھی وہ بالکل صحیح تھی اور وہ سارا مال اس نے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔۔۔ اس کا مشن کامیاب رہا تھا۔

وہ دوبارہ پھر چل پڑا۔۔ فتح کی چمک اس کی آنکھوں سے ظاہر ہو رہی تھی اور ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی۔ وہ خوش تھا کہ اس نے نہ صرف بازی جیت لی تھی بلکہ کرنل زاہد کو بھی ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دیا تھا۔

اس نے بھاگتے وقت چین لیاؤ کی آواز سنی تھی۔ وہ حیران تھا کہ چین لیاؤ اتنی جلدی دعوت میں سے کیوں آ گیا تھا۔۔۔ اسی گھبراہٹ میں وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکا کہ کرنل زاہد اور کیپٹن جاوید فوراً ہی مر گئے تھے یا ان میں کچھ جان باقی تھی۔۔؟

وہ سیدھا کیل گیٹ پہنچا جہاں اس نے کیل ہوٹل میں اپنے لئے ایک کمرہ لیا۔ اور نہایت اطمینان سے آ کر اس کمرے میں سو گیا۔

* * * * * *

دوسرے دن راجر نے اپنے لئے پانی کے جہاز۔۔۔۔۔ "کراؤن پرنس ہیرالڈ" میں کیل جانے کے لئے سیٹ بک کرائی۔

جس طرح کا مال اس کے پاس تھا اس کی وجہ سے وہ کسی ہوائی جہاز میں سفر نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے ڈپلومیٹ والی مرسڈیز گاڑی کا انتظام کیا تھا "کراؤن پرنس ہیرالڈ" میں کار سمیت سوار ہوا جا سکتا تھا۔

سترہ گھنٹے کے سفر کے بعد وہ جرمنی کے ساحل کیل میں پہنچ جانے والا تھا اور وہاں سے وہ آسانی سے اپنے ملک کی طرف روانہ ہو سکتا تھا۔

شام کو وہ ہوٹل سے نکلا اور اپنی کار سمیت "پرنس ہیرالڈ"

ناگی جہاز پر سوار ہو گیا۔

راجر کا ڈپلومیٹک پاسپورٹ اور کار کا نمبر پلیٹ ہر جگہ اس کے لئے آسانی پیدا کرتے جا رہے تھے۔

اگلے دن دوپہر سے پہلے وہ کیل کے ساحل پر موجود تھا۔

وہاں سے وہ کار ہی سڑک کے راستے فرانس کے لئے روانہ ہوا، اسے کوئی جلدی نہیں تھی۔ اس لئے وہ اطمینان سے سفر کر رہا تھا۔

تین دن راجر کو فرانس پہنچنے میں لگے۔ وہاں اس نے ہوٹل جارج ففتھ تلاش کیا، جہاں اسے معلوم ہوا تھا کہ روڈ ہمر رہتا تھا

"مسٹر روڈ ہمر ہیں؟" اس نے استقبالیہ کلرک سے پوچھا۔

"نہیں، وہ لندن گئے ہیں۔"

"کب واپس آئیں گے؟"

"یہ معلوم نہیں، آپ کون ہیں؟"

"میرا نام راجر پال ہے۔"

"اوہ راجر... آپ کے لئے مس فلورنس کا پیغام ہے کہ آپ انہیں کسی بھی وقت روڈ ہمر کے کمرے میں مل سکتے ہیں۔"

"او، کے..." راجر نے کہا "کیا مجھے روم مل سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں۔"

تھوڑی دیر بعد راجر کو ہوٹل میں ایک روم مل گیا۔ وہ باتھ روم میں گھس کر نہانے لگا۔

پندرہ منٹ بعد وہ تیار ہو کر روم سے باہر نکلا اور نہایت اطمینان سے فلورنس سے ملنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

٭٭٭

زاہد نے کراہ کر کروٹ بدلی۔

راجر کی چلائی ہوئی گولی اس کی بیلٹ کی بکل سے ٹکرا کر چھٹی تھی پھر بیڈ کی طرح اس کی دائیں طرف کی پسلیوں کا گوشت کاٹتی ہوئی گزر گئی تھی۔

باہر سے قدموں کی آواز آ رہی تھی۔

زاہد پر بے ہوشی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے بہت مشکل سے اپنے آپ کو سنبھال رکھا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور اپنی پوری طاقت صرف کر کے اٹھ کھڑا ہوا، لیکن دوسرے ہی لمحے وہ دوبارہ فرش پر لڑکھڑا کر ڈھیر ہو گیا۔

باہر قدموں کی چاپ اب گہری ہوتی جا رہی تھی۔

زاہد نے ایک بار پھر ہمت کی اور دانت بھینچ کر کمرے کے دروازے کا سہارا لے کر دوبارہ دھیرے دھیرے اٹھنے لگا اس کا لباس خون سے بھیگ گیا تھا کھڑے ہو کر اس نے گہری گہری سانسیں لیں اور ہمت کر کے ایک ایک قدم بڑھاتا آگے بڑھا اور غور سے جاوید کی طرف دیکھنے لگا۔

جاوید فرش پر بے حس و حرکت پڑا تھا اور اس کے ارد گرد خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ایسا لگتا تھا جیسے جاوید ختم ہو چکا ہو...

لیکن دوسرے ہی لمحے اسے جاوید کے ہونٹوں کے کناروں پر خون کے بلبلے سے اٹھتے دکھائی دیئے۔

اس کا مطلب تھا کہ ابھی وہ زندہ تھا اور سانس کے ساتھ اس کے منہ سے خون بھی آ رہا تھا جو بہت خطرناک بات تھی۔

قدموں کی آواز اب بالکل قریب آ گئی تھی۔

زاہد نے نیچے پڑا ہوا اپنا ریوالور اٹھا لیا۔ اس کے سارے جسم میں درد کی ناقابل برداشت لہریں اٹھ رہی تھیں۔

اچانک دروازے پر ایک شخص آ کھڑا ہوا... زاہد نے اپنی بند ہوتی آنکھوں کو کھول کر اسے دیکھا اور پہچان لیا وہ چن لیاؤ تھا...

پھر اس سے پہلے کہ چن لیاؤ کچھ کہتا، زاہد نے اپنے ریوالور کا رخ اس کی جانب کر دیا اور اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

چن لیاؤ پہلے تو زاہد کو کھڑا گھورتا رہا۔ پھر اس کی نظریں پھسلتی ہوئی فرش پر پڑے جاوید پر جا کر ٹک گئی تھیں۔ پھر بولا۔

"کیا مر گیا...؟"

"نہیں..."

"اور تمہاری حالت بھی اچھی نہیں ہے۔" چن لیاؤ بولا۔ "تم کون ہو اور وہ کون ہے؟"

"وہ... وہ..." زاہد کے منہ سے بہت مشکل سے نکل پایا۔ تکلیف ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئی تھی۔

دفعتاً چن لیاؤ کی نظریں کمرے کے اندر مہاتما بدھ کے بے سر کے مجسمے پر پڑیں اور دوسرے ہی لمحہ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ایک لمحے کے لئے زاہد کو لگا جیسے وہ ابھی گر پڑے گا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ وہ اچھل کر مجسمے کی طرف بھاگا۔

زاہد نے پاؤں کی ایک زبردست ٹھوکر مار کر دروازہ بند کر دیا۔ خود اس کے ساتھ پیٹھ لگا کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

چن لیاؤ پاگلوں کی طرح اسٹول پر چڑھ کر مجسمے کے اندر اپنے ہاتھ کو ادھر ادھر گھمانے لگا اور دوسرے ہی لمحہ اسے حقیقت کا علم ہو گیا۔ اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے تیزی سے زاہد کی طرف گھوم کر کہا۔

"م... میری دولت کون لے گیا ہے؟"

"یہ بھی لے گیا ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔" زاہد بولا۔ "وہ کہاں جاسکتا ہے۔ مجھے اس کا بھی علم ہے۔ لیکن ابھی میرے پاس کہانی سنانے کا وقت نہیں ہے۔ پھر کسی موقع پر سب کچھ بتا دوں گا۔"

"تم... تم کیا چاہتے ہو؟"

"ایک سودا کرنا چاہتا ہوں۔" زاہد نے کہا "میں تمہیں تمہاری ساری دولت واپس دلوا دوں گا۔ لیکن تمہیں میرے ساتھی کی جان بچانا ہوگی۔ تم یہاں کسی ایسے ڈاکٹر سے ضرور واقف ہوں گے جو اس حادثے کی اطلاع پولیس تک نہ پہنچائے اور میرے ساتھی کو بھی بچالے۔"

"لیکن اس کی حالت بہت خطرناک ہے یہ تو ڈاکٹر کے آنے سے پہلے ہی مر جائے گا۔"

"مسٹر چن لیاؤ! اگر میرا ساتھی مر گیا تو پھر ہمارا معاملہ بھی ختم ہو جائے گا، پھر تمہیں زندگی بھر یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ تمہاری دولت کون لے گیا۔ کہاں لے گیا؟"

"میں اپنی دولت کی خاطر سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔" چن لیاؤ نے کہا۔

* * * * *

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد زاہد کہنے لگا۔

"بہت ممکن ہے میرا ساتھی موت سے بچ جائے، جتنی دیر ہوگی۔ اس کی زندگی بچنے کا چانس اتنا ہی کم ہو جائے گا اور اتنا ہی چانس تمہاری دولت ملنے کا بھی ختم ہو جائے گا۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم معاہدے سے پھر نہیں جاؤ گے۔" چن لیاؤ بولا۔

"تمہیں صرف میری زبان پر ہی یقین کرنا پڑے گا دوست۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" زاہد کہنے لگا "تمہاری دولت تمہیں واپس دلانے کے علاوہ میں تمہیں ایک راز بھی بتا سکتا ہوں جس سے تم اپنی جان بچا سکتے ہو۔"

"وہ کون سا راز ہے؟" چن لیاؤ نے چونک کر پوچھا۔

"وقت آنے پر بتادوں گا۔" زاہد نے کہا "اب تم جلدی ڈاکٹر بلانے کے لئے کچھ کرو۔ ورنہ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔"

"آل رائٹ! مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔" چن لیاؤ نے کہا۔ "میں ابھی ایک ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔"

"اور سنو! کوئی دھوکہ دینے کی کوشش مت کرنا۔" زاہد نے اس سے کہا۔ "اگر تم نے کوئی شرارت کی تو پھر تم بھی نہیں بچ سکو گے۔"

چن لیاؤ نے زاہد کو گھورا پھر کوئی جواب دیئے بغیر فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جلدی جلدی ڈاکٹر کو ہدایات دیں۔ پھر ریسیور رکھ کر زاہد سے بولا۔

"ڈاکٹر ابھی پہنچ رہا ہے۔"

"او۔کے۔"

چن لیاؤ جاوید کے قریب جاکر اس کا جائزہ لینے لگا اس کے بعد کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے اسے ابھی یہاں سے ہٹانا مناسب نہیں ہے زخم خطرناک معلوم ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اور ہاں تمہارے ساتھ میں نے کسی لڑکی کی آواز بھی سنی تھی جسے تم نے ڈارلنگ کہا تھا۔"

"وہ ڈرائنگ روم میں ہے۔"

"لڑکی کون ہے؟" زاہد نے سوال کیا۔

"کوئی نہیں۔"

"تو پھر اسے یہاں سے بھیج دو۔"

"آل رائٹ!"

"اور سنو، تمہارا نیگرو باڈی گارڈ اپنے کمرے میں بندھا پڑا ہے۔ اگر تم اس کی ضرورت محسوس کرتے ہو تو جاکر اسے آزاد کر دو۔ لیکن اسے خبردار کر دینا کہ وہ کوئی چال چلنے کی کوشش نہ کرے۔"

"ٹھیک ہے۔" چن لیاؤ نے گردن ہلائی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

زاہد کی کمر جواب دیتی جارہی تھی۔ وہ دو قدم آگے بڑھا۔ لیکن اپنے آپ کو نہ سنبھال سکا اور نیچے گر کر بے ہوش ہوگیا۔

* * * * *

زاہد کتنی دیر بے ہوش رہا اسے معلوم نہیں۔ لیکن ہوش میں آتے ہی اس کی نگاہیں سب سے پہلے اس طرف گئیں جہاں جاوید پڑا ہوا تھا۔

"لیکن اب جاوید وہاں نہیں تھا۔؟"

اچانک زاہد نے گڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اسی وقت کسی نے اسے دونوں شانوں سے پکڑ کر دوبارہ بستر پر لٹا دیا۔ زاہد نے اپنی آنکھیں گھمائیں۔ چن لیاؤ اس کے سرہانے کھڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر دور کھڑا انجکشن تیار کر رہا تھا۔

"وہ... مم... میرا ساتھی کہاں ہے؟" زاہد کے منہ سے نکلا۔

"وہ برابر والے کمرے میں ہے۔" چن لیاؤ بولا "گھبراؤ نہیں اطمینان سے لیٹے رہو۔"

"اب وہ کیسا ہے ؟"

چن لیاؤ نے کچھ نہیں کہا اور ڈاکٹر کی طرف دیکھا، ڈاکٹر زاہد کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"میں نے گولی نکال کر زخم کی ڈریسنگ کر دی ہے، اس لئے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے خون کافی نکل چکا ہے اور وہ کافی کمزور ہو گیا ہے۔ بس یہ رات اس پر بھاری ہے۔ ممکن ہے مجھے اس کا آپریشن بھی کرنا پڑے۔"

زاہد گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اسے انجکشن لگاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری حالت بھی کم خطرناک نہیں۔ مجھے ڈر ہے، کہیں تمہاری پسلی نہ ٹوٹ گئی ہو۔"

"اوہ ۔۔!"

ڈاکٹر اس کی ڈریسنگ پہلے ہی کر چکا تھا۔ جاتے ہوئے زاہد سے کہنے لگا۔

"صبح تک تمہارا جسم سخت ہو جائے گا۔ لیکن تم مرو گے نہیں سمجھے۔"

زاہد صرف مسکرا دیا تھا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

زاہد کافی دیر تک سوتا رہا

جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ کمرے میں بالکل تنہا تھا۔ اس کی نگاہیں اچانک کمرے کے گوشے میں رکھے ہوئے دو سوٹ کیسوں پر پڑیں جنہیں دیکھ کر وہ ایک دم چونک پڑا۔ وہ اس کے اور جاوید کے سوٹ کیس تھے۔ جو ان کے ہوٹل سے یہاں آ گئے تھے۔

انہیں منگوانے والا شاید چن لیاؤ ہی تھا۔

زاہد پڑا ہوا اس کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا کہ چن لیاؤ کمرے میں داخل ہوا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"گڈ مارننگ مسٹر زاہد۔"

"اچھا تو تمہیں میرا نام معلوم ہو گیا۔" زاہد نے پوچھا۔

"آج ہی معلوم ہوا ہے۔" چن لیاؤ بتانے لگا "میں نے تمہارے اور تمہارے ساتھی کے خون آلودہ کپڑے تباہ کروا دیئے ہیں تمہارے کپڑوں سے جو چیزیں برآمد ہوئی تھیں۔ تب مجھے تمہارا اور تمہارے ساتھی کا نام معلوم ہوا ۔۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے۔ اب جاوید کی طبیعت کیسی ہے؟"

زاہد نے پوچھا۔

"اب خطرے سے باہر ہے۔ زخم دھیرے دھیرے ٹھیک ہو جائے گا۔۔" چن لیاؤ بتانے لگا۔ "ڈاکٹر کا خیال ہے کہ اسے کسی نرسنگ ہوم میں داخل ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ یہاں اس کی صحیح طور پر دیکھ بھال نہیں ہو سکتی۔"

"پھر۔" زاہد نے پوچھا۔

"میں ایک پرائیویٹ نرسنگ ہوم میں جا کر انتظام کر سکتا ہوں، جہاں اس کا علاج بہتر طور پر ہو سکتا ہے۔" چن لیاؤ بولا۔

"وہاں کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"خطرے والی بات ہوتی تو میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دیتا۔"

"بہت خوب۔" زاہد دھیرے سے بولا۔ "تم بہت ہی تکلیف اٹھا رہے ہو ہمارے لئے؟"

"اس کی بھی ایک وجہ ہے۔" چن لیاؤ کہنے لگا "مجھے اپنی زندگی بھر کی جمع کی ہوئی دولت کی فکر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے اپنی جان کی بھی فکر ہے جس کے بارے میں تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اسے بچا سکتے ہو۔"

"چن لیاؤ! میرا ریوالور تمہارے پاس ہے۔؟"

"میں نے اسے میز کی دراز میں ڈال دیا ہے۔" چن لیاؤ بولا "جاوید کا ریوالور بھی اسی میں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"مسٹر زاہد! اب تم مجھے وہ کہانی سناؤ جسے سنانے کیلئے کل تمہارے پاس وقت نہیں تھا۔" چن لیاؤ بولا "مجھے بہت زیادہ اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔"

"کیا تم نے راج پال کا نام سن رکھا ہے؟" زاہد نے سوال کیا۔

"نہیں ۔۔ یہ کون ہے؟"

"وہ سی آئی اے کا ایجنٹ ہے اور وہ ہی ساری دولت پر ہاتھ صاف کر گیا ہے۔"

"نہیں ۔۔۔۔؟"

"یہ حقیقت ہے دوست۔" زاہد بولا "ان لوگوں کو تمہاری ساری باتوں کا علم ہے اور تمہاری ناجائز طریقے سے جمع کی ہوئی دولت کا بھی، اب وہ تمہارے آقاؤں کو اس کی رپورٹ بھجوا کر تمہارا پتّہ صاف کروا دیں گے۔"

چن لیاؤ کا رنگ دھلے ہوئے کپڑے کی مانند سفید پڑ گیا۔ اور اس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ پھوٹ پڑا۔

"نہیں! یہ نہیں ہو سکتا۔"

"چن لیاؤ فکر مت کرو، فی الحال تمہاری زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔" زاہد بولا "تمہیں کوئی بھی عیز ملک میں قتل کر کے اسکینڈل کھڑا کرنا نہیں چاہے گا۔ اگر وہ لوگ یہ چاہتے تو اب

تک تم زندہ نہیں رہتے۔"

"اوہ۔!"

"میرے خیال تمہیں واپس چین بلا کر تمہارا کورٹ مارشل کر دیا جائے گا۔"

"نہیں۔"

"اگر تم چاہو تو چین واپس جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"پھر میں کہاں جاؤں گا۔ اب تو دولت بھی میرے پاس نہیں ہے۔"

زاہد نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

"چن لیاؤ! میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری دولت تمہیں واپس دلاؤں گا مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ راجر اوسلو سے بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے۔"

"کہاں۔"

"فرانس ..." زاہد نے اطمینان سے کہا "اب تم میرا ایک کام کرو کہ پیرس تک کا ایک سیٹ بک کرا دو میرے لئے۔"

"کب کے لئے؟"

"آج ہی کی ... رات کی سیٹ مل جائے تو اچھا ہے۔"

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو مسٹر زاہد۔" چن لیاؤ جلدی سے بولا "تم زخمی ہو اور سفر کرنے کے قابل نہیں ہو۔"

"فکر مت کرو، میں ٹھیک ہوں" زاہد بولا "اگر میں چل پھر سکوں گا تو سفر کیوں نہیں کر سکوں گا۔"

یہ کہہ کر زاہد نے اٹھ کر چلنے کی کوشش کی، لیکن وہ چند قدم ہی چلا تھا کہ درد سے اس کا سینہ پھٹنے لگا اور اسے یوں محسوس ہونے لگا، جیسے کسی نے اس کے اوپر منوں کا بوجھ لاد دیا ہو۔ وہ لڑکھڑا گیا۔ چن لیاؤ نے اسے فوراً تھام کر آہستگی سے دوبارہ بستر پر لٹاتے ہوئے کہا۔ "دیکھا، میں نے کہا تھا تم سفر کے قابل نہیں ہو۔"

"خیر آج نہیں، لیکن کل کے لئے میری سیٹ ضرور بک کرا دو۔"

"کیا کل تک تمہارا زخم ٹھیک ہو جائے گا؟"

"ہونا ہی چاہیے۔" زاہد نے کہا۔ اگر میں فوراً ہی یہاں سے روانہ نہیں ہوا تو راجر ہمیشہ کے لئے تمہاری دولت سمیت غائب ہو جائے گا۔ ڈاکٹر سے کہنا۔" مجھے کوئی ایسی دوا دے جس سے چلنے پھرنے کے قابل ہو جاؤں۔"

"میں ڈاکٹر سے کہہ دوں گا۔"

"ہاں ایک بات یاد آ گئی۔" زاہد اچانک بولا "مجھے بتایا گیا تھا کہ اتوار کی رات تم کسی پارٹی میں گئے ہوئے تھے اور صبح تک واپس آنے والے نہیں، لیکن پھر تم آدھی رات کو کیسے واپس لوٹ آئے تھے؟"

"بات یہ ہوئی کہ کسی وجہ سے پارٹی کو جلدی ختم کرنا پڑا۔ اس لئے میں واپس آ گیا تھا۔" چن لیاؤ نے جواب دیا۔ "کیا تم تنہا پیرس جا کر راجر پال سے میری رقم واپس چھین لو گے؟"

"ہاں، مع سود کے" زاہد بولا۔

"کیا مطلب۔؟"

"ایک بات اور۔" چن لیاؤ بولا "مجھے مہاتما بدھ کے مجسمے کا سر کہیں دکھائی نہیں دے رہا وہ کہاں گیا؟"

"اسے بھی راجر اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ لیکن اب اسی سر کی وجہ سے تمہیں تمہاری دولت واپس ملے گی۔"

"آل رائٹ۔! میں اب کچھ نہیں پوچھوں گا۔" چن لیاؤ خاموش ہو گیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اگلے دن چن لیاؤ نے زاہد کو آ کر بتایا۔

"جہاز میں کوئی سیٹ نہیں مل رہی ہے۔ اگلے دو روز تک ساری سیٹیں بک ہیں۔ اب کیا کروں۔ مسٹر زاہد آپ ٹرین سے جا سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے۔؟"

"یہاں سے آپ کوپن ہیگن جائیے اور وہاں سے نارتھ ایکسپریس پکڑ کر سیدھے پیرس پہنچ سکتے ہیں۔" چن لیاؤ بولا۔

"جی نہیں شکریہ۔" زاہد نے کہا "میں پلین سے ہی جاؤں گا۔"

"او۔ کے۔ پھر میں جس دن کی بھی ٹکٹ دستیاب ہو گی خرید لوں گا۔"

"تھینکس۔" زاہد خاموش ہو گیا۔

اس کا اندازہ تھا کہ راجر چار پانچ روز سے پہلے پیرس نہیں پہنچ پائے گا۔ کیوں کہ نوٹوں سے بھرا ہوا سوٹ کیس لے کر وہ ہوائی جہاز میں سفر نہیں کر سکتا تھا، اس لئے وہ خشکی کے راستے یا سمندر کے راستے پیرس پہنچے گا، اور چار پانچ روز سے پہلے نہیں پہنچ سکے گا۔"

زاہد کو صرف ایک فکر کھائے جا رہی تھی کہ کہیں راجر یہ عقل مندی نہ کرے کہ نوٹوں کا سوٹ کیس کہیں چھپا کر صرف مجسمے کے سر والا سوٹ کیس پیرس لے جائے اور وہاں اپنا کام ختم کر کے دوبارہ اوسلو واپس آ جائے۔

زاہد کی مرضی سے جاوید کو نرسنگ ہوم میں داخل کرا دیا گیا تھا۔ اسے ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا لیکن خطرے سے

باہر ہو چکا تھا۔

اگلے دو دنوں تک زاہد کی حالت بھی پہلے سے کافی سنبھل گئی تھی۔ وہ آسانی سے چلنے پھرنے لگا تھا۔

تیسرے دن چن لیاؤ نے پیرس کا ٹکٹ لا کر دیا تو اس نے زاہد کو یہ بھی بتایا کہ بیجنگ سے اس کے نام تار آیا ہے۔

"کیا لکھا ہے۔؟" زاہد نے پوچھا۔

"فارن سیکرٹری نے مجھے فوراً بیجنگ بلایا ہے۔" چن لیاؤ بولا "اگلے ہفتے مجھے منسٹری میں رپورٹ پیش کرنا ہے۔"

"کوئی وجہ بھی تو لکھی ہو گی۔؟" زاہد بولا۔

"ہاں! مجھے کسی دوسرے ملک میں سیکنڈ سیکرٹری بنایا جائے گا۔"

"مبارک ہو، ترقی مل رہی ہے۔"

"بے شک! مجھے سوئٹ کرکے ترقی دی جائے گی۔" چن لیاؤ زہر خند کرتے ہوئے بولا۔

"چن لیاؤ گھبراؤ نہیں۔ ایک ہفتہ سے قبل ہی تمہاری دولت تمہیں واپس مل جائے گی۔ پھر جہاں تم خود کو محفوظ سمجھو، وہیں چلے جانا۔"

"مسٹر زاہد! میں اب آپ پر بھروسہ کرنے لگا ہوں۔"

"شکریہ۔"

"میں رات کو آپ کو ائرپورٹ پر چھوڑ آؤں گا مسٹر زاہد۔" چن لیاؤ نے کہا اور کمرے سے رخصت ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

ٹھیک رات کے نو بجے زاہد کا جہاز پیرس پہنچ گیا۔ ائرپورٹ سے نکل کر اس نے ایک ٹیکسی پکڑی اور سیدھا جارج فضتم ہوٹل کے لیے روانہ ہو گیا۔

ہوٹل کے کاؤنٹر پر اس نے روہمر کے بارے میں پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ وہ دو تین دن سے ہوٹل میں موجود نہیں ہیں۔ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔

زاہد نے گہرا سانس لیا تھا۔

روہمر کے باہر ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ابھی راجر پال کا کام نہیں ہوا ہو گا۔ پھر اس نے کاؤنٹر کلرک سے راجر پال کے متعلق پوچھا تو پتہ چلا کہ اس نام کا کوئی آدمی وہاں نہیں ہے۔

زاہد خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ راجر پال ابھی پیرس پہنچا ہی نہ ہو۔ بہت ممکن تھا کہ وہ کسی دوسرے نام سے ہوٹل میں مقیم ہو۔

زاہد نے اپنے لیے ہوٹل میں ایک کمرہ بک کرایا۔ یہ کمرہ اس نے ہوٹل کے سامنے والے حصے میں خاص طور پر پسند کیا تھا، ویٹر اسے تیسری منزل کے روم میں چھوڑ کر چلا گیا۔

دوسری صبح زاہد نے راجر پال کو ایک مرسیڈیز میں آتے دیکھا۔ گاڑی سے اتر کر راجر ہوٹل کی کافی شاپ میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد راجر نے کسی کو فون کیا اور اس کے بعد ہوٹل سے باہر نکل گیا۔ اس نے ایک بار پھر مرسیڈیز سنبھال لی تھی۔

زاہد سوچنے لگا کہ راجر کیوں آیا تھا اور پھر واپس کیوں چلا گیا۔ لیکن پندرہ منٹ بعد راجر دوبارہ ہوٹل میں واپس آ گیا۔ زاہد نے سکون کا گہرا سانس لیا۔

راجر اس وقت ہاتھ میں سوٹ کیس لٹکائے وارد ہوا تھا۔ لیکن اب اس کی مرسیڈیز نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ زاہد نے اسے کاؤنٹر پر چیک ان کراتے ہوئے دیکھا۔ زاہد نے سوچا کہ شاید وہ گاڑی کہیں چھوڑ آیا ہو۔ زاہد نے سوچتے ہوئے اپنا سگار سلگایا، اور گہرے گہرے کش لگانے لگا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد راجر پال پھر اسے دکھائی دیا، لیکن اس وقت وہ تنہا نہیں تھا، اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔

زاہد نے اس لڑکی کو فوراً پہچان لیا۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے اس نے روہمر کے ساتھ دیکھ رکھا تھا۔

دونوں بار میں داخل ہو گئے۔

زاہد تیزی سے باہر نکلا اور ایک ویٹر کو ایک نوٹ کی ٹپ دیتے ہوئے بولا۔

"ابھی جو لڑکی اس امریکن کے ساتھ بار میں گئی ہے، وہ کون ہے۔؟"

"وہ... وہ مادام فلورنس ہے جناب، مسٹر روہمر کی سیکرٹری۔" ویٹر نے آنکھ مارتے ہوئے جواب دیا "اس کے علاوہ بھی بہت کچھ۔"

"مسٹر روہمر ابھی آئے نہیں ہیں؟"

"جی ابھی نہیں۔"

"وہ کون سے کمرے میں رہتے ہیں؟" زاہد بولا

"ان کا کوئی روم نہیں ہے جناب۔" ویٹر نے کہا "وہ ہوٹل کے ٹاپ فلور پر واقع سب سے شاندار سوئٹ میں رہتے ہیں جس میں شاندار چار کمرے ہیں۔"

"اوہ! اچھا کیا تم میرا ایک کام کر سکتے ہو۔" زاہد بولا۔

"میں روم ۵۳۲ میں ہوں جب روہمر صاحب آئیں تو مجھے مطلع کر دینا۔"

"بہت اچھا سر۔"

زاہد آگے بڑھ گیا اور ہوٹل میں ادھر ادھر گھومتا ہوا ٹاپ فلور پر پہنچ گیا جہاں روہمر کا چار کمروں والا سوئٹ تھا۔ وہاں اس وقت

کوئی نہیں تھا۔ زاہد نے اِدھر اُدھر دیکھا اور چپکے سے سوٹ میں گھس گیا۔ اور اس کا خوب اچھی طرح جائزہ لینے لگا۔
تھوڑی دیر بعد وہ خاموشی سے باہر نکل آیا۔

☆ ☆ ☆

اچانک زاہد کے کمرے پر دستک ہوئی۔
زاہد نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو وہی ویٹر اس کے سامنے کھڑا تھا جسے اس نے ٹپ دی تھی۔
"سر! مسٹر روہیر آ گئے ہیں۔"
"کب ۔۔؟"
"ابھی دس منٹ پہلے۔"
زاہد نے اسے ایک نوٹ نکال کر دیا۔ ویٹر سر جھکا کر واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد زاہد نے گھڑی دیکھی۔ رات کے نو بجے تھے۔ وہ کمرے سے باہر نکلا اور لفٹ کے ذریعے ٹاپ فلور پر پہنچ گیا۔
زاہد لفٹ سے نکل کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا سوٹ سی کی طرف بڑھا اور سوٹ سی میں داخل ہو کر اس کی بالکنی میں پہنچا اور ریلنگ پر چڑھ کر برابر والی بالکنی میں کود گیا۔ ہلکی سی آواز کے علاوہ اور کوئی آواز پیدا نہیں ہوئی۔
وہ چند لمحوں تک کھڑا آہٹ لیتا رہا پھر دروازہ کھول کر آہستہ سے اندر داخل ہوا۔ اندر کوئی بھی نہیں تھا۔ لیکن باتھ روم میں شاور چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ جیسے کوئی نہا رہا تھا۔
تھوڑی دیر بعد شاور کی آواز آنا بند ہو گئی۔ اندر ایک دروازہ کھلا اور بند ہوا۔ پھر ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ جس کا جواب روہیر کی آواز نے دیا۔ اس کے بعد قدموں کی چاپ اس طرف آنے لگی جہاں زاہد کھڑا ہوا تھا۔
زاہد نے ادھر ادھر دیکھا اور جلدی سے وارڈروب میں گھس گیا اور اس طرح اس کا دروازہ بند کیا کہ ہلکی سی جھری باقی رہی اور وہ باہر کا منظر صاف دیکھ سکتا تھا۔
فلورنس گنگناتی ہوئی اندر آئی اور فرج سے شراب کی بوتل نکال کر اسی طرح واپس چلی گئی۔
اس کے جانے کے بعد زاہد بھی وارڈروب سے باہر نکل آیا اور بلی کی سی چال سے دروازے تک پہنچا اور جھانک کر دوسرے کمرے میں دیکھنے لگا۔
روہیر اور فلورنس قریب بیٹھے ہوئے چھوٹے چھوٹے گلاسوں میں شراب پی رہے تھے اور دھیرے دھیرے باتیں کرتے ہوئے ہنس رہے تھے۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔
فلورنس اپنی جگہ سے اُٹھی اور دروازہ کھول دیا۔ زاہد خاموش کھڑا رہا۔ اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا کہ کون آیا ہے؟"
"ہیلو ۔۔ آؤ۔ آؤ۔" روہیر جلدی سے بولا۔
"گڈ نائٹ سر۔" آواز راجپال کی تھی۔
فلورنس راجپال کے لئے پیگ بنانے لگی۔
"کہیئے، ہمارا کام ہوا یا نہیں ۔۔؟" روہیر نے سوال کیا۔
"بالکل ۔۔!"
"ہیرے کا سراغ لے آئے ہو ۔۔؟"
"جی ہاں وہ میرے پاس ہے۔" راجپال نے جواب دیا۔
"بہت خوب" روہیر نے قہقہہ لگایا۔ "اور ان دونوں بے وقوف جاسوسوں کا کیا حال ہے۔"
"وہ دونوں جہنم رسید ہو چکے ہیں۔"
"اوہ! بے وقوف کہیں کے۔" روہیر نے کہا۔ "تم ان دونوں کو دھوکہ دینے میں کیسے کامیاب ہو گئے؟"
"وہ سب تمہارے دیئے گئے ریوالور کی وجہ سے کرشمہ ہوا مسٹر روہیر۔" راجپال بولا۔ "وہ دونوں مجھے بالکل احمق اور غیر مسلح سمجھتے تھے۔ لیکن میں نے ایسی چال چلی کہ بازی جیت لی۔" فلورنس کھلکھلا کر ہنسی۔
"مسٹر روہیر۔" راجپال دھیرے سے بولا۔ "آپ نے ہیرے کے بدلے مجھے پانچ لاکھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔"
"بالکل کیا تھا۔ وہ میں تمہیں ضرور دوں گا۔" روہیر نے جواب دیا۔ اور گھوم کر فلورنس سے بولا۔ "فلوری! مسٹر راج کے لئے پانچ لاکھ لے آؤ۔"
"تیار ہیں جناب۔" فلورنس نے کہا اور اُٹھ کر ایک بریف کیس اٹھا لائی جو نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اس نے اس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

☆ ☆ ☆

اچانک راجپال نے وہسکی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔
"لیکن میں روپیہ اس طرح نہیں چاہتا ۔۔!"
"ہائیں .... پھر کیسے چاہتے ہو تم ۔۔؟" حیرت سے روہیر نے پوچھا۔
راجپال نے نہایت اطمینان سے پیگ ختم کرتے ہوئے کہا۔
"مجھے یہ رقم امریکن ڈالروں کی شکل میں امریکہ میں ہی ملنی چاہیئے ۔۔"
"یہ انتظام بھی ہو جائے گا" روہیر بولا۔ "لیکن مجھے کا ہیر

مجھے کب ملے گا؟"

"وہ میں اسی وقت آپ کو پیش کر سکتا ہوں۔"

"لیکن مسٹر راجرپال بات یہ ہے کہ..."

"نہیں۔ مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے جناب۔" راجر اس کی بات کاٹتے ہوئے جلدی سے بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ساتھ کوئی دھوکہ بازی نہیں کریں گے۔ کیونکہ بغیر سر حاصل کئے آپ کا اتنی بھاری رقم میرے سامنے لا رکھنا آپ کی ایمان داری اور نیک نیتی کا ثبوت ہے۔"

"شکریہ۔"

"میں امریکہ پہنچ کر تار بھیج دوں گا تب آپ میری رقم مجھے روانہ کر دیجئے گا۔"

"آل رائٹ مسٹر راجر۔"

"اچھا میں ابھی مجسمے کا سر لے کر حاضر ہوتا ہوں۔" راجر پال اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

زاہد دروازے کی آڑ میں کھڑا سب کچھ سن رہا تھا، اس نے پھر اندر جھانکا تو راجر وہاں سے جا چکا تھا۔

زاہد چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنا ریوالور نکالا، اور دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔

"ہیلو مسٹر روہمر۔؟"

روہمر نے چونک کر آواز کی طرف دیکھا تھا اور زاہد پر نگاہیں پڑتے ہی اس کی آنکھیں فرط حیرت سے پھیلتی چلی گئی تھیں۔ دوسرے ہی لمحے شراب کا گلاس اس کے ہاتھ سے پھسل کر نیچے فرش پر گرا اور ٹوٹ گیا۔

فلورنس کا منہ شدید حیرت سے کھل گیا تھا۔

دونوں ظاہر کو گھورے جا رہے تھے جو ریوالور تانے ان کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"تت... تم... تم زندہ ہو۔" روہمر کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی "لیکن راجر کہتا تھا کہ تم مر چکے ہو۔"

"میں آسانی سے مرنے والا نہیں دوست۔" زاہد بولا "فلورنس جاؤ جا کر دروازہ بند کر دو۔"

فلورنس نے سوالیہ نظروں سے روہمر کی طرف دیکھا۔

"روہمر۔" زاہد غراتے ہوئے بولا "اپنی محبوبہ کو کچھ عقل سکھاؤ، میں کوئی بات دوبارہ نہیں دہراؤں گا۔"

"فلورنس جاؤ جا کر دروازہ بند کر دو۔" روہمر نے لڑکی کو اشارہ کیا۔

فلورنس نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا اور کھڑی ہو گئی۔

زاہد نے روہمر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اب میں جو کچھ بھی پوچھوں اس کا بالکل صحیح جواب دینا۔ بتاؤ تم راجر پال سے کیسے ٹکرائے تھے؟"

"کوپن ہیگن میں تمہارے ساتھ ملاقات ہونے کے بعد میں نے تمہاری نگرانی کروانی شروع کر دی تھی۔" روہمر کہنے لگا۔ "ان لوگوں نے مجھے رپورٹ دی کہ تم اوسلو میں چن لیاؤ کے پیچھے پڑے ہوئے ہو، میں فوراً سمجھ گیا کہ مہاتما بدھ کا سر چن لیاؤ کے قبضے میں ہے۔ پھر مجھے رپورٹ ملی کہ ایک پارٹی اور چن لیاؤ کے پیچھے پڑی ہے اور تم دونوں کی آپس میں چل رہی ہے۔ میں نے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا اور اوسلو پہنچ گیا۔ اس وقت راجر تمہارے قبضے میں پہنچ چکا تھا اور تمہارے ساتھ ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا اور میں بھی وہیں پر تھا۔"

"ساتویں منزل کے آخری والے کمرے میں۔" زاہد نے کہا۔

"بے شک۔"

"اور فلورنس بھی تمہارے ساتھ تھی اور میں شرط لگا سکتا ہوں کہ وہ فلورنس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔"

"وہ فلورنس ہی تھی۔" روہمر نے جواب دیا۔

"پھر میں نے راجر پال سے مجسمے کے سر کے سلسلے میں بات کی۔" روہمر کہنے لگا۔ "میں نے آدھی رات کو راجر پال کو اپنے کمرے میں بلایا اور اس سے تفصیل کے ساتھ بات چیت کی۔ اس نے کہا کہ اگر اسے ریوالور مل جائے تو وہ تمہیں اور تمہارے ساتھی کو صاف دھوکا دے سکتا ہے۔ میں نے اپنا ریوالور اس کے حوالے کر دیا اور اس کے سامنے وہی آفر دہرا دی جو میں تمہارے سامنے رکھ چکا تھا۔"

"بہت خوب۔ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"پھر راجر میرے کمرے سے باہر نکلا تو گیلری میں قدم رکھتے ہی اسے احساس ہو گیا کہ اس کے کمرے کی بتی جل رہی ہے اور اسے ایک سایہ چوکھٹ پر کھڑا دکھائی دیا جو پلک جھپکنے میں غائب ہو گیا۔ راجر فوراً سمجھ گیا کہ اس کے کمرے میں تم یا تمہارا ساتھی ہی ہو سکتا ہے۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے یہ بات مجھے بھی بتا دی۔ میں نے ہی اسے اس مسئلہ کا حل بتا دیا کہ اسے تم سے کیا کہنا چاہیئے۔ اس نے عورت والا قصہ بیان کر دیا۔"

"واقعی اس وقت مجھے یقین آ گیا تھا۔" زاہد بولا "بعد میں جب میں نے تصدیق کے لئے چابی کے سوراخ میں سے جھانکا تو میں بالکل ہی مطمئن ہو گیا تھا۔"

"مجھے اس بات کا احساس تھا کہ تم ضرور کمرے میں جھانک کر

معلوم کرنے کی کوشش کرو گے۔ اس لئے خود جا کر باتھ روم میں چھپ گیا۔"

"میں سمجھ گیا" زاہد بولا۔ "اب یہ بتاؤ راجر نے مجسمے کا سر کہاں رکھا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم، لیکن وہ اسے لینے گیا ہے۔" روبھر نے جواب دیا۔ "کرنل! اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

زاہد نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

"روبھر۔؟" کچھ دیر بعد زاہد بولا۔

"ہوں۔"

"کیا تم اتنے ہی احمق ہو کر راجر یا مجسمے کے سر کے لئے اپنی اور اس لڑکی کی زندگی خطرے میں ڈالو گے؟"

"کیا مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ۔۔۔ راجر ابھی مجسمے کا سر لے کر یہاں آرہا ہے۔" زاہد کہنے لگا۔ "تم دونوں کو اس کے ساتھ اسی طرح پیش آنا ہے، جس طرح اب تک آتے رہے ہو۔ اگر دروازہ کھلنے کے بعد راجر نے کمرے میں قدم رکھنے کی بجائے فرار ہونے کی کوشش کی تو میں فوراً سمجھ جاؤں گا کہ تم دونوں میں سے کسی نے اسے اشارہ کر دیا ہے۔ اور میں پھر انجام کی پروا کئے بغیر تم دونوں کو گولی مار دوں گا۔"

"او۔ کے کرنل! جیسا تم کہو گے، ہم ویسا ہی کریں گے۔"

"شاباش۔"

اسی لمحہ دروازہ پر دستک دی گئی۔ زاہد نے روبھر سے اشارہ کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

"جا کر دروازہ کھولو اور اسے اندر آنے دو، روبھر اگر تم نے ذرا سی بھی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو میں فوراً سب کو ختم کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر زاہد صوفے کے پیچھے چھپ گیا اور روبھر دروازہ کھولنے آگے بڑھا۔ فلورنس کرسی پر چپ چاپ بیٹھ گئی تھی۔

"مسکراؤ۔۔" زاہد نے اسے گھورا۔

فلورنس نے زبردستی اپنے چہرے پر مسکراہٹ پیدا کر لی۔ اس وقت تک روبھر جا کر دروازہ کھول چکا تھا۔

دروازے پر سوٹ کیس لئے راجر کھڑا تھا۔

"لو، میں مہاتما بدھ کا سر لے آیا ہوں۔" راجر اندر آتے ہوئے بولا۔

"شکریہ۔" روبھر نے سوٹ کیس سنبھال لیا۔ "آؤ، بیٹھو۔"

راجر پال آگے بڑھا۔ وہ اس صوفے کی طرف بڑھا جس کے پیچھے ریوالور لئے زاہد بیٹھا تھا۔

"آؤ ڈیئر راجر پال۔!" زاہد فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

راجر سناٹے میں کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل کر رہ گئیں۔

"تت۔۔۔ تم۔۔۔؟"

"ہاں، تمہاری بدقسمتی سے ہم دونوں بچ گئے۔"

"نہیں۔۔!" راجر کے حلق سے پھنسی پھنسی سی آواز نکلی۔ "میں۔۔۔ میں نے تو۔۔۔"

"شٹ اپ۔" زاہد نے غرا کر کہا اور پلٹ کر روبھر سے بولا۔ "تم سوٹ کیس ادھر لاؤ۔"

روبھر سوٹ کیس لئے زاہد کے قریب پہنچ گیا۔

"سوٹ کیس کھولو اور بتاؤ سر ہے یا نہیں؟"

روبھر نے سوٹ کیس کھولا۔ مجسمے کا سر موجود تھا۔ زاہد نے کہا۔

"چیک کر کے بتاؤ یہ سر اصلی ہے؟"

روبھر کو خود کام کرنا پڑ رہا تھا اس نے کافی مشقت کے بعد سوٹ کیس میں سے مجسمے کا سر نکال کر میز پر رکھا اور نہایت باریکی سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"کیا رہا۔؟"

"سر اصلی ہے کرنل۔!" روبھر نے جواب دیا۔

زاہد نے گردن ہلائی اور راجر کی طرف دیکھا جو اپنی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ زاہد بولا۔

"نہیں! اب تمہارا فرار ہونا ناممکن ہے اور ویسے بھی میرا نشانہ کم ہی خطا ہوتا ہے۔"

"نہیں، تم مجھے اس ہوٹل میں نہیں مار سکتے۔ لوگ جمع ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے، پولیس کی گولی سے تمہارا کام تمام ہو جائے۔"

"تم میری فکر مت کرو ڈیئر۔" زاہد بولا۔ "یہ بتاؤ دوسرا سوٹ کیس تم نے کہاں چھپایا ہے؟"

راجر پال نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"مجھے معلوم ہے وہ اس جگہ سے زیادہ دور نہیں ہوگا جہاں تم نے مجسمے والا سوٹ کیس رکھا ہوگا۔ وہیں وہ بھی ہوگا!"

"کرنل، مجھے کچھ نہیں معلوم۔" راجر پال جھلا کر بولا۔ "تمہیں مجسمے کا سر چاہیے وہ تمہیں مل گیا۔ اسے لے کر بھاگ جاؤ۔"

"لیکن وہ رقم۔۔۔؟"

"اچھا اس میں سے میں تمہیں نصف دولت دے دوں گا۔ یہ سر بھی لے جاؤ۔ اب تو خوش۔۔!"

"اور تمہیں زندہ چھوڑ دوں کیوں۔"

"اگر نہیں چھوڑو گے تو تمہیں دولت والا سوٹ کیس کبھی نہیں مل سکتا۔"

"آل رائٹ۔!" زاہد اس کے قریب پہنچ کر بولا۔ "اپنے جوتے اتارو۔"

"کیا۔؟" راجر پال اچھل پڑا تھا۔

"ہاں! جوتے اتارو۔"

"مم ... مگر کیوں۔"

"دیکھو راجر! مجھے مجبور مت کرو کہ تمہاری ناک توڑ دوں۔"

راجر پال گہرا سانس لے کر اپنے جوتے اتارنے کے لئے نیچے جھکا۔ زاہد کو اسی لمحے کا انتظار تھا۔ اس نے نہایت پھرتی سے ریوالور کے دستے سے اس کی کھوپڑی پر ضرب لگائی۔ وہ بغیر آواز نکالے فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

* * *

زاہد کچھ دیر کھڑا راجر پال کو گھورتا رہا۔

پھر وہ جھکا اور اسے گھسیٹتا ہوا باتھ روم میں لے گیا۔ راجر کے منہ سے خون رسنے لگا تھا۔

زاہد نے اس کی تلاشی لی اور چابیاں نکال کر اپنی جیب میں ڈال لیں۔ اس کے بعد وہ سوٹ سے باہر نکل آیا۔

لفٹ مین، لفٹ میں موجود تھا۔ زاہد نے جیب سے ایک نوٹ لفٹ مین کو دیتے ہوئے پوچھا۔

"تم ابھی کچھ دیر پہلے مسٹر راجر کو کس منزل پر لے گئے تھے؟"

"نیچے بیس مینٹ میں۔"

"وہاں کیا ہے۔۔۔؟"

"وہاں گیراج ہے جناب۔" لفٹ مین نے جواب دیا۔

"آل رائٹ! تم مجھے بھی وہیں چھوڑ دو۔" زاہد بولا۔

لفٹ مین نے اسے نیچے پہنچا دیا۔ وہاں کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ زاہد نے راجر پال کی مرسیڈیز فوراً ہی تلاش کر لی اور جیب سے چابیاں نکال کر گاڑی کی ڈگی کھولی، ڈگی خالی پڑی تھی۔

اس کے بعد زاہد دروازہ کھول کر کار کے اندر داخل ہو گیا۔ لیکن وہاں بھی اسے کوئی سوٹ کیس نہیں دکھائی دیا۔ لیکن زاہد کو پورا یقین تھا کہ سوٹ کیس گاڑی میں ہی ہونا چاہئے۔

اچانک زاہد نے کار کو ادھیڑنا شروع کر دیا۔ اس کی تیز نگاہوں نے جلدی ہی اس جگہ کو تلاش کر لیا۔ جہاں راجر نے سوٹ کیس چھپایا تھا۔ زاہد نے سوٹ کیس نکالا اور اسے کھول کر دیکھنے لگا۔۔۔ سوٹ کیس میں ساری رقم موجود تھی۔ اس نے سوٹ کیس بند کر کے اسے ڈگی میں رکھ دیا اور پھر نہایت اطمینان سے لفٹ کے ذریعے واپس کمرے میں پہنچ گیا۔

باتھ روم میں پہنچ کر زاہد نے پہلے راجر پال کی نبض ٹٹول کر دیکھی، نبض بہت دھیمی چل رہی تھی اور اس کے ہوش میں آنے کی فی الحال کوئی امید نہیں تھی۔

وہ واپس ڈرائنگ روم میں پہنچا اور مجسمے کا سر اٹھا کر سوٹ کیس میں بند کرنے کے بعد اس نے وہ شیشہ بھی اٹھا لیا جس سے روہیر نے سر کا معائنہ کیا تھا اور اس کے بعد نہایت اطمینان سے وہ باہر نکل آیا۔

سیدھا اپنے کمرے میں پہنچا اور اپنا سامان سمیٹ کر اس نے کاؤنٹر پر فون کر کے اپنا بل تیار کرنے کا حکم دیا اور ویٹر کو طلب کیا۔

چند لمحوں بعد ویٹر سامان نیچے پہنچانے کے لئے آ گیا۔ زاہد نے نیچے کاؤنٹر پر آ کر اپنا بل چکایا اور گیراج سے مرسیڈیز نکال کر روانہ ہو گیا۔ اسے سوٹ میں بند فلورنس، روہیر اور راجر پال کی قطعی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہاں سے وہ سیدھا ریلوے اسٹیشن پہنچا اور نوٹوں والا سوٹ کیس کلاک روم میں جمع کرا دیا اور دوبارہ کار لے کر دوسرے ہوٹل میں پہنچ گیا۔

ہوٹل میں کمرہ لے کر اس نے اطمینان سے سوٹ کیس سے مجسمے کا سر نکالا اور شیشے سے اس کا معائنہ کرنے لگا۔ اسے چار گھنٹے لگ گئے جب کہیں جا کر اسے خفیہ مائیکرو فلم کا پتہ چلا۔

وہ مائیکرو فلم مجسمے کی دائیں آنکھ میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ چھپائی گئی تھی۔

زاہد نے فلم کو ایک لفافے میں بند کیا اور اسے سیل کرنے کے بعد اپنی جیب میں رکھ کر اسی وقت وہ اپنے ملک کے سفارت خانے پہنچ کر سفیر سے ملا اور اسے مجسمے کا سر اور فلم سونپ کر دونوں چیزیں فوراً جنرل کیو کے پاس بھیجنے کی درخواست کی۔

سفیر نے وعدہ کر لیا۔

وہاں سے زاہد سیدھا اوسلو واپس آیا۔

جاوید کو ہوش آ چکا تھا اور اس کا زخم تیزی سے بھرنے لگا تھا۔ چن لیاؤ نے اسے بتایا کہ وہ ایک ہفتے کے بعد چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔" اللہ کا شکر ہے۔"

"میرا مال کہاں ہے کرنل۔۔؟" چن لیاؤ نے پوچھا۔

"مال میں نے راجر پال سے واپس لے لیا ہے اور وہ تمہیں ضرور ملے گا۔"

"مگر ہے کہاں۔"

"اپنے ساتھ لانے میں زبردست خطرہ تھا۔ اس لئے اسے جمع کرا آیا ہوں، یہ رہی رسید۔"

"کرنل آپ کا بہت بہت شکریہ۔" چن لیاؤ بولا۔" اب میں اوسلو کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ جاؤں گا۔"

"آل رائٹ۔" زاہد مسکرایا۔

اس کے بعد زاہد کی ملاقات جاوید سے ہوئی۔ دونوں گرمجوشی سے ملے۔ زاہد نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"ہمارا مشن کامیاب ہوا جاوید!۔"





ماہر سراغ رساں زاہد ایک انوکھی مہم پر آدھا چاند کی اصل حقیقت
جان کر آپ بھی حیران رہ جائیں گے

کرنل زاہد نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی پھر تصویر کو دیکھا۔

ڈاکٹر گپتا ٹمپوری پلاسٹک سرجری ایکسپرٹ نے زاہد کے چہرے میں تبدیلی تو کر دی تھی۔ لیکن یہ تبدیلی مکمل نہیں تھی صرف تصویر سے شباہت پیدا ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے تصویر والے آدمی کو دس پندرہ سال بعد دیکھ رہے ہیں۔

زاہد نے پلٹ کر ڈاکٹر گپتا سے کہا۔

"میں اس کا بڑا بھائی معلوم ہوتا ہوں۔ جب کہ مجھے اس شخص کی جگہ لینی ہے۔ اس کے دوستوں اور دشمنوں سے ملنا ہے۔"

جنرل کیو اپنا سگار دانتوں میں دبائے اپنے کوٹ کی جیبوں میں انگوٹھا پھنسائے پیچھے کھڑے تھے۔ انہوں نے سگار موتھ سے نکالتے ہوئے کہا۔

"ہم یہی چاہتے ہیں کرنل لوگ تمہیں نمبر فور میرا مطلب ہے جوگندر نہ سمجھیں بلکہ جب تم کہو تو وہ اپنی یادداشت کو ٹٹولیں اور تمہیں پہچاننے کی کوشش کریں۔ پانچ سال کا عرصہ کسی آدمی میں اس قدر تبدیلی لانے کے لئے کافی ہوتا ہے جبکہ یہ پانچ سال اس نے جیل میں گزارے ہوں اور مسلسل ٹارچر کیا جاتا رہا ہو۔"

"آل رائٹ۔" زاہد نے کاندھوں کو اچکا کر کہا "اگر آپ مطمئن ہیں تو میں بھی مطمئن ہوں۔"

جنرل کا بریف کیس قریب ہی میز پر رکھا تھا جنرل کیو نے بریف کیس کھول کر ایک فائل نکالا اور اس کو دیتے ہوئے کہا۔

"اس میں جوگندر کے بارے میں پوری رپورٹ ہے۔ دو دن تم صرف یہ رپورٹ پڑھتے میں اور حالات کو ذہن نشین کرنے میں لگاؤ۔ پرسوں ہیڈ کوارٹر آنا۔ جہاز کا ٹکٹ اور پاسپورٹ تمہیں پرسوں مل جائیں گے۔"

"اوکے سر۔" زاہد نے فائل لیتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد خاموشی سے دونوں اپنے اپنے گھروں کے لئے روانہ ہو گئے۔

-۞-

زاہد نے اپنے دروازے کی گھنٹی بجائی کیپٹن جاوید نے آ کر دروازہ کھولا۔

"کہیے۔ کس سے ملنا ہے۔" جاوید نے اس کو نہ پہچانتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ہونے والی ممی سے۔" زاہد نے مسکرا کر اپنی آواز میں کہا۔

"اوہ۔" جاوید نے حیرت سے کہا "آپ ہیں میرے ہونے والے ڈیڈی۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے نہیں پہچانا۔"

"کیا میک اپ ہے، میں تو کیا ملک الموت بھی اب آپ کو نہیں پہچان سکتی۔"

"یہی تو مجھے ڈر ہے۔" زاہد نے اندر قدم رکھتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا ڈر ہے۔"

"کرنل زاہد سے موت ڈرتی ہے۔ کہیں وہ دوسرا آدمی سمجھ کر میری طرح نہ قبض کرے۔"

"تو ایسا کیجئے آپ اپنا اصلی پاسپورٹ جیب میں رکھ لیجئے۔ موت آئے گی تو آپ کا پاسپورٹ دیکھ کر سمجھ جائے گی کہ آپ اصل میں کون ہیں۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ اتفاق سے اس وقت پرائیوٹ سراغرساں ڈاگا بھی آیا ہوا تھا ڈاگا اور سیما لکسر میں موجود تھے سیما چائے بنانے کے ساتھ ساتھ سویٹر بھی بنتی جا رہی تھی۔

دونوں نے نظریں اٹھا کر زاہد کی جانب دیکھا۔ اس کا مطلب تھا وہ دونوں بھی زاہد کو نہیں پہچان سکے تھے۔

جاوید نے سیما کو مخاطب کر کے کہا۔

"یہ صاحب انشورنس ایجنٹ ہیں۔"

"انشورنس ایجنٹ۔" ڈاگا بولا "یہاں ہم میں سے کسی کا خودکشی کرنے کا ارادہ نہیں۔"

"میں آپ کو خودکشی کا مشورہ دینے نہیں آیا" زاہد نے آواز بدل کر کہا۔

"لیکن انشورنس تو وہی لوگ کراتے ہیں جن کو خودکشی کرنی ہوتی ہے یا اپنے مکان، دوکان کو آگ لگانی ہوتی ہے۔"

زاہد نے جاوید کو مخاطب کر کے کہا اس بار اپنی اصلی آواز میں کہا۔

"پھر تم مسٹر ڈاگا کا بیمہ کر کے پالیسی اپنے نام کرا لو۔ اور ان کو قتل کر دو۔ تمہیں فائدہ پہنچ جائے گا۔"

اس بار ڈاگا اور سیما دونوں کرسیوں سے اچھل پڑے۔ اور دونوں کے موتھ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اوہ زاہد صاحب آپ ہیں۔"

زاہد نے مسخروں کی طرح آدھے جسم کو موڑ کر کہا۔

"آپ کا خادم ۔"

"خیریت تو ہے ۔" ڈاگا بولا ۔" کیا آپ نے سرکس میں نوکری کر لی ہے ۔"

"ہاں ۔" زاہد نے کہا ۔" اور جاوید کے اور تمہارے لئے خوشخبری ہے ۔ سرکس کے لئے دو عقل مند گدھوں کی ضرورت تھی ۔ میں نے تم دونوں کے ناموں کی سفارش کر دی ہے ۔"

جاوید نے ڈاگا کی طرف دیکھ کر کہا ۔

"یہ تو برا ہوا ڈاگا ۔ میں تو تمہیں چڑیا گھر کے ہاتھوں نیلام کر چکا تھا ۔"

"اوہ پلیز ۔" سیما بولی ۔" کیا آپ کسی وقت سنجیدہ نہیں ہو سکتے ہیں ۔"

"میں نے طے کر لیا ہے ۔" جاوید بولا ۔" میں صرف اس وقت سنجیدہ ہوں گا جس دن میری پہلی موت ہوگی ۔"

"پہلی موت ۔" سیما اور ڈاگا نے حیرت سے کہا ۔

"میرا مطلب ہے جس دن میری پہلی شادی ہوگی ۔"

ڈاگا نے غرا کر کہا ۔

"اور میں نے سنجیدہ ہونے کا اس دن فیصلہ کیا جس دن اٹھارویں بیوی کو بیاہ کر اپنے گھر لاؤں ۔"

سیما نے دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس کر کہا ۔

"جب آپ لوگ اپنی بک بک ختم کر لیں تو مورس کوڈ میں مجھے سگنل دے دیں ۔"

اس پر ایک قہقہہ پڑا ۔ اور پھر سب ایک دم سنجیدہ ہو گئے ۔

"اچھا زاہد صاحب ۔" ڈاگا نے سب سے پہلے سوال کیا ۔

"اب بتائیے آپ یہ کیا چکر ہے ۔ کیا کسی فلم کمپنی میں بھرتی ہو گئے ہیں آپ ۔"

"کیا کسی کیس پر کام کر رہے ہیں آپ ۔" جاوید نے پوچھا ۔

"کیا کسی ادھیڑ عمر عورت سے عشق ہو گیا ہے ۔" اس بار سیما غیر سنجیدہ تھی ۔

زاہد نے مسکرا کر تینوں کے چہرے دیکھتے ہوئے کہا ۔

"تم تینوں کے اندازے غلط ہیں ۔ میں پرسوں آزونا اسٹیٹ جا رہا ہوں ۔"

"کیوں ۔؟" تینوں نے ایک ساتھ پوچھا ۔

"یہ تو ابھی مجھے بھی نہیں معلوم ۔ تمام حالات اس فائل میں بند ہیں جو دو دن میں مجھے اپنے حافظے میں بٹھانی ہے ۔ تم جانتے ہو جنرل کبیو کبھی کبھی کتنے پراسرار بن جاتے ہیں ۔ آج صبح دس بجے انہوں نے فون کر کے بلایا ۔ اور لیبارٹری لے جا کر مجھے ڈاکٹر گپتا کے حوالے کر دیا ۔ بیچارہ ڈاکٹر سارا دن میرے چہرے سے لڑتا رہا ۔ ابھی آدھا گھنٹہ پہلے اس کا کام ختم ہوا تو میرے چہرے کی یہ درگت بن چکی تھی ۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جس شخص کے فوٹو کے مطابق میرا چہرہ بنایا گیا ہے میں اس کا جڑواں بھائی لگتا ہوں اور جنرل کبیو اس تبدیلی سے مطمئن ہیں ۔"

"بڑے میاں کو اس عمر میں ایک اچھی تندرست بدشکل بڑھیا کی ضرورت ہے ۔"

"ایک دولت مند بڑھیا کی تو مجھے ضرورت ہے ۔" ڈاگا منہ بسور کر بولا ۔" جو مجھے گود لے سکے ۔"

"اتنے بڑے آدمی کو ایک بڑھیا پھونس گود میں کیسے لے گی ۔" جاوید بولا ۔

"تم چپ رہو ۔" ڈاگا نے اس کو ڈانٹا ۔" میں دولتمند بننے کے خواب دیکھ رہا ہوں ۔"

"آل رائٹ ۔ تم لوگ خواب دیکھو ۔ میں اپنے کمرے میں چلتا ہوں ۔ میں خود یہ جاننے کے لئے بیتاب ہوں کہ اس بار کس اژدہے کے منہ میں مجھے بھیجا جا رہا ہے ۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا ۔

۱۔ آپریٹر: جوگندر سنگھ ۔

۱۔ آپریٹر ۔ جوگندر سنگھ ۔ نمبر فور ۔ (فوٹوگراف) عمر چالیس سال (یا پانچ سال پہلے) قد چھ فٹ ایک انچ (زاہد کے قد کے برابر) رنگ گندمی ۔ وزن دو سو بارہ پونڈ ۔

۲۔ ڈاکٹر مس کوفا ۔ آزونا کی باشندہ (فوٹوگراف) عمر بیالیس سال (یا پانچ سال پہلے) قد پانچ فٹ چار انچ ۔ رنگ ہاتھی دانت جیسا ۔ کیریئر ڈانسر ۔ آزونا انقلابی پارٹی کی سرگرم ممبر ۔

۳۔ محبوبہ: مس روتا ۔ ہندوستانی (فوٹوگراف) عمر تیس سال، گہری سیاہ آنکھیں ۔ اخبار ایسٹ ایشیا ٹائمز کی رپورٹر ۔ قد پانچ فٹ سات انچ ۔ پانچ سال سے آزونا میں ۔ اخبار کے اندر غیر ملکی نمائندے کی حیثیت سے مقیم ۔

۴۔ آدھا چاند: پرتگالیوں کے خلاف لڑنے والے انقلابی گروپ کا ایک لیڈر جس کی شناخت معلوم نہیں ۔

۵۔ فوسانو: انقلابی جماعت کا دوسرا لیڈر جو آزونا کی جنگ آزادی کے وقت ہندوستان میں مقیم تھا معاہدے کے مطابق ہندوستانی حکومت انقلابیوں کو ہتھیار سپلائی

کر رہی تھی اور سیکرٹ سروس میں مدد کر رہی تھی۔ آج کل آزونا میں کرنل کے عہدے پر مقرر ہے۔ قد چھ فٹ (فوٹو گراف) رنگ پیلا۔ وزن پانچ سال پہلے دو سو بیس پونڈ۔ آج کل دو سو ساٹھ پونڈ۔ عمر پینتالیس سال (پانچ سال پہلے)

آپریٹر نمبر فور (جوگندر سنگھ) کے سامنے دو شخص بیٹھے تھے فوسانو۔ آزونا انقلابی جماعت کا نمائندہ اور سیکرٹ سروس کا ڈائرکٹر جنرل گویا۔ فوسانو نے سامنے پھیلے نقشے پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں پیراشوٹ سے اس جگہ گرا دیا جائے گا۔ یہ ایک ساحلی قصبہ ہے جس کا نام موزا ہے۔ یہاں زیادہ تر کسان یا ماہی گیر رہتے ہیں۔ بہت غریب علاقہ ہے۔ پرتگالیوں کو اس علاقے میں کبھی کوئی پریشانی نہیں اٹھانی پڑی۔ اس لئے انہیں یہ شک بھی نہیں ہو سکتا کہ اس علاقے میں ہم کچھ کر سکیں گے۔"

"آدھا چاند" تمہیں یہاں ملے گا۔ وہ تمہاری پوری پوری مدد کرے گا۔ دو دن تم یہاں چھپے رہو گے پھر آدھا چاند کی مدد سے تم آزونا جاؤ گے۔"

چودہ تاریخ کو یعنی چار دن بعد پرتگالی گورنر سے امریکی وار سیکرٹری ملنے آ رہا ہے۔ آزونا میں استعمال کرنے کے لئے امریکہ پرتگال کو ہتھیار سپلائی کر رہا ہے۔ تمہارا کام امریکن وار سیکرٹری کو قتل کرنا ہے۔ تاکہ امریکہ اور پرتگال میں کشیدگی پیدا ہو جائے اور امریکہ پرتگالیوں کو ہتھیاروں کی سپلائی بند کر دے۔ سمجھ گئے تم؟"

"یس سر۔" جوگندر نے سر ہلایا۔

"کوئی سوال ہے؟"

"نو سر۔"

"اچھا۔" فوسانو نے اس کے کاندھے پر ہاتھ مار کر کہا۔

"وش یو گڈ لک۔"

لیکن آپریٹر نمبر فور جب وقت مقررہ پر پیراشوٹ سے آزونا اسٹیٹ کے قصبہ موزا کے پاس اس خاص مقام پر کودا۔ تو زمین پر ٹکنے کے بعد ابھی وہ اپنے جسم سے پیراشوٹ بھی نہ کھول سکا تھا کہ چاروں طرف سے درختوں کی آڑ سے پرتگالی سپاہی نکل پڑے اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔

بعد کی رپورٹ کے مطابق ایک ہفتہ جوگندر سے پوچھ گچھ کی جاتی رہی لیکن جوگندر تربیت یافتہ اور بھروسہ کا آدمی تھا۔ اس نے زبان نہ کھولی۔ آٹھویں دن جوگندر کو گولی مار دی گئی۔

صاف بات تھی، جوگندر کے ساتھ غداری کی گئی تھی کیونکہ اس آپریشن کے بارے میں صرف چار آدمی جانتے تھے۔

فوسانو۔ جنرل گویا۔ آدھا چاند اور خود جوگندر۔

جوگندر اور فوسانو تو غدار نہیں ہو سکتے تھے۔

غدار صرف دو آدمی ہو سکتے تھے۔ فوسانو جو اب کرنل فوسانو تھا یا آدھا چاند جس کی شناخت سے کوئی واقف نہیں تھا۔

غدار نے پہلے سے پرتگالی حکومت کو ساری اسکیم بتا دی تھی۔ اسی لئے پرتگالی سپاہی اس جگہ پہلے سے موجود تھے جہاں جوگندر کو کودنا تھا۔

اور اسی لئے سارے ملک آزونا میں پرتگالی سپاہیوں نے چھاپے مار کر انقلابی جماعت کے چالیس اہم لیڈروں کو گرفتار کر لیا تھا اور سب کو گولی مار دی گئی تھی۔

لیکن اس ظلم اور غداری کے باوجود تین سال بعد پرتگالیوں کو آزونا چھوڑنا پڑا۔ آزونا کو آزاد ہوئے دو سال گزر چکے تھے۔

فوسانو اپنے ملک جا چکا تھا اور کرنل کے عہدے پر تھا اتفاق سے ایک ماہ پہلے جنرل گویا کو آزونا جانا پڑا تھا۔ وہاں کرنل فاسانو سے جنرل کی ملاقات ہو گئی اور باتوں میں جوگندر کا ذکر نکل آیا۔

کرنل فوسانو نے افسوس کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے جوگندر کی موت کا افسوس ہے۔ آزادی کے بعد میں نے اس واقعہ کی تحقیق کی تھی۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا مجھے یقین ہے جوگندر کی گرفتاری میں آدھا چاند کا ہاتھ تھا۔"

"آدھا چاند کون تھا۔ میرا مطلب ہے اب تو اس کی اصلی شخصیت سامنے آ گئی ہوگی۔"

"نہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ آپ جانتے ہیں پہلے انقلابی جماعت کا لیڈر میں تھا لیکن پرتگالی مجھ سے واقف ہو چکے تھے اسی لئے مجھے آپ کے ملک میں جا کر پناہ لینی پڑی تھی میرے جانے کے بعد جو لیڈر رہا تھا وہ ایک ہفتہ کے بعد ہی پکڑا گیا تھا۔ اس کے بعد اس شخص "آدھا چاند" نے پارٹی کا کام سنبھال لیا تھا۔ اسی کی کوششوں سے ہمیں آزادی ملی ہے۔"

"پھر تو اسے پارٹی کے بہت سے لوگ جانتے ہوں گے۔"

"بہت کم۔ اس کے صرف دو تین قریبی دوست تھے جو اس کی اصل شناخت جانتے تھے۔ زیادہ تر وہ فون پر پارٹی کے دوسرے لیڈروں کو پیغام بھیجتا تھا۔"

جنرل گویا دس دن بعد ہندوستان واپس آ گئے۔ جوگندر کی یاد نئے سرے سے اس کے ذہن میں تازہ ہو گئی تھی۔

جوگندر ان کے ملک میں سب سے زیادہ بھروسے کا آپریٹر تھا۔ اس کی موت کا ان کو بہت دکھ تھا۔ ہندوستان پہنچ کر انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ جوگندر کے قاتل کا پتہ لگائیں گے۔ اس سلسلے میں وہ جنرل کپور سے آکر ملے اور دونوں بڑے جنرلوں نے مل کر یہ اسکیم تیار کی جس کو آپریشن "فل مون" (پورا چاند) کا نام دیا گیا۔

اب زاہد کو جوگندر بن کر آزونا جانا تھا جس کے لئے یہ کہانی تیار کی گئی تھی۔ جب جوگندر کو گرفتار کر کے گولی مارنے کے لئے لے جایا گیا تو اس کے ساتھ بیس انقلابی اور تھے جن کو گولیاں ماری جانی تھیں۔ سارے قیدیوں کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا گیا۔ ایک مشین گن ان کے سامنے فٹ کر دی گئی اس کے بعد پرتگالی افسر نے سر ہلایا۔

مشین گن نے گولیاں برسانی شروع کیں۔ سب قیدی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ پرتگالی افسر نے حکم دیا کہ سب کو ٹرک میں بھر کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔ تاکہ مچھلیاں ان سے پیٹ بھر لیں۔ چنانچہ ساری لاشیں سمندر میں پھینک دی گئیں۔

اتفاق سے جوگندر سینے اور پیٹ میں تین گولیاں لگنے کے باوجود وہ مرا نہیں تھا۔ کیونکہ گولی نے اس کے جسم کے کسی اہم عضو کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ سمندر میں آتے ہی اس کو ہوش آ گیا۔ اگرچہ خون بہت نکل چکا تھا لیکن زندگی تھی اس نے کسی طرح ایک بہتے ہوئے لکڑی کے تختے کو پکڑ لیا۔ پھر موجیں نہ جانے کس طرف اسے لے گئیں۔ شاید وہ گہرے سمندر میں پہنچ گیا تھا کہ ایک جہاز کے مسافروں کی اس پر نظر پڑ گئی۔ اس کو پانی سے باہر نکال لیا گیا۔ جہاز انڈونیشیا کا تھا۔ جہاز کے ڈاکٹر نے اس کا آپریشن کیا تھا۔ اس کی زندگی بچنی تھی اس لئے یہ اتفاقات ہوتے چلے گئے۔ انڈونیشیا پہنچ کر اس کو بندرگاہ کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا تھا۔ دس دن بعد بندرگاہ کے ہسپتال میں اس کو ہوش آیا تو وہ اپنی یادداشت کھو چکا تھا۔ چونکہ جسمانی طور پر صحت مند ہونے کے بعد اس کو ایک سینی ٹوریم میں بھیج دیا گیا۔ وہاں اس کے دماغ کا علاج بھی ہوتا رہا اور وہ باغبانی کی نوکری بھی کرتا رہا۔ کیونکہ اپنے ماضی کو بھولنے کے باوجود وہ باقی سارے کام ہوش مندی سے کر سکتا تھا۔

آخر پانچ سال تک ڈاکٹروں کی مسلسل کوشش کے بعد اس کی یادداشت واپس آ گئی۔ واپس آتے ہی اسے یاد آ گیا کہ وہ کون ہے۔ کس مقصد کے لئے آزونا گیا تھا اور یہ کہ اس کے ساتھ غداری کی گئی تھی جس کے لئے اسے یہ مصیبت اٹھانی پڑی تھی۔

اب اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی اور وہ اپنے اس دشمن کی تلاش میں آزونا آیا تھا جس کی وجہ سے اس کو یہ مصیبتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ انہی مصیبتوں نے اس کو بوڑھا کر دیا تھا۔

✦

ایک مقصد کے لئے زاہد کو چنا ہی اس لئے گیا تھا کہ زاہد آزونا کئی بار جا چکا تھا اور اس ملک میں اجنبی نہیں تھا۔

آزونا پہنچ کر کیبرے ڈانسر مس کوفا کو تلاش کرنا اس کے لئے مشکل نہیں تھا۔ نہ ہی رونا کو تلاش کرنے میں زیادہ وقت اٹھانی پڑی تھی۔ ایک ہفتہ دور سے وہ کرلیا ملان دونوں کو دیکھتا رہا تھا اور ان کے کیرکٹر سمجھنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ مس کوفی کے بارے میں جوگندر کی فائل میں یہ بھی درج تھا کہ وہ انقلابی جدوجہد سے پہلے دہلی کے ایک مشہور ہوٹل میں کیبرے ڈانسر تھی۔ اور جوگندر سے اس کی دوستی تھی۔ جوگندر کو آزونا بھیجنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ کوفا کو جانتا تھا۔ اور کوفا انڈر گراؤنڈ رہ کر باغیوں کی مدد کر رہی تھی۔

زاہد حیران تھا کہ رونا سے محبت کرنے والے جوگندر کے تعلقات اس ادھیڑ عمر ڈانسر سے کس قسم کے تھے؟

آزونا پہنچنے کے تیسرے دن اس نے کوفا سے ملنے کا فیصلہ کیا۔

ان دنوں کوفا شہر کے مشہور نائٹ کلب "پیراڈائز بلو" میں ناچتی تھی کوفا کی عمر اگرچہ پچاس کے لگ بھگ ہو چکی تھی۔ لیکن ابھی تک وہ بتیس چھتیس سال کی لگتی تھی۔ رونا کی عمر پینتیس کی ہو چکی تھی۔ رونا نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی اور ابھی تک اپنے پانچ سال پہلے والے فوٹو گراف کی طرح خوبصورت تھی۔

اس شام وہ "پیراڈائز بلو" میں گیا اور اسٹیج کے سامنے ایک ستون کے پاس والی میز پر بیٹھ گیا۔

ہال شہر کے دولت مند اور شریف لوگوں سے بھرا ہوا تھا پورے ہال میں لوگوں کی بولنے کی بھنبھناہٹ سی تھی۔ فضا میں سینٹوں کی خوشبو نے شراب اور تمباکو کی بو سے مل کر ایک عجیب طرح کی بو پھیلا دی تھی جو میٹھی اور ترش معلوم ہوتی تھی۔ اسٹیج پر ایک جاپانی ڈانسر ناچ رہی تھی۔

جب اسٹیج پر ناچ بند ہو جاتا تھا تو آرکسٹرا پر کلب میں بیٹھے ہوئے جوڑے ناچنے لگتے تھے۔ اسی طرح جب تیسری بار انڈونیشین لڑکی کا ناچ ختم ہوا تو زاہد کو اپنے قریب سے کسی عورت

کی آواز سنائی دی۔

"اوہ۔ اس آدمی کی شکل جوگندر سے کتنی مل رہی ہے۔"

زاہد نے آہستہ سے گردن گھما کر دیکھا۔ اور اس اتفاق پر حیران رہ گیا کہ اس سے ایک میز کے فاصلے پر ہی رونا ایک خوبصورت مرد کے ساتھ بیٹھی تھی۔ مرد کی کنپٹیوں کے بال سفید ہونے لگے تھے۔ اس کی عمر چالیس پینتالیس سال کے قریب ہوگی لیکن وہ صحت مند تھا۔

"نہیں ڈارلنگ" اس کے ساتھی نے کہا "دنیا میں ملتے جلتے سینکڑوں چہرے ہوتے ہیں۔"

اس بار زاہد کو جنرل کیسی کی ذہانت کا قائل ہونا پڑا۔ رونا اس کو پہچان نہیں سکی تھی۔ لیکن جوگندر کی شباہت نے اس کو متوجہ کر لیا تھا۔ اب وہ ضرورت پڑنے پر اپنی فرضی کہانی سنا کر آسانی سے رونا کو یقین دلا سکتا تھا کہ وہی جوگندر ہے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد اناؤنسر نے مس کوفا کے نام کا اعلان کیا۔ بتیاں بجھ گئیں اور کوفا اسٹیج پر نظر آئی۔

کوفا بوڑھی ہونے لگی تھی۔ مگر اس کا جسم سڈول تھا۔ ہاتھی دانت سے ترشا ہوا اور چکنا۔

کوفا اسپاٹ لائٹ کے درمیان کچھ دیر اسٹیج پر ناچتی رہی پھر اسٹیج سے اس کا جسم سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا۔ میوزک تیز آواز میں بج رہا تھا۔ کوفا کسی کی گود میں بیٹھ جاتی تھی کسی کے ہونٹوں سے سگریٹ نکال کر ایک کش لگاتی اور پھر اس کے منہ میں لگا دیتی۔ دس منٹ بعد وہ اس کی میز کے قریب آئی۔

اسپاٹ لائٹ کوفا پر پڑتے ہوئے اس کے چہرے پر بھی پڑی۔ اچانک کوفا کا جسم ساکت ہو گیا۔ اور اس کی نظریں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ کیفیت کوئی پندرہ سیکنڈ رہی اور پھر اس کا جسم حرکت میں آ گیا اور وہ ناچتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

اس کا مطلب تھا کوفا کو بھی اس کی شباہت نے حیران کر دیا تھا اگر کوفا اور رونا کو یہ یقین نہ ہوتا کہ جوگندر مر چکا ہے تو وہ اس پر جوگندر کے ہونے کا شبہ کر سکتی تھیں اب اس کی شباہت پر دونوں کو صرف حیرت ہوئی تھی۔

ڈانس ختم ہوا تو زاہد نے ایک بیرے کو بلا کر کہا۔

"میں مس کوفی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"سوری سر۔ وہ اس وقت کسی سے نہیں مل سکتیں۔"

زاہد نے جیب سے بیس روپے کے برابر مقامی نوٹ نکال کر بیرے کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"میں اس کا پرانا دوست ہوں۔"

بیرے کی باچھیں پھیل گئیں۔ اس نے کہا۔

"آل رائٹ سر۔ اگر آپ دوست ہیں تو میرے ساتھ آیئے۔"

وہ اٹھ کر چل دیا۔ پھر اس کو اندرونی دروازے سے اسٹیج کے پیچھے کی طرف لے گیا۔ یہاں ایک لمبا کوریڈور تھا۔ بیرے نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"سیدھے چلے جایئے۔ سب سے آخر میں مس کوفا کا گرین روم ہے۔"

زاہد آگے بڑھ گیا۔

آخری دروازے پر کوفا کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ایک نسوانی آواز نے کہا۔

"کون ہے۔؟"

جواب دینے کی بجائے زاہد دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا کوفا آئینے کے سامنے بیٹھی اپنا میک اپ ٹھیک کر رہی تھی۔ آئینہ میں اس نے زاہد کی شکل دیکھی۔

اس کے ہاتھ سے لپ اسٹک چھوٹ کر گر پڑی۔ وہ تیزی سے گھومی۔ اس کی حیرت بھری نظریں زاہد کے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔

تقریباً آدھا منٹ دونوں ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتے رہے۔ پھر آخر کوفا کے منہ سے تھرتھراتی ہوئی آواز نکلی۔

"ک۔ کون ہو تم۔"

"تم نے مجھے پہچانا نہیں کوفا"

کوفا کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

"نہیں نہیں۔ تم وہ نہیں ہو سکتے۔ تم جوگندر نہیں ہو سکتے۔ جوگندر کو مرے ہوئے پانچ سال ہو چکے ہیں۔"

"تو آخر تم نے پہچان لیا۔" زاہد نے جواب دیا اور ایک قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔

*

کوفا بے حد خوفزدہ ہو گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ پھر جب زاہد خاموش ہوا تو اس نے کانپتی آواز میں اپنا سوال دہرایا۔

"کون ہو تم۔"

"جوگندر۔" زاہد نے جواب دیا۔ "ویسے میں اب دنیا کے لئے جگدیش ہوں، میں مر چکا ہوں نا۔"

"اوہ تو تمہارا مطلب ہے تم سچ مچ جوگندر ہو۔" زاہد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہی جوگندر جو پانچ سال پہلے تمہاری انقلابی پارٹی کی مدد کے لئے پیراشوٹ سے موزا قصبے کے باہر کودا تھا۔ اور پرتگالی سپاہیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا جسے پانچ سال پہلے پرتگالیوں نے گولیوں کا نشانہ بنادیا تھا۔" ہاں میں وہی جوگندر ہوں۔"

"ل۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ تم مرچکے تھے۔ میرا مطلب ہے جوگندر مرچکا ہے۔"

"ہمارے ملک میں ایک کہاوت ہے۔ جسے رب رکھے اُسے کون چکھے۔ موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ میں بچ گیا تھا۔ یہ ایک لمبی کہانی ...."

"نہیں۔ میں نہیں مان سکتی۔" آہستہ آہستہ کوفا کو اپنے حواس پر قابو ہوتا جارہا تھا جوگندر کی عمر پانچ سال پہلے چالیس کے لگ بھگ تھی۔ اور تم پچپن سے کم نہیں۔"

"تم جوگندر کے بھائی ہوسکتے ہو۔ جوگندر نہیں۔"

زاہد نے پھر قہقہہ لگا کر کہا۔

"جب انسان موت کے موہنہ سے واپس آتا ہے۔ جب اسے پانچ سال انتہائی مصیبتوں میں گزارنے پڑتے ہیں تو اس کی عمر کے سال مہینوں میں گزرنے لگتے ہیں۔ ڈارلنگ کوفا اگر تم مجھے وقت دو تو میں تمہیں اپنی کہانی سنا سکتا ہوں اس کے بعد یقین کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے۔"

کوفا کچھ دیر اسے غور سے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

"اچھا سناؤ۔"

"کیا میں کرسی پر بیٹھ سکتا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ۔"

"یہ کہہ کر وہ آگے بڑھی اور کیبن کا دروازہ اندر سے بند کر کے واپس اپنی کرسی پر آتے ہوئے بولی۔

"آل رائٹ اب سناؤ۔"

"تم نے دروازہ بند کیوں کیا۔ کیا تم اب بھی خوفزدہ ہو۔"

"تمہیں دیکھ کر خوفزدہ ہوگئی ہوں۔"

"لیکن اب تم انڈر گراؤنڈ نہیں ہو۔ اب تو پرتگالی حکومت کا تمہیں خوف نہیں۔"

"ڈرنے کے لئے اور بھی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ بہر حال تم پہلے اپنی کہانی سناؤ۔"

زاہد اسے کوفا کو اپنی فرضی کہانی سنانے لگا۔ کہانی سناتے ہوئے زاہد کی نظریں کوفا کے چہرے پر تھیں اور وہ محسوس کر رہا تھا کہ آہستہ آہستہ کوفا کے شکوک ختم ہوتے جارہے تھے۔ آخر جب اس نے اپنی کہانی ختم کی تو کوفا نے ایک گہرا سانس لیا۔

"کیسی عجیب کہانی ہے بشرطیکہ سچ ہو۔"

"کیا اب بھی تمہیں شک ہے۔"

"بظاہر تو نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اب پانچ سال بعد تم آدونا کیوں آئے ہو۔"

"تم جانتی ہو پانچ سال پہلے تمہاری پارٹی کے ساتھ کسی نے غداری کی تھی اور میرے آنے کی اطلاع پہلے سے پرتگالی حکومت کو مل چکی تھی۔"

"ہاں۔" کوفا نے سر ہلایا۔

"اس وقت دو آدمی میرے راز سے واقف تھے۔ ایک شخص اس وقت دہلی میں تھا۔ وہ تمہاری پارٹی کا ہی لیڈر تھا اور دوسرا شخص یہاں پارٹی کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اس کا کوڈ نام آدھا چاند تھا۔"

"مجھے معلوم ہے۔" کوفا نے کمزور آواز میں کہا۔

"میرا قاتل ان دونوں میں سے ہی ایک شخص ہوسکتا ہے۔ ایک شخص کو میں جانتا ہوں۔ وہ یہاں اب ایک بڑے عہدے پر ہے۔ کرنل ہے۔ دوسرے شخص آدھا چاند کو میں نہیں جانتا۔"

"پھر تم میرے پاس کیوں آئے ہو۔"

"تم اس انقلابی جماعت کی سرگرم ممبر تھیں۔ اب تمہاری لڑائی ختم ہوچکی ہے۔ تمہارا ملک آزاد ہوچکا ہے۔ اس لئے کوفا تمہیں ضرور معلوم ہوگا کہ میرے ساتھ غداری کس نے کی تھی۔ آدھا چاند کون تھا۔"

زاہد نے محسوس کیا کہ اچانک کوفا کی آنکھوں میں سے خوف جھلکنے لگا۔ اس نے کہا۔

"م۔ مجھے۔ مجھے کچھ نہیں معلوم۔"

"تم خوفزدہ ہو۔"

کوفا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"کس سے۔"

"حالات سے۔"

"کیا مطلب۔ کیا یہاں کے حالات بہتر نہیں۔"

"گڑے مردے اکھاڑنے سے کچھ حاصل نہیں۔"

"لیکن میں تم لوگوں کی مدد کرنے آیا تھا اور میرے ساتھ دغا کی گئی تھی۔ میں اس غدار کو تلاش کرکے اس کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میری مدد نہیں کرسکتیں۔ تم میری دوست تھیں کوفا جب تم ہندوستان میں تھیں۔"

"اوہ نو۔" کوفا نے اس کی بات کاٹ کر کہا "نو پلیز پچھلی

باتوں کو بھول جاؤ۔"

"مجھے حیرت ہے کوفا۔ تم ایک پارٹی کی بہادر رکن تھیں۔ تم پر زنگا ہوں سے نہیں ڈریں اور اب تم خوفزدہ ہو۔ آخر تم کس سے خوفزدہ ہو؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔" کوفا نے منمنا کر کہا۔ "میں کسی کو نہیں جانتی۔"

"آخر تم کس سے خوفزدہ ہو۔"

"کسی سے نہیں۔ لیکن جوگندر اب میری عمر ختم ہو چکی ہے اکیاون سال میں گزار چکی ہوں۔ اب میرے اندر وہ جوش اور جذبہ نہیں۔ اب میں سکون سے الگ تھلگ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ اب میں کسی جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتی۔"

"میں تمہیں کسی جھمیلے میں نہیں ڈالوں گا کوفا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آدھا چاند کون تھا۔ کیونکہ موزامبیق ریڈ اشوٹ سے کودنے کے بعد اسی کو مجھ سے ملنا تھا۔"

"میں نہیں جانتی۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔" کوفا نے گہرا سانس لے کر کہا۔ پھر اچانک کرسی سے ساکت کھڑی ہو گئی اور بولی۔

"جوگندر۔"

"ہاں۔"

"کیا تم دوبارہ زندگی پا کر خوش نہیں ہو۔"

"زندگی پا کر کون خوش نہیں ہوتا۔"

"تو کیوں دوبارہ اپنی زندگی کے دشمن بننا چاہتے ہو۔ ابھی تمہاری بھی آدھی زندگی پڑی ہے۔ اپنے وطن جاؤ اور شادی کر کے پُرسکون زندگی بسر کرو۔ ماضی کو بھول جاؤ۔ بالکل بھول جاؤ۔"

زاہد کو یقین ہو گیا تھا کوفا ضرور کچھ جانتی ہے۔ اس کی مدد کر سکتی ہے، لیکن کسی سے خوفزدہ ہے، شاید آدھے چاند سے۔

اُسے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ کوفا اور جوگندر کے تعلقات کس حد تک تھے۔

زاہد نے ایک خطرہ مول لیا۔

اس نے اُٹھ کر کوفا کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ اور اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔

چند لمحوں کوفا نے خود کو اس سے چھڑانے کی کوشش کی۔ پھر اس کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ آخر اس کی بانہیں زاہد کے گلے میں آگئیں ساتھ ہی اس کے منہ سے نکلا۔

"ڈارلنگ۔ اوہ ڈارلنگ۔"

نہ جانے کتنی دیر بعد اس نے زاہد کے کان میں کہا۔

"اوہ ڈیئر۔ اب میں سچ مچ بوڑھی ہو گئی ہوں۔ میرے اندر پہلی جیسی ہمت اور جوش نہیں رہا۔ میرے جسم میں پہلی جیسی کشش نہیں۔ اس لئے اب میں کسی جھمیلے میں پڑنا نہیں چاہتی پرسکون زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

زاہد نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

"میں تمہیں کسی جھمیلے میں حصہ لینے کو نہیں کہہ رہا ہوں ڈیئر۔ صرف چند نام جاننا چاہتا ہوں۔"

کوفا کے جسم میں تھرتھراہٹ دوڑتی محسوس ہوئی۔ اس نے کہا۔

"تم یہاں کے آج کے حالات سے ناواقف ہو۔ پانچ سال ایک بہت بڑا عرصہ ہوتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں صرف نام۔۔۔"

"نام لینا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن مجھے تو نام بھی نہیں معلوم۔"

"میرا خیال ہے تم ابھی تک خوفزدہ ہو۔"

"ہاں۔ میں خوفزدہ ہوں۔ پلیز ڈارلنگ میری ایک بات مانو۔"

"کیا؟"

"تم فوراً اپنے ملک چلے جاؤ۔ جو ہو گیا اس کو بھول جاؤ۔ جو سامنے ہے اس کو دیکھو۔ جتنی زندگی باقی ہے اُسے سکون سے گزارنے کی کوشش کرو۔"

زاہد نے اس کو چھوڑتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے تم میری مدد نہیں کرنا چاہتیں۔"

"چاہنے کا سوال نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ کچھ نہیں کر سکتی۔"

"او کے پھر مجھے دوسرے لوگوں کو تلاش کرنا پڑے گا۔"

"تم برسوں کی دبی ہوئی راکھ کو کریدنا چاہتے ہو جوگندر۔ اس کے اندر انگارے بھی ہو سکتے ہیں۔"

"مجھے پرواہ نہیں۔ او کے ڈیئر گڈ نائٹ۔"

یہ کہہ کر وہ واپس چل دیا۔ کوفا اپنی جگہ ساکت کھڑی دیکھتی رہی اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی کچھ فیصلہ کر رہی تھی۔

جب زاہد نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اچانک وہ آگے بڑھی اور دروازہ کھول کر باہر جھانکتے ہوئے زور سے بولی۔

"جوگندر۔"

زاہد نے پلٹ کر دیکھا۔

"یہاں آؤ۔"

زاہد واپس آ گیا۔ کوفا نے کیبن کا دروازہ پھر اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔

"آل رائٹ تم جیت گئے۔"

"گویا تم مجھے سب کچھ بتانے کو تیار ہو۔" زاہد نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ لیکن شاید میں تمہیں ایک ایسا نام بتا سکوں جو تمہاری مدد کر سکے۔ تم ایسا کرو کل پانچ بجے میرے مکان پر آ جاؤ۔"

"کہاں۔"

کوفا نے اپنے پرس میں سے ایک کارڈ نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا۔ کارڈ لے کر زاہد بولا۔

"کل پانچ بجے ہی کیوں۔ صبح یا دوپہر کو کیوں نہیں۔"

"میں یہاں دو بجے تک ڈانس کرتی ہوں۔ تین بجے تک گھر پہنچتی ہوں اور تقریباً چار بجے تک سوتی ہوں۔ اس لئے بارہ ایک بجے سے پہلے آنکھ نہیں کھلتی۔ نہاتے دھوتے کھانا وغیرہ کھاتے تین بج جاتے ہیں۔"

"اوکے۔" زاہد نے کارڈ جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"کل پانچ بجے۔"

"کل پانچ بجے۔" کوفا نے اس کے الفاظ دہرا لئے۔

زاہد پھر واپس چل دیا۔ وہ کیبن کا دروازہ کھول رہا تھا کہ کوفا نے کہا۔

"جوگندر۔"

"ہاں۔" زاہد نے سر گھما کر کہا۔

"پلیز بی کیر فل۔"

زاہد نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔

"تم ضرورت سے زیادہ خوفزدہ ہو ڈارلنگ۔ مجھے تو یہاں کوئی جانتا بھی نہیں۔ میں تو جگدیش ہوں۔ دنیا جانتی ہے کہ جوگندر مر چکا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔

*

ہال میں پہنچ کر اُسے رونا کا خیال آیا۔ رونا اور اس کا ساتھی جا چکے تھے۔

وہ ٹیبل پر آ کر بیٹھ گیا۔ چند منٹ بعد ہی بیرا مسکرا کر دبی آواز میں بولا۔

"ملاقات ہو گئی سر۔"

"ہاں۔" اس نے سر ہلا کر کہا۔ پھر رونا کی میز کی جانب اشارہ کر کے کہا۔ "اسی میز پر ایک عورت اور ایک مرد بیٹھے تھے۔"

"وہ تو چلے گئے۔"

"وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ کیا وہ تمہارے مستقل خریدار ہیں۔"

"کبھی کبھی آتے رہتے ہیں۔"

"تم ان کو جانتے ہو۔"

"نہیں۔ مگر۔۔۔"

بیرے نے جان بوجھ کر اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"مگر کیا۔" اس نے پوچھا۔

"چھوڑیئے سر۔ اس بات کا شاید آپ سے تعلق نہیں۔"

زاہد سمجھ گیا کہ وہ کچھ روپیہ چاہتا ہے اس لئے اس نے دس روپے کے برابر نوٹ نکال کر اس کو دیتے ہوئے کہا۔

"میں ان دونوں کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں۔"

بیرے نے نوٹ مٹھی میں لے کر کہا۔

"کیا آپ پولیس والے ہیں۔"

"کیا میں پولیس والا نظر آتا ہوں۔ میں نے اس لڑکی کو کہیں دیکھا ہے اس لئے مجھے اس کی ذات میں دلچسپی ہو گئی ہے۔"

بیرے نے ادھر اُدھر دیکھا پھر آواز دبا کر بولا۔

"جب آپ مس کوفا سے ملنے گئے تھے۔ اس ٹیبل والے صاحب نے بلا کر مجھ سے کہا تھا کہ وہ مس کوفا سے ملنا چاہتے ہیں۔"

زاہد نے چونک کر پوچھا۔

"کیا ان کو یہ پتہ تھا کہ میں مس کوفا سے ملنے گیا ہوں۔"

"جی نہیں۔"

"پھر کیا ہوا۔"

"چونکہ آپ ان سے ملنے گئے تھے اس لئے میں کوریڈور میں گیا، کچھ دیر کھڑا رہا۔ پھر آ کر ان سے کہہ دیا۔

"مس کوفا کہتی ہیں، اس وقت کوئی ان کے ساتھ ہے اور وہ بہت ضروری بات کر رہی ہیں۔ پھر کسی وقت مل سکیں گی۔"

"پھر۔۔۔ ان پر کیا اثر ہوا۔"

"کچھ نہیں، مرد کاندھے اچکا کر رہ گیا۔

زاہد سوچ میں پڑ گیا۔ کیا یہ محض اتفاق تھا کہ رونا اور اس کا ساتھی اس وقت کوفا سے ملنا چاہتا تھا یا انہیں کسی قسم کا شک ہو گیا تھا۔

رونا کے وہ الفاظ اس کے ذہن میں گونجنے لگے۔
"اوہ اس آدمی کی شکل جوگندر سے کتنی مل رہی ہے"

اس سے شناخت کے بعد کونا سے ملنے کی خواہش کیا محض اتفاق تھی؟ کونا خوفزدہ تھی۔ وہ کوئی نام بتانے کو تیار نہیں؟ آخر وہ کس سے اور کیوں خوفزدہ تھی۔؟
رونا کا ساتھی کون تھا۔ کیا وہ بیرے کے جواب کے بعد اٹھ کر گیا تھا اور اس نے کوری ڈور میں کھڑے ہو کر ان کی باتیں سنی تھیں۔
یہ تمام خیالات اس کے ذہن میں آدھے منٹ میں گزر گئے۔ اور اس نے بیرے سے آخری سوال کیا۔
"کیا میرے جانے کے بعد وہ عورت یا اس کا ساتھی اسٹیج کے پیچھے کوری ڈور میں گئے تھے۔"
"سوری سر مجھے معلوم نہیں۔" بیرے نے جواب دیا "میں میزوں پر مصروف ہو گیا تھا۔"
زاہد دل میں ہلکی سی خلش لے کر وہاں سے اٹھ گیا۔

ایک درمیانے درجے کے ہوٹل میں زاہد جگدیش کے نام سے ٹھہرا ہوا تھا۔ کاؤنٹر سے چابی لے کر وہ اپنے کمرے میں گیا۔ دروازے میں رک کر اس نے ایک نظر دیکھا۔
سب کچھ ٹھیک تھا۔ لیکن اس کی شروع سے ہی احتیاط برتنے کی عادت تھی۔
اس نے اپنا اٹیچی کیس کھولا۔ اٹیچی میں اوپر ہی دو کتابیں رکھی تھیں۔ دونوں کتاب ایک دوسرے پر کراس کی شکل میں رکھی تھیں۔
اس نے جیب سے قلم نکالا جس پر سینٹی میٹر کے نشان بھی بنے ہوتے تھے۔ قلم سے اس دونوں کتابوں کے درمیانی زاویہ کو ناپا۔
اس کا دل تیزی سے اچھلا
زاویہ میں فرق تھا۔
اس کا مطلب تھا اس کی غیر موجودگی میں کسی نے بڑی احتیاط سے کتابوں کو چھوا تھا یعنی کسی نے تلاشی لی تھی۔
تلاشی لینے والا کوئی تربیت یافتہ اور تجربہ کار شخص تھا اس نے ہر چیز کو اٹھا کر اسی جگہ رکھنے کی کوشش کی تھی۔ اسے صرف یہ پتہ نہیں تھا کہ زاہد کتابوں کو ایک زاویہ پر اسی لئے رکھ گیا تھا۔ کیونکہ اسے یقین تھا غالباً تلاشی لینے والا کتابوں کو اسی پوزیشن میں رکھنے کی کوشش تو کرے گا زاویہ ناپنے کا سوال اس کے ذہن میں نہیں آئے گا۔
وہ اٹھ کر پلنگ پر جا بیٹھا اور فون اٹھا کر ریسپشن سے کہا۔
"میں کمرہ نمبر ۲۴ سے جگدیش بول رہا ہوں۔ کیا میرے پیچھے کوئی میرے کمرے میں آیا تھا"
"نو سر" کلرک نے جواب دیا۔
"ہوٹل کا کوئی نوکر صفائی کرنے شاید آیا ہو"
"نو سر۔ ہمارے ہوٹل میں صفائی صبح صبح کی جاتی ہے"
زاہد نے فون رکھ دیا۔ اٹیچی سے آتشی شیشہ نکال کر دروازے کے تالے کو دیکھنے لگا۔
"تالے پر کسی قسم کے نشانات نہیں تھے۔ اس کا مطلب تھا تلاشی لینے والا چابی سے تالا کھول کر آیا تھا.... اس نے جلدی سے گھوم کر دیکھا بالکنی کی طرف والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔
وہ تیز چلتا ہوا بالکنی میں آیا اور نیچے دونوں طرف بالکونیاں تھیں اور دونوں سے کوئی آدمی بہت آسانی سے اس کمرے کی بالکونی میں آ سکتا تھا۔ زاہد نے بڑبڑا کر خود سے کہا۔
"اب تم بوڑھے ہوتے جا رہے ہو برخوردار۔ اس لاپرواہی کی سزا میں تم قتل بھی ہو سکتے ہو"
بالکنی کا دروازہ بند کر کے اس نے لباس تبدیل کیا اور سونے کے لئے لیٹ گیا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کو آئے ہوئے تین دن ہو چکے تھے۔ پھر آج ہی کسی نے اس کے کمرے کی تلاشی کیوں لی؟ آج کیا خاص بات ہوئی۔؟
یہ سوچتے سوچتے اسے نیند آ گئی۔

دوسرے دن سارا دن وہ شہر میں بے مقصد گھومتا رہا دوپہر کو اس نے ایک مقامی اخبار کو فون کیا۔ جواب ملنے پر اس نے کہا۔
"کیا میں کسی مقامی رپورٹر سے بات کر سکتا ہوں۔"
چند لمحوں بعد ہی ایک مردانہ آواز نے کہا۔
"جیکب اسپیکنگ۔"
"کیا آپ مقامی رپورٹر ہیں مسٹر جیکب" زاہد نے سوال کیا۔
"چیف رپورٹر ہوں"
"مجھے ایک لیڈی رپورٹر کی تلاش ہے۔ جو چند سال پہلے ایک ہندوستانی اخبار ایسٹ ایشیا نیوز کی نمائندہ تھیں"
"آپ کا مطلب مس رونا سے ہے"
"ہاں۔ ہاں مس رونا"

"وہ اب بھی اسی اخبار کی نمائندہ ہیں۔"

"یہاں کہاں رہتی ہیں؟"

"ہوٹل "لا ابیلا" میں انہوں نے پورا فلیٹ لے رکھا ہے۔"

"او کے تھینک یو۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں، کون صاحب بول رہے ہیں؟"

جواب میں زاہد نے فون رکھ دیا۔

*

ٹھیک پانچ بجے وہ کوفا کے مکان پر پہنچا۔ کوفا کا فلیٹ تیسری منزل پر تھا عمارت پرانی تھی۔ زینے میں بلب تک نہیں تھے لفٹ بھی نہیں تھی۔ زینے سے تیسری منزل پر پہنچا ایک دروازے پر کوفا کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے پر لگی گھنٹی کا بٹن دبایا۔

اندر کہیں "بزر" بجنے کی آواز سنائی دی۔ لیکن دروازے پر کوئی نہ آیا اس نے وقفہ دے کر گھنٹی بجائی۔

دو تین بار گھنٹی بجانے پر بھی جواب نہ ملا تو زاہد کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے دروازے کا ہینڈل گھما کر دیکھا۔ دروازہ کھلا تھا۔ ہینڈل گھوم گیا۔

دروازہ بند کر کے اس نے پھر پکارا "کوفا۔ کوفا"

جب کوئی جواب نہ ملا تو جلدی سے سامنے والے دروازے کی طرف بڑھا۔ دوسرا کمرہ خواب گاہ تھا اور وہ خالی پڑا تھا۔

اس نے باتھ روم کے قریب جا کر دیکھا۔ باتھ روم کا دروازہ بھی کھلا تھا اور خالی تھا۔

اب اسے یقین ہو گیا کوفا کسی کام سے چلی گئی ہے۔ وہ صوفے پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ میز پر کچھ رسالے پڑے تھے۔ وہ رسالوں کی ورق گردانی کرنے لگا۔

نہ جانے کتنی دیر بعد اسے پیاس لگی۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ اس کو بیٹھے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔

کمرے میں پانی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ باہر والے کمرے میں ایک اور دروازہ تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ دروازہ شاید برابر والے فلیٹ میں کھلتا ہوگا۔ پانی کا کوئی انتظام نہ دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ وہ دروازہ باورچی خانہ ہوگا اس نے دروازہ کھولا۔

پہلی نظر اس کی سامنے رکھے ہوئے فریج پر پڑی اور دوسری نظر دو ٹانگوں پر۔

دونوں ٹانگیں زمین سے چار فٹ اٹھی تھیں۔

زاہد کے دل نے ایک جھٹکا کھایا نظریں ٹانگوں کے ساتھ ساتھ چھت تک گئیں۔ چھت میں ایک ہک تھا۔ ہک میں ایک رسی تھی جس میں کوفا کی گردن تھی۔

چند لمحوں کے لئے زاہد بت بن کر رہ گیا۔ پھر اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر کوفا کی مردہ ٹانگ کو چھو کر دیکھا۔

وہ برف کی طرح سخت تھی۔ اس کا مطلب تھا اس کو مرے آٹھ دس گھنٹوں سے زیادہ ہو چکے تھے۔

ٹانگوں کے نیچے ایک اونچا اسٹول ٹیڑھا پڑا تھا جس کے ایک پائے سے دھاگے سے ایک پرچہ بندھا تھا جو کسی ڈائری کا پھٹا ہوا ورق تھا اس پر لکھا تھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔"

زاہد کو یقین تھا کہ یہ کوفا کی تحریر ہوگی۔

ساتھ ہی اسے یہ بھی یقین تھا کہ کوفا نے خودکشی نہیں کی اس کو قتل کیا گیا تھا اور شاید کوفا کو ڈائری لکھنے کی عادت تھی اس کی ڈائری سے یہ ورق پھاڑ کر اسٹول سے باندھ دیا گیا تھا تاکہ یہ خودکشی معلوم ہو۔

•

اس رات کئی گھنٹے وہ کمرے میں ٹہلتا رہا۔

کوفا کی موت سے ثابت ہوتا تھا کہ کوفا کو واقعی کسی راز کا علم تھا۔ اسی لئے وہ خوفزدہ تھی۔ شاید پرانے خوبصورت دنوں کی یاد سے وہ جذباتی ہو گئی اور اس کو راز بتانے کو تیار ہو گئی اور نتیجہ میں اس کی آواز ہمیشہ کے لئے بند کر دی گئی۔

ایک بار پھر وہ رونا کے ساتھی کے بارے میں سوچنے لگا۔

رونا نے کہا تھا۔ "یہ آدمی جوگندر سے کتنا ملتا ہے۔"

"ممکن ہے وہ پہچان گیا ہو کہ وہ جوگندر ہی ہے۔ ممکن ہے اسی لئے وہ کوفا سے مل کر اسے وارننگ دینا چاہتا ہو۔"

اس آدمی کے بارے میں مجھے چھان بین کرنا ہوگی اس نے سوچا۔

لیکن اس آدمی کے بارے میں چھان بین کرنے سے پہلے اس نے قصبہ مونا میں جا کر تحقیق کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں اصل جوگندر کو گرفتار کر کے گولی ماری گئی تھی۔

تیسرے دن وہ قصبہ مونا میں تھا۔ یہ آج بھی غریب بستی تھی، ملاحوں اور کسانوں کی بستی۔ سارے قصبہ میں ایک ہوٹل تھا۔ بہت معمولی۔ اسے پتہ تھا کہ مونا میں ہی کرنل فوسانو کا آبائی مکان تھا۔ فوسانو کے ہندوستان جانے کے بعد ٹنگالیوں نے اس

پر قبضہ کر لیا تھا۔

قصبے کے واحد ہوٹل کا نام "جان خان" تھا۔ ہوٹل تھا جو مقامی زبان میں "جنت" کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ ہوٹل کو ادھیڑ عمر کا ایک جوڑا چلاتا تھا۔ مرد کا نام سوان اور عورت کا نام ناری تھا۔ ہوٹل کی حالت سے پتہ چلتا تھا کہ کبھی کبھی بھولے بسرے کوئی مسافر آنکلتا تھا اس سے دونوں میاں بیوی اپنے اور ہوٹل کے اخراجات چلاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ زاہد جیسے ایک صاف ستھرے آدمی کو دیکھ کر ان کی باچھیں کھل گئیں اور انہوں نے زاہد کا اس طرح خیر مقدم کیا جیسے وہ اس ملک کا وزیر اعظم ہو۔

دونوں میاں بیوی نے اس کے لئے مل کر کمرہ صاف کیا۔ بستر پر ایک دھلی چادر بھی بچھا دی۔ پھر ناری نے کہا۔

"کیا آپ کھانا بھی کھائیں گے سر؟"

"کھانا نہیں کھاؤں گا تو کہاں جاؤں گا۔" زاہد نے مسکرا کر کہا۔

"تو میں آپ کے لئے اپنے ہاتھوں سے کھانا بناؤں گی۔" ناری پرجوش آواز میں اس طرح بولی جیسے ہوٹل میں دس، پندرہ باورچی ملازم ہوں۔

زاہد ان دونوں کو دوست بنانا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا سوان اور ناری قصبے کی دائی ہوں گے۔ یہاں کا کوئی واقعہ ان کی آنکھوں اور کانوں سے نہ بچتا ہوگا۔

جن دنوں کرنل فوسانو ہندوستان میں تھا۔ اسی نے یہ بتایا تھا کہ اس کے مکان میں ان دنوں سب لوگ انقلابی پارٹی کے ممبر تھے۔ خاص طور پر وہ اپنے باغبان کا ذکر کرتا تھا جو مقامی شخص تھا لیکن انقلابی پارٹی میں اہم مقام رکھتا تھا۔ بعد میں اس کو پرتگالیوں نے گولی مار دی تھی۔

رات کے کھانے کے بعد ناری نے خاص طور پر کافی بنائی۔ زاہد نے سوان کو بڑھیا سگریٹ بھی پیش کی اور کافی پیتے ہوئے بولا۔

"میرا اس قصبے سے بہت پرانا تعلق ہے۔"

"اچھا۔" سوان نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ یہاں کبھی رہ چکے ہیں۔"

"نہیں۔ میرے ماموں مسٹر ساگا یہاں رہتے تھے۔ وہ باغبان تھے۔"

سوان اور ناری کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ پھر ناری نے اچانک چہک کر کہا۔

"اوہ سوان تم بھول گئے۔ مسٹر ساگا کرنل فوسانو کی کوٹھی کے باغبان تھے۔ وہ انڈر گراؤنڈ جماعت کے ممبر تھے اور پرتگالیوں ۔۔۔ ب۔

گولی مار دی تھی۔"

"اوہ گاڈ۔" سوان بولا۔ "اب مجھے یاد آگیا جب ان کو گولی ماری گئی تھی۔ انہی دنوں پرتگالیوں نے ایک ہندوستانی جاسوس پکڑا تھا جو پیرا شوٹ سے کودا تھا۔"

پھر سوان نے زاہد کو مخاطب کر کے کہا۔

"یہ تقریباً پانچ سال پہلے کی بات ہے سر۔ ہمارے قصبے میں ہمیشہ امن رہتا تھا۔ یہاں کبھی کوئی ہنگامہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن ایک روز اچانک یہاں چار پانچ ٹرکوں میں لد کر پرتگالی سپاہی آئے۔ انہوں نے سارے قصبے میں کرفیو لگا دیا۔ اور مسٹر فوسانو کے مکان پر قبضہ کر لیا۔ مسٹر فوسانو ایک بہت بڑے انقلابی لیڈر تھے۔ پرتگالی حکومت نے ان کے سر پر دس ہزار امریکی ڈالر کا انعام رکھا تھا۔ اس لئے ہندوستان چلے گئے تھے۔"

"اب وہ کہاں ہیں۔" زاہد نے سوال کیا۔

آجکل وہ آزونا میں رہتے ہیں اور کرنل کے عہدہ پر ہیں۔"

"اچھا پھر کیا ہوا۔ ذرا تفصیل سے بتایئے۔ کہانی بڑی دلچسپ ہے۔"

"بس کیا ہونا تھا۔ تین روز اس قصبہ میں کرفیو رہا۔ پھر وہ ہندوستانی جاسوس پیرا شوٹ سے کودا۔ سپاہیوں نے اس کو زمین پر قدم رکھتے ہی پکڑ لیا۔ بعد میں یہاں یہ افواہ عام تھی کہ اس ہندوستانی جاسوس کے ساتھ غداری کی گئی تھی۔ وہ یہاں انقلابیوں کی مدد کرنے آیا تھا۔ کسی انقلابی نے ہی اس کی مخبری کی تھی۔ اس کے بعد کرفیو کھول دیا گیا۔ ایک ہفتہ تک اس جاسوس سے پرتگالی پوچھ گچھ کرتے رہے۔ انقلابی پارٹی کے بہت سے لوگ انہوں نے پکڑے اور پھر سب کو گولی سے مار دیا۔"

"آپ کے ماموں بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔ مجھے افسوس ہے سر۔"

"اوہ اب افسوس کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔" زاہد نے کہا۔ "ان کو مرے پانچ سال گزر چکے ہیں۔ دل کے زخموں کے لئے وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔ مگر میں اپنے ماموں کے آخری دنوں کے حالات جاننا چاہوں گا۔ کیا آپ ان کو ذاتی طور پر جانتے تھے۔"

"نو سر۔۔۔ میں ذاتی طور پر ان کو نہیں جانتا تھا۔"

"کیا ان کا کوئی دوست تھا۔"

ناری نے آنکھیں آدھی بند کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے گوکل ان کے بارے میں بتا سکے گا۔"

"گوگل کون ہے"؟

"وہ مسٹر فوسالو کے مکان کا چوکیدار ہے جس زمانے میں یہاں انقلابیوں کو گولیاں ماری جا رہی تھیں اس وقت وہ چوکیدار تھا۔ آپ کے ماموں اور گوگل دونوں ہی کوٹھی کے سرونٹ کوارٹر میں رہتے تھے۔"

"اچھی بات ہے میں کل گوگل سے جاکر ملوں گا"

"آپ کل بھی رہیں گے" سوان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں ۔ میں کل اور ٹھہروں گا"

"ویری گڈ ۔۔ ویری گڈ"

دو دن کی تنہائی میں آمدنی کا تصور کر کے دونوں میاں بیوی کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

*

گوگل چھ فٹ سے بھی اونچا اسی قدر چوڑا ایک بوڑھا شخص تھا جب زاہد فوسالو کی کوٹھی میں داخل ہوا۔ گوگل لکڑیاں چیر رہا تھا۔ زاہد نے قریب پہنچ کر کھنکار کر کہا۔

"کوٹھی بہت خوبصورت ہے۔"

گوگل کا ہاتھ رک گیا۔ اس نے گھوم کر زاہد کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کون ہو تم۔ کیا تمہیں یہ پتہ نہیں یہ پرائیویٹ پراپرٹی ہے"

"مجھے معلوم ہے مسٹر گوگل ۔ میں ایک اخباری رپورٹر ہوں اور انقلاب پر ایک کتاب لکھ رہا ہوں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ انقلاب سے پہلے اس کوٹھی میں بھی کئی ڈرامے کھیلے گئے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کوٹھی کے پرانے نوکر تم ہو اس لئے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں"

"مجھے کچھ معلوم نہیں" گوگل نے غرا کر کہا۔

"میں تمہاری یادداشت تازہ کر سکتا ہوں۔ پانچ سال پہلے اچانک یہاں کرفیو لگا تھا۔ تین دن کرفیو لگا رہا۔ پھر ایک ہندوستانی جاسوس پیرا شوٹ سے کودا تھا۔ لیکن پرتگالی سپاہیوں کو پہلے سے معلوم تھا اس لئے وہ جاسوس کے استقبال کے لئے اس جگہ موجود تھے جہاں وہ کودا تھا۔

ایک ہفتہ بعد اس جاسوس کو پندرہ بیس باغیوں کے ساتھ گولی مار دی گئی"

گوگل نے کلہاڑی کا دستہ اپنے کولھے سے ٹکا کر کہا۔

"اب انقلاب آ چکا ہے پرتگالی جا چکے ہیں' اس لئے گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا فائدہ؟"

"تاریخیں اسی طرح لکھی جاتی ہیں گوگل مشہور یہ تھا کہ اس ہندوستانی جاسوس اور اس زمانے کے کئی اہم لیڈروں کو قتل کرانے میں کسی انقلابی جماعت کے ممبر کا ہی ہاتھ تھا۔ کوئی غدار انقلابی جماعت میں تھا"

"ہو گا" گوگل نے لاپرواہی سے کہا۔

"کیا کسی وقت بھی اس غدار کا نام کھل کر سامنے نہیں آیا"

"اگر آیا تھا تو مجھے معلوم نہیں"

"میں نے سنا ہے یہاں ایک باغبان سالا کا نام کا تھا اسے بھی پرتگالیوں نے گولی مار دی تھی"

"ہاں تھا"

"کیا وہ بھی انقلابی جماعت کا ممبر تھا"

"ہاں"

"پرتگالی سپاہیوں کو اس پر شک کیسے ہوا تھا"

"مجھے کیا معلوم"

"کیا تم پر بھی پرتگالیوں نے کبھی شبہ کیا تھا"

"کیوں کرتے۔ میں ایک سیدھا سادا چوکیدار ہوں"

"تم نے پرتگالیوں کو باتیں کرتے تو ضرور سنا ہوگا"

"میں لوگوں کی باتیں چوری چوری نہیں سنتا"

"لیکن تم ذہین آدمی ہو گوگل ۔ کچھ تو مجھے پانچ سال پہلے کے واقعات کے بارے میں بتا سکتے ہو"

گوگل کی آنکھیں چھوٹی پڑ گئیں اس نے زاہد کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم آزونا میں شیفالو سے کیوں نہیں ملتے"

"شیفالو کون"؟

"میں نے سنا ہے انقلابی دنوں میں اس کا حکم ہی چلتا تھا"

"کیا وہ اب بھی آزونا میں ہے"

"ہاں ہے"

"کہاں رہتا ہے"

"یہ مجھے معلوم نہیں۔ اب تم جاؤ میرا وقت مت خراب کرو"

مجبوراً زاہد واپس چل دیا۔ کچھ دور آنے کے بعد اس نے گھوم کر دیکھا۔ گوگل کوٹھی کی طرف جا رہا تھا۔

"کیا کسی کو فون کرنے گیا ہے" زاہد نے سوچا۔ گوگل کا رویہ بڑا عجیب تھا۔ شروع سے اس کا انداز مخالفانہ تھا

ہوٹل واپس آکر اس نے سوان ان سے پوچھا۔

"کیا مسٹر فوسانو کی کوٹھی میں اِن دنوں کوئی رہتا ہے؟"
"کوئی بھی نہیں۔ صرف گوگل۔" سوان نے جواب دیا۔
"تم نے کبھی ایک شخص شیفالو کا نام سُنا ہے؟"
"سٹیفالو۔" سوان نے سوچتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر شیفالو تو نہیں؟"
"شاید وہی۔ کون ہے وہ؟"
"وہ آذونا کا سب سے مشہور ڈاکٹر ہے۔ بہت رحمدل اور مہربان ڈاکٹر جو غریبوں کا علاج مفت کرتا ہے اور خدا نے اس کے ہاتھ میں شفا دی ہے۔ اس کے دواخانے پر مریضوں کی لمبی لائن لگی رہتی ہے۔"
"کیا کبھی اس شخص کا انقلابی جماعت سے تعلق تھا؟"
"اگر تھا تو مجھے معلوم نہیں۔"
زاہد خاموش ہو گیا۔
دوسرے دن وہ واپس چل دیا۔

آذونا میں اس نے ایک سیکنڈ ہینڈ گاڑی کرائے پر لے لی تھی۔ موزا سے کوئی دس میل دُور نکل آنے کے بعد ایک سیکنڈ ہینڈ گاڑی کچھ دیر اس کے پیچھے چلتی رہی۔ پھر اس سے آگے نکل گئی۔
گاڑی اس کے قریب سے گزری تو اس نے دیکھا۔ اس کار کی اگلی سیٹوں پر دو آدمی بیٹھے تھے۔
اِن میں سے ایک شخص کا چہرہ دیکھ کر زاہد کو حیرت ہوئی۔ کیونکہ گزشتہ اڑتالیس گھنٹے میں وہ اس چہرے کو تین بار دیکھ چکا تھا۔
آذونا میں جس دن اسے گوگا سے ملنا تھا اور وہ دن میں بے مقصد بازاروں میں گھوم رہا تھا تو اس نے اس چہرے کو دیکھا تھا۔ اور اب جب وہ موزا سے واپس آ رہا تھا۔
زاہد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔
اس کا مطلب تھا اس کے آنے پر کوئی خوفزدہ ہو گیا تھا اور اسی لئے اس کی نگرانی کی جا رہی تھی۔
اب سوال یہ تھا کہ وہ کون پُراسرار شخص تھا۔
کیا ڈاکٹر شیفالو؟
آذونا واپس پہنچ کر اس نے ہوٹل تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا۔

ہوٹل سے سامان لے کر اس نے گاڑی میں رکھا اور وہ دو گھنٹے تک بے مقصد سڑکوں پر گھومتا رہا۔
اب اس کا تعاقب کرنے والا کوئی نہیں تھا یا کوئی بہت ہی چالاک شخص تھا جس کو وہ پہچان نہیں پایا تھا۔
دو گھنٹے بعد اس نے ایک اور درمیانی درجے کے ہوٹل میں کمرہ بک کرایا۔ سامان رکھ کر غسل کیا۔ اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے نیچے آیا۔
کاؤنٹر کلرک کو چابی دیتے ہوئے بولا۔
"کیا آپ کو معلوم ہے ڈاکٹر شیفالو کہاں رہتے ہیں؟"
"جی ہاں۔ لبرٹی روڈ پر ان کا مطب ہے۔ مگر وہ اس وقت نہیں ملیں گے۔"
"پھر کس وقت ملیں گے؟"
"وہ صبح چھ بجے سے لے کر چار بجے تک مطب میں بیٹھتے ہیں۔"
"میں نے سُنا ہے وہ شہر میں بڑے مقبول ڈاکٹر ہیں؟"
"یس سر۔ لوگ اِن کو دیوتا مانتے ہیں۔ غریبوں کے بے حد ہمدرد ہیں۔"
"تھینکس۔" زاہد نے جواب دیا اور کھانا کھانے کے لئے ہوٹل کے ڈائننگ ہال کی طرف چل دیا۔

☀

ڈاکٹر شیفالو کے مطب میں بڑی لمبی لائن مریضوں کی لگی ہوئی تھی۔ زاہد اپنے ساتھ کتاب لے گیا تھا۔ وہ بھی لائن میں بیٹھ گیا۔ اور اطمینان سے کتاب پڑھنے لگا۔ تین بجے کے قریب اس کا نمبر آیا۔ ادھیڑ عمر نرس نے ویٹنگ روم میں آ کر کہا۔
"اگلا مریض۔"
زاہد اٹھ کھڑا ہوا۔ اور نرس کے ساتھ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ ویٹنگ روم اور ڈاکٹر کے کمرے کے درمیان ایک کمرہ تھا جس میں نرس بیٹھتی تھی۔
نرس نے ڈاکٹر کے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔
"آپ کو پانچ منٹ انتظار کرنا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب میرے اصرار کرنے پر سینڈوچ اور کافی لے رہے ہیں انہیں لنچ کرنے کو کبھی نہیں ملتا۔"
یہ کہہ کر نرس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور وہ ڈاکٹر کے کمرے میں اکیلا رہ گیا۔ کمرہ کافی بڑا تھا۔ ایک الماری میں سرجری کے آلات ٹنگے تھے۔ ایک کونے میں لمبی میز رکھی تھی۔ دو الماریوں میں کتابیں تھیں۔
ڈاکٹر کی میز بہت لمبی چوڑی تھی جس پر قلمدان، ٹیبل لیمپ

بیپرویٹ اور ایک ایش ٹرے رکھا تھا۔ چاندی کا ایش ٹرے آدھے چاند کی شکل میں "آدھا چاند" زاہد نے دل ہی دل میں سوچا اور ایش ٹرے اٹھا کر دیکھا۔ ایش ٹرے کے پہلو میں ایک جملہ کھدا ہوا تھا۔

"محبت اور خلوص کے ساتھ۔ آدھے چاند کی خدمت میں"

"ف"

زاہد کا دل اچھل پڑا تو ڈاکٹر شیفالو آدھا چاند تھا۔ اور ف سے مُراد فوسانو ہو سکتی تھی بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ فوسانو کے ہندوستان چلے جانے کے بعد آدھا چاند ہی انقلابیوں کا دشمن تھا۔ ایک لیڈر نے دوسرے لیڈر کو عقیدت کا تحفہ دیا تھا۔ کسی زمانے میں "آدھا چاند" ایک پُراسرار شخص تھا جس کی شناخت چند لوگوں کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں تھی آزادی ملنے کے بعد اس کو چھپانے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود عام لوگ نہیں جانتے تھے کہ آدھا چاند کون تھا۔ یا کون ہے۔

پھر اُسے کرنل فوسانو کے وہ الفاظ یاد آئے جو اس نے جوگندر سے رخصت کے وقت کہے تھے۔ یہ الفاظ فائل میں موجود تھے۔ فوسانو نے کہا تھا۔

"آرزونا میں آدھا چاند تمہاری ہر طرح مدد کرے گا۔ اسے تمہارے پیراشوٹ سے کودنے کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ آدھے چاند پر تم اسی طرح بھروسہ کر سکتے ہو جس طرح اپنے جنرل گوپار پر"

بے چارے جوگندر نے اسی طرح بھروسہ کیا اور مارا گیا۔ اور اس کا قاتل ان دو آدمیوں میں سے ایک تھا۔ کرنل خاسانو یا ڈاکٹر شیفالو جبکہ ان میں سے ایک اب گورنمنٹ میں اہم عہدہ پر تھا اور دوسرا عوام میں دیوتا مانا جاتا تھا۔

زاہد کی نظریں کتابوں کی الماری پر گڑی تھیں۔ لیکن ان نگاہوں کا کوئی مقصد نہیں تھا۔ اس کا ذہن گہری سوچ میں گم تھا۔

اچانک قدموں کی چاپ سنائی دی اور ایک آواز نے کہا۔

"سوری مجھے دیر ہو گئی"

زاہد تیزی سے بوٹ کی ایڑی پر گھوما اور ڈاکٹر شیفالو کو دیکھتا رہ گیا ایک بار پھر اس کا دل اُچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

ڈاکٹر شیفالو وہی خوبصورت مرد تھا جو نائٹ کلب میں للونا کے ساتھ تھا۔

"تشریف رکھیے۔" ڈاکٹر نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس سے کہا۔

وہ مریض والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا تکلیف ہے آپ کو۔" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"میرے سر میں درد رہتا ہے" زاہد نے جھوٹ بولا۔

"کب سے۔"

"دو سال سے۔"

"ایکسرے کرایا"

"جی ہاں۔ ایکسرے صاف ہے"

"درد پورے سر میں ہوتا ہے"

"جی ہاں" زاہد نے جواب دیا۔ پھر ایش ٹرے کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب۔ آپ کی ایش ٹرے بہت خوبصورت ہے بالکل آدھے چاند کی طرح"

ڈاکٹر نے اس کو تیز نظروں سے دیکھا۔ پھر مُسکرا کر بولا۔

"میرے ایک دوست نے تحفہ دیا تھا"

"مجھے یاد آیا کسی زمانے میں یہاں "آدھے چاند" نام کی ایک انقلابی جماعت ہوتی تھی کیا یہ اسی کی یادگاروں میں سے ہے"

ڈاکٹر نے پھر اس کو گھور کر دیکھا اور بولا۔

"آدھا چاند کوئی تنظیم نہیں تھی۔ بلکہ تنظیم کے ایک رکن کا کوڈ نام تھا"

"وہ آدمی یقیناً بہت ذہین اور بہادر ہو گا۔ ہر شخص بڑی عزت سے اس کا نام لیتا تھا"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

"کیا آپ سیاست پر بحث کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔"

"جی نہیں۔ میں تو اپنا سر دکھانے آیا ہوں۔ میرے بہت سے دوستوں کا خیال ہے کہ میرا سر خالی ہے اس لئے درد ہوتا ہے۔"

"آپ کا سر ضرورت سے زیادہ بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ خالی سر میں کبھی درد نہیں ہوتا۔ کیا آپ نے کبھی خون ٹیسٹ کرایا ہے"

زاہد نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ "ڈاکٹر لوگ تو میرا خون چوس چکے ہیں۔ پچھلے دو سال میں کم از کم ایک سو ٹیسٹ میں کرا چکا ہوں اور اپنی حلال کمائی سے بچائی ہوئی تین چوتھائی رقم ضائع کر چکا ہوں۔ لیکن سر درد ہے کہ کھوٹے ہوئے روپے کی طرح جانے کا نام ہی نہیں لیتا۔"

"کیا کبھی بچپن میں سر درد ہوا ہے"

"جی ہاں۔ کبھی کبھی"

"کیا کسی خاص جگہ پر درد ہوتا ہے"

"جی نہیں سارے سر میں"

ڈاکٹر اسٹیتھسکوپ سے کچھ دیر اس کا معائنہ کرتا رہا۔ پھر بولا۔

"کیا آپ اپنی حلال کی کمائی میں سے بچائی ہوئی رقم کا کچھ حصہ اپنی صحت کے لئے خرچ کر سکتے ہیں"

"جی ہاں کیوں نہیں، جان ہے تو جہان ہے"

"تو آپ کو کچھ ٹیسٹ کرانے ہوں گے۔ میں لکھ دیتا ہوں گا"

"اس کا مطلب ہے آپ مجھے دوا نہیں دیں گے"

"ایک دوا بھی لکھ دیتا ہوں۔ اس دوران میں آپ وہ دوا لیتے رہیں"

ڈاکٹر نسخہ لکھنے لگا تو زاہد نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب کیا جنگ آزادی کے دوران آپ کا بھی انقلابی جماعت سے کوئی تعلق رہا ہے"

ڈاکٹر نے لکھتے لکھتے سر اٹھا کر دیکھا۔

"جنگ آزادی کے زمانے میں کوئی وطن پرست شہری ایسا نہ تھا جس نے کسی نہ کسی طرح اس جنگ میں حصہ نہ لیا ہو"

"بہت سے غدار بھی تھے" زاہد نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "جن کی وجہ سے بہت سے انقلابی سپاہی انگا لیوں کی گولیوں کا نشانہ بنے"

"جی ہاں۔ غدار بھی تھے اور غدار ہر ملک میں پیدا ہوتے ہیں"

"کیا آزادی ملنے کے بعد ان غداروں کو سزا دی گئی"

"ڈاکٹر نے کاندھوں کو اچکا کر کہا۔

"مجھے معلوم نہیں، میرا سیاست سے کیا واسطہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ روزانہ کتنے مریض مجھے دیکھنے پڑتے ہیں"

یہ کہہ کر وہ پھر نسخہ لکھنے لگا۔

❋

کاؤنٹر کلرک سے اس نے پوچھا۔

"کیا مس روناتھے کمرے میں ہیں"

"یس سر۔ ابھی آدھا گھنٹہ پہلے آئی ہیں"

سامنے لگے بورڈ پر رونا کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس لئے اسے کمرہ نمبر معلوم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

دوسری منزل کے کمرہ نمبر ۲۱۲ پر اس نے دستک دی۔

"کون ہے؟" اندر سے ایک نسوانی آواز نے کہا۔

"دروازہ کھول کر دیکھ لو" اس نے جواب دیا۔

کچھ وقفہ کے بعد دروازہ کھلا۔ رونا کا وہ فوٹو بھی دیکھ چکا تھا اور نائٹ کلب میں مجسم بھی دیکھ چکا تھا۔ اس کی عمر پینتیس سال ہو چکی تھی لیکن ابھی تک اس میں بے حد دلکشی تھی۔ دروازہ کھولتے ہوئے رونا نے کہا۔

"کون ہیں آپ کیا..."

پھر الفاظ اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئے، اور آنکھیں پھیل کر زاہد کے چہرے پر جم گئیں۔ کچھ دیر تک وہ پتھر کے مجسمے کی طرح ساکت کھڑی اس کو دیکھتی رہی۔ پھر آخر اس نے اپنے حواس پر قابو پا کر کہا۔

"کون ہیں آپ؟"

"پلیز کیا تم مجھے اندر آنے کو نہیں کہو گی رونا"

رونا پیچھے ہٹ گئی۔ زاہد نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا اور مسکرا کر بولا۔

"کیا تمہارا خیال ہے اس زمانے میں معجزے نہیں ہوتے رونا۔"

"مجھے..." رونا کے منہ سے نکلا۔ "نہیں نہیں یہ ناممکن ہے تم جوگندر نہیں ہو سکتے"

"کیا اس لئے کہ زمانے نے مجھے وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا اس لئے کہ یہ پانچ سال کا عرصہ میرے لئے مصیبتیں اٹھاتے ہوئے گزرا ہے۔"

"ت۔ تو۔ تو کیا تم سچ مچ جوگندر ہو"

"میری آغوش میں آ کر دیکھو ڈارلنگ۔ میرے دل کی دھڑکن سن کر دیکھو جواب بھی صرف تمہارے لئے دھڑکتا ہے"

اچانک رونا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ باہیں پھیلا کر آگے بڑھی۔ زاہد نے بھی باہیں پھیلا دیں۔ رونا اس سے چمٹ کر رونے لگی۔

"اوہ جوگندر۔ جوگندر ڈیئر۔ کیا یہ سچ ہے کہ تم زندہ ہو میں تو کبھی سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ کیونکہ..."

"مجھے معلوم ہے" زاہد نے اس کی کمر تھپکتے ہوئے کہا "مجھے معلوم ہے سب کو یہی یقین تھا کہ میں انگا لیوں کی گولی کا نشانہ بن چکا ہوں اور واقعی انہوں نے اپنی دانست میں مجھے ختم کر دیا تھا۔ تین گولیاں میرے سینے میں لگی تھیں۔ مگر بھگوان کو میری زندگی منظور تھی۔ ہماری لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ میں تقریباً نیم بیہوش جسم ایک مسافر جہاز والوں کو نظر آ گیا۔ انہوں نے مجھے سمندر سے نکال لیا اور میرا علاج کیا۔"

"پھر تم پانچ سال سے کہاں تھے"؟

"انڈونیشیا میں۔ حادثے سے میری یادداشت چلی گئی
تھی۔"

"جوگندر تم زندہ ہو۔"

"میں جانتا ہوں رونا۔ جب سے میری یادداشت لوٹی
ہے۔ میں بھی تم سے ملنے کو بیتاب تھا مجھے یقین تھا مجھے مُردہ سمجھ
کر تم اس عرصہ میں کسی سے شادی کر چکی ہو گی۔"

رونا کے چہرے کا رنگ ایک دم پیلا پڑ گیا۔ وہ زاہد کی
آغوش سے نکل کر کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی اور باہر کی جانب دیکھتے
ہوئے بولی۔

"جوگندر فرض کرو، میں نے واقعی کسی سے شادی
کر لی ہو۔"

"تو میں بھی تم سے شکایت نہیں کروں گا رونا۔"

وہ پلٹی، اور اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولی

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں بہت جلد کسی سے شادی کرنے
والی ہوں۔"

"تو بھی میں اعتراض نہیں کروں گا۔" زاہد نے جواب دیا۔
"لیکن ایک بات ضرور پوچھوں گا۔"

"کیا"؟

"کیا تمہیں اس مرد سے محبت ہے"؟

"ہاں۔" رونا نے نظریں جھکا کر کہا۔ "مجھے اس مرد سے
محبت ہے۔ اگرچہ اتنی نہیں جتنی تم سے تھی اور ہے۔ لیکن تمہارے
بعد اگر میں نے کسی مرد کو چاہا ہے تو وہ ہے۔ وہ بے حد شریف ہے۔
اور مجھ سے ایسی ہی محبت کرتا ہے جیسی تم کرتے ہو۔ ہم دونوں
شادی کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ آزونا کی اعلیٰ سوسائٹی میں ہر شخص جانتا
ہے کہ ہم دونوں کی شادی ہونے والی ہے۔ میں نے آزونا کا شہری
ہونے کی درخواست بھی دے دی ہے۔"

"مجھے خوشی ہے رونا کہ تم شادی کر رہی ہو۔ میں تمہارے
راستے میں آنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ جسمانی طور پر میں
زندہ ہوں۔ مگر اندر سے مر چکا ہوں، اس لئے تم میری فکر نہ کرو۔"

"اچھا یہ بتاؤ کیا تم آزونا میری تلاش میں آئے تھے۔ اور
ہاں اب مجھے یاد آیا، چار پانچ دن پہلے میں نے تمہیں ایک نائٹ
کلب میں دیکھا تھا۔"

"شاید دیکھا ہو گا۔"

"اوہ جوگندر تم چار پانچ دن سے یہاں ہو۔ اور مجھ سے
آج ملنے آئے ہو۔"

"اس کی وجہ ہے۔"

"کیا وجہ ہے"؟

"میں ابھی دُنیا کی نظر میں مُردہ ہوں۔ آزونا میں تم پہلی
عورت ہو جس پر میں اپنا راز ظاہر کر رہا ہوں۔ تم جانتی ہو میں طری
سروس میں کام کرتا تھا۔"

"ہاں۔"

"میں اپنے محکمہ کی طرف سے ہی ایک کیس پر کام کرنے
آیا ہوں اس لئے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ کسی سے بھی میرے
بارے میں ذکر نہ کرنا۔ حتیٰ کہ اپنے ہونے والے شوہر سے بھی
نہیں۔ کیا تم وعدہ کر سکتی ہو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں تمہارا راز میرے سینے میں رہے گا۔
لیکن جوگندر تمہیں اب ایسے خطرناک کاموں میں حصہ نہیں لینا
چاہیئے۔"

"نہیں۔ اب موت میرے لئے ایک معمولی چیز ہے۔ تم نے
ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ وہ کون خوش نصیب ہے ڈارلنگ جس
نے میری جگہ لی ہے۔"

"تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا جوگندر۔ شیفالو مجھ
سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ میں اس کا دل توڑ کر اسے دُکھ
دینا نہیں چاہتی۔"

"اوہ، اس کا نام شیفالو ہے۔"

"ہاں۔ کیوں۔ کیا تم اسے جانتے ہو۔"

"عجیب بات ہے، جس آدمی کی مجھے تلاش ہے اس
کا نام بھی شیفالو ہے۔" اس نے رونا کے چہرے پر نظریں
جماتے ہوئے کہا۔

"میرا شیفالو ڈاکٹر ہے۔" رونا نے کہا۔

"وہ بھی ڈاکٹر ہی ہے، جس سے مجھے کام ہے۔"

"کیا تم اس سے مل چکے ہو۔" رونا کے چہرے پر اب اُلجھن
کے آثار تھے۔

"نہیں۔ ابھی تک نہیں۔"

"تم اس سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔"

"اس لئے کہ وہ بہت بُرا آدمی ہے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ ساری دُنیا جانتی ہے کہ ڈاکٹر شیفالو
بہت شریف آدمی ہے۔ لوگ اس کی دیوتاؤں جیسی عزت کرتے
ہیں۔"

"مگر اس کے کرم راکھشسوں جیسے ہیں۔ جنگِ آزادی
میں اس نے غداری کر کے سینکڑوں بے گناہوں کو قتل کرایا ہے

اور پرڈگالیوں سے کروڑوں روپیہ بٹورا ہے۔ میں نے سُنا ہے آجکل وہ اس خون آلود دولت کا کچھ حصّہ غریب لوگوں پر خرچ کر کے دیوتا بنا ہوا ہے۔"

"نہیں ۔" رونا نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔ "نہیں جوگندر تمہاری اطلاع غلط ہے۔ تمہیں دھوکا ہوا ہے۔ ڈاکٹر شیفالو فرشتہ ہے۔ جنگِ آزادی کا ہیرو ہے۔ آدھا چاند کے بارے میں تم کسی سے بھی پوچھ سکتے ہو۔"

"مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔" زاہد نے آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ وہ شیطان ہے۔ کیا تم مجھے ایک کپ کافی کے لئے بھی نہیں پوچھو گی رونا۔"

"اوہ ہاں ۔ میں تو بھول گئی ۔"

یہ کہہ کر وہ فون پر کافی لانے کا آرڈر دینے لگی۔

کچھ دیر دونوں خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ پھر رونا نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"جوگندر تمہیں شیفالو کے بارے میں ضرور غلط اطلاع ملی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ایک بار تم اس سے ملو تمہیں خود بخود پتہ چل جائے گا کہ وہ کتنا شریف اور نیک آدمی ہے۔"

زاہد نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے خود ہی سوال کیا۔

"کیا تم کوفا کو جانتی تھیں ۔"

"اوہ ۔ کوفا تو مر چکی ہے۔ اس نے خودکشی کر لی ہے۔"

"تم اُسے جانتی تھیں ۔" اس نے اپنا سوال دہرایا۔

"ہاں ۔"

"کس طرح ۔"

"ایک بار شیفالو نے اس سے میرا تعارف کرایا تھا۔"

"جس روز تم نے مجھے کلب میں دیکھا تھا اس رات شیفالو تمہارے ساتھ تھا۔"

"ہاں ۔"

"وہ کوفا سے اس رات ملنا چاہتا تھا۔"

"ہاں، مگر بیرے نے بتایا کہ کوفا کے پاس پہلے سے کوئی آدمی ہے ۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کوفا کے پاس وہ کون مرد تھا۔"

"نہیں ۔"

"کیا اس دوران میں کسی وقت شیفالو اُٹھ کر کہیں گیا تھا۔"

"صرف ایک بار باتھ روم گیا تھا۔"

زاہد نے دل ہی دل میں کہا "باتھ روم گیا تھا یا کوری ڈور میں کوفا کے دروازے سے لگ کر اُن کی باتیں سُن رہا تھا۔"

اس کو کسی سوچ میں دیکھ کر رونا نے پوچھا۔

"کیوں تم یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو ۔"

"میں شیفالو کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں ۔"

"تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم اس سے خود جا کر ملو۔"

"نہیں ۔ ابھی میں کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ ابھی تمہارے سوا کسی کو معلوم نہیں میں زندہ ہوں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے شیفالو تمہیں پہچان لے گا۔ اور اگر پہچان بھی لے گا تو اس کو تمہارے معاملات کیا غرض ہوگی۔"

"ابھی نہیں ۔" زاہد نے اپنا کپ ختم کر کے رکھ دیا اور اُٹھتے ہوئے بولا "اچھا اب میں چلوں گا۔"

"اتنی جلدی ۔"

"میرا یہاں زیادہ دیر رہنا ٹھیک نہیں۔ کم از کم ڈاکٹر شیفالو سے میں یہاں نہیں ملنا چاہتا۔"

"پھر اب تم مجھ سے کب ملو گے ۔"

زاہد نے سوچ کر کہا۔

"کل کیسا رہے گا ۔"

"کل کس وقت ؟"

"رات کا کھانا کل تم میرے ساتھ کھاؤ ۔"

"لیکن کہاں ۔"

"ہوٹل تم خود بتاؤ ۔"

"ہوٹل کولمبس یہاں کے کھانوں کے لئے مشہور ہے۔"

"آل رائٹ کل رات سات بجے ہم ہوٹل کولمبس میں ملیں گے ۔"

رونا اس کو دروازے تک چھوڑنے آئی اور اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر اس کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے بولی۔

"جوگندر ۔ تم چاہو تو میں شیفالو کو چھوڑ سکتی ہوں ۔"

"نہیں رونا ۔ میں خود غرض نہیں ہوں۔ ہر انسان پر کچھ سوشل ذمّہ داریاں بھی ہوتی ہیں۔ تم نے جو کچھ کیا ہے مجھے مُردہ سمجھ کر کیا ہے اس لئے اب میں تمہاری ایک ترتیب میں آئی ہوئی زندگی میں گڑبڑ نہیں کروں گا۔ میں یہ کیس ختم ہوتے ہی اپنے ملک واپس چلا جاؤں گا۔"

"تم مجھے بے وفا تو نہیں سمجھو گے ڈیئر۔"

"ہرگز نہیں ۔" زاہد نے اس کا ماتھا چوم کر کہا۔ "اچھا

ب میں چلتا ہوں، شب بخیر۔"
"شب بخیر ڈارلنگ۔" رونا نے جواب دیا اور زاہد کمرے
ے باہر نکل گیا۔

دس منٹ بعد ہی زاہد کو احساس ہو گیا کہ اس کا تعاقب
اجا رہا تھا۔

وہ کچھ دیر بے مقصد سڑکوں پر گھومتا رہا۔ وہ حیران تھا کہ کبھی
ن کے بعد پھر کیوں اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

"کیا شیفالو رونا کی نگرانی کراتا ہے؟"

اس نے آخر گاڑی سینما کے سامنے کار پارک میں روک
ی، اور اتر کر پیدل ہی ایک طرف کو چل دیا۔ تقریباً پندرہ منٹ
دا سے پتہ چل گیا کہ سیاہ اوورکوٹ میں ایک شخص اس کا
اقب کر رہا تھا۔

رات ہونے لگی تھی۔ وہ تیز چلتا ہوا ایک موڑ پر پہنچا اور
ے ستون کی آڑ میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔

چند منٹ بعد ہی اس کا تعاقب کرنے والا تیز تیز قدم اٹھاتا
ا موڑ پر آیا۔ رک کر ادھر ادھر دیکھا پھر اسی تیزی سے آگے بڑھتا
ا گیا۔ جب وہ قریب سے گزرا تو زاہد نے اس کو پہچان لیا۔

یہ وہی شخص تھا جس کو قصبہ موزلے سے آتے ہوئے اس
ے دیکھا تھا۔ اس کا مطلب تھا کسی کو احساس ہو گیا تھا کہ وہ کون
ہے اور کس مقصد کے لئے آذونا آیا ہے۔ زاہد جانتا تھا جب
ب کسی غدار کو یہ احساس ہے کہ وہ محفوظ ہے۔ اس وقت تک
سے کوئی خطرہ نہیں لیکن جس روز اسے احساس ہو گیا کہ اس
راز کھلنے والا ہے پھر وہ زاہد کو قتل کرنے کے لئے اپنی ہر کوشش
ادے گا۔

چونکہ تعاقب کرنے والا جا چکا تھا اس لئے زاہد ستون کی
ڑ سے نکل کر واپس اپنی کار کی طرف چل دیا۔

آدھے گھنٹے بعد اس نے اپنے نئے ہوٹل کے سامنے
اڑی روک دی۔ اندر داخل ہوا۔ کلرک نے اس کی چابی کاؤنٹر پر
کھی تو اس نے پوچھا۔

"میرا کوئی پیغام؟"

"کوئی نہیں سر۔"

"کوئی ملنے آیا تھا؟"

"نو سر۔"

"اگر کوئی ملنے آئے تو فوراً اوپر میرے کمرے میں نہ بھیج دینا
ے فون پر مجھ سے معلوم کر لینا۔"

"اوکے سر۔"

زاہد اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

☆

ہوٹل کولمبس کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ باہر کی جانب
اوپن ایئر تھا۔ لیکن یہ حصہ کافی ہاؤس کی طرح کام آتا تھا۔ کھانا
اندر عمارت والے حصہ میں دیا جاتا تھا۔ سات بجے زاہد پہنچا تو
اس نے رونا کو باہر والے حصہ میں بیٹھا پایا۔ وہ بھی اس کے پاس
جا کر بیٹھ گیا اور بولا۔

"کیوں یہاں کیوں بیٹھی ہو؟"

"مجھے کسی کا انتظار ہے۔" رونا نے مسکرا کر کہا۔

"کس کا؟"

"ڈاکٹر شیفالو کا۔"

"ڈاکٹر شیفالو۔" وہ چونک پڑا۔ "میں نے تم سے
کہا تھا۔"

رونا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"سوری ڈیئر۔ میں جانتی تھی کہ تم شیفالو سے کبھی ملنے
نہیں جاؤ گے۔ اور جب تک اس سے مل گے نہیں اس کے
بارے میں اپنی رائے نہیں بدلو گے۔ اس لئے میں نے اس کو بھی
بلا لیا ہے۔ فکر نہ کرو میں تمہارے بارے میں اس کو کچھ نہیں بتاؤں
گی۔ میں تمہارا کوئی فرضی نام اس کو بتا دوں گی۔"

"ویسے میں یہاں جگدیش کے نام سے ٹھہرا ہوا ہوں۔"

"بس تو میں اسے تمہارا نام جگدیش ہی بتا دوں گی۔"

زاہد کو ڈاکٹر شیفالو سے ملنے کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ وہ
صرف یہ سوچ رہا تھا کہ شیفالو اس کو دیکھتے ہی پہچان لے گا اس
نے رونا کو بتایا نہیں تھا کہ وہ شیفالو سے مل چکا ہے۔ اس لئے
رونا کے دل میں اس کے بارے میں شبہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن
اب وہ شیفالو سے ملنے پر مجبور ہو چکا تھا۔ اب وہ واپس بھی نہیں
جانا چاہتا تھا۔

"آل رائٹ۔" اس نے دل ہی دل میں خود سے کہا۔ "جو
ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"تم نے اس کو کب تک آنے کا وقت دیا ہے۔" زاہد
نے پوچھا۔

"ساڑھے سات بجے کا۔"

"بس تو ہم وقت گزارنے کو کافی منگا لیتے ہیں۔"
زاہد نے کہا۔

"نہیں۔ میں کچھ نہیں پیوں گی بھوک مر جائے گی۔ تم اپنے

لئے وہسکی منگالو۔"

"میں وہسکی نہیں پیتا۔" زاہد کے مونہہ سے نکل گیا۔

"مگر تم تو پیتے تھے۔" رونا نے حیرت سے کہا۔

"میرا مطلب ہے جب سے میں زخمی ہوا ہوں۔ ڈاکٹروں نے منع کر دیا ہے۔ وقت گزارنے کے لئے تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس پانچ سال میں کیا کیا ہوا ہے۔"

رونا اس کو پانچ سال میں ہونے والی سیاسی تبدیلیوں کے بارے میں بتاتی رہی۔ باتوں میں وقت کا پتہ بھی نہ چلا اچانک اس کو وقت کا احساس ہوا۔ اس نے گھڑی دیکھی اور چونک کر بولی۔

"ایسے آٹھ بج گئے اور شیفالو نہیں آیا۔"

"کیا وہ وقت کا پابند نہیں ہے۔"

"گھبرانے کی ضرورت نہیں وہ ڈاکٹر ہے۔ چلتے وقت کوئی مریض آگیا ہوگا۔"

اس نے محسوس کیا کہ رونا کے چہرے پر تشویش کے آثار پیدا ہوگئے تھے۔ اس کا مطلب تھا وہ شیفالو سے بہت محبت کرتی تھی۔

نو بج گئے تو رونا کی بے چینی بڑھ گئی۔

زاہد نے کہا۔

"اُسے ضرور کوئی اہم مصروفیت ہوگئی ہے۔ آؤ ہم اندر کھانا کھاتے ہیں۔"

مجبوراً رونا اس کے ساتھ اندر والے حصے میں چلی گئی۔ اور وہ لوگ کھانا منگا کر کھانے لگے۔ لیکن کھانے کے دوران رونا کھوئی کھوئی سی رہی۔ کھانا ختم ہوگیا تو رونا نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کیا ہوا۔"

"تمہارے ذہن پر شیفالو ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا آدمی کو اچانک کوئی کام نہیں پڑ سکتا۔"

"وہ کم از کم مجھے فون کر کے اطلاع کر سکتا تھا۔ یہاں ہوٹل میں فون ہے۔ اچھا تم بیٹھو میں اس کو فون کر کے آتی ہوں۔"

وہ فون کرنے چلی گئی۔ واپس آئی تو اس کی الجھن بڑھ گئی تھی۔

"کیا ہوا؟"

"میں نے دونوں جگہ فون کر لیا۔ گھر پر بھی اور مطب میں بھی۔ وہ کہیں نہیں ہے۔"

"کیا اس کے گھر پر کوئی نہیں۔"

"نہیں وہ اکیلا رہتا ہے۔"

"نوکر بھی نہیں۔"

"دو نوکر دن میں آتے ہیں۔ سات آٹھ بجے تک چلے جاتے ہیں۔"

"تم فکر نہ کرو۔" زاہد نے اس کو تسلی دی۔ "مجھے یقین ہے عین وقت پر اسے کوئی ضروری کام آپڑا ہے۔ یا ہو سکتا ہے کوئی مریض آگیا ہو۔ ڈاکٹر کی نظر میں سوشل تعلقات کے مقابلے میں کسی کی زندگی بچانا زیادہ اہم ہوتا ہے۔"

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"بس تو آؤ ہم کچھ دیر ٹہلتے ہیں۔"

آدھا گھنٹہ وہ ٹہلتے رہے اور ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے پھر رونا نے کہا۔

"اب میں واپس چلوں گی۔"

"تو چلو۔"

"تم مجھے اپنی گاڑی میں چھوڑ دو گے۔"

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔" زاہد نے ہنس کر کہا۔

"کہنے کی بات اس لئے ہے کہ پہلے میں شیفالو کے گھر جانا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔" زاہد کے منہ سے نکلا۔

"ہیلیبز جوگندر۔ کیا تم شیفالو سے جلن محسوس کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔" زاہد نے جواب دیا۔ "چلو گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ خاموشی سے اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ زاہد نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ رونا اس کو راستہ بتاتی رہی۔ آخر ایک بنگلہ نما مکان کے سامنے آکر رونا نے گاڑی رکوا دی۔ بنگلہ کے سامنے لان بھی تھا اور اندر صرف ایک کمرے میں روشنی تھی۔

"وہ شاید شیفالو آگیا ہے۔" رونا نے دبی آواز میں کہا۔ پھر گاڑی سے اتر کر مونہہ سے ایک خاص انداز میں سیٹی بجائی۔

زاہد نے دل ہی دل میں کہا۔ "تو دونوں میں سیٹی کے سگنل بھی مقرر ہیں۔"

رونا نے کئی بار سیٹی بجائی۔ کوئی جواب نہ ملا۔ زاہد کی نظر رونا کے چہرے پر تھی۔ وہ محسوس کر رہا تھا۔ رونا کی الجھن لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

اُسے خود بھی اب الجھن ہونے لگی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا شیفالو آیا کیوں نہیں۔ کیا اسے پتہ چل چکا تھا کہ رونا کے ساتھ کون آرہا ہے کیا وہ جان بوجھ کر نہیں آیا تھا۔

رونا کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"جوگندر ڈیئر تم یہیں ٹھہرو۔ میں اندر دیکھ کر آتی ہوں۔"
اس نے پرس سے چابی نکالی۔ اس کا مطلب تھا وہ
شیفالو کے گھر آتی جاتی رہتی تھی۔ تالا کھول کر وہ اندر چلی گئی۔
تقریباً دس منٹ بعد واپس آئی تو ایسا لگا جیسے وہ
رودے گی۔
"اب کیا ہوا؟" زاہد نے پوچھا۔
"وہ نہیں ہے۔"
"مگر اندر تو روشنی ہے۔"
"شاید نوکرانی بتی کھلی چھوڑ گئی ہے۔"
"اس کا کوئی پیغام بھی نہیں۔"
"نہیں۔"
"پھر بھی میں کہتا ہوں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت
نہیں کبھی کبھی انسان نہ چاہتے ہوئے بھی کسی ایسی جگہ پھنس جاتا
ہے جہاں سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔" رونا نے گاڑی
میں بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اب میں خوفزدہ ہوں جوگندر۔"
"کیوں۔۔۔؟ کس چیز سے۔"
"حالات سے۔ ضرور کہیں کوئی گڑبڑ ہے ورنہ شیفالو مجھے
فون ضرور کرتا۔"
"ہو سکتا ہے اس کا پیغام تمہارے ہوٹل پر آیا ہو۔"
"بھگوان کرے ایسا ہو۔ چلو مجھے ہوٹل پہنچا دو۔"
زاہد نے پھر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

***

دوسرے دن زاہد بارہ بجے کے قریب رونا سے ملنے گیا۔
رونا اپنے کمرے پر نہیں تھی البتہ کاؤنٹر پر ایک پیغام اس کے لئے
تھا۔ پیغام میں لکھا تھا۔
"میں نے کاؤنٹر کلرک سے کہہ دیا ہے کہ وہ
تمہیں چابی دے دے گا۔ میں ایک کام سے جا رہی
ہوں۔ تم کمرے پر میرا انتظار کرنا۔"
زاہد نے کلرک سے چابی لی اور اوپر کمرے میں جا کر انتظار
کرنے لگا۔

رونا شام کو چھ بجے واپس آئی۔ زاہد اس بیچ میں سوتا
رہا۔ کھانا اس نے کمرے پر ہی منگا کر کھایا تھا۔
رونا آئی تو اس کے چہرے سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ بے حد
تھکی ہوئی تھی اور بے حد پریشان تھی۔
"تم کب آئے تھے؟" اس نے مری ہوئی آواز میں پوچھا۔
"بارہ بجے۔"
"سوری۔"
"کوئی بات نہیں۔ بہتر ہے کہ تم پہلے غسل کر لو۔ میں تمہارے
لئے کچھ کھانے کو اور کافی منگواتا ہوں۔ پھر ہم تفصیل سے بات
کریں گے۔"
رونا خاموشی سے اٹھ کر غسل خانے میں چلی گئی۔ زاہد فون اٹھا
کر روم سروس کو کافی اور سینڈوچز کا آرڈر دینے لگا۔
آدھے گھنٹے بعد جب رونا کا کپ خالی ہو گیا تو زاہد نے کہا۔
"آل رائٹ۔ اب مجھے بتاؤ۔"
رونا نے نظریں جھکا کر اپنے ناخنوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"شیفالو گرفتار کر لیا گیا ہے۔"
زاہد کا دل کئی بار دھڑکنیں ایک ساتھ بھول گیا۔ اس نے
حیرت سے کہا۔
"گرفتار ہو گیا۔"
"ہاں۔"
"کب۔۔۔؟"
"کل شام۔"
"کس جرم میں۔"
جواب میں رونا خاموشی سے اپنے ناخنوں کو دیکھتی رہی۔
دوبارہ اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی۔ لیکن آواز نہ نکل سکی۔
"کیا ہوا۔ بتاتی کیوں نہیں کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے
ڈاکٹر شیفالو کو۔"
"غیر ملکی ایجنٹ ہونے کے جرم میں۔"
زاہد کو اپنے ذہن سے ایک بوجھ سا اترتا ہوا محسوس ہوا
اس نے دل ہی دل میں کہا۔
تو ڈاکٹر شیفالو اور کرنل فوسانو کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں
کہ بیچارے جوگندر کی موت کا سبب کیا تھا۔ بات صاف ہی تھی
آدھا چاند یعنی ڈاکٹر شیفالو اور کرنل فوسانو کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں
تھا کہ جوگندر کس دن، کس وقت، کس جگہ پیراشوٹ سے کودے گا۔
"میرا کام ختم ہوا۔" اس نے خود سے کہا۔
"لیکن نہیں۔" پھر خود اس کے ذہن کے ایک کونے سے
ایک آواز ابھری۔ یہ سب کچھ بہت آسانی سے ہو گیا ہے۔ بغیر
کسی کوشش کے۔
سوال یہ تھا کہ اس کے آتے ہی کوفا کو کیوں قتل کیا گیا؟
اس کا تعاقب کرنے والا کون تھا۔؟
در عین اسی وقت ڈاکٹر شیفالو کو کیوں گرفتار کیا گیا۔ وہ

یہاں جوگندر کے قاتل کی تلاش میں آیا ہوا تھا۔ جنگ آزادی ختم ہوئے پانچ سال گزر چکے ہیں۔ اس سے پہلے شیفالو کو گرفتار کیوں نہیں کیا گیا۔ ؟

اسی وقت کیوں ؟

ایک ہزار سوال کیوں اور کیسے اس کے ذہن میں گھومنے لگے۔

اس کو خاموش دیکھ کر رونا نے کہا۔

"یہ سیکرٹ ہے۔"

"کیا سیکرٹ ہے۔" اس نے چونک کر سوال کیا۔

"شیفالو پر یہ الزام۔" ایک لمحے کے لئے رک کر اس نے کہا "ایک بہت بڑے ذمے دار افسر نے مجھے یہ بات بتائی ہے ابھی اس کی گرفتاری کا راز چند افسروں کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں۔" پھر اچانک اس نے سر اٹھا کر غصے سے کہا "لیکن یہ جھوٹ ہے۔ یہ الزام سراسر جھوٹ ہے۔ ضرور کہیں کسی کو مغالطہ ہوا ہے۔ شیفالو ہمیشہ سے قوم پرست رہا ہے۔ وہ غدار یا غیر ملکی جاسوس نہیں ہو سکتا۔"

"کامیاب غیر ملکی جاسوس وہی ہوتے ہیں جن کے قریبی دوست بھی ان پر شبہ نہ کر سکیں۔" زاہد نے مسکرا کر کہا۔

"تم اس لئے یہ بات کہہ رہے ہو کہ پہلے تم اس کے خلاف ایک رائے قائم کر چکے ہو۔ اگر تم اس سے ایک بار بھی مل لو تو تم اس کی شرافت کے قائل ہو جاؤ۔"

"تم ایک بات بھول رہی ہو ڈارلنگ۔ نہیں تم بھول نہیں۔ نہیں بلکہ تمہیں علم نہیں۔"

"پانچ سال پہلے جب میں یہاں باغیوں کی مدد کرنے کے لئے پیراشوٹ سے کودا تھا تو اس راز سے صرف چار آدمی واقف تھے۔ جنرل گوہا میرے محکمہ کا چیف۔ کرنل فاسالو جو ان دنوں ہندوستان میں باغی لیڈر کی حیثیت سے پناہ گزین تھا اور رہاف مون۔ یعنی آدھا چاند جس کی اصل شخصیت صرف چند لوگ جانتے تھے۔

جب میں یہاں قصبہ مونزا کے باہر پیراشوٹ سے کودا تو پرتگالی پولیس میرے استقبال کے لئے موجود تھی۔ اور پرتگالی پولیس نے دو دن پہلے سے قصبہ مونزا میں کرفیو لگا دیا تھا اس کا مطلب تھا پرتگالی پولیس کو میرے آنے کی پہلے سے کسی نے خبر کر دی تھی۔"

"ہاں۔" رونا نے سر ہلا کر کہا۔ "یہاں یہ بات سب جانتے ہیں کہ ایک ہندوستانی جو باغیوں کی مدد کرنے آیا تھا کسی غداری کی مخبری پر پکڑا گیا اور گولی سے مار دیا گیا تھا۔"

"مخبری صرف چار آدمی کر سکتے تھے۔" زاہد نے کہا۔ "میں خود جنرل گوہا کرنل فوسالو اور آدھا چاند۔" "اب تم خود اندازہ کر سکتی ہو میں اور جنرل گوہا ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ فوسالو اس وقت ہندوستان میں تھا۔ صرف آدھا چاند باقی رہ جاتا تھا۔ غداری کرنے کے لئے اور مجھے یقین ہے ڈاکٹر شیفالو آدھا چاند تھا۔"

رونا کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اس نے زاہد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "جوگندر میں کہتی ہوں ضرور کسی جگہ زبردست دھوکا ہے۔ میں کبھی یقین نہیں کر سکتی کہ شیفالو ایسا کر سکتا ہے۔"

"اس لئے کہ شیفالو سے تم محبت کرنے لگی ہو۔ اور جب انسان کسی سے محبت کرنے لگتا ہے تو اس کی برائیاں بھی اچھائیاں معلوم ہونے لگتی ہیں۔"

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میں تم سے صرف ایک درخواست کرتی ہوں پلیز جوگندر صرف میری خاطر تم ایک بار شیفالو سے مل لو۔ مجھے یقین ہے اس سے بات کرنے کے بعد تمہیں اس کے بے گناہی کا یقین ہو جائے گا۔"

زاہد اس کو یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ وہ شیفالو سے مل چکا ہے لیکن حالات توقع کے خلاف رخ اختیار کر چکے تھے۔ اس لئے اب وہ ایک بار پھر شیفالو سے ملنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے کہا۔

"میں اس سے کس طرح مل سکتا ہوں۔ وہ کس جیل میں ہے اور جب افسران نے اس کی گرفتاری کو ابھی راز میں رکھا ہوا ہے تو وہ مجھے اس سے ملنے ہی کیوں دیں گے۔"

"اس کے لئے میں کوشش کر سکتی ہوں۔ اگر میں تمہیں اس سے ملنے کی اجازت دلوا دوں تو کیا تم اس سے ملنے چلے جاؤ گے؟"

"ہاں۔"

"اور اس کے بعد اگر تمہیں یقین ہو گیا کہ شیفالو بے گناہ ہے تو تم اس کو اس الزام سے بچانے میں میری مدد کرو گے۔ بہر حال تمہارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اور تم اس ملک کے لئے ایک بار موت کے منہ میں جا چکے ہو۔ اس لئے مجھے یقین ہے یہاں کی سیکرٹ سروس کے لوگ تمہیں ضرور جانتے ہوں گے۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں میں نے اپنا راز کسی کو نہیں بتایا ہے۔ اس کے باوجود میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے اس کی بے گناہی کا یقین ہو گیا تو میں حتی الامکان تمہاری مدد کروں گا۔ رونا۔"

روبنا نے اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا اور فون اپنی جانب سرکا کر آپریٹر سے نمبر مانگنے لگی۔

☀

آدھے گھنٹے تک وہ مختلف لوگوں سے فون پر بات کرتی رہی آخر آدھے گھنٹے کے بعد اس نے فون رکھ کر کہا۔

”تھینکس گاڈ۔ کام بن گیا۔“

”کس طرح۔“

”یہ آخری فون میں نے یہاں کے نواب سمار کو کیا تھا۔ وہ بہت بارسوخ آدمی ہے۔ میں ایک بار اپنے اخبار میں اس کا انٹرویو چھاپ چکی ہوں۔ وہ شیفالو کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ ابھی کرنل فوسانو سے فون پر بات کر کے مجھے جواب دے گا۔“

”اس کا مطلب ہے کرنل فوسانو بھی آج کل یہاں کا اہم آدمی ہے۔“

”مشہور ہے کہ وہ انٹیلی جنس کا چیف ہے۔“

”تم اسے ذاتی طور پر جانتی ہو۔“

”ہاں۔ کئی بار مل چکی ہوں۔ بہت شریف اور با اخلاق آدمی ہے۔“

”نواب سمار کا ابھی جواب دیگا۔“؟

”ہاں کہا تو اس نے یہی ہے۔“ روبنا نے جواب دیا۔

وہ دونوں انتظار کرنے لگے۔

تقریباً بیس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی۔ روبنا کچھ دیر دبی زبان سے باتیں کرتی رہی۔ لیکن روبنا کی آنکھوں کی چمک اور چہرے کے رنگ سے زاہد نے اندازہ لگا لیا کہ فون نواب سمار کا ہی ہے اور یہ کہ اسے کامیابی ہو گئی ہے۔

فون رکھ کر روبنا نے زاہد سے مسرت بھری آواز میں کہا۔

”کرنل فوسانو تم سے ملنے کو تیار ہو گیا ہے۔“

”مجھ سے۔“ زاہد نے حیرت سے کہا۔

”ہاں۔ تم شیفالو کے دوست کی حیثیت سے کرنل سے جا کر ملنا وہ تمہیں جیلر کے نام خط دے دیگا۔ جیلر تمہیں شیفالو سے ملوا دے گا۔ شیفالو اس وقت صوبہ مسالر کی جیل میں ہے۔“

زاہد سوچ میں پڑ گیا۔ اُسے یہ ڈر تھا کہ کہیں وہ اس کو پہچان کر گڑبڑ نہ کر بیٹھے۔

”کیا سوچنے لگے۔“ اس کو خاموش دیکھ کر روبنا نے کہا۔

”میں سوچ رہا ہوں اگر کرنل نے مجھے پہچان لیا تو برا ہوگا۔ میں یہاں ایک خفیہ مشن پر آیا ہوں۔“

”اوہ تو۔ کرنل تمہیں نہیں پہچان سکتا۔ جب میں تمہیں کلب میں دیکھ کر بھی نہیں پہچان سکی تو کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔“

”اوکے۔ تم کہتی ہو تو چلا جاؤں گا۔ مجھے کب جانا ہوگا۔“

”کل صبح دس بجے۔“

”کہاں۔“؟

”اس کی کوٹھی پر۔ پتہ میں کاغذ پر لکھ دیتی ہوں۔“

یہ کہہ کر روبنا نے ایک کاغذ پر پتہ لکھ کر اس کے حوالے کر دیا۔

کچھ دیر بعد زاہد چلنے لگا تو دروازے کے قریب آ کر روبنا نے زاہد کے گلے میں باہیں ڈال کر اس کا منہ چومتے ہوئے کہا۔

”ڈیئر تم مجھ سے خفا تو نہیں ہو۔“

”کیوں میں خفا کیوں ہونگا۔“

”شاید اس لئے کہ میں شیفالو کے لئے ضرورت سے زیادہ بے چین ہو رہی ہوں۔“

”میں تمہارے جذبات اور تمہاری پوزیشن کو سمجھ رہا ہوں روبنا میں خود غرض نہیں ہوں، میں جانتا ہوں تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ شیفالو کے لئے تمہاری کیا محسوسات ہیں۔ تم فکر نہ کرو میرے دل میں شیفالو کے لئے کوئی حسد یا جلن نہیں۔“

”تھینکس ڈیئر۔“ روبنا نے اس کا منہ چوم لیا۔ ”کرنل سے ملنے کے بعد تم مجھے فون کرنا۔“

زاہد فون کرنے کا وعدہ کر کے باہر نکلنا چاہتا تھا کہ اچانک ایک نیا خیال اس کے ذہن میں آیا۔ اس نے پلٹ کر کہا۔

”روبنا ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

”کیا بات۔“؟

”جب ڈاکٹر شیفالو اس شہر کا اس قدر مشہور آدمی ہے اور سارا دن مریضوں کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے تو اس پر شبہ کیسے ہوا۔ اس کے خلاف غداری کا ثبوت کیسے ملا۔ کیوں کہ کوئی ثبوت ملے بغیر شیفالو کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا۔“

”میں کہہ چکی ہوں کہ ضرور کوئی مغالطہ ہوا ہے۔ ویسے سچ یہ ہے کہ میرا دل پہلے سے کہہ رہا تھا۔“

زاہد نے حیرت سے کہا۔

”کیوں۔ کیا تم نے بھی کوئی عجیب بات محسوس کی تھی۔“

”عجیب بات یہ تھی کہ اس روز جب میں نے تمہیں کلب میں دیکھا اور شیفالو کو بتایا کہ تم جوگن رکھے مشکل ہو تو وہ سوچ میں پڑ گیا تھا اس کے بعد ہی اس نے اچانک کوفا سے ملنے کا

ارادہ کیا۔ لیکن کوفا مصروف تھی۔

دوسرے دن وہ کوفا سے ملنے گیا۔ اُسے ہمیشہ رات کو فرصت ملتی تھی۔ جب وہ کوفا کے فلیٹ پر پہنچا تو وہ مر چکی تھی۔ اس نے خودکشی کر لی تھی اور اسی رات شیفالو نے مجھ سے کہا تھا۔

"رونا کوفا خودکشی نہیں کر سکتی تھی۔"

"مجھے بھی اطلاع مل چکی تھی اور رپورٹر کی حیثیت میں خود کوفا کے فلیٹ پر گئی تھی۔"

"تم خواہ مخواہ اُلجھ رہے ہو۔ میں خود اپنی آنکھوں سے خودکشی کے بارے میں لکھا ہوا نوٹ دیکھ چکی ہوں۔"

"خودکشی کے نوٹ جعلی ہو سکتے ہیں۔" شیفالو نے جواب دیا تھا۔

"میں نے بھی وہ نوٹ دیکھا تھا۔ وہ ڈائری کا پھٹا ہوا ورق معلوم ہوتا تھا۔ میں جانتا ہوں کوفا کبھی کبھی اپنی ڈائری لکھا کرتی تھی۔ اس کاغذ پر جو کچھ لکھا تھا وہ کوئی بھی شخص کسی مایوسی کے موڈ میں لکھ سکتا ہے۔ اگر اس کو خودکشی کرنی ہوتی تو وہ صاف لکھتی کہ وہ خودکشی کر رہی ہے۔ اور خط کو اسٹول کے پائے میں نہ باندھتی۔"

"تو کیا تمہارا خیال ہے اس کو قتل کیا گیا ہے۔" میں نے شیفالو سے پوچھا۔

"ہاں۔ میرا یہی خیال ہے۔"

"اب اس بوڑھی عورت کو قتل کر کے کسی کو کیا مل سکتا تھا۔" میں نے اعتراض کیا۔ "وہ دولت مند بھی نہیں تھی۔"

"وہ انقلابی جماعت کی سرگرم کارکن رہ چکی ہے۔ اس کے سینے میں بہت سے اہم راز تھے۔ قتل کی وجہ رقابت اور دولت ہی نہیں ہوتی کچھ اور بھی ہو سکتی ہے۔ میں اس بارے میں اپنے طور پر تحقیق کروں گا۔"

اس گفتگو کے دوسرے دن شیفالو چپکے سے کوفا کے فلیٹ میں داخل ہوا تھا اور اس کے سامان وغیرہ کی تلاشی لی تھی۔ اس رات وہ کافی پریشان نظر آتا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔

"رونا میں کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ کوفا نے خودکشی کی ہے۔ افسوس تلاشی میں اس کے یہاں سے مجھے کچھ نہیں ملا۔ لیکن میں اپنی کوشش جاری رکھوں گا۔"

مجھے ڈر ہوا کہ اگر واقعی کوفا کو قتل کیا گیا ہے تو قاتل یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس کی موت کا راز کھلے اور جو کوئی اس راز کو کھولنے کی کوشش کرے گا۔ قاتل اس کو بھی ختم کر دے گا۔ یہ سوچ کر میں نے شیفالو کو بہت سمجھایا کہ وہ کوفا کو بھول جائے لیکن کبھی کبھی وہ بہت ضدی بن جاتا ہے۔ مجھے ڈر ہے اسی سلسلہ میں کسی نے شیفالو کو پھنسانے کی کوشش نہ کی ہو۔"

بات سمجھ میں آتی تھی۔ زاہد نے سوچا واقعی یہ کوشش ہو سکتی ہے کہ شیفالو نے کوفا کے بارے میں اپنی تحقیق جاری رکھی اور قاتل نے خوفزدہ ہو کر اُسے پھنسا دیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ خود شیفالو نے ہماری باتیں سن کر کوفا کو قتل کر دیا ہو۔ اور دوسرے دن اطمینان سے یہ دیکھنے گیا ہو کہ وہ کوئی نشان ایسا تو نہیں چھوڑ آیا جس سے اس کا راز کھل سکے۔

زاہد نے مزید کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ رونا کو تسلی دی اور واپس چل دیا۔

ٹھیک دس بجے وہ کرنل فوسالو کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ زاہد کبھی کرنل فوسالو سے نہیں ملا تھا صرف اس کی تصویریں دیکھی تھیں۔

"مجھے کرنل صاحب سے ملنا ہے۔ انہوں نے مجھے بُلایا تھا۔"

"اندر چلے جاؤ۔" پہریدار نے کہا۔

وہ کوٹھی کے اندر داخل ہوا۔ پہلے کمرے میں ہی ایک چپراسی نما نوکر بیٹھا تھا زاہد نے اس سے بھی کہا کہ کرنل صاحب نے مجھے بُلایا ہے۔"

نوکر اندر چلا گیا۔ دو منٹ بعد آ کر بولا۔

"آیئے۔"

وہ نوکر کے ساتھ گیا۔ ایک لمبے سے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے نوکر نے کہا۔

"اندر چلے آیئے۔"

زاہد اندر داخل ہوا۔ کرنل فوسالو ایک بھاری میز کے پیچھے بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا اس نے آہٹ سن کر سر اٹھا کر دیکھا۔ زاہد نے سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر اس نے کہا۔

"تشریف رکھیے، صرف دو منٹ کی اجازت چاہتا ہوں۔"

زاہد بیٹھ گیا۔ کرنل کچھ دیر لکھتا رہا۔ کبھی کبھی وہ ترچھی نظروں سے زاہد کو دیکھ لیتا تھا۔ زاہد سمجھ گیا کہ وہ اس کے کیرکٹر کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آخر اس نے قلم رکھا۔ اٹھ کر میز کے پیچھے گھوم کر آیا۔ کمرے کے ایک کونے میں صوفہ سیٹ رکھا تھا۔ اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"آیئے ادھر صوفے پر بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

زاہد نے مصافحہ کر کے اس کا شکریہ ادا کیا۔ صوفے پر بیٹھنے کے بعد کرنل نے کہا۔

"تو آپ نواب سالکا کے دوست ہیں؟"

"دوست تو نہیں۔ وہ میرے کرم فرما ہیں۔"

"انہوں نے فون پر مجھ سے کہا تھا کہ آپ کسی اہم سلسلہ میں مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"تو فرمایئے کیا بات ہے۔"

"میرے ایک دوست گرفتار ہو گئے ہیں۔ جیل میں ان سے ملنے کی اجازت نہیں مل رہی ہے۔ آپ کی سفارش چاہتا ہوں۔"

کرنل کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ اس نے کہا۔

"کیا آپ کے دوست نے کوئی جرم کیا تھا۔"

"جی نہیں۔ میرے دوست بہت شریف اور باعزت آدمی ہیں۔ میرا خیال ہے کسی مغالطے میں ان کو گرفتار کیا گیا ہے۔"

"کیا نام ہے آپ کے دوست کا۔"

"ڈاکٹر شیفالو۔ آپ ان کو ضرور جانتے ہوں گے۔ وہ شہر کے بہت مشہور ڈاکٹر ہیں۔ غریب لوگ تو ان کو دیوتا مانتے ہیں۔"

"ہاں، میں نے ان کا نام سنا ہے۔" کرنل نے کہا۔

زاہد نے دل ہی دل میں کہا۔

"صرف نام سنا ہے۔ جبکہ جوگندر کی درج شدہ رپورٹ کے مطابق تو سالو آدھا چاند کا دوست تھا۔"

بلند آواز سے اس نے کہا۔

"پھر تو آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ وہ کتنے نیک اور شریف آدمی ہیں۔"

"نیکی اور شرافت کا تعلق دل سے ہوتا ہے مسٹر۔ کیا نام بتایا تھا آپ نے اپنا۔"

"جگدیش سر۔"

"ہندوستانی ہیں آپ۔" اس بار کرنل نے اس کو گھور کر دیکھا اور زاہد کا دل کئی دھڑکنیں ایک ساتھ بھول گیا۔

"جی ہاں۔"

"آپ ڈاکٹر شیفالو کو کیسے جانتے ہیں؟"

"میں بزنس فرم کا نمائندہ ہوں اور اکثر آتا رہتا ہوں۔ عرصے سے سینے کے ایک مرض میں مبتلا تھا۔ ڈاکٹر شیفالو کے علاج سے ٹھیک ہو گیا اس کے بعد ان سے دوستی ہو گئی۔"

"میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ شرافت اور نیکی کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ بظاہر غریبوں کے بڑے ہمدرد، بڑے خدا ترس لوگ اندرونی طور پر کچھ نہیں کرتے۔ اس کا تجربہ آپ کو بھی ہوگا۔ میں ایسے کئی اسمگلروں اور بلیک مارکٹ کرنے والوں کے نام بتا سکتا ہوں جو اپنے علاقے میں بڑے رحم دل، نیک اور خدا ترس مشہور ہیں۔ وہ روز خیرات کرتے ہیں مندر بنواتے ہیں کسی ضرورت مند کو اپنے در سے خالی نہیں لوٹاتے۔ لیکن راتوں کو کالا دھندا کرتے ہیں۔"

"میری رائے آپ سے مختلف ہے۔"

"گویا آپ کا خیال ہے ڈاکٹر شیفالو کبھی اسمگلر یا بلیک مارکیٹر نہیں۔"

"ان پر کیا الزام لگایا گیا ہے۔"؟ کرنل نے پوچھا۔

"یہ مجھے معلوم نہیں۔ ابھی تو باقاعدہ طور پر ان کی گرفتاری کا بھی اعلان نہیں کیا گیا" کرنل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ بے گناہ ہیں تو آپ کو ہماری عدالتوں پر بھروسہ رکھنا چاہیئے وہ انصاف کریں گی۔"

"مجھے یقین ہے عدالت انصاف کرے گی۔ میں صرف ان سے ملنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"کیوں۔" کرنل نے زاہد کے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔

"آپ کیوں ان سے ملنا چاہتے ہیں۔"

اس سوال پر زاہد چکرا گیا۔ پھر اس نے بات بنا دی۔

"آپ جانتے ہیں سر مصیبت اور تکلیف میں وقت کسی دوست کا سہارا ہی دل کو بڑی ڈھارس بندھاتا ہے۔ ڈاکٹر شیفالو جیسے باعزت شخص کے لئے یہ حادثہ جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ میں ان سے مل کر ان کو تسلی دینا چاہتا ہوں کہ وہ گھبرائیں نہیں ان کے دوست ابھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ سر میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنا ڈیفنس کس طرح کرنا چاہتے ہیں۔ کس وکیل کو کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی بے گناہی میں کیا کہنا چاہیں گے۔"

کرنل کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔

"آل رائٹ مسٹر جگدیش۔ آپ رات کو نو بجے مجھ سے آکر ملئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔"

"میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھ پر اتنا قیمتی وقت ضائع کیا ہے۔"

"اوہ یہ کچھ نہیں۔" یہ کہہ کر کرنل بیزر کی طرف چلا گیا۔

زاہد باہر آ گیا۔

دوپہر کو کھانے پر اس نے رونا کو بتایا کہ کرنل نے اس کو رات کو بلایا ہے۔

"رونا نے کہا۔ "کیا وہ اجازت نامہ دلا دے گا؟"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔" زاہد نے جواب دیا۔

"تو تم رات کو دس بجے جاؤ گے۔ وہاں سے سیدھے یہاں آنا۔ اگر میں نہ ہوں تو کلرک سے چابی لے کر میرا انتظار کر لینا۔"

"اچھا۔" زاہد نے سر ہلا دیا۔

***

ساڑھے آٹھ بجے زاہد اپنے ہوٹل سے چلا۔ لیکن ہوٹل کے گیرج سے اپنی کرائے کی کار نکالتے ہی اسے پتہ چلا کہ ایک پہیے میں سے ہوا نکل گئی تھی۔

پٹرول پمپ وہاں سے کافی دور تھا اور کرنل سے ملنے کا وقت نو بجے مقرر تھا۔ اس لئے اس نے گاڑی پھر گیرج میں رکھ دی اور ٹیکسی لے کر کرنل سے ملنے چل دیا۔

نو بجے پھر وہی چپراسی ملا۔ وہ زاہد کو دیکھ کر ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا اور اس کو بٹھاتے ہوئے بولا۔

"یہاں بیٹھئے، میں کرنل صاحب کو اطلاع کرتا ہوں۔"

تقریباً بیس منٹ انتظار کے بعد ایک خوبصورت عورت کمرے میں داخل ہوئی اور بولی۔

"آپ ہی مسٹر جگدیش ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"کرنل صاحب کے کچھ مہمان آگئے ہیں۔ انہوں نے بہت بہت معذرت چاہی ہے۔"

اس کا مطلب تھا کرنل اس کی مدد کرنے کو تیار نہیں تھا۔ اتنا کہہ کر عورت اپنا پرس کھول کر کچھ نکالنے لگی تھی۔ پھر اس نے ایک بند لفافہ پرس سے نکال کر کہا۔

"میں ان کی سیکرٹری ہوں۔ کرنل صاحب نے آپ کا کام کر دیا ہے۔ اس لفافے میں جیلر کے نام خط ہے۔ آپ اپنے دوست سے جا کر مل سکتے ہیں۔"

"اوہ تھینک یو۔" زاہد نے لفافہ لیتے ہوئے کہا۔ "کرنل صاحب کا میری جانب سے بہت بہت شکریہ ادا کر دیجئے۔"

"آپ چاہیں تو ابھی اپنے دوست سے مل سکتے ہیں۔"

"ابھی..." زاہد نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں۔ مسافر یہاں سے مشکل سے ساٹھ کلو میٹر دور ہے۔ ایک گھنٹے کا راستہ ہے۔ اتفاق سے کرنل صاحب کا ڈرائیور ان کے ایک دوست کو لینے کے لئے ابھی مسافر جا رہا ہے کرنل صاحب نے مجھ سے کہا تھا آپ چاہیں تو ان کی گاڑی میں چلے جائیں۔"

زاہد کو یہ موقع غنیمت نظر آیا۔ اس نے سوچا میری گاڑی خراب ہے اگر اسی وقت ملاقات ہو سکتی ہے تو کل کا دن ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ وہ فوراً تیار ہو گیا۔ اس نے مسرت بھری آواز میں کہا۔

"اوہ مادام۔ میں کرنل صاحب کی عنایتوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا، پلیز میری جانب سے ان کا بہت بہت شکریہ ادا کر دیجئے۔"

"تو آپ ان کی گاڑی سے جانا چاہتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"او کے میں آپ کو ڈرائیور کے پاس بھجوا دیتی ہوں۔" یہ کہہ کر عورت نے گھنٹی بجائی۔ چپراسی آیا تو اس نے کہا۔

"ان صاحب کو ڈرائیور کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ کرنل صاحب نے کہا ہے کہ ان کو اپنے ساتھ مسافر لیجاؤ۔"

"بہت اچھا۔" چپراسی نے کہا۔ "آئیے صاحب میرے ساتھ آئیے۔"

زاہد نے عورت کا پھر شکریہ ادا کیا اور چپراسی کے ساتھ چل دیا۔

کرنل کا ڈرائیور صورت شکل سے شریف آدمی نہیں لگتا تھا۔ بڑی بڑی خوفناک آنکھیں تھیں۔ چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور کئی زخموں کے نشان تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ اس نے کافی ٹیڑھی میڑھی زندگی گزاری ہے۔

کرنل کا پیغام سن کر ڈرائیور نے کہا۔

"آپ گاڑی میں تشریف رکھئے۔ ہم ابھی پانچ منٹ میں چل رہے ہیں۔" زاہد گاڑی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

دس منٹ بعد وہ چل پڑے۔ بازار سے گزرے تو زاہد کو خیال آیا کہ وہ رونا کو بتا دے۔ اس نے ڈرائیور سے کہا۔

"پلیز ذرا گاڑی کسی پبلک فون کے سامنے دو منٹ کے لئے روک لیں۔ مجھے ایک فون کرنا چاہتا ہوں۔"

ڈرائیور نے سر ہلا دیا اور ایک پوسٹ آفس کے سامنے جا کر گاڑی روک دی۔ یہاں پبلک فون موجود تھا۔ زاہد اتر کر بوتھ میں گیا اور رونا کے ہوٹل کا نمبر ملایا۔ فوراً ہی آپریٹر نے جواب دیا۔

"ہوٹل لا بیلا۔"

"پلیز مس رونا کے کمرے سے کنکشن ملا دیجئے"

"کچھ دیر گھنٹی بجتی رہی تو ہوٹل کے فون آپریٹر نے کہا۔

"مس رونا کمرے پر نہیں ہیں۔"

"او کے تو ان کو ایک پیغام دے دیجئے"

"کیا پیغام ہے۔"

"ان سے کہیے کہ مسٹر جگدیش کا فون آیا تھا۔ کرنل صاحب نے سفارشی خط دے دیا ہے اور میں اسی وقت سفر کر جا رہا ہوں۔ صبح کو ان سے ملوں گا۔"

"او کے سر۔"

"پلیز پیغام ضرور دے دیجئے یہ بہت ضروری ہے۔"

"آپ فکر نہ کریں سر۔ پیغام ان کو آتے ہی مل جائے گا۔"

زاہد واپس گاڑی میں آ گیا اور کار پھر چل پڑی۔

عقب نما شیشے سے زاہد کو محسوس ہوا کہ ڈرائیور اس کو عجیب نظروں سے شیشے میں بار بار دیکھتا تھا۔

اچانک ڈرائیور سنبھل کر بیٹھ گیا اور اس نے شیشے میں پھر زاہد کو دیکھا۔

پھر وہ سیٹی بجانے لگا۔ اسی سیٹی کے دوران زاہد نے محسوس کیا کہ اس کا داہنا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر گیا۔

اتفاق سے شیشے کا زاویہ اس طرح تھا کہ وہ اسے ڈرائیور کے ہاتھ کی حرکت محسوس ہو گئی تھی۔

پھر اس نے دروازے کا کھٹکا کھلنے کی آواز سنی۔

ڈرائیور نے اپنے داہنی جانب کا دروازہ کھولا تھا۔

کیوں۔ جب کہ گاڑی تقریباً پچاس کلومیٹر کی رفتار سے جا رہی تھی۔

تیز گاڑی میں دروازہ کھلا رہنا خطرناک ہوتا ہے پھر اس نے دروازہ کیوں کھولا تھا۔

اسی وقت گاڑی ایک موڑ پر گھوم کر ایک لمبے پل پر آ گئی۔ پل کے نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ اور ریلنگ مشکل سے دو فٹ اونچی تھی۔

زاہد کے سارے جسم میں تناؤ سا پیدا ہو گیا۔ اس کی چھٹی حس نے اسے کسی نامعلوم خطرے کا سگنل دیا۔

لاشعوری طور پر آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر اس نے بھی داہنی طرف کا دروازہ کھول دیا اور ہینڈل ہاتھ میں تھامے رہا۔

گاڑی تیز رفتاری سے پل سے گزر رہی تھی۔ پل بہت لمبا تھا۔ بلکہ پل پر پہنچ کر ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار اور تیز کر دی تھی جب کہ پل پر اصولاً اس کو رفتار کم کرنی چاہیے تھی۔

کئی باتیں ایک ساتھ اس کے ذہن میں گھوم گئیں۔

رات کا وقت ہے اور وہ ڈرائیور کے ساتھ اکیلا ہے۔

اور ڈرائیور کرنل فوسالو کا آدمی ہے۔

اور کرنل فوسالو نے اس کو اپنی گاڑی میں سفر کر جانے کی دعوت دی ہے۔ اچانک ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا اور اس کا جسم باہر کی جانب جھکا۔

ایک سیکنڈ کے ایک لاکھویں حصے میں زاہد سمجھ گیا کہ کیا ہو رہا ہے۔

لاشعوری طور پر اس نے دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی اس کا جسم رفتار کے زور میں دائرہ سا بناتا ہوا ریلنگ کے اوپر سے گزر کر دریا کی طرف گرنے لگا۔

کار نے اچانک ریلنگ پر ٹکر ماری اور اچھل کر وہ بھی دریا میں گری۔ ڈرائیور بھی کار سے نکل کر دریا میں گرا تھا۔

کار بھاری تھی پہلے وہ گری اور پانی کا ایک فوارہ سا اس نے اچھال دیا۔ پھر پہلے ڈرائیور پانی میں گرا اور پھر زاہد کا جسم ٹھنڈے پانی کی تہہ میں بیٹھتا چلا گیا۔

چند لمحوں کے لئے زاہد کا سارا جسم سن ہو کر رہ گیا اور اسے اپنے ہاتھ پاؤں من من بھر کے محسوس ہونے لگے۔ اس نے اکثر سنا تھا کہ اچانک ٹھنڈے پانی میں کودنے سے عارضی طور پر جسم مفلوج ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں اچھے اچھے تیراک ڈوب کر مر جاتے ہیں۔ زاہد کے جسم میں خوف کی پھریری دوڑ گئی، اور اسی پھریری نے اس کے جسم میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔

اس کے پاؤں تہہ سے چھوئے۔ اس نے پاؤں زمین پر ٹکتے ہی جسم کو اچھالا اور سطح پر آ گیا۔

چند ہاتھ مارنے کے بعد ہی اس نے دیکھا کہ ڈرائیور کچھ فاصلے پر تیر رہا تھا۔ زاہد کے ہاتھ پاؤں اب اچھی طرح کام کر رہے تھے۔ پانی اگرچہ بید ٹھنڈا تھا لیکن ہمت کر کے اس نے غوطہ لگایا۔ اور سارا اندر ہی اندر تیرتا ہوا ڈرائیور کے قریب پہنچ گیا۔ ڈرائیور اس کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ تیزی سے ہاتھ چلا کر کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ زاہد نے فوراً ایک ہاتھ سے اس کی ٹانگ پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے ناک بند کر کے پانی میں بیٹھتا چلا گیا۔

زاہد چار منٹ تک اپنا سانس روک سکتا تھا۔ عام آدمی جس نے سانس روکنے کی مشق نہ کی ہو مشکل سے ڈیڑھ دو منٹ سانس روک سکتا ہے۔ جب زاہد کو اپنے سینے میں آگ سی لگتی محسوس ہونے لگی۔ وہ پانی کی سطح پر ابھرا۔ ڈرائیور اب بے ہوش

ہو چکا تھا۔

اس نے ڈرائیور کو وہیں چھوڑ دیا اور خود ساحل کی طرف تیرنے لگا۔ ڈرائیور کا بیہوش جسم پانی کی تہہ میں بیٹھتا چلا گیا۔

اُسے اب ڈرائیور سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ڈرائیور پیشہ ور قاتل تھا جس کی خدمات فوسانو نے اس کو قتل کرنے کے لئے حاصل کی تھیں۔ اگر اتفاق سے وہ ڈرائیور کے ہاتھ کی حرکت نہ دیکھ لیتا تو وہ گاڑی کے اندر ہی بند دریا کی تہہ میں بیٹھ جاتا اور پھر اس کی موت یقینی تھی۔ ڈرائیور کو پتہ تھا اسے کیا کرنا تھا۔ اسی لئے اس نے تیز رفتار کار کا رُخ ذرا سا موڑ کر خود پانی میں چھلانگ لگا دی تھی۔

لیکن سوال یہ تھا کہ کرنل فوسانو اس کو کیوں قتل کرنا چاہتا تھا۔ کیوں ایک اجنبی شخص کی جان لینا چاہتا تھا۔

کیا ڈاکٹر فوسانو نے اس کو جوگندر کے بطور پہچان لیا تھا؟

ساحل پر پہنچ کر زاہد بہت دیر تک ریت پر لیٹا رہا اور سانس درست کرتا رہا اور یہ باتیں سوچتا رہا۔ پھر اس کو ٹھنڈ لگنے لگی۔ وہ اُٹھ کر ایک طرف چل دیا۔ سردی سے اس کے دانت بجنے لگے تو اس نے دوڑنا شروع کر دیا۔

آخر اسے ایک بستی کے آثار نظر آئے۔ یہ کوئی چھوٹا سا گاؤں تھا۔ گاؤں کے باہر ہی اسے ایک چھوٹا سا مندر نظر آیا۔ مندر میں روشنی تھی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، کچھ دیر بعد ایک بدھ بھکشو نے دروازہ کھولا۔

زاہد آزونا کی زبان بول سکتا تھا۔ اس نے مقامی زبان میں کہا۔

"میری کار دریا میں ڈوب گئی ہے۔ میں مشکل سے بچا ہوں سردی سے میرا جسم سُن ہو گیا ہے۔"

"اندر آ جاؤ۔" بھکشو نے کہا۔

اندر ایک چبوترے پر مہاتما بدھ کا مجسمہ رکھا تھا چبوترے کے آگے آگ کا الاؤ جل رہا تھا۔

"آگ کے سامنے بیٹھو۔" بھکشو نے کہا۔ "میں تمہارے لئے کپڑے لاتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس کے لئے گیروے رنگ کا لمبا چغہ اور ایک کمبل لے کر آیا۔ اور کپڑے اس کو دے کر بولا۔

"برابر والے کمرے میں جا کر کپڑے بدل لو۔ اپنے کپڑے نچوڑ کر پھیلا دو۔"

زاہد نے دوسرے کمرے میں جا کر کپڑے بدلے۔ اپنے کپڑے نچوڑ کر پھیلا کر وہ پندرہ منٹ بعد باہر نکلا تو بھکشو ایک پیالے سے گرم گرم قہوہ جیسی کوئی چیز اس کی جانب بڑھا کر بولا۔

"لو اسے پی لو۔"

زاہد نے کپ لے کر قہوہ کا ایک گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"انسان کو اسی لئے بنایا گیا ہے کہ دوسرے انسانوں کے کام آئے۔" بڈھے بھکشو نے مسکرا کر جواب دیا۔ "کیا تم بھوکے ہو؟"

"نہیں شکریہ۔"

"بس تو یہ پی کر یہیں آگ کے پاس سو جاؤ۔"

قہوہ پی کر زاہد کو ایسا ہی لگا جیسے اس کے بدن میں نئے سرے سے زندگی کی لہر دوڑ گئی ہو۔ وہ تازہ دم محسوس کرنے لگا۔ چھوٹا سا کمرہ الاؤ کی وجہ سے گرم تھا۔ بھکشو اُٹھ کر چلا گیا۔ زاہد وہیں سر کے نیچے ایک اینٹ رکھ کر لیٹ گیا اور چند منٹ بعد ہی گہرے خراٹے لینے لگا۔

صبح کو چار بجے اس کی آنکھ کھلی۔ بھکشو کا ابھی کہیں پتہ نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے۔

کسی وجہ سے کرنل فوسانو اس کی جان کا دشمن ہو گیا تھا۔ اب اگر کرنل کو یہ پتہ چل گیا کہ وہ مرا نہیں، بچ گیا ہے تو دوسری بار وہ اس کو قتل کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کر دے گا۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر شیفالو سے بھی اس کا ملنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔

ساری باتیں سوچ کر ایک تجویز اس کے ذہن میں آ گئی۔ وہ اُٹھ کر دبے قدموں سے اس کمرے میں گیا جس میں اس کے گیلے کپڑے ٹنگے تھے۔ وہ کپڑے ابھی تک گیلے تھے۔ اس نے اپنے واٹر پروف پرس میں سے ایک کاغذ نکال لکھا۔

مہاراج

میں آپ کے کپڑے لئے جا رہا ہوں۔ ان کپڑوں کے معاوضہ کے طور پر کچھ روپے چھوڑے جا رہا ہوں۔ کیونکہ ان کی مجھے ضرورت ہے۔ آپ کی وجہ سے جو آرام رات مجھے پہنچا ہے۔ اس کا اجر تو آپ کو خدا ہی دے سکتا ہے۔"

اس تحریر کے ساتھ اس نے تقریباً دو سو روپئے کے مقامی نوٹ اینٹ کے نیچے دبا دیئے اور اُٹھ کر چل دیا۔

آدھا گھنٹہ چلنے کے بعد اس کو ایک ٹرک جاتا نظر آیا۔ اس نے ہاتھ دے کر ٹرک کو روکا اور اس سے پوچھا۔

"اگر تم مساکر کی طرف جا رہے ہو تو مجھے وہاں چھوڑ دو۔"

"بیٹھ جاؤ۔"

وہ ٹرک میں بیٹھ گیا۔

آدھے گھنٹے بعد ٹرک نے اس کو مساکر شہر کے ایک چوراہے پر چھوڑ دیا۔ زاہد نے اتر کر بیس روپے کے نوٹ ڈرائیور کی جانب بڑھائے۔ ڈرائیور نے مسکرا کر کہا۔

"مہاراج، کبھی کبھی کوئی نیک کام ہمیں بھی کرنے دیا کیجئے۔"

زاہد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے شکریہ ادا کر کے روپے جیب میں رکھ لئے۔

اب ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔

تھوڑی سی تلاش کے بعد ہی اسے ایک ریسٹوران مل گیا۔ وہ ناشتہ کرنے اور وقت گزارنے کے لئے ریسٹوران میں گھس گیا۔

***

صبح آٹھ بجے اس نے جیلر کو کرنل فوسالو کا خط دیا جو اس کے واٹر پروف پرس میں محفوظ تھا۔ جیلر نے ایک نظر اس کو دیکھ کر ایک سپاہی کو بلا کر کہا۔

"ان کو قیدی ڈاکٹر شیفالو سے ملا دو۔ مہاراج کو تنہائی میں بات کرنے دینا۔"

سپاہی نے ادب اور عقیدت سے کہا۔

"آئیے مہاراج۔"

زاہد اس کے ساتھ چل دیا۔ شیفالو پر ابھی مقدمہ نہیں چل رہا تھا۔ اس لئے وہ حوالات میں تھا۔ لیکن الگ تھلگ کوٹھری میں بند تھا جس کا دروازہ سلاخوں کا تھا۔ وہ کوٹھری کے سامنے پہنچے تو زاہد نے دیکھا ڈاکٹر شیفالو اس کی جانب سے پیٹھ کئے سلاخوں لگی کھڑکی سے سورج طلوع ہونے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ سپاہی نے کہا۔

"ڈاکٹر شیفالو کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔"

ڈاکٹر شیفالو نے ایک بار گھوم کر اس کی جانب دیکھا۔ اس کا چہرہ پیلا تھا اور آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اور پھر اس کی جانب سے پیٹھ کر کے باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ سپاہی ان کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ زاہد نے کہا۔

"ڈاکٹر شیفالو۔ میں آپ کا دوست ہوں۔"

ڈاکٹر شیفالو خاموش کھڑا رہا۔

"ڈاکٹر شیفالو مجھے رونا نے بھیجا ہے۔"

ڈاکٹر پھر بھی خاموش کھڑا رہا۔ زاہد نے پھر اپنا جملہ دہرایا۔

"ڈاکٹر شیفالو۔ پلیز مجھ پر بھروسہ کرو مجھے رونا نے بھیجا ہے۔"

ڈاکٹر نے اس کی جانب گھوم کر دیکھے بغیر جواب دیا۔

"میں کسی رونا کو نہیں جانتا۔"

"رونا بھاٹیہ۔ جو ایسٹ ایشیا ٹائمز کی رپورٹر ہے۔"

"میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتا" ڈاکٹر نے اسی طرح کی بھاری اور بوجھل آواز میں جواب دیا۔

زاہد سوچ میں پڑ گیا کہ وہ رونا کو پہچاننے سے کیوں انکار کر رہا ہے۔ پھر فوراً ہی اس کو خیال آیا کہ شیفالو غداری کے جرم میں گرفتار ہوا ہے۔ اس لئے وہ کسی کو اپنی دوستی کا خیال کر کے پھنسانا نہیں چاہتا۔

"ڈاکٹر شیفالو" زاہد نے پھر کہا "آپ کسی کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں رونا اور میں ہی آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی گرفتاری کے بارے میں اعلان نہیں کیا گیا۔ رونا کو کسی طرح پتہ چل گیا تھا کہ آپ کو غداری کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔"

ڈاکٹر پھر بھی خاموش رہا۔ زاہد سمجھ رہا تھا کہ ڈاکٹر شیفالو اس کو پولیس کا آدمی سمجھ رہا ہے جو اس کو باتوں میں لگا کر اس کے دل کا راز جاننے آیا ہے۔

"ڈاکٹر شیفالو" زاہد نے کہا "میں تمہیں پھنسانے کے لئے نہیں آیا ہوں۔"

"کون ہو تم؟" ڈاکٹر نے اپنی بوجھل آواز میں سوال کیا۔

"میری طرف دیکھئے۔ مجھے یقین ہے آپ مجھے پہچان لیں گے۔ میں آپ سے مریض کے طور پر مل چکا ہوں۔"

"ایک ڈاکٹر کے پاس دن میں سینکڑوں مریض آتے ہیں" ڈاکٹر نے جواب دیا "وہ ہر ایک کو یاد نہیں رکھ سکتا۔"

"آل رائٹ۔ اتنا تو بتا دو کیا کوئی آپ کا دوست ایسا ہے جسے میں آپ کی گرفتاری کی خبر پہنچا دوں اور وہ آپ کے مقدمے کی پیروی کر سکے۔"

"میرا کوئی دوست نہیں۔"

لمحہ بہ لمحہ زاہد کے دل میں ڈاکٹر کی عزت بڑھتی جا رہی تھی وہ اپنے کسی دوست کو اپنا دوست بنا کر مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ زاہد کو یقین ہوتا جا رہا تھا کہ ڈاکٹر کو سازش میں پھنسایا گیا ہے۔ لیکن اصل بات ڈاکٹر ہی بتا سکتا تھا اور ڈاکٹر زبان کھولنے کو تیار نہیں تھا۔

اچانک اس کو یاد آیا کہ ڈاکٹر کو کونا کی موت پر قتل کا شبہ تھا اس نے سلاخوں سے منہ لگا کر ہلکی آواز میں کہا۔

"ڈاکٹر شیفالو مجھے یقین ہے کونا نے خودکشی نہیں کی ہے ... گیا ہے۔ میں نے سب سے پہلے اس کی لاش باہر نکالی"

میں لٹکی ہوئی دیکھی تھی۔ کیونکہ میرا اس سے ملاقات کا وقت مقرر تھا۔"

اس بار شیفالو اس کی جانب گھوما اور کچھ دیر اس کے چہرے کو گھور کر بولا۔

"کون ہو تم۔"؟

"میں جو کوئی بھی ہوں آپ مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہیں!"

"میں کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔"

زاہد نے ڈاکٹر کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے دوسرا پانسہ پھینکا۔ اس نے کہا۔

"آپ کو یاد ہوگا چند روز پہلے آپ نائٹ کلب میں بیٹھے تھے۔ رونا آپ کے ساتھ تھی، آپ کوفا سے ملنا چاہتے تھے لیکن کوفا کے پاس کوئی دوسرا شخص تھا، اس لئے وہ آپ کو وقت نہیں دے سکی تھی۔"

"وہ آدمی میں تھا۔ اس وقت میں کوفا سے بات کر رہا تھا اور اس سے پہلے رونا نے ایک آدمی کی جانب اشارہ کرکے کہا تھا۔"

"یہ آدمی جوگندر سے کتنا ملتا ہے۔"

جس پر آپ نے کہا تھا۔"دنیا میں بہت سے چہرے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔"

"لیکن رونا نے مجھے صحیح پہچانا تھا۔"

ڈاکٹر کے مونہہ سے ایک گہرا سانس نکلا۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، پھر وہ بولا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم۔ تم۔ تم وہ ہو؟"

"جی ہاں۔ میں جوگندر ہوں۔"

"لیکن۔ لیکن تمہیں تو پرتگالیوں نے گولی مار دی تھی۔"

"میں بچ گیا تھا۔" زاہد نے جواب دیا اور جوگندر کے بچنے کی فرضی کہانی سنائی۔

ڈاکٹر شیفالو کی آنکھوں میں پہلی بار تیز چمک پیدا ہوئی اس نے پوچھا۔

"تم یہاں کس تاریخ کو پیراشوٹ سے کودے تھے؟"

"سہ ار نومبر کو۔"

"دلی میں ہمارا کون آدمی تھا۔"

"فوسانو۔"

"یہاں تمہیں کس سے رابطہ قائم کرنا تھا؟"

"آدھے چاند سے۔"

"اوہ۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"اور آدھا چاند آپ تھے۔" زاہد نے کہا۔

"ہاں۔" ڈاکٹر شیفالو نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن تم جانتے ہو کہ سہ ار نومبر کو کیا حادثہ پیش آیا تھا۔"

"نہیں۔"

"معلوم تو مجھے بھی نہیں۔ ہم لوگ ان دنوں نامہ بر کبوتروں کے ذریعے پیغام بھیجتے تھے۔ ٹرانسمیٹر استعمال کرنا خطرناک تھا۔ برابر کے ملک انڈونیشیا میں ہمارا ایک ایجنٹ سادہ ٹرانسمیٹر سے دلی میں فوسانو سے رابطہ رکھتا تھا۔ ہمیں آپ کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ پروگرام کے مطابق میں قصبہ موزا سے دس میل دور ایک گاؤں میں ایک ہفتہ پہلے چلا گیا تھا۔

۱۲ر نومبر کو اچانک ہمیں پتہ چلا کہ موزا میں پرتگالیوں نے کرفیو لگا دیا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ انہیں شاید ہمارے پروگرام کا پتہ چل گیا ہے۔ میں نے نامہ بر کبوتروں کے ذریعے کئی پیغام بھیجے کہ آپ کو بھیجنے کا پروگرام ملتوی کر دیا جائے۔ لیکن شاید سارے کبوتر پکڑے گئے اور پیغام نہیں پہنچ سکا۔ جواب میں ہمیں کوئی پیغام نہیں ملا۔

موزا کے چاروں طرف چار چار میل تک سخت پہرہ لگا دیا گیا۔ جس جگہ آپ کو کودنا تھا، وہ جگہ بھی کرفیو کی حد میں آتی تھی۔

ہم نے ان لوگوں کی توجہ آپ کی جانب سے ہٹانے کے لئے ایک قریبی پل کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا۔ لیکن پرتگالیوں نے اس جگہ سے جنبش تک نہ کی۔ اس وقت ہماری اتنی طاقت نہیں تھی کہ پرتگالیوں کا مقابلہ کر سکیں، اس لئے ہم مجبور ہو گئے۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ پرتگالیوں نے آپ کو گرفتار کر لیا ہے۔ پھر ایک ہفتہ بعد پتہ چلا کہ آپ کو گولی مار دی گئی ہے۔ ہمیں خاص طور پر مجھے آپ کی موت کا بےحد افسوس ہوا تھا۔ لیکن ہم ایک جنگ لڑ رہے تھے اور جنگ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کی قربانی دینی ہی پڑتی ہے۔"

"لیکن یہ بات یقینی تھی کہ آپ کے ساتھ دھوکا ہوا تھا۔ ہماری پارٹی کے ساتھ کسی نے غداری کی تھی۔ پرتگالیوں کو پہلے سے ہمارے پروگرام کا علم تھا اور ہمارے بہت سے ممبران کا ان کو پتہ تھا۔ ان سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ میں صرف اس لئے بچ گیا کہ میں آپ کو لینے کے لئے اس گاؤں میں چلا گیا تھا۔"

زاہد نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ نے اندازہ لگایا تھا کہ غدار کون تھا۔"

"نہیں۔ ہم کوئی اندازہ نہیں لگا سکے تھے۔"

"اور اب۔ آج۔"

"آج ۔" ڈاکٹر نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ "ہاں آج میں ایک شخص کی جانب انگلی اٹھا سکتا ہوں۔ لیکن افسوس آج اس کی پوزیشن اتنی اونچی ہے، میں تو کیا کوئی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"کون ہے وہ ۔" میں نے سوال کیا۔

ڈاکٹر آہستہ آہستہ انکار میں سر ہلانے لگا۔ اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

☼

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے خود ہی کہنا شروع کیا۔

"آزادی کی جدوجہد کے دوران ہم نے کوفا کی ڈیوٹی ایک پرتگالی شخص پر لگا رکھی تھی۔ یہ شخص ایک بزنس مین تھا لیکن ہمارا خیال تھا وہ خفیہ پولیس کا آدمی تھا۔ کوفا اس کی داشتہ کے طور پر اس کے ساتھ راتیں گزارتی تھی۔ یہ شخص اکثر پارٹیاں دیا کرتا تھا جس میں مقامی لوگ اور پرتگالی لوگ شامل ہوتے تھے۔ کوفا کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ ہر آنے جانے والے پر نظر رکھے۔

آزادی کے ملنے کے بعد جب جلاوطن قوم پرست واپس آ گئے، اور ان بہادروں کے فوٹو اخبارات میں چھپے تو ایک دن کوفا نے مجھے بتایا کہ جلاوطن قوم پرستوں میں سے ایک شخص کا فوٹو اس نے پہچان لیا ہے۔ وہ کئی بار اس پرتگالی کے یہاں دعوت پر آیا ہے۔ جس آدمی کا نام کوفا نے بتایا وہ اتنا بڑا تھا کہ مجھے یقین نہیں آیا۔ پھر ایک روز کوفا نے اس کو سڑک پر دیکھ کر مجھ سے کہا کہ وہ قسم کھا کر کہتی ہے یہ شخص اس پرتگالی کے یہاں آتا تھا اور وہ دونوں اکثر بند کمرے میں باتیں کرتے تھے۔ مجھے پھر بھی۔۔"

زاہد نے اس کی بات کاٹ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ شخص کرنل فوسانو ہے۔"

ڈاکٹر شیفالو نے چونک کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو اس طرح نام نہیں لینا چاہیے۔ وہ شخص ہم سب کو تباہ کر دے گا اور ہم اس کا کچھ نہیں کر سکتے۔"

زاہد نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے میرا خیال صحیح ہے۔" زاہد نے کہا۔

دیکھیے میں پھر کہتا ہوں اس ذکر کو ختم کر دیجیے۔"

"آپ نے پہلے سے اس بارے میں چھان بین کر رکھی تھی۔ پھر جب اس روز نائٹ کلب میں روزنا نے کہا کہ یہ آدمی جو گذر رہا ہے کتنا ملتا جلتا ہے تو آپ کو پچھلے دن یاد آ گئے اور آپ نے تحقیق کر کے فوسانو کے بارے میں تحقیق کی۔ اسی لیے آپ اس دن کوفا سے ملنا چاہتے تھے۔ پھر جب آپ کو پتہ چلا کہ کوفا اپنے مکان میں لٹکی ہوئی پائی گئی تو آپ کو یقین ہو گیا کہ کوفا کو قتل کیا گیا ہے۔ آپ سمجھ گئے کہ دشمن ہوشیار ہو گیا ہے اور چونکہ آپ جنگِ آزادی کے سپاہی تھے۔ آپ بزدل نہیں تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے معاملے کی اصل تہہ تک پہنچنے کی کوشش شروع کر دی۔"

"نتیجے میں آپ پر غداری کا الزام لگا کر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔"

ڈاکٹر شیفالو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ نے ٹھیک اندازہ لگایا۔ اس پرتگالی کے یہاں ایک باغبان نوکر تھا، وہ بھی ہمارا آدمی تھا۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ وہ باغبان آج کل مساکر میں رہتا ہے [illegible] سے ملنے آیا تھا میں اس سے مل کر آ رہا تھا کہ مجھے گرفتار کر لیا گیا۔"

"اسی باغبان سے آپ کو تصدیق ہو گئی کہ اصل غدار فوسانو ہے۔ جو آجکل کرنل کے عہدے پر اور ملک کی انٹیلی جنس کا چیف بنا ہوا ہے۔"

"ہاں ۔"

"اس کا مطلب ہے کرنل فاسانو ان سب لوگوں پر نظر رکھتا تھا جن کے بارے میں اسے شبہ ہو سکتا تھا کہ وہ اس کے لئے خطرناک ہو سکتے ہیں۔"

"حالات سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔"

"آپ پر الزام کیا لگایا گیا ہے۔"

"ابھی تک چارج شیٹ نہیں آئی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے فوسانو نے میرے خلاف ضرور کوئی ایسی سازش تیار کی ہو گی جس کا توڑ نہ ہو سکے ورنہ وہ مجھ پر آسانی سے ہاتھ نہ ڈالتا۔"

"آپ نے خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے سلسلہ میں کیا پروگرام ہے۔"

"ابھی کیا بتا سکتا ہوں، جب تک مجھے الزام کا پتہ نہ چلے میں کیا سوچ سکتا ہوں۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ میری ساری کوششیں بیکار ثابت ہوں گی۔ فوسانو مجھے غدار ثابت کر دے گا۔ اور مجھے گولی مار دی جائے گی۔ اس لئے میں اپنے دوستوں کو خود سے دور رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ان پر کوئی آنچ نہ آئے۔ آپ روزنا سے کہہ دیں کہ وہ مجھے بھول جائے، روزنا کو ایک نہ ایک پیار مل جائے گا۔ لیکن اس سے کہہ دینا کہ میں زندگی کے آخری سانس تک اس سے محبت کرتا رہوں گا۔"

"آپ فکر نہ کریں" زاہد نے کہا۔ "میں اور روزنا معاملے

کو یہیں نہیں چھوڑیں گے۔ رونا کے ہاتھ میں پولیس کی طاقت ہے۔ ہم دونوں مل کر بلورے ملک میں بلکہ پوری دنیا میں ہنگامہ مچا دیں گے۔"

"کوئی فائدہ نہ ہوگا۔" ڈاکٹر نے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ زیادہ غل مچائیں گے تو فوساؤ آپ کو بھی مروا دے گا۔"

"وہ مجھے ایک بار قتل کرانے کی کوشش کر چکا ہے۔" زاہد نے مسکرا کر کہا۔

"کب۔"

"آج رات ہی۔"

زاہد نے پوری کہانی ڈاکٹر کو سنائی۔ ڈاکٹر نے کہانی سن کر حیرت سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے اس نے آپ کو پہچان لیا ہے۔"

"میرا خیال ہے نہیں۔ اس نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے میری ملاقات صرف ایک بار چند منٹ کے لئے ہوئی ہے۔ (یہ بات جوگندر کے فائل میں درج تھی۔) اس کے علاوہ ہم جب کسی شخص سے ایک عرصے کے بعد ملتے ہیں تو ہماری آنکھوں میں پہچاننے کی ایک خاص چمک پیدا ہوتی ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ فوساؤ نے مجھے پہچانا نہیں تھا۔"

"پھر اس نے آپ کو قتل کرانے کی کوشش کیوں کی۔"

"میرا خیال ہے کہ فوساؤ احتیاط کے طور کوفا کی آپ کی اور شاید آپ کی وجہ سے رونا کی بھی نگرانی کرا رہا ہے۔ وہ کوفا کو اس چرنگای کے ساتھ دیکھ چکا ہوگا۔ اس نے دیکھا کہ اچانک ایک اجنبی شخص آکر پہلے کوفا سے ملا پھر آپ سے ملا۔ اور پھر رونا سے ہوسکتا ہے اس کے جاسوس نے میری اور کوفا کی کچھ باتیں سن لی ہوں۔ ہوسکتا ہے محض آپ کی وجہ سے اس نے کوفا کو مروا دیا ہو۔ پھر جب آپ کی گرفتاری کے بعد میں اس کے پاس سفارش کے لئے پہنچا تو وہ سمجھ گیا کہ میں آپ کا ساتھی ہوں چنانچہ اس نے مجھے بھی قتل کرانے کی کوشش کی اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ایک دو روز میں اس باغبان کی لاش بھی مل جائے گی یا اس کو بھی کسی غداری کے جرم میں گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"بات سمجھ میں آتی ہے۔" ڈاکٹر سنیفالو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ پھر پہلی بار اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی اور اس نے کہا۔ "آپ ذہین ہیں مسٹر جوگندر۔"

"شکریہ۔ اچھا اب میں چلوں گا۔ آپ فکر نہ کریں ہم کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔"

"میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"آپ یقین رکھئے اگر اس سلسلہ میں مجھے کرنل فوساؤ کو قتل بھی کرنا پڑا تو میں دریغ نہیں کروں گا۔"

یہ کہہ کر زاہد واپس چل دیا۔

زاہد جانتا تھا کہ فوساؤ نے رونا کی نگرانی پر بھی کسی کو ضرور مقرر کر رکھا ہوگا۔ لیکن کم از کم اس کی جانب سے وہ مطمئن ہو چکا ہوگا اسے یقین ہوگیا ہوگا کہ ڈرائیور نے اس کو قتل کر دیا ہوگا۔ اس لئے زاہد نے فی الحال مردہ رہنے میں ہی فائدہ سمجھا۔ اس نے جیل سے واپس آکر بازار سے میک اپ کا کچھ سامان خریدا اور اپنے چہرے میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ پھر شام کی گاڑی سے واپس آزوما پہنچ گیا۔

ٹرین میں اس نے شام کا اخبار خریدا تو اس میں خبر درج تھی کہ ایک کار دریا میں گر پڑی اور ڈرائیور مر گیا۔

ساتھ ہی ایک اور آدمی کی لاش بھی مسا کے ایک تالاب میں پائے جانے کی اطلاع تھی۔ جس کی شناخت ابھی نہیں ہوسکی تھی۔

"یہ باغبان کی لاش ہوسکتی ہے۔" زاہد نے سوچا۔ فوساؤ کوئی کام ادھورا چھوڑنے والا آدمی نہیں۔"

رات کو نو بجے وہ ہوٹل لابیلا میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا رونا کافی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ زاہد اس کے قریب گیا اور آواز دبا کر کہا۔

"رونا مجھے پہچاننے کی کوشش مت کرنا۔ بلکہ اس طرح کی اداکاری کرنا جیسے میں تم سے کچھ چندہ مانگنے آیا ہوں۔ یہاں کچھ روپیہ میرے ہاتھ پر رکھ دو پھر جب میں انکار میں سر ہلاؤں تو مجھے اپنے ساتھ کمرے میں چلنے کی دعوت دینا۔"

رونا کے ہونٹ بھینچ گئے تھے۔ اس نے جلدی سے پرس سے ایک روپیہ نکال کر اس کو دیا۔ زاہد نے آواز بلند کر کے مقامی زبان میں کہا۔

"خدا کے نام پر صرف ایک روپیہ۔"

"اس وقت میرے پاس یہی ہے مہاراج۔" رونا نے کہا۔ "البتہ اگر آپ میرے کمرے تک چل سکیں تو۔۔"

زاہد اس کے ساتھ چل دیا۔ اسے یقین تھا اگر فوساؤ کا کوئی آدمی رونا کی نگرانی کر رہا ہے تو وہ یہ نہیں پہچان سکتا کہ گیروے کپڑے میں کون ہے۔

کٹ سے میں پہنچ کر رونا نے دروازہ بند کر کے کہا۔

"اب تم مجھے بتاؤ کہ تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔"

"میں ڈاکٹر شیفالو سے مل کر آ رہا ہوں۔"

"سچ۔" اس کا چہرہ یکایک کھل اٹھا۔ "پھر تم نے کیا فیصلہ کیا۔"

"میں تم سے متفق ہو گیا ہوں۔ ڈاکٹر واقعی شریف آدمی ہے وہ غدار نہیں ہو سکتا۔"

"اوہ گاڈ۔ تھینکس۔" رونا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا "اب تم مجھے تفصیل سے سب کچھ بتاؤ۔"

زاہد نے اس کو شروع سے آخر تک ساری کہانی لفظ بہ لفظ سُنادی جب زاہد نے کار کے دریا میں گرنے کا واقعہ سُنایا تو دہشت سے رونا کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ زاہد خاموش ہوا تو رونا نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔

"تو اب یہ بات یقینی ہے کہ کرنل فوسانو وہ غدار تھا جس نے بہت سے قوم پرستوں کو گولی کا نشانہ بنوایا اور تمہاری موت کا بھی وہی ذمے دار ہوا۔"

"ہاں اب اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم ڈاکٹر شیفالو کو اس کے چنگل سے کیسے بچائیں۔ وہ ملک کے حکمران خفیہ جنس کا چیف ہے۔ شیفالو کے خلاف وہ ایسا ثبوت پیش کرے گا کہ جعلی ہونے کے باوجود اس کو چیلنج کرنا مشکل ہوگا۔"

رونا نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے وہ شیفالو کے خلاف کیا جرم لگانا چاہتا ہے اور کیا ثبوت پیش کرنا چاہتا ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا۔" زاہد نے چونک کر کہا۔

"میں بھی ہاتھ پہ ہاتھ رکھے نہیں بیٹھی۔ آج میں بھی کرنل فوسانو سے ملی تھی۔"

"تم ملی تھیں۔" زاہد نے حیرت سے کہا۔ "پھر اس نے تم سے کیا کہا۔"

"میں اس سے شیفالو کی منگیتر کی حیثیت سے ملی تھی۔ پہلے تو اس نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تھا۔"

"میرے بارے میں کیا پوچھا تھا۔"

"یہی کہ کیا میں شیفالو کے ایک دوست مسٹر جگدیش کے بارے میں جانتی ہوں۔"

"میں نے کہہ دیا کہ ہاں جانتی ہوں۔ جگدیش شریف آدمی ہے۔ وہ ابھی انڈونیشیا سے آیا ہے۔"

"کیا اس نے یہ بتایا تھا کہ میں اس سے جا کر ملا تھا۔"

"ہاں۔ اور اس نے بتایا کہ اس نے تمہیں شیفالو سے ملاقات کا اجازت نامہ دے دیا تھا۔"

"یہ نہیں بتایا کہ اس نے مجھے اپنی گاڑی اور ڈرائیور بھی پیش کیا تھا۔"

"یہ نہیں بتایا۔"

"اچھا خیر بتاؤ، تمہارے درمیان کیا کیا باتیں ہوئیں۔"

"میں نے اس سے کہا کہ ڈاکٹر شیفالو کو وہ جانتا ہوگا۔ وہ مشہور انقلابی آدھا چاند ہے۔ وہ خود بھی انقلابی رہ چکا ہے تو کیا وہ ایک دوست کی مدد نہیں کرے گا۔"

"پھر اس نے کیا جواب دیا۔" زاہد نے پوچھا۔

اس نے کہا "مس رونا میں نہ بیوقوف ہوں نہ بزدل اور نہ دوست فراموش ہوں۔ شیفالو میرا بھی دوست ہے۔ اس کی گرفتاری کی خبر سنتے ہی میں اس کو گرفتار کرنے والے افسر سے ملا تھا۔ پھر میں ہوم منسٹر سے جا کر ملا۔ ہوم منسٹر نے اس کے خلاف جو الزام لگایا اس کو سُن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد جو ثبوت اس کے خلاف دکھایا گیا اس سے میری زبان بند ہو گئی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شیفالو غدار ہوگا۔ شیفالو ہزاروں قوم پرستوں کا قاتل ہوگا۔"

"وہ کیا الزام تھا۔ کیا اس نے تمہیں بتایا۔" زاہد نے سوال کیا۔

"ہاں۔ وہ الزام تم سنو گے تو شاید حیرت سے بیہوش ہو جاؤ گے۔ بقول فوسانو ہوم منسٹر نے اس کو ایک خط دکھایا تھا۔ یہ خط پانچ سال پہلے پرتگالیوں کے ایک سیاسی قیدی نے دوسرے قیدی کو دیا تھا۔ جس قیدی نے خط دیا تھا اس کو بعد میں گولی مار دی گئی اور جس قیدی کو خط دیا گیا تھا اس کو پرتگالیوں نے پرتگال بھیج دیا تھا۔ وہاں اُسے پانچ سال کی سزا ہو گئی تھی۔ پانچ سال بعد وہ شخص اپنے وطن آیا تھا اور اس نے مرجانے والے سیاسی قیدی کا خط ہوم منسٹر کو بھیج دیا۔ اس خط میں صاف لکھا ہے کہ "آدھا چاند" انقلابی جماعت کا غدار ہے اس کی مخبری پر وہ پکڑا گیا ہے اور دوسرے انقلابی پکڑے گئے ہیں۔"

"وہ شخص کون تھا جس نے یہ خط لکھا تھا۔" زاہد نے سوال کیا۔

"وہ تم تھے جوگندر۔" رونا نے اس کے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔

"بیں۔" زاہد نے چونک کر کہا۔

"ہاں۔ کرنل فوسالو نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک خط ہندوستانی جاسوس نے لکھ کر اپنے ساتھی نہدی کو دیا تھا جس کا نام جگندر تھا جس کو پانچ سال پہلے ایک پلان کے تحت قصبہ موز کے پاس پیراشوٹ سے کودنا تھا اس آدمی اور پروگرام کے مطابق صرف کرنل فوسالو کو علم تھا یا آدھا چاند کو۔ فوسالو ان دنوں ہندوستان میں تھا۔

"چنانچہ اس خط کی بنا پر ڈاکٹر شیفالو کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اور چونکہ دنیا کی نظروں میں تم مرچکے ہو اس لئے اب اس خط کے اصلی یا نقلی ہونے کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔"

"اوہ۔" زاہد نے آنکھیں پھیلا کر کہا "اب تو مجھے سچ مچ زندہ ہونا پڑے گا۔"

"نہیں جوگندر، میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ وہ اپنی دانست میں دوبار تمہیں قتل کرنے کی کوشش کر چکا ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک پلان ہے۔ اگر بدقسمتی سے میرا پلان ناکام رہا تو تم میرا بیان اخبارات میں چھپوا سکتی ہو۔ اس طرح کم از کم ہم شیفالو کو مرنے سے بچا لیں گے۔"

"تمہارا پلان کیا ہے۔"؟

"اس کے بارے میں ابھی میں نہیں بتا سکتا۔ کل شام کو بتاؤں گا۔"

❖

زاہد سوا دس بجے اپنے ہوٹل پہنچا۔ آدھے گھنٹے میں اس نے کچھ تیاریاں کیں اور سوا گیارہ بجے اس نے ٹیکسی کرنل فوسالو کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر روک دی۔

کرنل کی کوٹھی کے باہر دس بارہ کاریں کھڑی تھیں۔ اس کا مطلب تھا اندر کوئی پارٹی ہو رہی تھی۔

زاہد نے پوری کوٹھی کا ایک چکر کاٹا۔ پھر پچھلی طرف رک کر سوچنے لگا کہ کوٹھی کے اندر کا نقشہ کیا ہو سکتا ہے۔

کچھ دیر سوچ کر زاہد ایک کھڑکی کے قریب گیا جس کمرے کی کھڑکی تھی اس میں اندھیرا تھا۔ اندر چونکہ پارٹی تھی اس لئے پہرہ دار سامنے والے گیٹ پر ہی تھا۔ اس نے کھڑکی کا شیشہ کاٹ کر بڑی آسانی سے اندر کی چٹخنی کھول دی اور لمحے میں کود گیا۔

پنسل ٹارچ کی روشنی سے پتہ چلا کہ یہ کمرہ کرنل کے مطالعہ یا کچھ خفیہ قسم کا کمرہ تھا۔ دروازہ کھول کر اس نے باہر جھانکا۔ ایک چھوٹا سا کوریڈور خالی پڑا تھا۔ سامنے ہی ایک اور دروازہ تھا۔ کوٹھی کے اگلے حصے سے لوگوں کے قہقہوں کی اور باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

وہ اگلے دروازے سے میں چلا گیا۔ یہ وہی کمرہ تھا جس میں کرنل سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ باہر ہال میں مہمان جمع تھے۔ زاہد نے جھانک کر دیکھا۔ بیس کے قریب مہمان تھے۔"

زاہد کرنل کی خواب گاہ میں داخل ہوا۔ اندر اندھیرا تھا۔ اس نے کرسی کھڑکی کے نیچے کھینچ لی۔ اور بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔

باہر اب سناٹا تھا۔ سب مہمان جا چکے تھے۔ کرنل فوسالو نے اندر داخل ہو کر کمرے کا دروازہ بند کیا۔ پھر سیٹی بجاتا ہوا بڑھا اور ہاتھ سے سوئچ تلاش کر کے بٹن دبا دیا۔

روشنی سے زاہد کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ بڑی دیر تک فوسالو پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"کون ہو تم۔"

"تمہاری یادداشت بہت کمزور ہے کرنل۔ کل ہی تو میں شیفالو سے ملنے کا اجازت نامہ لینے آیا تھا۔"

کرنل کا چہرہ ایک دم پیلا پڑ گیا۔ اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"تم۔ مگر تم تو۔۔۔"

"میں ڈوب کر مرچکا تھا اسی لئے تمہیں حیرت ہے۔ نو سر میں اتنی آسانی سے مرنے والا نہیں۔ تمہارا ڈرائیور خطرناک ضرور تھا چالاک نہیں تھا۔ دریا سے جو لاش گاڑی کے ساتھ ملی ہے میری نہیں ہے۔"

"میں سمجھا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ جانتے ہو میں تمہیں گرفتار کرا سکتا ہوں۔"

"جب تک میرے ہاتھ میں یہ ہے مجھے کوئی گرفتار نہیں کر سکتا۔" زاہد نے پستول دکھاتے ہوئے کہا۔

"آخر تم کیا چاہتے ہو۔"

"ڈاکٹر شیفالو میرا دوست ہے میں اس کے خلاف استعمال کئے جانے والا وہ خط دیکھنا چاہتا ہوں جو کسی ہندوستانی جاسوس نے مرنے سے پہلے لکھا تھا۔"

"تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی۔"

"اس وقت سوال میں کر رہا ہوں کرنل اور میں وہ خط دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"وہ خط تو میں ہوم منسٹر کو دے چکا ہوں۔"

"کیا واقعی وہ خط تم ہوم منسٹر کو بھیج چکے ہو۔"

"میں اتنا بیوقوف نہیں تھا کہ اسے اپنے پاس رکھتا۔ اسی کی بنا پر تو شیفالو گرفتار کیا گیا ہے۔"

"کیا ثبوت ہے کہ وہ خط جعلی نہیں۔"

"کوئی اس خط کو جعلی ثابت کر کے دکھائے۔ اس کا لکھنے والا ...ا ہے۔"

"لکھنے والا کون تھا۔" زاہد نے پوچھا۔

"ایک ہندوستانی جوگندر۔"

"تم اس سے کبھی ملے ہو۔"

"کئی بار ہندوستان میں۔ بلکہ سچ پوچھو تو میں نے اس ...ک پلان کے تحت بھیجا تھا۔"

"اپنے انقلابی ساتھیوں کو گرفتار کرانے کی غرض سے۔" ...انے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب۔" کرنل فوسالو نے چونک کر کہا۔

زاہد کرسی سے اٹھا اور کچھ کاغذات اس کی جانب بڑھا کر کہا ...رنل ذرا یہ دیکھ لو۔"

یہ ہندوستانی سیکرٹ سروس کے مہر لگے کاغذات تھے ...ن پر زاہد کا اس وقت کا فوٹو تھا۔ ان کاغذات میں اس کا نام ...ندر درج تھا۔

کرنل کے چہرے پر اب بھی الجھن کے آثار تھے۔ اس نے ...ذات لئے۔ چند لمحے کاغذات کو دیکھتا۔ اس کے چہرے نے ...ٹ کی طرح چھ سات رنگ بدلے۔ آخر میں سفید پڑ گیا۔ پھر سر ...ٹھا کر بولا۔

"ت۔ تم۔ جوگندر ہو۔"

"ہوں۔ میں اپنے کاغذات ہیڈ کوارٹر کو بھیج چکا ہوں۔" زاہد ...د جھوٹ بولا۔ "اور اپنا یہ بیان بھی کہ میں زندہ ہوں اور یہ کہ میں ...نے کسی کو خط نہیں دیا تھا۔ اور یہ کہ غدار ڈاکٹر شیفالو نہیں ہے ...تم ہو۔ تم نے مجھے آزونا بھیج کر پرتگالی حکومت کو اطلاع دی تھی ...تم نے مجھے قتل کرایا تھا۔ تم نے ہزاروں انقلابیوں کی مخبری کی ...اور پرتگالی ظالموں کی گولیوں کا نشانہ بنایا ہے کرنل فوسالو۔ تم وہ ...شخص تھے جو ایک پرتگالی بزنس مین کے گھر جا کر اس کو باتیں ...پہنچا دیتے تھے چونکہ کیپرے ڈانسر کوفا اس پرتگالی کی ...داشتہ تھی اس لئے تم نے اس کو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد ...جب میں شیفالو کے دوست کی حیثیت سے تم سے ملنے آیا تو تم ...نے مجھے قتل کرانے کی سازش کی۔ اور یہی نہیں، اپنے اس ...بیان کی ایک ایک نقل میں نے آزونا ہندوستان اور دنیا کے ...بڑے بڑے ملکوں میں چھپنے والے اخباروں کو بھیج دی ہے۔"

کرنل فوسالو کی آنکھیں دہشت سے پھیل چکی تھیں۔ وہ ...کی طرح کھڑا زاہد کو دیکھ رہا تھا۔ آخر تھوڑی دیر کے بعد اس ...بڑبڑا کر جیسے خود سے کہا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو۔"

"کچھ نہیں۔ میں واپس جا رہا ہوں۔ اگر تم عقلمند ہو تو تم جانتے ہو کہ کس طرح قانون، مقدمہ اور بدنامی کی موت سے بچ سکتے ہو۔"

یہ کہہ کر زاہد بڑے اطمینان سے کھڑکی پر چڑھا اور دوسری طرف کود گیا۔

آدھے گھنٹہ بعد جھاڑیوں میں چھپے زاہد کو کرنل کی خوابگاہ سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔

•

تیسرے دن کے اخبارات میں کرنل فوسالو کی غداری اور خودکشی کی خبر چھپی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر شیفالو کو چھوڑ دیا گیا تھا۔

تیسرے دن ہی رونا نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

"جوگندر۔ تمہاری وجہ سے ڈاکٹر شیفالو بچے ہیں۔"

"مس رونا۔" زاہد نے مسکرا کر کہا۔ "آپ کو ڈاکٹر شیفالو مبارک ہوں۔"

"مس رونا۔" رونا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں مس رونا۔" زاہد نے پھر مسکرا کر جواب دیا۔ اور جیب سے اپنا پاسپورٹ نکال کر اس کی جانب بڑھا دیا۔

رونا نے پاسپورٹ پر نام دیکھا پھر اس کی جانب حیرت سے دیکھا۔

"یہ میرے چہرے پر میک اپ ہے۔"

"او گاڈ۔" رونا نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "تم جوگندر نہیں ہو۔"

"نہیں۔" زاہد نے سر کو خم کر کے کہا۔ "میرا نام کرنل زاہد ہے۔ جوگندر بیچارہ پانچ سال پہلے پرتگالیوں کی گولی سے مر چکا ہے۔"

یہ سن کر رونا کی آنکھیں چھلک پڑیں۔





قاتل جاسوس

محلوں میں جنم لینے والی ہوس پرستی جب نوخیز کلیوں کو مسل دیتی ہے تو کبھی کبھی بڑے بڑے طوفان جنم لیتے ہیں

قاتل قتل بھی کرے، اور پھر خود ہی کا اپنی جاسوسی بھی ہے نا عجیب بات
پانچ سال پہلے ہونیوالی قتل اور فراڈ کی ہولناک واردات کا شاخسانہ
قدم قدم پر سسپنس اور کرنل زاہد کا چونکا دینے
روپ آپ کو بھی چکرا دے گا،

قصبہ شوالی کے چھوٹے سے اسٹیشن پر گاڑی رکی۔ چند مسافر اترے، ایک شخص کاندھے پر صرف ایک بیگ لٹکائے اترا، اس کی عمر تیس برس کے لگ بھگ ہوگی لمبا قد، سانولا رنگ، ماتھے پر بائیں جانب کسی پرانے زخم کا ایک لمبا سا نشان، داڑھی دو دن کی بڑھی ہوئی لگ رہی تھی۔ اس نے پلیٹ فارم پر اتر کر اِدھر اُدھر دیکھا ایک گہرا سانس لیا جیسے کچھ پرانی یادوں نے اس کے اندر ہلچل مچا دی ہو۔ پھر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

قصبہ شوالی کہنے کو صرف قصبہ تھا لیکن اس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ ہو چکی تھی۔ پہاڑی کے دامن میں آباد تھا۔ شوالی سے کچھ فاصلے پر ہی پہاڑی میں کچھ قدرتی گپھائیں تھیں اور کچھ پرانے مندر دریافت ہوئے تھے۔ جن میں سنگ تراشی کے بہترین نمونے تھے یہ چیزیں دریافت ہونے سے پہلے قصبہ شوالی کی آبادی صرف بیس ہزار تھی بیس سال کے مختصر عرصے میں ہی یہ آبادی ڈیڑھ لاکھ ہو چکی تھی۔ کیا یہ قصبہ دنیا بھر کے سیاحوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ بیس سال کا شوالی دیکھنے والا کوئی شخص اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر سکتا تھا ایک سیدھا سادھا پُرسکون قصبہ بیس سال کے مختصر عرصے میں ایک ماڈرن شہر میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ بیس سال پہلے قصبہ میں صرف دو ہوٹل تھے، جو پرانے زمانے کی سراؤں کی یاد دلاتے تھے، کھا کے دو تین ڈھابے تھے۔ لیکن اب شوالی میں ایک پانچ اسٹار ہوٹل تھا۔ دو چار اسٹار اور چھ تین اسٹار ہوٹل تھے۔ اس کے علاوہ

...خوبصورت ریسٹوران تھے، نائٹ کلب تھے جن میں ...ے ڈانس ہوتے تھے Deleted ...بہت سے کلبوں ...ا بھی ہوتا تھا۔ غرض ماڈرن دنیا کی کوئی ایسی برائی نہ تھی جو اس ...ے سادے قصبہ میں نہ آگئی ہو۔

...جو شخص ٹرین سے اُترا تھا وہ اسٹیشن سے باہر آیا۔ ٹیکسی میں ...ان رکھ کر اس نے بوجھل آواز میں کہا۔

"ہوٹل نالندا چلو"

ٹیکسی چل پڑی تو اس نے سیٹ پر ذرا پھیل کر پورا گھیرا ...لس لیا اور بولا۔

"پانچ سال میں شہر کافی بدل گیا ہے"

"آپ یہاں پانچ سال بعد آئے ہیں؟"

"ہاں ..."

"آپ نے ٹھیک کہا ہے، شہر واقعی بدل گیا ہے۔ کافی ترقی ...لی ہے۔ شہر میں اب یہاں بڑے بڑے جرم ہوتے ہیں۔ ہر چیز ...انی سے مل جاتی ہے۔ عورت، چرس، کوکین ... کے قاتل ...پ کی جیب میں پیسہ ہونا چاہیئے۔ ہر چیز آپ کو مل سکتی ہے"

مسافر نے آنکھیں بند کرلیں، کوئی جواب نہ دیا۔ ڈرائیور نے ...ب نما شیشے میں اس کی بند آنکھیں دیکھ کر اپنی ساری توجہ ڈرائیونگ ...پر لگادی۔

ٹیکسی ایک جھٹکے سے رُکی تو مسافر نے آنکھیں کھول دیں۔ گاڑی ...ہوٹل کے پورچ میں کھڑی تھی۔ نیچے اُتر کر اس نے کرایہ ادا کیا۔ اپنا ...بیگ اٹھائے کاؤنٹر پر گیا اور ایک کمرہ مانگا۔ کلرک نے رجسٹر اس ...کے سامنے کر دیا۔ مسافر نے اپنا نام لکھا۔

"زیخن آہوجہ"

وہ کمرے کی چابی لے کر اپنے کمرے میں گیا۔ بیگ کمرے میں ...رکھ کر وہ ہوٹل سے باہر آیا۔ سامنے ہی ایک باربر کی دوکان تھی، ...دوکان اس وقت خالی تھی۔ وہ کرسی پر جاکر بیٹھ گیا۔ باربر نے ...پوچھا۔

"شیو یا بال"

"دونوں ..." زیخن آہوجہ نے جواب دیا۔

باربر نے کپڑا اس کے سینے پر پھیلا کر کالر میں پھنسایا شیشہ میں ...اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔

"ایسا لگتا ہے کہ پہلے آپ کو کہیں دیکھا ہے"

"ہوں دیکھا ہوگا" زیخن نے بھاری بوجھل آواز میں کہا۔ "پانچ سال پہلے میں یہیں رہتا تھا"

"ہے رام" اچانک باربر کے منہ سے نکلا اور حیرت سے ...اس کی آنکھیں پھیل گئیں "وہ بولا۔

"آپ تو مسٹر زیخن ہیں"

"تم نے ٹھیک پہچانا" زیخن نے مسکرا کر کہا "لیکن تمہیں اس سے کیا، میں کون ہوں۔ تم اپنا کام کرو"

باربر اپنا کام کرنے لگا۔ زیخن ادھ کھلی آنکھوں سے شیشے میں اس کو کام کرتے دیکھتا رہا۔ باربر اس کو پہچان کر کچھ نروس ہوگیا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد زیخن واپس ہوٹل پہنچا اور نہا دھو کر ہوٹل کے بار میں آبیٹھا۔ بار میں ایک پیگ لے کر وہ ایک کونے والی میز پر چلا گیا۔ کچھ دیر بیٹھا سوچتا رہا۔ ایک سگریٹ سلگائی۔ گلاس کو دو تین بار منہ سے لگایا اور پھر رکھ دیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد دو لمبے قد کے شخص بار میں داخل ہوئے ... ان دونوں کی صورتوں سے پتہ چل رہا تھا ... یا تو وہ پولیس والے تھے یا غنڈے۔ ان کو دیکھ کر زیخن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ باہر کے کونے میں پبلک فون لگا ہوا تھا۔ وہ اٹھ کر فون کی طرف چلا گیا۔ اور دروازے کی طرف سے پیٹھ کر کے ایک نمبر گھمایا۔ دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا تو اس نے سکہ ڈال کر کہا۔

"مہیش چندا ایڈوکیٹ"

"بول رہا ہوں" جواب ملا۔

"میرا نام زیخن آہوجہ ہے" "آج ہی میں شوالی آیا ہوں، اور ہوٹل نالندہ میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ مجھے شک ہے کہ پولیس شبہ میں مجھے گرفتار کرنا چاہتی ہے ... میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک گھنٹہ بعد پولیس اسٹیشن پہنچ جائیں اور اگر پولیس والے مجھے کسی جعلی جرم کے الزام میں گرفتار کریں تو آپ میری ضمانت کرالیں۔ آپ کی جو بھی فیس ہوگی ادا کردی جائے گی"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر وکیل نے کہا۔

"کیا تم نے کوئی جرم کیا ہے؟"

"نہیں ... لیکن پولیس کو یہ شک ہے کہ پانچ سال پہلے میں نے کسی کو قتل کیا تھا"

"مگر تم بے گناہ ہو؟"

"اگر میں بے گناہ نہ ہوتا تو پانچ سال بعد واپس اس شہر میں نہ آتا۔ اور آپ تو اصل مجرموں کو عدالت سے چھڑانے میں ماہر ہیں۔ وکیل صاحب! لیکن میں تو پھر بے گناہ ہوں۔ آپ اپنی فیس کی فکر نہ کریں۔ منہ مانگی فیس ملے گی"

کچھ دیر کے وقفہ کے بعد وکیل نے کہا "اوکے۔ تم چاہتے ہو۔ ایک گھنٹہ تک میں پولیس ہیڈ کوارٹر جاکر تمہارے بارے میں دریافت کروں اور اگر پولیس نے تمہیں گرفتار کرلیا ہو تو تمہاری ضمانت کرادوں"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے میں پہنچ جاؤں گا۔"

زرنجن آدھر جب نے فون رکھ دیا۔ گھوم کر دیکھا تو دونوں غنڈہ شکل کے آدمی بار کاؤنٹر کے اسٹولوں پر بیٹھے بارمین سے باتیں کر رہے تھے۔ زرنجن نے اپنا گلاس وہیں میز پر چھوڑ دیا اور بار کاؤنٹر پر آیا۔ قریب پہنچنے پر اس نے ان میں سے ایک شخص کو بارمین سے کہتے سنا۔

"اس کا نام زرنجن آدھر جب ہے۔ اس کے ماتھے پر زخم کا نشان ہے۔ وہ اسی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔ کاؤنٹر کلرک نے بتایا ہے کہ ابھی کچھ دیر پہلے وہ بار میں آیا تھا۔"

بارمین کے جواب دینے سے پہلے زرنجن ان دونوں کے برابر والے اسٹول پر جا بیٹھا اور بولا۔

"میرا خیال ہے کہ شاید آپ کو میری تلاش ہے؟"

دونوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا ... دونوں کچھ دیر اس کو حیرت سے دیکھتے رہے۔ پھر ان میں سے ادھیڑ عمر والے شخص نے کہا۔

"تم یا تو بہت احمق ہو زرنجن یا..."

اس نے اپنا جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ زرنجن مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ حضرات مجھے جانتے ہیں لیکن ابھی تک آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔"

ادھیڑ عمر والے شخص نے کہا: "میرا نام انسپکٹر سنگرام ہے اور یہ میرے ساتھی سب انسپکٹر گلا ٹھی ہیں۔ تمہیں ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہوگا۔"

"کیا آپ کے پاس میری گرفتاری کا وارنٹ ہے؟" زرنجن نے لاپروائی سے سوال کیا۔

"وارنٹ کی ضرورت نہیں۔ مجھے یہ قانونی حق حاصل ہے کہ میں کسی بھی شخص کو جرم کے شبہ میں پوچھ تاچھ کے لئے پولیس اسٹیشن بلا سکتا ہوں۔"

سب انسپکٹر گلا ٹھی بولا۔ "ویسے تم جانتے ہو زرنجن، تم قاتل ہو۔ میں اس وقت سادہ کپڑوں میں ہوں مگر میری جیب میں ریوالور ہے۔ اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو تم پر گولی چلا کر مجھے خوشی ہوگی۔"

"مجھے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔" زرنجن نے کندھوں کو اچکا کر کہا۔

"پانچ سال پہلے تم ___ بھاگ گئے تھے۔"

"یہ باتیں کرنے کی جگہ نہیں۔" انسپکٹر سنگرام بولا۔ "تم شرافت سے ہمارے ساتھ چل رہے ہو زرنجن؟"

"او کے شریف آدمیو۔ تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر زرنجن کھڑا ہو گیا۔ دونوں پولیس والے اس کے دائیں بائیں آ گئے اور وہ پولیس اسٹیشن آ گئے۔

پولیس اسٹیشن کے ایک کمرے میں پہنچ کر زرنجن نے کہا۔ "کیا اب میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ لوگ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟"

جواب میں سب انسپکٹر گلا ٹھی نے اُلٹے ہاتھ کا طمانچہ اس کے منہ پر مار کر کہا۔ "بڑا بھولا بنتا ہے، جیسے کچھ معلوم ہی نہیں۔"

زرنجن کی دونوں مٹھیاں کس گئیں۔ ایک بار ایسا لگا جیسے ابھی اٹھ کر گلا ٹھی پر حملہ کر دے گا مگر اس نے خود پر قابو رکھتے ہوئے انسپکٹر سنگرام سے کہا۔

"کیا اب اس شہر میں کوئی قانون نہیں رہا۔ اگر تم لوگ مجھے مجرم سمجھتے ہو تو باقاعدہ گرفتار کرو، جرم ثابت کرو اور عدالت سے سزا دلاؤ۔ اس طرح مارنے کا انہیں کوئی حق نہیں۔"

گلا ٹھی نے پھر ایک موٹی سی گالی دی اور گھونسہ بنا کر زرنجن کی طرف بڑھا تو انسپکٹر سنگرام نے کہا۔ "نہیں گلا ٹھی اس کی ضرورت نہیں۔ یہ بہت چالاک بنتا ہے۔ ہم اس کو ابھی اس کے جرم کا ثبوت دکھاتے ہیں اور پھر اس کو بند کرتے ہیں۔"

گلا ٹھی بڑبڑا کر رک گیا۔ انسپکٹر سنگرام نے فون اُٹھا کر ایک نمبر ملایا اور کسی سے کہا۔

"سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر قادر کے قاتل کی فائل فوراً بھیج دو۔"

یہ کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔ پھر زرنجن سے بولا۔

"میں واقعی حیران ہوں زرنجن کہ تم شوالی واپس کیوں آئے۔"

زرنجن نے مسکرا کر کہا۔ "حیران ہونا اچھی بات ہے انسپکٹر۔ اس سے گردے مضبوط ہوتے ہیں۔ اس لئے حیران ہوتے رہو۔"

گلا ٹھی نے غرا کر کہا۔ "انسپکٹر آپ اسے برداشت کر رہے ہیں۔ اگر ہم قاتلوں کے ساتھ اسی طرح شرافت سے پیش آتے رہے تو پھر یہ نوکری کر چکے۔"

انسپکٹر سنگرام نے زرنجن کو خونی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم فکر نہ کرو گلا ٹھی۔ فائل آنے دو ابھی اس کی ساری شرافت نکل جائے گی۔"

وہ انتظار کرنے لگے۔ دس منٹ بعد ایک سپاہی ایک فائل ان کو دے گیا۔ انسپکٹر نے فائل کھولی۔ اندر بہت سے کاغذات کے ساتھ کئی فوٹو بھی تھے۔ ایک ریوالور کا فوٹو تھا اور ایک فوٹو پر بہت واضح کسی کی انگلیوں کے نشانات تھے۔ انسپکٹر سنگرام نے انگلیوں کے نشانات کا فوٹو اٹھا کر زرنجن کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ ہے تمہاری موت کا پروانہ۔ تم اب نہیں بچ سکتے۔ یہ نشانات تمہیں پھانسی کے تختے پر پہنچانے کو کافی ہیں۔"

"وہ کیسے ؟" زنجن نے پھر اسی لاپرواہی سے کہا۔

"ابھی بتاتا ہوں" انسپکٹر سنگرام نے جواب دیا۔ پھر میز کی دراز سے روشنائی کا ایک پیڈ نکالا ایک صاف کاغذ لیا اپنی کرسی سے اٹھ کر زنجن کے پاس آیا اور بولا "جانتے ہو یہ نشانات کیسے ہیں ؟"

"اب تک تو تم ہی بتا رہے ہو" زنجن نے مسکرا کر کہا "اس لئے تم یہ بتاؤ کہ کس کی انگلیوں کے نشان ہیں"

"یہ نشان اس ریوالور سے ملے ہیں جس سے پانچ سال پہلے تم نے ایس پی مسٹر قادر کو قتل کیا تھا"

"آہا" زنجن بولا "تو آپ لوگ مجھ پر قتل کا الزام لگانا چاہتے ہیں"

"صرف الزام نہیں۔ یہ ثبوت بھی ہے۔ یہ ایک ثبوت ہے۔ دوسرا ثبوت ابھی حاصل کرتا ہوں۔ لو اس پیڈ پر انگلیاں رکھ کر کاغذ پر اپنی انگلیوں کے نشان دو"

انسپکٹر سنگرام نے خود ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی انگلیاں پیڈ پر رکھ دیں پھر سادہ کاغذ پر انگلیوں کے نشان آ گئے۔

وہ سمجھا کہ شاید ہاتھ ہل جانے سے انگلیوں کے نشان صحیح نہیں آ سکے ہیں۔ اس لئے اس نے دوبارہ اس کی انگلیاں روشنائی کے پیڈ پر رگڑیں پھر بڑی احتیاط سے کاغذ پر انگلیوں کو رکھ کر دبایا۔ زنجن نے ہاتھ اٹھایا تو اس بار پھر کاغذ پر صرف انگلیوں کے دھبے آئے۔ نشانوں کی لکیر کوئی نہ آئی۔ اس بار انسپکٹر سنگرام کے چہرے پر کچھ الجھن اور کچھ حیرت پھیل گئی۔ اس نے زنجن کی کلائی پکڑ کر اسے سیدھا کیا۔

زنجن کی انگلیاں دیکھ کر سنگرام کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کی انگلیوں پر واقعی کوئی نشان نہیں تھا۔ کوئی لکیر نہیں تھی ایسا لگتا تھا جیسے زنجن نے اپنی انگلیوں کے نشان گھس دیے ہوں۔ ساری انگلیاں چکنی چکنی تھیں۔

انسپکٹر سنگرام کچھ غیر یقینی انداز میں اس کی انگلیوں کو دیکھتا رہا پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر بولا۔

"تو یہ بات ہے، تم اس لئے واپس آئے ہو۔ تم نے اپنی انگلیوں کے نشان کسی طرح گھس لئے ہیں، تم سمجھتے ہو جب تک انگلیوں کے نشان نہیں ملیں گے ہم تمہیں گرفتار نہیں کر سکتے۔ تم پر مقدمہ نہیں چلا سکتے۔ تمہیں مجرم ثابت نہیں کر سکتے۔ لیکن تم غلطی پر ہو زنجن، تمہیں ابھی پتہ نہیں کہ جرائم کی دنیا میں کئی بار مجرم اس طرح کے تجربے کر چکے ہیں۔ اپنی انگلیوں کے نشان گھس کر یا چاقو سے کھرچ کر صاف کر چکے ہیں لیکن تمہیں شاید پتہ نہیں کہ یہ نشان کبھی نہیں جاتے۔ ابھی تم نے گھس دیے ہیں۔ چار چھ دن میں یہ نشان پھر ابھر آئیں گے۔ ٹھیک ہے ابھی ہم تمہیں گرفتار نہیں کر سکتے۔ لیکن جب تک تمہاری انگلیوں کے نشان دوبارہ نہیں آ جاتے تم یہ شہر چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ ہم سائے کی طرح تمہارے ساتھ رہیں گے اور جیسے ہی تمہاری انگلیوں کے نشان واپس آ جائیں گے ہم تمہیں گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیں گے۔ یقین کرو اب تمہیں پھانسی کے پھندے سے کوئی نہیں بچا سکتا"

زنجن نے مسکرا کر کہا "جب تک میری انگلیوں کے نشان واپس نہیں آتے آپ مجھے گرفتار نہیں کر سکتے"

"ہاں جب تک کے لئے تم آزاد ہو"

"نہیں انسپکٹر" گلاٹھی بولا "اس کو آزاد چھوڑنا غلط ہو گا۔ ہم اس کے کپڑوں سے چرس یا کوکین برآمد کر کے اس کو گرفتار کر سکتے ہیں"

"کوئی فائدہ نہیں" انسپکٹر سنگرام نے کہا "یہ ضمانت پر چھوٹ جائے گا"

"گلاٹھی صاحب" زنجن بولا "تم تو کیا، تمہارا باپ بھی مجھے گرفتار نہیں کر سکتا"

یہ جملہ زنجن نے جان بوجھ کر کہا تھا۔ وہ اسے غصہ دلانا چاہتا تھا۔ گلاٹھی نے جو اس کے طمانچہ مارا تھا وہ اسے اس کا سبق سکھانا چاہتا تھا۔ اس کی توقع کے مطابق گلاٹھی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ میز پر ایک رول رکھا تھا۔ گلاٹھی نے وہ اٹھا کر زنجن کے ماتھے پر مارا۔ زنجن نے پہلی بار اس کا ہاتھ روکنے کی کوشش نہیں کی اگرچہ چوٹ سے اس کا سر بھنا گیا۔ گلاٹھی نے دوسری بار پھر اس پر حملہ کیا تو اس بار زنجن کا جسم بجلی کی طرح کرسی سے اچھلا اس نے ایک ہاتھ سے وار روک کر دوسرے ہاتھ کا گھونسہ گلاٹھی کے پیٹ میں مارا۔ تکلیف سے گلاٹھی دوہرا ہو کر جھکا تو اس نے اپنا گھٹنا اس کے منہ پر مارا۔ گلاٹھی کے حلق سے گھٹی ہوئی چیخ نکلی وہ اچھل کر پیچھے کی طرف گرا اور وہیں پڑا رہ گیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ انسپکٹر سنگرام کچھ نہ کر سکا۔ وہ حیرت سے بت بنا دیکھتا رہ گیا۔ گلاٹھی کے گرنے پر زنجن پھر کرسی پر بیٹھ گیا اور رومال نکال کر اپنے ماتھے پر ابھرتے ہوئے گومڑے کو سہلاتے ہوئے بولا۔

"انسپکٹر سنگرام کیا آپ کا قانون یہی کہتا ہے کہ ایک بے گناہ کو بے وجہ مارا جاتے"

"تم نے ایک انسپکٹر کو مارا ہے" سنگرام نے غصہ سے کہا۔

"جب تک تم مجھ پر جرم ثابت نہیں کر دیتے میں ایک شریف شہری ہوں اور کسی پولیس آفیسر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی شریف شہری کو گالی دے یا اس پر حملہ کرے۔ تمہارے سامنے انسپکٹر گلاٹھی نے پہلے بے وجہ میرے منہ پر طمانچہ مارا۔ پھر اس رول سے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے خود کو بچانے کے لئے اس پر حملہ کیا ہے۔ اب اگر تم

مجھے مجرم سمجھتے ہو تو انسپکٹر پر حملہ کرنے کے جرم میں مجھے گرفتار کر سکتے ہو۔ میرا وکیل تم سے نمٹ لے گا۔"

اسی وقت دروازے میں ایک شخص کالا کوٹ پہنے اندر داخل ہوا اور بولا۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟"

سنگرام نے اس کو حیرت سے دیکھ کر کہا۔ "مسٹر مہیش ایڈووکیٹ آپ کیسے آئے؟"

"تم زنجن ہو؟" وکیل نے زنجن سے کہا۔

"ہاں۔"

"یہ میرے مؤکل ہیں۔" وکیل نے انسپکٹر سے کہا۔ "مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ میرے مؤکل کو بے وجہ گرفتار کر کے لائے ہیں۔ میں جاننا چاہوں گا کہ آپ نے ان کو کس جرم میں گرفتار کیا ہے؟"

"ہم نے ان کو گرفتار نہیں کیا تھا۔ شبہ میں یہاں لائے تھے۔ لیکن انہوں نے سب انسپکٹر کو مار کر بے ہوش کر دیا۔"

زنجن نے اپنے ماتھے پر سے رومال ہٹاتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر اگر آپ قانون کے محافظ ہیں اور ایمان دار ہیں تو قسم کھا کر میرے وکیل کو بتایئے کہ حملہ پہلے کس نے کیا تھا۔ آپ کے سب انسپکٹر نے یا میں نے۔"

"یہ غیر قانونی ہے۔" وکیل نے کہا۔ "آپ قانوناً کسی ملزم کو مار پیٹ نہیں کر سکتے۔ آپ صرف ان پر الزام لگا کر ان کو گرفتار کر سکتے ہیں۔ عدالت سے ان کی ضمانت کرانا میرا کام ہے۔ بتایئے آپ انہیں کس جرم میں گرفتار کر رہے ہیں۔"

انسپکٹر سنگرام بے بس ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "میں انہیں کسی جرم میں گرفتار نہیں کر رہا ہوں۔ آپ ان کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ لیکن زنجن یاد رکھو تم اب یہ شہر چھوڑ کر نہیں جاؤ گے، یقین رکھو پولیس سائے کی طرح تمہارا پیچھا کرے گی۔"

"میں یاد رکھوں گا۔" زنجن نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آیئے وکیل صاحب اب ہم چلتے ہیں۔"

٭٭٭

وکیل مہیش چندر نے اپنی فیس کی کافی موٹی رقم بٹوے میں رکھ کر کہا۔

"اب تم مجھے بتاؤ کہ قصہ کیا ہے؟"

زنجن نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے کہا۔ "یہ آج سے پانچ سال پہلے کی بات ہے وکیل صاحب۔ یہاں قصبہ شوالی میں ایک پولیس سپرنٹنڈنٹ مسٹر قادر کا قتل ہوا تھا۔ لاش کے پاس ایک ریوالور ملا تھا۔ پولیس کے بیان کے مطابق قاتل قتل کر کے شہر چھوڑ گیا تھا۔ پولیس کا خیال ہے کہ قاتل نیشنل بینک کا خزانچی تھا جس کا نام زنجن تھا۔"

"اور تم وہی زنجن ہو۔" وکیل نے حیرت سے سوال کیا

"ہاں۔"

"پولیس نے تمہیں پہچان لیا تھا اس لئے وہ تمہیں گرفتا[ر کر کے]
لے گئے تھے۔"

"ہاں۔"

"پھر چھوڑ کیوں دیا؟"

"اس لئے کہ ان کے پاس میرے خلاف ابھی کوئی ثبوت [نہیں ہے۔]
ان کے پاس اس ریوالور پر بنے انگلیوں کے نشانات کے فوٹو[گراف ہیں]
جن سے مسٹر قادر کو قتل کیا گیا تھا۔ پولیس کو یقین ہے وہ میری ا[نگلیوں]
کے نشان ہیں۔ وہ میری انگلیوں کے نشانات سے ان نشا[نات]
سے ملانا چاہتے تھے، لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔"

"یعنی تمہاری انگلیوں کے نشان نہیں ملے۔"

زنجن نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے پھیلا ک[ر کہا۔]
"آپ خود دیکھ سکتے ہیں نشان کیسے مل سکتے ہیں۔"

وکیل نے اس کی چکنی اور بے نشان انگلیاں دیکھ کر [کہا۔]
"مائی گاڈ مسٹر زنجن یہ تم نے اپنی انگلیوں کو کیا کیا ان[پر]
ایک نشان بھی باقی نہیں رہا۔"

زنجن نے مسکرا کر کہا۔ "ایک بار غلطی سے میں نے ا[پنے]
ہاتھوں سے تپتے ہوئے لوہے کی ایک چادر پکڑ لی تھی۔ فوراً [میں]
نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے لیکن اتنی ہی دیر میں میری انگلیوں ک[ی کھال]
لوہے کی اس چادر سے چپک کر رہ گئی تھی۔ اس کے بعد میں [کافی دن]
ہسپتال میں رہا ہسپتال سے باہر نکلا تو انگلیاں ایسی تھیں۔
ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ اب یہ نشان واپس نہیں آئیں گے۔"

"اسی لئے تم واپس آ گئے ہو۔ تمہیں یقین ہو گیا ہے۔
اب تمہاری انگلیوں پر نشان کبھی واپس نہ آ سکیں گے اور نہ
نہیں ہوں گے تو پولیس تمہیں قاتل ثابت نہ کر سکے گی۔"

"غلط سمجھ رہے ہو، سچ بات یہ ہے کہ میں نے مسٹر ق[ادر کو]
قتل نہیں کیا تھا۔ اور اب میں اصل قاتل کو تلاش کر کے قانون کے [حوالے]
کرنے آیا ہوں تاکہ میں پہلے کی طرح عزت کے ساتھ رہ سکوں۔"

وکیل نے اس بات پر اعتبار نہ کرتے ہوئے کہا۔ "اگر تم [بے گناہ]
تھے تو اس وقت ہی کیوں بھاگ گئے تھے؟"

"اس لئے کہ اس وقت اگر میں یہاں رہ جاتا تو واقعی [ہی]
پولیس مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچا چکی ہوتی۔ اس ریوالور پر
واقعی میری انگلیوں کے تھے لیکن قتل میں نے نہیں کیا تھا۔ کسی [نے]
بڑی ہوشیاری سے میرے ریوالور سے قتل کر کے وہ ریوالور [وہاں]
ڈال دیا تھا۔"

"تمہارے پاس ریوالور کیوں رہتا تھا؟"

"ایس پی قادر صاحب کے قتل سے ایک سال پہلے یہاں ل بنک لوٹنے کی کوشش کی گئی۔ اس کے بعد سے یہاں کے بے بنکوں میں بنکوں کی جانب سے خزانچیوں نے اپنی درازمیں لوور رکھنے شروع کر دیئے تھے۔ میرا ریوالور بھی میری میز کی دراز میں رہتا تھا۔"

"تو پھر مسٹر تیا، کہ کس نے قتل کیا تھا؟"

"یہی معلوم کرنے کے لئے تو میں یہاں آیا ہوں۔"

"کیا تمہیں کسی پر شبہ ہے؟"

"ابھی کسی پر نہیں۔"

"آل رائٹ! تو مجھے اب کیا کرنا ہوگا؟"

"کچھ نہیں۔ اب تم مستقل طور پر میرے وکیل ہو، ہوسکتا ہے پکٹر گلاکھی اپنا بدلہ اتارنے کے لئے مجھے کسی کیس میں پھنسانے کی شش کرے۔ ایسا موقع آیا تو میں تمہیں تکلیف دوں گا۔"

"کم از کم ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ انسپکٹر سنگرام یمان دار شخص ہے۔"

"ہوسکتا ہے۔" زرنجن نے کاندھوں کو اچکا کر کہا۔

"تم آج ہی شوالی آئے ہو؟"

"ہاں، آج پانچ بجے۔"

"اور سات بجے تمہیں پولیس پکڑ کرلے گئی۔ یہ کیسے ہوا، پولیس و تمہارے آنے کا کیسے پتہ چلا؟"

"میں شیو کرانے گیا تھا۔" زرنجن نے مسکرا کر کہا "باربر نے مجھے پہچان لیا۔ اسی نے پولیس کو اطلاع دی ہوگی۔"

"تو گویا تمہیں پہلے سے یہ شک تھا کہ باربر پولیس کو اطلاع کردے گا؟"

"جی ہاں۔"

"اس میں شک نہیں کہ تم آدمی بہت ذہین ہو مسٹر زرنجن، لیکن میں سمجھتا ہوں انسپکٹر گلاکھی پر تم نے حملہ کرکے سمجھداری کا ثبوت نہیں دیا۔ پولیس والے بڑے خطرناک ہوتے ہیں، خاص طور پر گلاکھی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کوبرا سانپ سے زیادہ خطرناک ہے۔"

"میں گلاکھی کو سنبھال لوں گا۔۔۔ تم صرف قانونی طور پر مجھے بچاتے رہو۔"

"بشرطیکہ تم کوئی جرم نہ کرو۔"

"فکر نہ کرو۔ میں کوئی جرم نہیں کروں گا اور اگر کبھی، مجھے قانون توڑنا بھی پڑا تو ایسا ثبوت نہیں چھوڑوں گا کہ پولیس مجھ پر کیس بنا سکے۔"

"اچھی بات ہے۔" وکیل نے اٹھتے ہوئے کہا "اب میں چلتا ہوں۔ ضرورت پڑنے پر تم مجھے فون کرسکتے ہو۔"

"او کے، وکیل صاحب۔ شکریہ۔"

زرنجن نے ہاتھ ملایا۔ وکیل چلا گیا۔ زرنجن کی نظریں وکیل سے ہٹ کر بار میں بیٹھے دوسرے لوگوں پر گئیں تو اس کے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ پھیل گئی۔

انسپکٹر نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا۔ پولیس کا ایک سادہ پوش جاسوس بار میں اس کی نگرانی کے لئے بیٹھا تھا۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

زرنجن صبح کو نہا دھو کر ناشتہ کے لئے کمرے سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کوری ڈور کے آخری سرے پر ایک شخص کرسی بچھائے بیٹھا تھا۔ وہ زینے سے ہو کر ڈائننگ ہال میں آیا تو وہ آدمی بھی اس کے ساتھ آیا اور کچھ فاصلے پر دوسری میز پر بیٹھ گیا۔ زرنجن سمجھ گیا کہ وہ پولیس کا آدمی ہے۔ انسپکٹر سنگرام کوئی خطرہ مول نہیں لے رہا تھا اس نے واقعی چوبیس گھنٹے کے لئے اس کی نگرانی کا پورا بندوبست کر دیا تھا۔

میز پر صبح کا لوکل اخبار پڑا تھا۔ اس نے ناشتے کا آرڈر دیا، اور اخبار پڑھنے لگا۔ دوسرے صفحہ پر ایک خبر چھپی تھی۔

غبن اور قتل کا ملزم پانچ سال بعد واپس آگیا۔

انگلیوں کے نشانات نہ ہونے کی وجہ سے پولیس اس کو گرفتار نہیں کرسکی۔ نیچے خبر میں تفصیل درج تھی:

زرنجن آہوجہ پانچ سال پہلے جس نے نیشنل بنک میں بیس لاکھ کا غبن کیا تھا۔ اور بعد میں پولیس سپرنٹنڈنٹ مسٹر قادر کو قتل کرکے فرار ہوگیا تھا واپس شوالی آگیا ہے۔ پولیس انسپکٹر سنگرام نے اسے پہچانتے ہی گرفتار کر لیا کیوں کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی لاش کے پاس جو ریوالور ملا تھا اس پر زرنجن کی انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔ قتل کے جرم میں وہی نشان زرنجن کے خلاف ثبوت تھے۔ لیکن چونکہ زرنجن قتل کے فوراً بعد غائب ہوگیا تھا اس لئے پولیس اس کو گرفتار نہیں کرسکی تھی۔ انسپکٹر سنگرام نے شوالی پہنچتے ہی گرفتار کر لیا اور قتل کے ثبوت کے طور پر اس کی انگلیوں کے نشانات لینا چاہے تو پتہ چلا مسٹر زرنجن نے کسی طرح اپنی انگلیوں کے نشانات ختم کر دیئے ہیں۔

لوگوں کو حیرت ہے کہ ملزم زرنجن واپس کیوں آیا جب کہ اسے معلوم تھا کہ شوالی پہنچتے ہی اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ زرنجن کے واپس ہونے سے بہت سے سوال پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً:

کیا واقعی زرنجن غبن اور قتل کا مجرم ہے؟

اگر وہ مجرم تھا تو وہ واپس کیوں آیا ہے؟ کیا صرف اس لئے کہ کسی طرح وہ انگلیوں کے نشانات مٹانے میں کامیاب ہو گیا ہے اور اسے یقین ہے کہ اب نشانات کبھی نہیں اُبھریں گے۔

یا ملزم زبخن بے گناہ تھا اور اس قلبن اور اس قتل کے پیچھے کوئی بڑی سازش کام کر رہی تھی۔ ممکن ہے زبخن اب اپنی بے گناہی ثابت کرنے آیا ہو۔

بہرحال فی الحال تو پولیس زبخن کو گرفتار کرنے یا اس پر مقدمہ چلانے پر مجبور ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ پولیس پانچ سال پہلے ہوئے اس جرم کی گتھیاں کس طرح سلجھاتی ہے۔

خبر پڑھ کر زبخن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اسی وقت بیرا ناشتہ بھی لے آیا تھا۔ اس لئے وہ ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتہ کرکے وہ کچھ دیر وہیں بیٹھا سوچتا رہا۔ پولیس کا جاسوس کچھ فاصلے پر بیٹھا اس کی نگرانی کرتا رہا۔ نو بجے کے قریب زبخن اٹھا اور پولیس جاسوس کے پاس جا کر بولا۔

"تم اکیلے بور ہو رہے ہوں گے۔ اس لئے میرے ساتھ ہی چلے چلو۔ میں وقت گزارنے کے لئے کیانا کافی ہاؤس میں جا رہا ہوں۔"

اس شخص نے گھور کر زبخن کی طرف دیکھا اور غصے سے بولا

"جہنم میں جاؤ۔"

"تمہاری مرضی۔" زبخن نے کاندھے اُچکا کر کہا اور ہوٹل سے باہر چل دیا۔

چند منٹ بعد ہی پولیس کا جاسوس باہر نکلا اور کچھ فاصلہ دے کر اس کا پیچھا کرنے لگا۔

زبخن دکانوں کی شو ونڈوز دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ دو بار وہ دکانوں میں جا گھسا۔ پولیس کا جاسوس باہر انتظار کرتا رہا۔ ایک بار وہ قدم اٹھاتا ہوا ایک موڑ پر پہنچا۔ اس موڑ کے بعد چوراہا تھا۔ وہ جلدی سے ایک زینے میں گھس گیا۔ اس نے زینے کا دروازہ بند کر لیا۔ دو منٹ بعد ہی پولیس کا جاسوس تیز چلتا ہوا آیا۔ موڑ پہ رُک کر کچھ دیر اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر بڑبڑاتا ہوا ایک طرف کو تیزی سے چل [illegible]

[illegible]

جاسوس سے پیچھا چھڑا کر وہ اطمینان سے سڑکوں پر گھومنے لگا۔ ایک گھنٹہ وہ بے مقصد اِدھر اُدھر گھومتا رہا۔ ایک گھنٹے بعد اسے ثبوت مل گیا کہ اس کا شک درست تھا۔ انسپکٹر سنگرام [illegible] بے وقوف نہیں تھا اس نے اس کی نگرانی پر صرف اس [illegible] نہیں لگایا تھا جسے دیکھ کر دور سے پتہ چل جاتا تھا کہ وہ پولیس کا جاسوس ہے، ایک اور شخص بھی اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ انسپکٹر سنگرام کو یقین تھا کہ زبخن اپنے پیچھا کرنے والے کو چکمہ دینے کی کوشش کرے گا اور ایک [illegible] پیچھے آدمی کو [illegible] زبخن [illegible] گا۔

انسپکٹر سنگرام کو یہ پتہ نہیں تھا کہ زبخن اتنا بے وقوف نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہا تھا۔ یہ جاننے کے بعد کہ ایک اور آدمی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ زبخن کے لئے اس سے بھی پیچھا چھڑانا زیادہ مشکل ثابت نہ ہوا۔ وہ سڑک پر کھڑا ہو گیا۔ ایک گذرتی ہوئی ٹیکسی کو روک کر اس میں بیٹھ کر بولا۔

"سیدھے چلے چلو۔ اور ذرا تیز چلو۔"

ٹیکسی والے نے عقب نما شیشے میں سے ایک بار اس کی جانب حیرت سے دیکھا اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ زبخن نے مڑ کر دیکھا تو پیچھا کرنے والا دوسری ٹیکسی میں بیٹھ رہا تھا۔

"ہل روڈ پر چلو۔" زبخن بولا۔

ڈرائیور نے گاڑی ہل روڈ پر موڑ دی۔ یہ سڑک شہر کی سب سے زیادہ مصروف سڑک تھی۔ شہر کا سب سے بڑا شاپنگ سنٹر اسی روڈ پر تھا۔ آگے موڑ آنے لگا تو زبخن نے جیب سے دس کا نوٹ نکال کر اگلی سیٹ پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہارا کرایہ ہے۔ موڑ پر گاڑی کی رفتار ذرا سی دیر کے لئے کم کرکے پھر اسی تیزی سے آگے بڑھ جانا۔"

ڈرائیور نے ایک بار پھر مشکوک نظروں سے شیشے میں زبخن کو دیکھا پھر دس کا نوٹ دیکھ کر آہستہ سے سر ہلایا۔ کیونکہ میٹر میں کرایہ صرف چار روپے بنا تھا۔

موڑ آیا تو زبخن ٹیکسی کا دروازہ کھول کر تیار ہو گیا۔ جیسے ہی موڑ پر کار گھومی اور رفتار سست ہوئی۔ ٹیکسی سے اُتر کر اس نے دروازہ بند کر دیا اور جلدی سے ایک دکان میں گھس گیا۔ دو منٹ بعد ہی دوسری ٹیکسی موڑ سے گزر گئی۔ مزید ایک منٹ انتظار کرکے زبخن نے ایک ٹیکسی کو روکا اور اس میں بیٹھ کر بولا۔

"سٹی لائبریری چلو۔"

پندرہ منٹ بعد وہ سٹی لائبریری میں داخل ہوا۔ اسسٹنٹ لائبریرین کے پاس پہنچ کر اس نے پوچھا۔

"کیا آپ روزنامہ اخبارات کا ریکارڈ بھی رکھتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"میں پانچ سال پرانے فائل دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"لوکل اخبارات کے۔ یا دوسرے اخبارات کے؟"

"لوکل اخبارات کے۔"

"تو پلیز بیسمنٹ میں چلے جایئے۔ وہ سامنے زینے کے نیچے سے راستہ ہے۔"

زبخن نے شکریہ ادا کیا اور بیسمنٹ میں چلا گیا شاید وہ پہلا آدمی تھا جو بیسمنٹ میں آیا تھا۔ فرش تو کیا المار[illegible]

نیں اخباروں پر بھی گرد کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ اُس نے دو تین اخباروں کے پانچ سال پرانے فائل نکلوائے۔ پہلے ان کی گرد صاف کی پھر اخباروں کو پڑھنے بیٹھ گیا۔

* * *

آخر اسے وہ خبریں مل گئیں جن کی اسے تلاش تھی۔ ان اخبارات میں بینک میں ہونے والے غبن اور سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر قادر کے بارے میں تفصیلی حالات درج تھے۔

خبروں کے مطابق جو واقعات بنتے تھے وہ اس طرح تھے۔

زرگن آہوجہ اور ملنی میں گہری دوستی تھی بلکہ کہا جاتا تھا کہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے ملنی بینک کے جنرل مینجر مسٹر پربھاکر کی سیکرٹری تھی جس کی وجہ سے وہ بینک کے خاص کھاتوں تک پہنچ سکتی تھی، یا وہ کھاتے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک لے جا سکتی تھی۔

ایک بار مینجر مسٹر پربھاکر نے دیکھا کہ ملنی دو کھاتے لے کر سیف میں رکھنے جا رہی تھی۔ ان کھاتوں سے ملنی کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا مسٹر پربھاکر کو شک گزرا۔ انہوں نے ایک روز ان کھاتوں کی پڑتال کی تو حساب میں گڑبڑ محسوس کی۔ چنانچہ انہوں نے فوراً خفیہ طور پر چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کی خدمات حاصل کیں اور ان کھاتوں کو چیک کرایا۔ ایک ہفتہ چیکنگ کے بعد پتہ چلا کہ بینک سے بیس لاکھ روپیہ غبن ہو چکا ہے۔

زرگن ان دنوں چھٹی پر گیا ہوا تھا۔ مینجر مسٹر پربھاکر نے ملنی سے پوچھا کہ وہ ان کھاتوں کو کہاں لے گئی تھی۔ ملنی نے بتایا کہ زرگن اکثر اس سے یہ کھاتے منگاتا رہتا تھا۔ چونکہ اسے زرگن پر پورا بھروسہ تھا۔ اس لئے وہ یہ سوچ کر اسے بینک کے کسی کام کیلئے ہی ضرورت ہوگی، کھاتے اس کو پہنچا دیا کرتی تھی۔

مینجر نے جب بیس لاکھ کا غبن دیکھا تو سپرنٹنڈنٹ پولیس کو سارا واقعہ بتایا۔ ایس پی مسٹر قادر نے تحقیق شروع کی کیونکہ وہ زرگن کے خلاف کوئی ثبوت حاصل کرنے کے بعد ہی زرگن کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔۔ پھر زرگن آگیا اور اسے پتہ چل گیا کہ اس کے جرم کا راز کھل گیا ہے تحقیق چونکہ مسٹر قادر کر رہے تھے اس لئے اس نے مسٹر قادر کو قتل کر دیا اور فرار ہو گیا۔ زرگن کے فرار کے بعد ملنی نے بھی بینک کی نوکری چھوڑ دی، کیونکہ یہ افواہ پھیلنے لگی تھی کہ وہ بھی اس جرم میں زرگن کی شریک تھی۔ بعد میں ملنی کو گنگولی کے ساتھ دیکھا جانے لگا اور پھر ایک دن ملنی بھی شوالی چھوڑ کر چلی گئی۔

* * *

چار پانچ گھنٹے زرگن نے اخبارات دیکھنے میں لگاتے کچھ یادداشتیں نوٹ کیں۔ پھر وہ بیسمنٹ سے باہر آیا۔ پانچ چھ گھنٹے مسلسل پڑھتے رہنے سے اس کو تکان محسوس ہونے لگی تھی۔ لائبریری سے باہر آکر وہ ٹیکسی کا انتظار

تھوڑی سی تلاش کے بعد ہی اسے دو مقامات مل گئے جن کی

وہ توقع کر رہا تھا۔ منڈیر چھت سے کوئی ڈیڑھ گز اونچی تھی۔ لائبریری

کے دروازے کے بالکل سامنے ایک جگہ منڈیر پر ایک فٹ کے فاصلے پر دو نشان بنے ہوئے تھے جیسے اس جگہ کسی نے کہنیاں رکھ کر نیچے جھانکا ہو۔

کچھ دیر وہاں کھڑا وہ سوچتا رہا، پھر واپس چل دیا۔

* * *

ہوٹل واپس پہنچتے ہی سب سے پہلے اس کی نظر انسپکٹر سنگرام پر پڑی وہ لاؤنج میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ زرگن نے اس کے قریب جا کر کہا۔

"گڈ ایوننگ انسپکٹر"

انسپکٹر سنگرام نے اخبار ہٹا کر اس کی طرف دیکھا اور مڑ کر بولا۔

"تم۔"

"سوری، مجھے تمہارے دونوں آدمیوں کو چکمہ دینا پڑا۔"

"اس کے باوجود تم مجھ سے نہیں بچ سکتے۔" انسپکٹر نے دانت پیس کر کہا۔ "میں نے شہر سے باہر جانے والے راستے پر ناکہ بندی کر رکھی ہے۔"

زرگن نے مسکرا کر کہا۔ "انسپکٹر سنگرام اگر میں شہر چھوڑنا چاہونگا تو تم مجھے روک نہیں سکو گے۔ میں تم سے صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ابھی میرا یہاں سے جانے کا کوئی ارادہ نہیں اور اگر تم میری زبان پر بھروسہ کر سکو تو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں اطلاع کئے بغیر شوالی سے نہیں جاؤں گا۔ اگر مجھے پولیس سے بچ کر بھاگنا ہوتا تو میں آتا ہی کیوں۔"

سنگرام کچھ دیر اس کو گھورتا رہا پھر آگے جھکتے ہوئے بولا۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"تم پولیس آفیسر ہو۔ ذہین اور ایماندار شخص ہو۔ کیا تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ میں یہاں پانچ سال بعد کیوں واپس آیا ہوں۔"

"میں سمجھتا ہوں تم اس لئے واپس آئے ہو کہ تم اپنی انگلیوں کے نشانات مٹانے میں کامیاب ہو گئے ہو اور تمہیں یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ اب نشانات واپس نہیں آئیں گے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں اور اب اپنی بے گناہی کے ثبوت تلاش کرنے آیا ہوں۔"

"اگر تم بے گناہ ہوتے تو اس وقت فرار نہ ہوتے۔ پھر یہ کہ ریوالور پر تمہاری انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔"

ریوالور بینک میں میری ڈیسک کی دراز میں رہتا تھا اس لئے اس پر میری انگلیوں کے نشانات ہونا تعجب کی بات نہیں۔ قاتل میرا

کرنے لگا۔ لائبریری ایسے علاقے میں تھی جہاں رہائشی بلڈنگیں۔ یہ وہ

تھیں۔ ٹریفک بہت کم تھا۔ دو بچے اس کے نزدیک ہی کھیل رہے تھے۔ زرگن انگڑائی لے رہا تھا کہ ایک کپڑا اڑتا ہوا اس کے پاس آگیا۔

زبگن کو شاید اپنا بچپن یاد آ گیا۔ وہ جلدی سے کنچا اٹھانے کے لئے جھکا اسی حرکت نے اس کی زندگی بچالی۔

کوئی چیز اس کے بالوں کو چھوتے ہوئے شہد کی مکھی کی طرح بھنبھناتی ہوئی گزر گئی۔ پھر اس نے اپنے پیچھے کھٹ کی آواز سُنی۔ دیوار اس سے صرف دو فٹ پیچھے تھی۔ دیوار کی اینٹ سے کرچیں سی اُڑ کر اس کی گردن پر گریں۔ اس نے حیرت سے پلٹ کر دیوار کی جانب دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو نیچے گرا دیا۔

ایک بار پھر دیوار میں کوئی چیز آ کر لگی اور پھر اینٹ کے ٹکڑے اُڑے۔

دونوں بچے حیرت سے دیکھنے لگے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ان بے چاروں کو کیا پتہ تھا کہ سامنے کی بلڈنگ سے رائفل کی دو گولیاں چلائی گئی تھیں۔

زبگن نیچے گر کر لڑھکتا ہوا دُور گیا۔ پھر جلدی سے جھکا جھکا تیزی سے دوڑنے لگا۔ دونوں بچے حیرت سے اُسے دیکھنے لگے۔ وہ سمجھے شاید یہ آدمی پاگل ہو گیا ہے۔

لمبا چکر کاٹتے ہوئے زبگن اس بلڈنگ کے پچھلے دروازے تک پہنچا جو لائبریری کے سامنے تھی۔ یہ پانچ منزلہ عمارت تھی۔ گولی اسی منزل سے چلائی جا سکتی تھی۔ وہ پچھلے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ لمبے کوری ڈور سے گزر کر صدر دروازے تک آیا اور دروازے پر ایک چوکیدار کھڑا تھا۔ زبگن نے اس سے پوچھا۔

"کیا ابھی ابھی ایک صاحب نیلا اور لمبا سا بکس لے کر گئے ہیں؟"

"ہاں۔" چوکی دار بولا "ان کے پاس ایک بہت بڑا سا کالا بکس تھا۔"

زبگن سمجھ گیا کہ بکس میں رائفل کھول کر رکھی ہو گی۔ وہ جانتا تھا اس کے لائبریری آنے کے پروگرام کے بارے میں کسی کو علم نہیں تھا پھر بھی اس پر کسی نے دو گولیاں چلائیں۔ یہ کیسے ممکن ہوا؟

اس کے سوال کا ایک ہی جواب تھا۔ اس کا پیچھا صرف پولیس کے دو آدمی ہی نہیں کر رہے تھے بلکہ کوئی تیسرا شخص بھی اس کی نگرانی کر رہا تھا جس کا تعلق پولیس سے نہیں تھا اور جو پولیس کے جاسوسوں سے زیادہ چالاک تھا۔ وہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے لائبریری میں چلا آیا اور جب وہ لائبریری میں پرانے اخبارات سیکشن میں چلا گیا۔ تو تعاقب کرنے والا سمجھ گیا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔

یہ سوچتے ہوئے زبگن عمارت کی چھت پر پہنچا اور اس منڈیر پر غور سے دیکھنے لگا جو لائبریری کے سامنے تھی۔

ریوالور پر راحیب تھے۔ یہاں سے گولی چلانے والا بھاگ گیا تھا۔ وہ ریوالور وہیں چھوڑ کر جا سکتا تھا تاکہ اس پر میری انگلیوں کے نشانات پولیس کو مل جائیں اور میں گرفتار ہو جاؤں۔

"نمی تمہاری محبوبہ تھی؟ کیا تمہیں معلوم ہے نمی کہاں ہے؟"

انسپکٹر نے پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں وہ کہاں گئی۔ تمہارے جانے کے بعد اس نے بنک سے نوکری چھوڑ دی تھی اور گنلوں کے ساتھ رہنے لگی تھی۔"

زبگن نے اٹھتے ہوئے کہا "انسپکٹر میں آپ سے کوئی رعایت نہیں مانگتا۔ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میری نگرانی پر اپنے آدمی لگا کر تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔"

یہ کہہ کر زبگن جواب کا انتظار کئے بغیر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

* * *

ایک گھنٹہ بعد زبگن اپنے کمرے سے نیچے آیا تو اس نے دیکھا، انسپکٹر سنگرام یا اس کا کوئی آدمی وہاں نہیں تھا۔ لابی میں بہت سے فون لگے ہوئے تھے۔ اس نے ڈائرکٹری میں ایک نمبر دیکھ کر نمبر گھمایا۔

"اخبار نیوز رپورٹر۔"

"آپ کے یہاں ایک رپورٹر مسٹر لاگو ہیں، کیا وہ اس وقت یہیں ہیں؟"

"ایک منٹ انتظار کیجئے۔"

کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ایک مردانہ آواز نے کہا۔

"لاگو اسپیکنگ۔"

"مسٹر لاگو میں زبگن آہو جبر بول رہا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ تم مجھے بھولے نہیں ہو گے۔"

"تم۔" جواب ملا "تمہارے بارے میں خبر پڑھ کر میں تو سمجھا تھا انسپکٹر سنگرام کو کوئی دھوکہ دے گیا ہے۔"

"دھوکہ نہیں، میں واقعی زبگن ہوں اور تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

"کیا پرانے دوست مل نہیں سکتے؟"

"لیکن تم میرے دوست نہیں، دشمن ثابت ہو سکتے ہو۔"

"تو پھر ایک رپورٹر کی حیثیت سے تم مجھ سے مل سکتے ہو۔ شاید میں تمہیں ایسی خبر سنا سکوں جو تمہارے ایڈیٹر کی نظر میں تمہاری اہمیت بڑھا سکے۔"

"تم اس وقت کہاں ہو؟"

"ہوٹل نالندا کے بار میں۔"

"او کے۔ آدھے گھنٹہ بعد میری چھٹی ہو گی۔ میں پہنچ رہا ہوں۔"

"میں انتظار کروں گا۔" یہ کہہ کر زبگن نے فون رکھ دیا۔

ٹھیک آدھے گھنٹہ بعد ایک ادھیڑ عمر آدمی بار کے دروازے میں داخل ہوا۔ اس نے دروازے میں رک کر دیکھا۔ پھر زبگن کو پہچان کر اس کے قریب آیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بولا،

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ تم ہو۔"

"مجھے دیکھ کر بھی۔" زبگن نے مسکراتے ہوئے کہا "تم کچھ بدل

گئے ہو۔"

"پانچ سال کا عرصہ اور زمانے کی مصیبتیں انسان میں بہت سی تبدیلیاں پیدا کر دیتی ہیں مسٹر لاگو۔"

"میں حیران ہوں کہ تم واپس کیوں آئے ہو۔"

"تمہارے خیال میں میں کیوں واپس آ سکتا ہوں۔"

"اگر سنگرام کا بیان صحیح ہے تو تم نے اپنی انگلیوں کے نشانات مٹا دیئے ہیں۔"

زیگن نے اس کی بات کاٹ کر کہا "یہ ایک وجہ ہو سکتی ہے اس کے علاوہ بھی تو کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم بے گناہ ہو اور اب پانچ سال بعد اپنی بے گناہی ثابت کرنے آئے ہو۔"

"کیا یہ ممکن نہیں۔"

"میں تمہاری بات پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ تم نے دوست ہو کر مجھے دھوکہ دیا۔ تم نے میری محبوبہ نٹنی کو مجھ سے چھینا۔"

"لیکن میں نے سنا ہے میرے جانے کے بعد نٹنی گنگولی کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ نٹنی کسی کی بھی وفادار نہیں تھی۔ نہ تمہاری نہ میری، کیا تم بھول گئے۔ اس نے مجھ پر الزام لگایا تھا کہ میں اس سے وہ کھاتے منگاتا تھا جن میں ہیرا پھیری کی گئی تھی۔"

"اسی لئے میں تم سے ملنے چلا آیا ہوں۔" لاگو بولا "تمہارے فرار ہونے کے بعد جب نٹنی نے گنگولی کے ساتھ رہنا شروع کر دیا، میں سمجھ گیا تھا وہ اچھی لڑکی نہیں تھی۔ لیکن خیر پہلے تم وہ خبر سناؤ جو تم مجھے سنانا چاہتے تھے۔"

"پہلے یہ بتاؤ تم کیا پیو گے۔"

"وہسکی۔"

زیگن نے اس کے لئے وہسکی منگا دی۔ وہسکی آ گئی تو زیگن بولا۔

"تمہارے خیال میں پانچ سال کے بعد واپس آنے میں میرے لئے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔"

"گرفتاری۔ مقدمہ اور سزائے موت۔ کیا تم بھول گئے۔ تم نے ایس پی قادر کو قتل کیا تھا۔"

"گویا میں قانون کا مجرم تھا نا کہ بینک کا۔"

"ہاں۔"

"پھر تمہارے خیال میں ... پہنچنے کے اندر مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ کس کو میری موت سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

"قاتلانہ حملہ۔" لاگو نے ایک گھونٹ لیتے ہوئے حیرت سے ...

"ہاں قاتلانہ حملہ۔"

"کب۔ کیسے۔ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"

زیگن نے اس کو چوبیس گھنٹے میں گزرے ہوئے سارے واقعات تفصیل سے بتا دیئے۔ لاگو حیرت سے سنتا رہا۔ زیگن خاموش ہوا تو وہ بولا۔

"انسپکٹر سنگرام یہ حرکت نہیں کر سکتا تھا اور میری اطلاع کے مطابق سب انسپکٹر گلاٹھی اس وقت ہسپتال میں ہے، تم نے اس کی خاصی مرمت کر دی ہے اور اپنا ایک بہترین دشمن بنا لیا ہے۔"

"مجھے گلاٹھی کی پرواہ نہیں اور میں جانتا ہوں پولیس مجھے قتل کرنے کی کوشش نہیں کر سکتی تھی، اب تم بتاؤ پھر مجھ پر حملہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ صاف ظاہر ہے جس نے مجھ پر گولیاں چلائی تھیں۔ میرا وجود اس کے لئے خطرہ ہے۔ اسے میرے واپس آنے کی توقع نہیں تھی۔ میرے اچانک واپس آنے سے وہ بوکھلا گیا ہے۔"

"یہ واقعی دلچسپ بات ہے۔" لاگو بولا۔

"اچھا ایک بات اور ایمان داری سے بتاؤ لاگو۔ کیا تم سچ مچ یہ سمجھتے ہو کہ میں نے غبن کیا تھا اور ایس پی قادر کو قتل کیا تھا۔"

"پہلے سمجھتا تھا۔ لیکن جب نٹنی گنگولی کے ساتھ رہنے لگی تو مجھے کچھ شک ہوا کہ شاید تم نے غبن نہ کیا ہو۔ شاید تم کسی سازش کا شکار ہوئے ہو اور اب تمہارے اچانک واپس آ جانے سے میرے اس شک کو اور تقویت ملی ہے کہ شاید تم بے گناہ ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ اب یہ بتاؤ نٹنی کہاں ہے کیوں کہ حقیقت ہے کہ میں ایک زبردست سازش کا شکار ہوا تھا اور نٹنی ہی اس سازش کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہے۔"

"تمہارے فرار کے بعد ڈیڑھ دو مہینے نٹنی گنگولی کی داشتہ کی حیثیت سے اس کی کوٹھی پر رہی ہے۔ پھر ایک دن وہ بھی اچانک غائب ہو گئی۔ اب تو اگر نٹنی کے بارے میں کوئی بتا سکتا ہے تو گنگولی ہی بتا سکتا ہے۔"

زیگن کچھ دیر سوچتا رہا پھر سگریٹ سلگاتے ہوئے بولا۔

"لاگو ابھی دو سال پہلے ایک حادثہ ہو گیا تھا جس سے میرے سر میں سخت چوٹ آئی تھی۔ جب سے میرے چوٹ لگی ہے میں ... پانچ سال پہلے کے کچھ واقعات میری یادداشت میں گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ کیا تم مجھے ان دنوں کی پوری کہانی سنا سکتے ہو۔ جب میں نے وہ غبن اور قتل کیا۔ میرا مطلب صرف غبن اور قتل کے واقعات سے نہیں بلکہ اس شہر کے پورے حالات سے ہے۔ یہاں کے سوشل اور سیاسی حالات سے۔ کیوں کہ جہاں تک مجھے یاد ہے اس وقت شوالی میں نائٹ کلب قہوہ خانے اور جوا خانے اتنے زیادہ نہیں تھے جتنے اب ہیں۔ اس وقت بمشکل دو تین کلب کھلے تھے ... اخباروں نے ان کے خلاف بھی لکھا تھا۔ تم مجھے اپنے ... کہانی اس طرح سناؤ جیسے کسی اجنبی کو سنا رہے ہو۔"

لاگو نے ایک گھونٹ میں وہسکی کا گلاس خالی کرتے ہوئے کہا،

"تم ٹھیک کہتے ہو گذشتہ بیس سال میں شوالی حیرت انگیز تیزی کے ساتھ بدلا ہے۔ بیس سال پہلے یہاں کی آبادی صرف بیس ہزار تھی۔ اب ڈیڑھ لاکھ ہے۔" بیس سال پہلے یہاں کے لوگ سادہ زندگی گزارتے تھے۔ کوئی اسکینڈل نہیں ہوتا تھا۔ اب یہاں کے ہوٹلوں اور کلبوں میں ہر وقت ہر چیز مل سکتی ہے نشیلی چیزیں، عورتیں اسمگلنگ کی چیزیں۔ جو چاہو مل سکتا ہے۔ یہاں کے کئی ہوٹلوں میں ہر روز لاکھوں کا جوا ہوتا ہے۔ ایک طرح سے پورا شہر "مافیا" قسم کی جماعت کے قابو میں آچکا ہے۔"

"مافیا۔" نرنجن نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، تم نے امریکی اخباروں اور ناولوں میں پڑھا ہوگا کہ وہاں سنڈیکیٹ نام کی ایک جماعت ہے جو سارے ملک میں شراب خانے قحبہ خانے اور جوار خانے چلاتی ہے۔ ان کے لئے کسی کو قتل کرا دینا معمولی کام ہے بالکل وہی حالات آج کل شوالی کے ہیں۔ یہاں بھی ہر ہفتے دو چار قتل ہونے لگے۔ چرس۔ افیم اور کوکین کی تجارت عام ہے۔ ہر ہوٹل میں عورتیں مل سکتی ہیں۔"

"اور پولیس کچھ نہیں کرتی۔"

"روپیہ اور سیاست دو چیزیں ایسی ہیں جس نے آج سماجی نظام کو تباہ کر دیا ہے۔ دولت کی ریل پیل ہو تو سیاسی لیڈر اور سرکاری افسر سب کو خریدا جا سکتا ہے۔"

"لیکن مشہور ہے کہ انسپکٹر سنگرام بہت اچھا ایماندار افسر ہے۔"

"ایک چنا بھاڑ کو نہیں پھوڑ سکتا نرنجن۔ جہاں ساری مشینری بگڑ چکی ہو وہاں ایک صحیح پرزہ کیا کر سکتا ہے۔"

"تمہارے خیال میں سنڈیکیٹ قسم کی اس تنظیم کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

"شہر کے تین چوتھائی کلبوں اور جوار خانوں کا مالک گنگولی ہے۔"

"یہی مجھے شک تھا" نرنجن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "نلنی میرے جانے کے بعد اسی کی داشتہ بن کر رہی تھی۔"

"ہاں۔"

جب گنگولی پہلی بار اس شہر میں آیا تھا تو وہ اتنا دولت مند اور طاقت ور نہیں تھا۔ کیا تم گنگولی کے بارے میں تفصیل سے مجھے کچھ بتا سکتے ہو؟"

لاگو نے ایک بار پھر اپنا گلاس خالی کر کے کہا۔ "میرے لئے وہسکی اور منگا دو۔"

نرنجن نے اس کے لئے وہسکی اور منگا دی۔

تیسرے پیگ سے چسکی لیتے ہوئے لاگو بولا،

گنگولی کلکتہ کا شریف بدمعاش تھا۔ وہاں وہ یہی کاروبار کرتا تھا یعنی جوار خانے اور قحبہ خانے چلاتا تھا اسی دوران ایک سیاسی لیڈر کا قتل ہو گیا۔ یہ کمیونسٹ لیڈر تھا۔ قتل میں گنگولی کا ہاتھ تھا۔ کمیونسٹ اس کی جان کے پیچھے پڑ گئے۔ گنگولی اپنی جان بچا کر شوالی آ گیا۔ اس وقت گنگولی کے پاس زیادہ پیسہ نہیں تھا۔ اس نے پہلے یہاں ایک چھوٹا سا ریسٹوران کھولا اور اس میں جوان لڑکیاں بیروں کی جگہ رکھیں، سال بھر بعد ہی ایسا لگا جیسے اس کے پاس اچانک کہیں سے بڑی رقم آ گئی ہو اور اس نے چھ مہینے کے اندر چار نائٹ کلب اور دو ہوٹل کھول لئے۔"

"یہ کب کی بات ہے؟"

"تمہارے غبن والے کیس سے سال بھر پہلے کی بات ہے۔"

"تو کیا ممکن نہیں کہ وہ غبن دراصل میں نے نہ کیا ہو بلکہ نلنی نے کیا ہو، کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ ساری سازش نلنی اور گنگولی کی ہو۔ تم جانتے ہو میرے غائب ہونے کے فوراً بعد نلنی نے بھی بینک کی نوکری چھوڑ دی تھی اور گنگولی کے ساتھ رہنے لگی تھی۔"

"میں خود کئی بار اس بارے میں سوچ چکا ہوں لیکن نرنجن گنگولی اب اس پورے شہر کا بے تاج بادشاہ ہے۔ شہر کے تمام غنڈے اور قاتل اس کے غلام ہیں، تمام سرکاری افسر اس کے تنخواہ دار ہیں۔ اب اس کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکالنا موت کو دعوت دینا ہے۔ گنگولی اب آدھے شہر کا مالک ہے۔"

نرنجن نے مٹھیاں کس کر میز پر آگے جھکتے ہوئے کہا۔ "لاگو اگر اس سازش میں شریک تھا تو چاہے وہ کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو گیا ہو میں اس سے اپنا بدلہ لے کر رہوں گا۔"

"یہ بات اتنی آسان نہیں جتنی تم کہہ رہے ہو۔"

"یہ تو وقت بتائے گا۔ کیا تمہارے پاس گنگولی کا کوئی فوٹو ہوگا۔"

"یہاں تو نہیں دفتر کے ریکارڈ میں ہو سکتا ہے۔"

"اور نلنی کا۔"

"وہ بھی مل جائے گا۔ لیکن تم فوٹو کا کیا کرو گے۔؟"

"یہ بعد میں بتاؤں گا۔ کیا تم مجھے ابھی وہ فوٹو دے سکتے ہیں۔"

"اس کے لئے ہمیں دفتر چلنا ہوگا۔"

"میں تیار ہوں۔"

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی نرنجن۔"

"وہ کیا۔؟"

"تم ناقابل یقین حد تک بدل گئے ہو۔"

"وہ کیسے۔؟"

"جس انداز سے تم واپس آئے ہو۔ اور جس طرح گنگولی سے ٹکر لینے کی بات کر رہے ہو اس سے پتہ چلتا ہے کہ تمہارے سینے میں دل نہیں لوہے کا ٹکڑا ہے اور تمہیں اپنی زندگی کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔

میں نے سنا ہے کہ تم نے سب انسپکٹر گلا کھٹی کو بہت مارا ہے ۔ تم میں اچانک اتنی ہمت اور بہادری کہاں سے آگئی۔ جب تم یہاں رہتے تھے تو تم ایسے بہادر نہیں تھے۔ بلکہ تم اپنے دوستوں میں بزدل مشہور تھے ۔"

زرگن نے گمبھیر لہجے میں جواب دیا۔" وقت انسان کو جینا سکھا دیتا ہے مائی ڈیئر۔ پانچ سال میں میں کن کن حالات سے گزرا ہوں۔ یہ میرا ہی دل جانتا ہے۔ ایک روز میں نے سوچا کہ آخر کب تک میں مفرور مجرموں کی زندگی گزارتا رہوں گا۔ ایسے بزدل بن کر جینے سے کیا حاصل۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں زمانے سے ٹکر لوں گا۔ اب اگر جیوں گا تو مردوں کی طرح ورنہ لڑتے لڑتے جان دے دوں گا۔"

"کچھ بھی ہو۔" لاگو بولا" کیرکٹر کی یہ تبدیلی عجیب اور ناقابل یقین ہے۔ بہر حال، چلو چلتے ہیں۔"

" زرگن نے اٹھتے ہوئے کہا" ایک بات اور بتاؤ۔"

"کیا۔؟"

"جن دنوں گنگولی یہاں آیا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کیا کر رہے تھے۔"

"میرا مطلب ہے کیا انہیں پتہ نہیں تھا کہ گنگولی کلکتے کا ایک مفرور ملزم ہے ۔"

سپرنٹنڈنٹ قادر نیک اور قابل شخص تھے۔ جب گنگولی نے پہلا کلب یہاں کھولا تھا۔ اسی وقت سے قادر صاحب نے اس کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ لیکن گنگولی بہت چالاک شخص تھا۔ وہ قانون سے بچ کر کام کرنے کا فن جانتا تھا۔ پھر بھی سپرنٹنڈنٹ نے گنگولی کو چیلنج دے دیا کہ اس نے کوئی غیر قانونی کاروبار کیا تو وہ اس کو شوالی میں نہیں رہنے دیں گے۔"

"اور گنگولی پورے شہر پر قادر صاحب کی موت کے بعد چھایا ہے؟"

"ہاں۔ تم نے مجھے ابھی تک ایک بات نہیں بتائی زرگن۔"

"کیا۔"

"تم اچانک کیوں فرار ہو گئے تھے۔ اگر تم بے گناہ تھے تو تم مقدمہ لڑ سکتے تھے۔"

"تم ابھی کہہ چکے ہو، میں بزدل تھا۔ میں حالات سے ڈر گیا تھا۔"

"تمہاری انگلیوں کے نشانات کیسے مٹ گئے۔"

میں نے غلطی سے تپتے ہوئے لوہے کی چادر کو پکڑ لیا تھا۔ وہ اتنا گرم تھا کہ چند سیکنڈ میں ہی میرے ہاتھوں کی کھال اس گرم چادر سے چپک گئی۔ اس کے بعد جب زخم بھرے تو نشان مٹ چکے تھے۔"

دونوں باتیں کرتے ہوئے ہوٹل سے باہر آگئے۔ باہر آکر زرگن نے ایک ٹیکسی لی اور اعجاز نیوز رپورٹر کے دفتر چلنے کو کہا۔ گاڑی چل پڑی تو زرگن نے پوچھا۔

"بنک کا منیجر آج کل کون ہے؟"

"وہی مسٹر پربھاکر جو تمہارے سامنے تھا۔"

"کیا بنک نے میرے خلاف پولیس کو کیس دے دیا تھا۔"

"نہیں۔ لیکن سپرنٹنڈنٹ قادر پربھاکر کی درخواست پر کیس کی تفتیش سے کر رہا تھا۔ تمہارے خلاف غبن کا کیس نہیں مل سکا تھا، اس لئے پولیس نے تمہارے خلاف مقدمہ درج نہیں کیا تھا۔ لیکن جب قادر کو قتل کر دیا گیا اور ریوالور پر تمہاری انگلیوں کے نشانات ملے۔ ساتھ ہی تم اچانک غائب ہو گئے اور تلمی نے یہ بیان دے دیا کہ تم اس سے وہ کھانے منگاتے رہتے تھے تو سب کو یقین ہو گیا کہ غبن تم نے کیا تھا اور شاید سپرنٹنڈنٹ قادر کو تمہارے خلاف کوئی ثبوت مل گیا تھا جس کا تمہیں بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ تم نے مسٹر قادر کو قتل کیا، اور فرار ہو گئے۔ یہ کل کہانی ہے۔"

"مسٹر قادر کے رشتہ داروں میں سے اب کوئی ہے۔"

"ایک لڑکا ہے وہ انگلینڈ میں پڑھ رہا ہے۔ یہاں صرف ان کی بیوہ رہتی ہے۔"

"کہاں پر۔؟"

لاگو نے اس کا پتہ بتا دیا جو زرگن نے نوٹ کر لیا، پھر بولا،

"کیا تم میری ایک مدد کر سکتے ہو؟"

"کیا۔؟"

"کسی بھی طرح تلمی کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو مجھے یقین ہے تلمی مل گئی تو میری بے گناہی کا ثبوت مل جائے گا۔"

"جب سے وہ گنگولی کے ساتھ رہنے لگی تھی۔ مجھے اس سے نفرت ہو گئی تھی اور میں نے اس بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ اب میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"تھینکس۔"

کچھ دیر بعد وہ اخبار کے دفتر پہنچ گئے۔ وہاں آدھ گھنٹہ رہ کر زرگن تصویریں دیکھتا رہا۔ پھر لاگو سے رخصت ہو کر واپس ہوٹل آگیا۔

٭ ٭ ٭

بنک میں زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں تھی۔ زرگن نے خزانچی کی کھڑکی پر جا کر کہا۔

"میں جنرل منیجر مسٹر پربھاکر سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"وہ اندر بائیں جانب دوسرے کمرے میں بیٹھتے ہیں۔"

زرگن اندر داخل ہوا۔ دوسرے کمرے پر منیجر کے نام کی تختی لگی تھی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے فوراً جواب ملا۔

"کم ان۔"

زرگن اندر داخل ہوا۔ منیجر پربھاکر میز پر جھکا کچھ کاغذات دیکھ

رہا تھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر زریکن کی جانب دیکھا چند لمحے اس طرح دیکھتا رہا جیسے اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اچانک کھڑے ہو کر حیرت سے گھٹی ہوئی آواز میں بولا،

"تم ۔۔ تم نے بنک میں آنے کی جرأت کیسے کی ۔۔"

زریکن نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "جرأت تھی اسی لئے واپس آیا ہوں۔ مسٹر پربھاکر پلیز تشریف رکھئے میں آپ سے کچھ پوچھنے آیا ہوں۔"

منیجر نے دو ایک لمبے لمبے سانس لئے پھر کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔۔

"میں نے اخبار میں تمہارے بارے میں پڑھا ۔۔ مجھے یقین نہیں آیا تھا۔"

"خیر اب تو یقین آگیا میں واپس آگیا ہوں۔ بنک نے میرے خلاف کوئی مقدمہ دائر نہیں کیا تھا اور انسپکٹر مسگرام مجھے قادر صاحب کا قاتل ثابت نہیں کر سکتے۔ اس لئے فی الحال میں آزاد ہوں۔"

منیجر نے ہکلاتے ہوئے کہا "ت ۔ تم ۔ تم یہاں کیوں آئے ہو ۔۔؟"

"بنک میں یا شوالی میں۔"

"شوالی میں۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ میں اپنی بے گناہی کا ثبوت تلاش کرنے آیا ہوں تو کیا آپ یقین کر لیں گے۔"

منیجر نے ایک گہرا سانس لے کر کہا ۔۔ "تم کہنا چاہتے ہو کہ تم بے گناہ ہو۔"

"ہاں ۔ آپ مجھے ایک بات بتایئے جن کھاتوں میں رد و بدل کی گئی ہے، وہ کھاتے کہاں رہتے تھے۔"

"لوہے کی الماری میں۔"

"اس الماری کی چابی کس کے پاس رہتی تھی۔"

"میرے پاس ۔ کبھی کبھی نلنی کے پاس بھی رہتی تھی۔ کیونکہ وہ میری سکریٹری تھی۔ اور اس الماری سے مجھے جو کچھ لینا ہوتا تھا۔ اسی سے منگواتا تھا۔"

"پھر آپ کے خیال میں میں نے رد و بدل کیسے کر دی ۔؟"

"یہ نلنی کا بیان تھا کہ تم اس سے کھاتے منگاتے تھے۔"

"اور آپ نے اس کے بیان پر یقین کر لیا۔"

"میں اس بنک کا منیجر ہوں زریکن۔ نلنی میری سکریٹری تھی، اور تمہاری محبوبہ تھی۔ کھاتوں کے مطابق بنک سے بیس لاکھ روپے کا غبن ہوا تھا۔ اب یہ غبن یا تو میں کر سکتا تھا یا تم۔ نلنی کے بیان کے مطابق تم وہ کھاتے منگاتے تھے جن سے تمہارا واسطہ نہیں تھا اس لئے یہ سوچ لینا غلط نہیں تھا کہ غبن تم نے کیا ہے۔"

زریکن نے ذرا آگے جھکتے ہوئے کہا۔

"منیجر صاحب ایک بات ذرا ایمان داری سے بتایئے۔"

"پوچھو۔"

"کیا کبھی آپ کے ذہن میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ مجھے سازش کا شکار بنایا گیا ہو۔ یہ بھی تو ممکن ہے نلنی نے جھوٹ بولا ہو۔"

"ایمان داری کی بات یہ ہے کہ یہ خیال میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا اسی لئے میں براہ راست سپرنٹنڈنٹ قادر سے ملا تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ اصل واقعات کیا ہیں۔ لیکن جب قادر صاحب قتل کر دیئے گئے تمہارا ریوالور لاش کے پاس ملا اور تم فرار ہو گئے تو مجھے بھی یقین ہو گیا کہ تم نے ہی غبن کیا تھا اور تم نے ہی قتل کیا تھا۔!"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ نلنی نے بنک کی نوکری کیوں چھوڑ دی تھی ۔۔؟"

"یہ میرے لئے دوسرا معمہ ہے۔ بلکہ سچ پوچھو تو نلنی جب نوکری چھوڑ کر اس بدمعاش گنگولی کے ساتھ رہنے لگی تو ایک بار پھر میں نے سوچا تھا کہ کہیں یہ نلنی کی سازش نہ ہو۔ مگر تمہارے فرار اور تمہاری انگلیوں کے نشانات ریوالور پر ملنے کی وجہ سے مجھے ہر بار اپنا خیال بدل دینا پڑا۔"

"اور اب آپ کیا سمجھتے ہیں؟"

"اب ۔۔" منیجر نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا "اب اچانک جس طرح تم آئے ہو اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ تم بے گناہ ہو۔"

"تھینکس ۔" زریکن نے اطمینان کا سانس لے کر کہا "کیا آپ نلنی کے بارے میں مجھے کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"نلنی بھی تمہاری طرح غائب ہو گئی تھی۔ شاید تمہارے جانے کے ایک ڈیڑھ ہفتہ بعد ہی وہ بھی شوالی سے چلی گئی تھی۔ بلکہ اس وقت بہت سے لوگوں نے یہ بھی سوچا تھا کہ شاید پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق نلنی تمہارے پاس چلی گئی ہو۔"

"مجھے مجرم ثابت کر کے وہ میرے پاس کیسے جا سکتی تھی۔"

"یہ لوگوں کا خیال تھا۔"

"اس کے بعد نلنی کبھی شوالی نہیں آئی۔"

"نہیں ۔۔"

"کیا آپ وہ کیس اب پولیس کو دینے کے بارے میں سوچ رہے ہیں؟"

منیجر نے کرسی کی پشت سے کمر لگاتے ہوئے کہا "جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ تم واپس آگئے ہو، میں الجھن میں پڑ گیا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ تم پر قتل کا الزام ہے۔ لیکن پولیس ثابت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ تمہاری ان انگلیوں کے نشان مٹ چکے ہیں۔ بنک میں پانچ سال پہلے غبن ہوا تھا جس کی باقاعدہ رپورٹ نہیں کرائی گئی تھی۔ اب پانچ سال بعد رپورٹ کرنا بے کار ہے۔ جب کہ اصل گواہ نلنی بھی یہاں نہیں۔ رہے زریکن میں اب ایمان داری سے یہ سمجھتا ہوں کہ

تم بے گناہ ہو۔ اگر تم واقعی بے گناہ ثابت ہو گئے تو مجھے یقیناً خوشی ہو گی اور میں تمہیں تمہاری پہلی نوکری پر بحال کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر پربھاکر" زرنجن نے اٹھتے ہوئے کہا "مجھے خوشی ہوئی کہ شہر میں ایک تو میرا ہمدرد ہے۔"

ملہوترے نے اٹھ کر بڑے تپاک سے زرنجن سے ہاتھ ملایا اور بولا۔

"اگر میں تمہارے لئے کچھ کر سکتا ہوں تو بے تکلفی سے چلے آنا۔"

"بہت بہت شکریہ۔" زرنجن نے جواب دیا اور منیجر سے رخصت ہو کر باہر آ گیا۔

* * * *

سارا دن زرنجن اپنے کمرے میں پڑا سوتا رہا۔ رات کو اٹھ کر نہا دھو کر کپڑے بدلے اور ٹیکسی لے کر روانہ ہوا۔ ایک پتہ ٹیکسی ڈرائیور کو بتا دیا۔ یہ پتہ گنگولی کی کوٹھی کا تھا۔ ٹیکسی نے اسے کوٹھی کے سامنے اتار دیا۔ دروازے پر بلڈاگ کی شکل کا ایک پہرے دار تھا، اس نے پوچھا۔

"صاحب سے تمہارے ملنے کا وقت مقرر ہے؟" بلڈاگ نے پوچھا۔

"ہاں ـــ" زرنجن نے جھوٹ بولا۔

"تو جاؤ ـــ"

وہ اندر داخل ہوا۔ احاطے کے پھاٹک سے تیس چالیس گز کے فاصلے پر اصل کوٹھی تھی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ اندر داخل ہوا تو دیکھا پہلے کمرے میں ایک نوجوان خوبصورت لڑکی بیٹھی تھی، اس کے سامنے دو فون رکھے تھے۔ لڑکی نے اس کو دیکھ کر کہا:

کہئے۔ کس سے ملنا ہے؟

"مسٹر گنگولی سے، میرا نام زرنجن آہوجہ ہے۔"

لڑکی نے فون اٹھا کر دبی زبان میں بات کی پھر فون رکھ کر بولی۔

"آپ اندر جا سکتے ہیں۔ اندر ہال میں ہال کے اندر ہی زینہ ہے، اوپر زینے کے بعد دوسرے کمرے میں باس ہے۔"

زرنجن نے شکریہ ادا کیا اور اندر داخل ہو گیا۔

* * *

زرنجن کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ لیکن وہ ایک قدم بڑھا کر ہی رک گیا۔ سامنے ہی ایک بھاری میز پڑی تھی۔ میز کے پیچھے گھومنے والی کرسی پر گنگولی بیٹھا تھا۔ گنگولی کا رنگ کالا تھا۔ ناک کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ قد چھ فٹ سے کم نہ ہو گا۔ میز کے برابر میں ہی ایک صوفے پر چھریرے جسم کا ایک شخص نیم دراز تھا۔ اس کے چہرے پر زخموں کے کئی نشان تھے اور آنکھوں سے خوفناکی ٹپکتی تھی۔ اس کے علاوہ دو غنڈے دروازے کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

زرنجن نے دروازے میں رک کر ہی ایک نظر سے سامنے [illegible] کا جائزہ لیا، پھر مسکرا کر بولا۔

"گنگولی تم نے میرے استقبال کا پورا بندوبست کیا ہے کہ کیا تمہیں یقین تھا کہ میں تم سے ملنے آؤں گا؟" اس کے ادھر ادھر کھڑے ایک غنڈے نے ریوالور اس کے کاندھے پر مار کر کہا۔

"باس سے ادب اور تمیز سے بات کرو۔"

جواب میں اچانک زرنجن کا جسم زمین سے اس طرح اچھلا جیسے کسی اسپرنگ نے اسے اچھال دیا ہو اور اس کے دونوں پاؤں دائیں بائیں پھیل کر دونوں غنڈوں کے سروں پر لگے، پھر جب اس کا جسم اسی طرح سیدھا نیچے آیا تو اس کے دونوں ہاتھوں کی کھڑی ہتھیلیاں ان دونوں کے نرخروں پر پڑیں ـــ چوٹوں سے ان کے سر دیوار سے ٹکرائے اور پھر دونوں کے جسم ڈھک کر نیچے ڈھیر ہو گئے ـــ

ایک لمحے کے لئے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ پھر صوفے پر بیٹھے، خطرناک صورت کے آدمی کا ہاتھ جیب میں اپنے ریوالور کی طرف گیا ـــ دوسرے ہی لمحے زرنجن کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ اس نے سرسراتی آواز میں کہا، ریوالور تمہاری جیب سے باہر آنے سے پہلے میرا چاقو تمہارے سینے میں ہو گا۔"

ساتھ ہی گنگولی بولا "نہیں راجو یہاں جھگڑا نہیں ہو گا۔ تم جانتے ہو زرنجن مجھ سے ملنے آیا ہے۔"

راجو کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ گنگولی کے دونوں غنڈے بے ہوش ہو چکے تھے۔

"تم جانتے ہو گنگولی میں یہاں کیوں آیا ہوں [illegible]"

"میں صرف ایک بات جانتا ہوں۔ تم نے یہاں آ کر سخت غلطی کی ہے۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ اب کبھی یہاں واپس نہ آنا۔"

"پانچ سال میں دنیا بہت بدل گئی ہے، گنگولی اور اب میں یہاں آ گیا ہوں۔ کیا تم یہ نہیں پوچھو گے کہ میں کیوں آیا ہوں؟"

"کیوں آئے ہو؟"

"ملنی کی تلاش میں۔"

"ملنی تو یہاں سے چلی گئی تھی۔"

"تمہیں اس کے بارے میں علم ہونا چاہیئے۔"

"میں ایک عورت کو استعمال کرنے کے بعد اس کے پیچھے بھاگتا نہیں پھرتا ـــ"

"لیکن وہ خاص عورت تھی۔" زرنجن بولا "کیوں کہ اس نے تمہاری خاطر مجھ پر الزام لگایا تھا۔"

"زرنجن۔" گنگولی بولا "اب گڑے مردے اکھاڑنے سے کوئی فائدہ نہیں، میرا مشورہ مانو جہاں سے آئے ہو وہیں واپس چلے جاؤ، اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔"

زرنجن میز پر ہاتھ رکھ کر آگے جھکا اور اس نے پوری قوت سے گھونسہ گنگولی کے منہ پر مار کر کہا،

"میں جانے کے لیے واپس نہیں آیا ہوں گنگولی۔"

گنگولی کا سر کرسی سے ٹکرایا۔ وہ جلدی سے کرسی سے اُٹھنا چاہتا تھا کہ زرنجن نے دوسرا گھونسہ اس کے پیٹ میں مارا۔ گنگولی تکلیف سے دوہرا ہوا تو زرنجن نے اس کے سر پہ ہاتھ مارا جس سے گنگولی کا سر میز سے ٹکرایا اور وہ بھی میز کے نیچے لڑھک گیا۔

صوفے پہ بیٹھے راجو نے چھلانگ لگائی۔ زرنجن ہوشیار تھا۔ اس نے ایک ٹانگ اٹھا کر راجو کے پیٹ میں ماری۔ راجو لڑائی میں ماہر معلوم ہوتا تھا اس نے زرنجن کی ٹانگ پکڑ کر مروڑ کر جھٹکا دیا۔ زرنجن کا جسم قلابازی کھاتا ہوا میز پہ گرا۔

زرنجن نے اُٹھنے میں بالکل دیر نہیں لگائی۔ اب اس کو صرف ڈٹ کر ایک ہی شخص سے مقابلہ کرنا رہ گیا تھا۔ اس نے دوسری ٹانگ مار کر اپنی ٹانگ چھڑائی۔ راجو نے پیچھے گرتے گرتے اپنا ریوالور نکال کر فائر کیا۔ زرنجن نے خود کو میز کے نیچے گرا لیا۔ گولی اس کے کاندھے کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ اس کے ساتھ ہی میز کی بہت سی چیزیں گریں۔ ان میں ایک شیشے کا پیپر ویٹ بھی تھا۔

زرنجن نے وہی پیپر ویٹ راجو کے سر پہ مارا۔ اس کا نشانہ بالکل صحیح نہیں تھا۔ لیکن راجو دوبارہ فائر کرنے کے لئے میز کی آڑ سے نکل کر سر ابھار رہا تھا کہ پیپر ویٹ اس سے ٹکرایا اور وہ پھر گر پڑا۔ اس چوٹ سے وہ چکرا گیا۔ اس کو سنبھلنے میں دیر لگ گئی۔ زرنجن کے لئے اتنا وقت کافی تھا۔ اس نے بجلی کی سی پھرتی سے اٹھ کر راجو پر دو تین کھری ہتھیلی کے وار کئے اور راجو بے ہوش ہو کر صوفے سے نیچے گر پڑا۔

کمرے میں اب چار بے ہوش جسم پڑے تھے۔ زرنجن نے کھڑے ہو کر سانس درست کیا۔ کپڑوں کی شکنیں ٹھیک کیں اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ پہلے کمرے میں بیٹھی خوب صورت لڑکی نے اس کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کیسی ملاقات ہوگئی؟"

"بہت اچھی طرح۔" زرنجن نے مسکرا کر کہا "مسٹر گنگولی نے کہا ہے کہ ابھی آدھ گھنٹہ فون کر کے اس کو ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ کسی کا فون آئے تو آپ ٹال دیجئے۔"

"او کے۔" لڑکی بولی۔

زرنجن باہر کی طرف چل دیا۔

* * * *

اس بلڈنگ کی دوسری منزل پر مرحوم ایس پی قادر کا مکان تھا۔ اس وقت رات کے نو بجے تھے۔ زرنجن کو امید تھی کہ قادر کی بیوی ابھی سوئی نہیں ہوگی۔ مکان میں روشنی دیکھ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے اس نے گھنٹی بجائی۔ ادھیڑ عمر کی ایک عورت نے دروازہ کھولا۔

"بیگم قادر؟" زرنجن نے سوالیہ لہجہ میں کہا۔

"جی ہاں۔"

"کیا میں آپ کے چند منٹ لے سکتا ہوں؟"

"ضرور۔ آیئے۔" بیگم قادر نے راستہ چھوڑتے ہوئے کہا۔

وہ اندر داخل ہوا۔ بیگم قادر کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی چہرے سے اداسی ٹپکتی تھی لیکن انداز میں تمکنت و وقار تھا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر بیگم قادر نے کہا۔

"بیٹھئے۔"

"پہلے اپنا تعارف کرا دوں، میرا نام زرنجن ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"زرنجن کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیل گئے۔" اس نے کہا "آپ کو معلوم ہے۔ آپ نے مجھے پہچان لیا؟"

"آپ کا چہرہ میں کیسے بھول سکتی ہوں۔"

"اوہ۔ پھر تو آپ بہت بڑے دل کی عورت ہیں خاتون۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مجھ پہ آپ کے شوہر کے قتل کا الزام ہے۔ آپ نے مجھے اپنے مکان میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔"

بیگم قادر نے آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا اور گمبھیر لہجے میں بولیں۔ "اس بات کو پانچ سال گزر چکے ہیں۔"

"پھر بھی مجھے پہچان کر آپ پر کوئی ردِ عمل نہیں ہوا؟"

"مجھ پر کیا ردِ عمل ہونا چاہیے تھا؟" بیگم قادر نے سوال کیا۔

"مجھ پہ آج بھی الزام ہے کہ میں نے آپ کے شوہر کو قتل کیا تھا۔"

"کیا تم نے قتل کیا تھا؟" بیگم قادر نے عجیب سوال کیا۔

"نہیں۔ میں بالکل ایمان داری سے کہہ رہا ہوں۔ میں نے قتل نہیں کیا تھا۔"

"تو پھر مجھ پر کسی قسم کا ردِ عمل کیوں ہوتا؟"

"لیکن آپ کو تو یہی معلوم تھا کہ میں نے ....."

بیگم قادر نے اس کی بات کاٹ کر کہا "مسٹر زرنجن، میں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ آپ نے میرے شوہر کو قتل کیا تھا۔"

ایک بار پھر زرنجن کے چہرے پہ حیرت کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

"آپ مجھے قاتل نہیں سمجھتیں؟"

"نہیں۔"

"بیگم قادر، اگر آپ کو یہ معلوم تھا کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ پولیس کو اپنا بیان دے سکتی تھیں۔"

"میں یقیناً بیان دے سکتی تھی، لیکن جب تک میں اس نتیجے پہ پہنچی کہ میرے شوہر کے قاتل آپ نہیں ہو سکتے اس وقت تک آپ

یہاں سے فرار ہو چکے تھے اور آپ کے فرار سے پولیس یہ یقین کر چکی تھی کہ قتل آپ نے ہی کیا ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ میں خود نہیں سمجھ سکی۔ اگر آپ نے قتل نہیں کیا تھا تو آپ فرار کیوں ہو گئے تھے؟"

زرنجن نے مسکرا کر کہا "یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بیٹھ جاؤں۔ آپ نے یہ بتا کر کہ آپ مجھے قاتل نہیں سمجھتیں، مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ میں آپ سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"تشریف رکھیے۔ آپ چائے پینا چاہیں تو میں چائے بنا لاؤں۔"

"اگر میری بے تکلفی گراں نہ گزرے تو اس وقت واقعی چائے کی خواہش ہو رہی ہے۔"

بیگم قادر چائے بنانے چلی گئی۔

* * *

چائے آگئی تو چائے پیتے ہوئے زرنجن نے سوال کیا۔

"بیگم قادر، کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔ آپ مجھے بے گناہ کیوں سمجھتی ہیں؟"

"میں اپنے شوہر کے بہت سے معاملات کے بارے میں جانتی تھی۔ ان دنوں وہ ایک اہم کیس کی تحقیقات کر رہے تھے۔ بنیادی کی بات یہ ہے کہ جب آپ پر غبن کا الزام لگا تھا تو میری اپنے شوہر سے بات ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے غبن کے کیس کی پروا نہیں بلکہ مجھے ایک اور الجھن ہے۔ شہر میں اس وقت غنڈہ گردی بڑھتی جا رہی ہے اور ایک زبردست سازش ہو رہی ہے اگر اس سازش کو بروقت نہ روکا گیا تو اس شہر میں شریف لوگوں کا جینا حرام ہو جائے گا۔"

زرنجن نے دلچسپی لیتے ہوئے سوال کیا "کیا اس سلسلے میں، انہوں نے کسی کا نام بھی لیا تھا؟"

"نہیں نام تو نہیں لیا تھا۔ البتہ ایک لفافہ انہوں نے مجھے دکھایا تھا۔ یہ لفافہ ایک بڑے لفافے میں آیا تھا۔ اس کے ساتھ صرف ایک خط تھا۔ اندر کا لفافہ مہر بند تھا۔ خط میں لکھا تھا۔

"اگر میں قتل ہو جاؤں تو آپ یہ لفافہ کھول کر دیکھیے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس سے پہلے لفافہ نہ کھولیے۔"

میرے شوہر پہلے تو اس بات کو مذاق سمجھتے تھے مگر انہوں نے وہ لفافہ اپنی تجوری میں رکھ دیا تھا۔ پھر جس دن وہ قتل ہوئے اس روز شام کو وہ بہت جوش میں بھرے ہوئے آئے اور مجھ سے بولے۔

"شائستہ اب کچھ ہونے والا ہے۔ مجھے ایک بہت اہم ثبوت ملا ہے۔ مجھے یقین ہے اب اس سازش کا راز کھل جائے گا۔"

یہ کہتے ہوئے انہوں نے تجوری سے وہی لفافہ نکالا تھا اور اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔ پھر مجھ سے کہا تھا۔

"بس تم مجھے چائے پلوا دو۔ میں ذرا دفتر جاؤں گا۔"

میں چائے بنا رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں ان کی آواز سن چکی تھی۔ فون پر پہلے انہوں نے ہیلو کہا، پھر بولے "کون انسپکٹر گلا ٹھی۔ اچھی بات ہے میں آدھے گھنٹے میں دفتر پہنچ رہا ہوں۔ انہیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں، ساڑھے گھنٹے بعد دفتر میں آ جانا۔"

میں چائے بنا کر لائی۔ وہ گہری سوچ میں تھے۔ سمجھانے کیوں مجھے ڈر لگا۔ میں نے ان کو اس قدر فکرمند کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے پوچھا "کوئی خطرے کی تو بات نہیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" انہوں نے ہنس کر جواب دیا، "مجھے عرصہ سے ایک ثبوت کی تلاش تھی۔ وہ ثبوت آج مجھے مل گیا ہے کہ شہر میں کیا سازش ہو رہی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں رات کو نو دس بجے تک واپس آ جاؤں گا۔"

"میں نے پوچھا کیا اس سازش کا تعلق اس خط سے ہے۔"

"ہاں۔ اس خط سے بھی اس کا تعلق ہے۔" انہوں نے جواب دیا۔

اس کے بعد وہ چلے گئے تھے۔ پھر میں نے ان کو زندہ نہیں دیکھا۔ نو بجے انسپکٹر گلا ٹھی نے فون کر کے مجھے بتایا کہ وہ قتل کر دیے گئے ہیں۔"

"کیا انہوں نے وہ مہر بند لفافہ یہاں کھولا تھا۔" زرنجن نے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"آپ نے اس لفافے کے بارے میں پولیس کو بتایا تھا؟"

"ہاں انسپکٹر سنگرام کو میں نے بتایا تھا۔ لیکن انسپکٹر کو وہ لفافہ نہیں ملا۔ نہ ہی ان کے دفتر میں کوئی ایسی چیز ملی جس سے شہر میں ہونے والی کسی قسم کی سازش کی طرف اشارہ ملتا۔"

"آپ نے انسپکٹر کو وہ گفتگو بھی بتائی تھی جو آپ کے بعد آپ کے شوہر کے درمیان ہوئی؟"

"ہاں بتائی تھی۔ لیکن دوسرے روز ہی یہ ثبوت مل گیا تھا کہ ریوالور پر آپ کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔ اس لیے یقین کر لیا گیا تھا کہ قتل آپ نے کیا ہے۔"

"کیا آپ کوئی اندازہ لگا سکتی ہیں کہ آپ کے شوہر کس قسم کی سازش کی جانب سے فکرمند تھے؟"

"ایک بار انہوں نے کہا تھا کہ اس شہر میں مافیا قسم کی ایک جماعت زور پکڑتی جا رہی ہے۔"

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے شوہر کی موت کا مجھے بے حد دکھ ہے اور آپ کا خیال درست ہے کہ میں نے ان کو قتل نہیں کیا تھا نہ ہی میں نے غبن کیا تھا؟"

"پھر آپ فرار کیوں ہو گئے تھے؟"

"اس لئے کہ میں بھی اس سازش سے ڈر گیا تھا۔"

"آپ کا مطلب ہے آپ کو بھی پتہ تھا کہ شہر میں کوئی زبردست سازش ہو رہی ہے؟"

"جب مجھ پر غبن کا الزام لگا اس وقت مجھے پتہ لگا تھا کہ شہر میں واقعی سنڈیکیٹ قسم کی ایک جماعت کام کر رہی ہے۔ میں اس سازش کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اگر اس وقت میں یہاں رہ جاتا تو پولیس مجھے گرفتار کر لیتی۔ میرے خلاف کوئی چشم دید گواہ تو نہیں تھا لیکن دوسری شہادتیں میرے خلاف اتنی مکمل تھیں کہ مجھے پھانسی کی سزا ہونی لازمی تھی۔ اس لئے میں ڈر کر بھاگ گیا تھا۔"

"پھر اب کیوں آئے ہیں آپ؟"

"اپنا بدلہ لینے۔ اس سازش کو ختم کرنے۔"

"کیا اب آپ ایسا کر سکتے ہیں؟"

"کم از کم کوشش ضرور کر سکتا ہوں۔"

"میں نے اخبار میں آپ کے بارے میں خبر پڑھی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرے شوہر کا شک درست ہے۔ ان کے انتقال کے بعد اس شہر میں غنڈہ گردی بڑھ گئی ہے۔ افیم، کوکین اور چرس اب یہاں عام ملتی ہے جس سے نئی نسل کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ اسمگلنگ زوروں پر ہے، کیوں کہ ہماری سرحد نیپال سے ملتی ہے۔"

"میں نے سنا ہے ہوٹلوں میں آوارہ عورتیں عام ملتی ہیں۔ ہوٹل میں جوا عام ہوتا ہے اور پولیس کچھ بھی نہیں کرتی۔"

"یہ سب صحیح ہے۔" وہ میں نے کہا۔ "شوالی اب بیس سال پرانا قصبہ نہیں رہا بلکہ ماڈرن شہر بن گیا ہے۔ پولیس اس لئے کچھ نہیں کر سکتی کہ تمام بڑے بڑے افسروں کی تنخواہیں بندھی ہوئی ہیں اور جو افسر ایماندار ہوتے ہیں یا ان بدمعاشوں کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں، ان کو آپ کے شوہر کی طرح قتل کر دیا جاتا ہے۔ میں کل ہی پرانے اخبارات دیکھ رہا تھا پچھلے پانچ سال میں یہاں چھ پولیس افسر قتل ہو چکے ہیں۔ مجھے یقین ہے یہ وہ ایمان دار پولیس افسر ہوں گے جنہوں نے اس شیطانی جماعت کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا ہوگا۔"

"میرا خیال تھا انسپکٹر سنگرام ایمان دار شخص ہے۔ میرے شوہر بھی انسپکٹر سنگرام پر بہت بھروسہ کرتے تھے۔"

"انسپکٹر سنگرام یقیناً ایمان دار ہے۔ لیکن وہ ذہین شخص بھی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وہ اکیلا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ سنڈیکیٹ کی جانب سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہے ان کے معاملے میں ٹانگ نہیں اڑاتا۔"

"تو پھر آپ اکیلے کیا کر سکتے ہیں؟"

زبخن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کبھی کبھی ایک حقیر چیونٹی ہاتھی کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ میں ایک مفرور ملزم کی زندگی گزارتے ہوئے تنگ آ گیا ہوں۔ اور اب یہ فیصلہ کر کے آیا ہوں یا تو اسی شہر میں پہلے کی طرح باعزت زندگی گزاروں گا یا ان غنڈوں سے لڑتا ہوا مر جاؤں گا۔ جنہوں نے آپ کے شوہر کو قتل کر کے مجھے پھنسانے کی کوشش کی تھی۔"

یہ کہہ کر زبخن اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ "اچھا اب میں اجازت چاہوں گا۔"

بیگم صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "خدا کرے آپ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو سکیں۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔"

"بس مجھے دعاؤں کی ہی ضرورت ہے۔ شکریہ۔"

یہ کہہ کر وہ واپس چل دیا۔

٭ ٭ ٭ ٭

زبخن اپنے ہوٹل واپس آیا۔ پہلے وہ بار میں گیا تو اس نے دیکھا رپورٹر لاگو ایک ٹیبل پر تنہا بیٹھا تھا۔ لاگو نے اس کو دیکھتے ہی ہاتھ ہلا کر اشارہ کیا۔ زبخن اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا تو لاگو نے کہا۔

"تم کہاں تھے؟ میں کئی گھنٹوں سے انتظار کر رہا ہوں۔"

"تمہارے لئے دو دلچسپ خبریں ہیں۔"

"وہ کیا۔۔؟"

"پہلی خبر تو یہ ہے کہ گنگولی سے میری ملاقات ہو گئی ہے بلکہ ایک طرح سے اعلانِ جنگ ہو گیا ہے۔"

"وہ کیسے۔۔؟"

زبخن نے تفصیل سے سارے واقعات بتائے۔ سب کچھ سننے کے بعد لاگو نے فکرمند لہجے میں کہا۔ "یہ اچھا نہیں ہوا۔ اب شہر کے سارے غنڈے تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور گنگولی کا اشارہ پاتے ہی سب تمہیں قتل کرنے کی کوشش میں لگ جائیں گے۔"

"میرا خیال ہے گنگولی ایسا نہیں کرے گا۔"

"کیوں نہیں کرے گا؟"

"اس لئے کہ گنگولی جانتا ہے۔ پولیس بھی میری تلاش میں ہے اسے معلوم ہو چکا ہے کہ میری انگلیوں پر نشان نہیں رہے۔ لیکن وہ بھی انسپکٹر سنگرام کی طرح یقین رکھتا ہے کہ میری انگلیوں کے نشانات ابھر آئیں گے۔ اگر وہ ذہین ہے تو یہ کوشش کرے گا کہ میں اب بھاگ نہ جاؤں تاکہ جب میری انگلیوں کے نشان ابھر آئیں تو انسپکٹر مجھے گرفتار کرے اور مجھ پر ایس پی قادر کے قتل کا مقدمہ چل سکے۔"

"لیکن تم نے اس کی بے عزتی کی ہے اسے مارا ہے۔"

"گنگولی کے لئے یہ بے عزتی نہیں۔ وہ جانتا ہے دشمن کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے مار بھی کھانی پڑتی ہے۔ پانچ سال میں وہ اس شہر پر پوری طرح چھا چکا ہے اس لئے وہ خود کو محفوظ سمجھتا ہے۔ اسے یقین ہے کہ وہ جب چاہے مجھے قتل کرا سکتا ہے۔ مگر وہ ایسا نہیں کرے گا۔"

"تم بھول رہے ہو، تم پر ایک بار قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔"

"اس حملہ نے مجھے بھی الجھن میں ڈال دیا ہے۔ گنگولی اتنی جلدی بوکھلانے والا آدمی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے وہ کسی ایسے شخص نے کیا ہے، جس کو ڈر ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو اس کا راز بھی کھلے گا، اس لئے اس نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

لاگو نے کچھ سوچ کر کہا "اچھا دوسری خبر کیا ہے۔"

"دوسری خبر یہ ہے کہ میں ایس پی قادر کی بیوہ سے مل کر آ رہا ہوں اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ بیگم قادر بھی مجھے اپنے شوہر کا قاتل نہیں سمجھتیں۔"

"تمہارا مطلب ہے بیگم قادر کو کسی اور شخص پر قتل کا شبہ ہے۔"

"ہاں ---"

"کس پر ---؟"

"نام انہیں معلوم نہیں۔ لیکن انہیں یقین ہے کہ میں قاتل نہیں تھا۔ اچھا یہ بتاؤ تم نے کبھی سنتوش نام کے کسی مرد یا عورت کے بارے میں سنا ہے۔"

"سنتوش۔" لاگو نے ماتھے پر بل ڈال کر سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں سنتوش --- افسوس یہ مجھے بھی معلوم نہیں وہ مرد ہے یا عورت ---"

"تم نے یہ نام کس سے سنا ہے۔"

"بیگم قادر سے۔" یہ کہہ کر نرنجن نے بیگم قادر سے اپنی پوری گفتگو تفصیل سے لاگو کو سنا دی۔ اس بار لاگو نے سیٹی بجا کر کہا۔

"یہ تو سچ مچ معاملہ پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔"

"اب بتاؤ ---" نرنجن بولا "تم نے کبھی سنتوش کا نام سنا ہے۔"

لاگو نے اپنے ماتھے پر انگلیاں مارتے ہوئے کہا "نام بہت عام ہے لیکن ذہن میں گھنٹی سی بجتی ہے۔ کہیں یہ نام سنا ضرور ہے لیکن کہاں، یہ یاد نہیں آ رہا۔"

"تو پلیز یاد کرنے کی کوشش کرو۔ یہ ہمیں مل جائے تو بہت سے راز کھل سکتے ہیں۔ بیگم قادر کے بیان کے مطابق اس مرد یا عورت نے قادر کو خط لکھا تھا کہ اس کا لفافہ اس کے مرنے کے بعد کھولا جائے۔"

لاگو نے سوچتے ہوئے کہا "اور تم کہتے ہو قتل والے دن قادر صاحب نے وہ لفافہ تجوری سے نکالا تھا۔"

"ہاں ---"

"اس کا مطلب ہے خط لکھنے والے یا والی کی موت کی اطلاع ایس پی قادر کو مل گئی تھی۔ اسی لئے انہوں نے وہ لفافہ نکالا تھا۔"

"یہ بھی ممکن ہے --- اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں کوئی اور اہم ثبوت ملا ہو۔ جس کا تعلق سنتوش سے ہو۔"

"پھر تو ہمیں ان دنوں کے اخبارات اور پولیس ریکارڈ کی چھان بین کرنی ہوگی ---"

"کیا تم یہ کام کر سکتے ہو؟"

"ہاں --- لیکن اس میں وقت لگے گا۔"

"تو کوشش کرو۔"

"اچھی بات ہے میں کل کوشش کروں گا۔"

"نلنی کے بارے میں کچھ پتہ چلا؟"

"نہیں --- کل سے میں اس بارے میں سوچ رہا ہوں۔" اپنے طور پر میں نے ایک نظریہ قائم کیا ہے جو تمہاری آج کی اطلاعات سے بھی ملتا ہے ---"

"وہ کیسے ---"

"اب مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے کہ نلنی شروع سے ہی اس سازش میں شریک تھی۔ پہلے میرا خیال تھا کہ تم نے نلنی کو مجھ سے چھپایا ہے، لیکن اب مجھے یقین آ گیا کہ نلنی نے کسی سازش کے تحت ہی مجھ سے تعلقات توڑ کر تم سے دوستی کی تھی --- تم چونکہ بینک میں کام کرتے تھے اور گنگولی کو ایک ایسے احمق شخص کی ضرورت تھی۔ جسے وہ قادر صاحب کے قتل کا ملزم ثابت کرا سکے۔ اس لئے نلنی نے تم سے دوستی کی تھی۔ وہ ایک تیر سے دو نہیں تین شکار کھیل رہا تھا۔ بینک سے تیس لاکھ روپیہ حاصل ہوا۔ قادر صاحب جیسا دشمن ختم ہوا --- اور تم پر الزام آ گیا۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے پھر نلنی کہاں گئی۔"

"نلنی یا تو اپنا حصہ کا روپیہ لے کر کہیں چلی گئی ہے تم جانتے ہو یہاں اس کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ یا پھر ممکن ہے گنگولی نے اس کو بھی قتل کرا دیا ہو۔ گنگولی اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ ایک عورت کو اپنے اوپر حاوی کر لیتا ہے وہ جانتا تھا کہ نلنی اس کی دشمن ہو گئی تو کسی وقت بھی اس کا راز فاش کر سکتی ہے۔"

"اگر اس نے نلنی کو قتل کر دیا ہے تو یہ میرے لئے برا ہوگا۔ کیوں کہ میں اس کو سچ بولنے پر مجبور کر سکتا تھا۔"

"میری رائے یہ ہے کہ تمہیں اب یہ ہوٹل چھوڑ دینا چاہئے۔" لاگو بولا۔

"کیوں ---؟"

"اس لئے کہ اب گنگولی چین سے نہیں بیٹھے گا۔ اگر وہ تمہیں قتل نہیں کرانا چاہے گا تو اپنے غنڈوں سے تمہاری ایسی حالت بنا سکتا ہے کہ تم چار چھ مہینے ہسپتال میں پڑے رہو۔ اس طرح اس کے دونوں مقصد حل ہو جائیں گے۔ ایک طرح تم ناکارہ بھی ہو جاؤ گے اور اس عرصے میں اس کے خیال کے مطابق تمہاری انگلیوں کے نشان بھی واضح ہو جائیں گے۔"

نرنجن نے مسکرا کر جواب دیا "میں گنگولی یا اس کے غنڈوں سے

خوفزدہ نہیں ہوں، لاگر میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔"

"پانچ سال میں تم سچ مچ بدل گئے ہو زنجن، پانچ سال پہلے والا زنجن اتنے اعتماد سے بات نہیں کر سکتا تھا۔" یہ کہہ کر لاگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا اب میں چلتا ہوں۔ کل میں پولیس ریکارڈ میں اور اخبار کے فائل میں سنتوش نام تلاش کرنے کی کوشش کروں گا اور رات کو تم سے ملوں گا۔"

"اوکے تھینکس۔" زنجن نے ہاتھ ملا کر کہا۔ اس کے بعد لاگر چلا گیا

رات کو ایک گھنٹہ بیٹھ کر زنجن کاغذوں پر بے معنی لفظ لکھتا رہا،

صبح کو وہ ٹیلی گرام آفس گیا اور کاغذ کلرک کو دے کر بولا۔

"میں ٹیلی گرام دینا چاہتا ہوں۔"

کلرک نے ٹیلی گرام کا مضمون پڑھ کر کہا۔

"یہ کیسا مضمون ہے۔ رات۔ کھٹ پٹ ___ جوڑ توڑ ___ دم ___ سوچو ___"

زنجن نے مسکرا کر کہا "یہ معمے کے الفاظ ہیں۔"

"معمے کے الفاظ۔" کلرک نے حیرت سے کہا۔

"ہاں ایک ادبی معمے کے الفاظ ہیں جنہیں میں نے کتابوں سے حاصل کئے ہیں اور اپنے دوست کو بھیج رہا ہوں وہ میرے نام سے معمہ بھر کر داخل کر دے گا۔"

کلرک کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس نے کاندھے اچکا کر الفاظ کا حساب ___ لگا کر رقم بتا دی، زنجن نے رقم ادا کر دی اور ٹیلی گرام کی رسید لے کر واپس چل دیا۔

وہ دن زنجن نے پھر لائبریری میں گزارہ۔ اس دن وہ تمام پرانے اخبارات میں سنتوش نام تلاش کرتا رہا۔ اخبار کی بہت سی خبروں میں کئی جگہ سنتوش کا نام آیا لیکن ان خبروں کا تعلق شوالی کے ان واقعات سے نہیں تھا۔

شام تک وہ تھک گیا تو واپس چل دیا۔ اس دن لائبریری سے نکلنے سے پہلے دروازے پر رک کر وہ کچھ دیر سامنے والی بلڈنگ کو غور سے دیکھتا رہا۔ جب ادھر چھت پر کوئی حرکت نظر نہ آئی تو وہ ایک طرف کو چل دیا۔ کچھ دور جا کر ہی اسے ٹیکسی مل گئی۔

ایک کافی ہاؤس کے سامنے اس نے ٹیکسی رکوائی۔ کرایہ ادا کر کے اندر چلا گیا اور کافی منگا کر پینے لگا۔ کافی پیتے ہوئے وہ تمام واقعات پر غور کرتا رہا۔ وہ اپنے خیالات میں اس قدر کھو گیا کہ اسے وقت کا پتہ بھی نہ چلا ___ نہ جانے کتنی دیر بعد وہ چونکا تو اس نے دیکھا باہر اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وہ جلدی سے اٹھا۔ کافی کا بل دیا اور کافی ہاؤس سے باہر آیا۔

یہ کافی ہاؤس ایک پوش کالونی میں تھا۔ زیادہ بھیڑ بھاڑ نہیں تھی وہ سڑک پر کھڑا ٹیکسی کا انتظار کر رہا تھا کہ نہ جانے کدھر سے دو آدمی نکل کر اس کے دائیں بائیں آکھڑے ہوئے اور بولے ___

"ٹیکسی کا انتظار ہے۔"

زنجن کی چھٹی حس نے کہا "خطرہ ہے" اس نے دونوں جانب باری باری دیکھا، پھر بولا۔

"ہاں۔"

"ہمارے پاس کار ہے چلو، ہم تمہیں پہنچا دیتے ہیں۔"

"شکریہ۔ میں پیدل چلا جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ آگے قدم بڑھانا چاہتا تھا کہ ان میں سے ایک نے کہا،

"زنجن ہم دونوں کی جیبوں میں ریوالور ہیں اور ریوالوروں کے ٹریگر پر ہماری انگلیاں ہیں۔ اگر تم مرنا چاہتے ہو تو ہمیں اعتراض نہیں، اور اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو۔ وہ سامنے سڑک کے پار نیلی کار کھڑی ہے۔"

زنجن نے پھر دونوں کو دیکھ کر حیرت بھری آواز سے کہا۔

"میں تو آپ لوگوں کو جانتا بھی نہیں۔"

"لیکن ہم تمہیں جانتے ہیں۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

"یہ تمہیں پتہ چل جائے گا۔ آگے چلو۔"

"اگر تم لنگولی کے آدمی ہو..."

"شٹ اپ۔ زندگی چاہتے ہو تو خاموشی سے آگے بڑھو۔"

زنجن نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ دونوں پیشہ ور قاتل معلوم ہوتے تھے۔ اس وقت ان کی بات ماننے میں ہی بھلائی تھی۔ اس لئے وہ آگے چل دیا۔

کار میں ڈرائیور کی جگہ ایک تیسرا شخص بیٹھا تھا۔ اس نے انجن اسٹارٹ کر دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے دروازہ کھول کر زنجن سے کہا، "بیٹھو۔"

زنجن کار میں بیٹھ گیا۔ ایک شخص اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ دوسرا شخص گھوم کر آیا اور دوسرے دروازے سے پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھ گیا۔ یعنی گاڑی میں بھی وہ دونوں اس کے دائیں بائیں ہی رہے۔ ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر دی اور پوچھا۔

"تم نے اس کی تلاشی لی؟"

"ابھی نہیں۔ تم چلتے رہو۔"

"تم احمق ہو، یہ خطرناک شخص ہے۔ پہلے اس کی تلاشی لو۔"

دونوں نے دونوں طرف سے زنجن کی تلاشی لی اس کی جیب میں کچھ نہیں تھا۔ تلاشی لینے کے بعد ان میں سے ایک نے کہا "اس کے پاس کچھ نہیں۔"

گاڑی ایک ویران سڑک پر آگئی تھی۔ زنجن سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں اور اس کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ اچانک اسے ایسا لگا جیسے اس کے سر پر پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔ ایک بار نظروں کے سامنے بجلی سی چمکی پھر وہ اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا۔ اسے احساس بھی نہ ہوا کہ

دونوں غنڈوں میں سے ایک نے اپنے ریوالور کا دستہ اس کے سر پر مار کر اسے بے ہوش کیا تھا۔

٭ ٭ ٭

نجانے کتنی دیر بعد زرنجن کو ہوش آیا تو اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ وہ کسی چھوٹی سی جگہ میں پھنسا ہوا تھا اور اس کا جسم مسلسل ہل رہا تھا۔ پہلے تو اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کہاں ہے پھر دھیرے دھیرے یادداشت کام کرنے لگی تو اسے یاد آگیا کہ دو آدمی اسے پکڑ کر کار میں لائے تھے اور ان میں سے کسی ایک نے اس کے سر پر کچھ مار کر اسے بے ہوش کر دیا تھا اور اب وہ اسی کار کی پچھلی سیٹوں کے درمیان پڑا تھا۔ فوراً ہی ایک آواز نے اس کی تصدیق بھی کر دی۔

"بس یہاں کار روک لو۔ یہاں اس کو قتل کر کے ہم کھڈ میں ڈال دیں گے۔"

"ہمیں کہا گیا ہے کہ لاش کا پتہ نہیں چلنا چاہیے۔" یہ دوسرے کی آواز تھی۔

"یہ بالکل ویران جگہ ہے۔ یہاں کھڈ میں کچھ دن لاش پڑی رہے گی تو جنگلی جانور کھا جائیں گے اور پتہ نہیں چلے گا۔"

گاڑی ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی۔ زرنجن سوچنے لگا،

"تو یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے لئے لائے ہیں۔"

یہ سوچ کر وہ سر کی تکلیف بھول گیا۔ اس کا سر آہستہ آہستہ اپنی پنڈلی کی طرف سرکنے لگا۔ انگلیوں نے پنڈلی کو چھوا، تو اسے کچھ اطمینان ہوا۔ وہاں ربڑ بینڈ سے چاقو بندھا ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے چاقو نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔

گاڑی رکنے کے بعد دونوں غنڈے اتر گئے تھے۔ پھر باہر سے ایک نے کہا۔

"اس کو کھینچ کر باہر نکالو۔"

دو ہاتھوں نے اس کے کاندھوں کو پکڑ لیا اور اس کو کھینچنے لگے۔ زرنجن بے ہوش بنا رہا۔ اس کا چاقو ایک بٹن دبانے پر کھل جاتا تھا۔ اس نے چاقو اپنے ہاتھ میں چھپا رکھا تھا۔ کھینچنے والے نے اسے باہر کھینچ کر زمین پر ڈال دیا اور سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"اس کو کیسے قتل کریں۔"

"گولی ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ گلا گھونٹ کر مار دو۔" ایک بولا۔

"تو اس کو اٹھاؤ۔ تم ٹانگیں پکڑ لو۔ کھڈ کے پاس مار کر اس کو نیچے ڈال دیں گے۔"

اب زرنجن تیار ہو گیا۔ ایک نے اس کی ٹانگیں پکڑ لیں۔ دوسرا جیسے ہی اس کے بازو پکڑنے کے لیے جھکا، زرنجن کا چاقو والا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا۔ ایک ہلکے سے کھٹکے کے ساتھ چاقو کا پھل کھل گیا۔ زرنجن نے پورا پھل سرہانے کھڑے ہوئے شخص کے پیٹ میں اتار دیا۔ اس کے منہ سے ایک گھٹی ہوئی چیخ نکلی۔ اور وہ منہ کے بل زرنجن پر ہی گر پڑا۔

"کیا ہوا ہے۔" جو ٹانگیں تھامے ہوئے تھا، اس نے کہا۔

زرنجن نے ایک جھٹکے سے دونوں ٹانگیں چھڑا کر اس کے پیٹ میں ماریں۔ وہ پیچھے ہٹتا ہوا اپنے تیسرے ساتھی سے جا ٹکرایا، اور وہ دونوں گر پڑے۔ زرنجن نے پھرتی سے مرنے والے آدمی کی لاش اپنے اوپر سے ہٹائی اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

نیچے پڑے ہوئے شخص نے اپنا ریوالور نکال لیا اور فائر کیا۔ اسی وقت بدقسمتی سے اس کا دوسرا ساتھی بھی سنبھل کر کھڑا ہو گیا اور گولی اس کی کمر میں لگی۔ وہ دوسری بار چیخ مار کر اپنے ساتھی پر گر پڑا۔ زرنجن نے چھلانگ لگائی۔ کار کا ڈرائیور والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ گیا اور انجن اسٹارٹ کر کے اس نے ایکسیلیٹر دبا دیا۔

گاڑی کے آگے بڑھتے ہی دو تین فائر اور ہوئے۔ لیکن کوئی گولی پہیے میں نہ لگ سکی، آخر گاڑی مین روڈ پر آ گئی۔

اب وہ محفوظ تھا۔

٭ ٭ ٭

زرنجن اس رات ہوٹل نالندہ نہیں گیا بلکہ اس نے ایک دوسرے ہوٹل میں فرضی نام سے ایک کمرہ بک کرایا۔ نئے ہوٹل کے نئے کمرے میں پہنچ کر اس نے پہلے ہوٹل نالندہ میں فون کر کے کلرک سے پوچھا۔

"میں زرنجن بول رہا ہوں۔ کیا کوئی مجھے پوچھنے آیا تھا۔"

"نو سر۔" جواب ملا۔

اس کے بعد اس نے بار کا کنکشن مانگا۔ بار مین نے ریسیور اٹھایا تو اس نے کہا۔

"ہال میں ایک صاحب مسٹر لاگو شاید بیٹھے ہوں گے۔ وہ "نیوز رپورٹر" اخبار کے رپورٹر ہیں۔ ذرا ان کو بلا دو۔"

کچھ دیر بعد فون پر لاگو کی آواز سنائی دی۔

"زرنجن۔ تم اس وقت کہاں ہو۔"

"میں اس وقت ہوٹل "اپسرا" میں ہوں۔ تم فوراً وہاں آ جاؤ۔ میں روم نمبر ۲۴ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

"تم وہاں کیا کر رہے ہو۔"

"یہاں آ جاؤ گے تو بتا دوں گا۔"

"اچھا میں پہنچ رہا ہوں۔"

پچیس منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی تو زرنجن نے پوچھا۔

"کون ہے۔؟"

"لاگو۔"

زرنجن نے اپنا چاقو کھول کر ہاتھ میں لے لیا اور دروازہ ایک جھٹکے سے کھول کر دروازے کی آڑ میں ہو گیا۔

لاگو اندر داخل ہوا اور زرنجن کے ہاتھ میں چاقو دیکھ کر بولا۔

"خیریت تو ہے۔"

"فی الحال تو ہے۔ یہ صرف احتیاط تھی۔ کوئی شخص بڑی سنجیدگی سے مجھے راستے سے ہٹانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔"

"گنگولی ہوگا۔ تم نے اس سے اعلان جنگ کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔"

"نہیں، وہ گنگولی کے آدمی نہیں ہو سکتے۔"

"ہوا کیا پہلے مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"

زرنگن نے سارے واقعات تفصیل سے لاگو کو بتائے سب کچھ سننے کے بعد لاگو حیرت سے بولا۔

"ان میں سے دو مر چکے ہیں اور ایک ابھی زندہ ہے۔"

"ہاں۔ ان کی گاڑی میں پولیس اسٹیشن کے سامنے چھوڑ آیا ہوں۔"

"وہ یقیناً گنگولی کے غنڈے ہوں گے۔"

"یہی تو میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں کہ وہ گنگولی کے آدمی تھے یا کسی اور کے۔"

"یہ کیسے تصدیق ہو سکتی ہے۔"

زرنگن نے سگریٹ سلگاتے ہوئے سوال کیا "تمہارے انسپکٹر سنگرام سے تعلقات کیسے ہیں۔"

"برے نہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم انسپکٹر سنگرام کو فون کر کے بتاؤ کہ دو لاشیں ہل روڈ پر پڑی ہیں۔"

"وہ یہ نہیں پوچھے گا کہ مجھے ان لاشوں کے بارے میں کیسے پتہ چلا۔"

زرنگن کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا "آل رائٹ۔ یہ اطلاع میں سنگرام کو دے دیتا ہوں کہ دو لاشیں پڑی ہیں۔"

"تم احمق ہو۔ وہ سب سے پہلے تمہیں شبہ میں گرفتار کرے گا، وہ تو چاہتا ہی ہے کہ کوئی بہانہ ملے اور وہ تمہیں گرفتار کرے۔"

"میں اس کو اپنا نام نہیں بتاؤں گا۔ گمنام طور پر فون کروں گا ایک گھنٹہ بعد تم انسپکٹر کو فون کر کے یہ معلوم کرو کہ مرنے والے کون تھے آیا وہ اسی شہر کے غنڈے تھے یا کسی دوسرے شہر سے بلائے گئے تھے۔"

"انسپکٹر مجھ سے یہ نہیں پوچھے گا کہ مجھے لاشوں کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔"

"تم کہہ سکتے ہو کہ کسی گمنام شخص نے اخبار کے دفتر کو فون کر کے لاشوں کے بارے میں بتایا ہے۔"

لاگو حیرت سے زرنگن کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔" زرنگن نے حیرت سے پوچھا۔

"دیکھ رہا ہوں کہ تم میں اتنی تبدیلیاں کیسے آگئی ہیں۔ پانچ سال پہلے کا زرنگن کم از کم اتنا ذہین اور بہادر شخص نہیں تھا۔"

زرنگن نے مسکرا کر کہا "میں نے پانچ سال میں اپنی پوری جون بدل دی ہے۔ خیر یہ تم بتاؤ۔ کیا انسپکٹر تمہیں ان لاشوں کی شناخت بتا سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے بتا دینا چاہیے۔"

"تو میں فون کر کے آتا ہوں۔"

"کہاں سے فون کر کے آتے ہو۔" لاگو نے حیرت سے کہا۔

"فون تو رکھا ہے۔"

"سنگرام پولیس آفیسر ہے۔ میں نے اسے اپنا نام نہ بتایا تو وہ ایکسچینج سے معلوم کرے گا کہ فون کہاں سے کیا گیا ہے۔ ہوٹل کے سامنے ایک کافی ہاؤس ہے اس میں پبلک فون لگا ہے۔ میں وہاں سے فون کر کے آتا ہوں۔ تم فکر مت کرو۔ ہوٹل سے باہر جانے سے پہلے میں تمہارے لئے وہسکی بھی بھجواتا جاؤں گا تاکہ تم بور نہ ہو جاؤ۔"

"او کے۔ تھینک یو۔"

زرنگن ہوٹل کے کاؤنٹر پر آیا۔ روم سروس کو اپنے کمرے میں وہسکی بھیجنے کا آرڈر دیا۔ پھر سڑک پار کر کے سامنے والے کافی ہاؤس میں پہنچا۔ پبلک فون پر پولیس ہیڈکوارٹر کا نمبر گھما کر اس نے آپریٹر سے کہا۔

"میں انسپکٹر سنگرام سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

آدھے منٹ انتظار کے بعد انسپکٹر سنگرام کی آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر سنگرام اسپیکنگ۔"

"انسپکٹر۔ میں ایک حادثے کی اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ ہل روڈ پر شہر سے تقریباً بیس میل دور دو لاشیں پڑی ہیں۔ ان میں سے ایک چاقو سے مرا ہے، دوسرا ریوالور سے۔ آپ وہ لاشیں اٹھوا لیجئے۔"

"آپ کون بول رہے ہیں ۔۔۔۔" انسپکٹر نے سوال کرنا شروع کیا تھا کہ زرنگن نے فون رکھ دیا۔ جلدی سے کافی ہاؤس سے باہر آگیا۔ کچھ دیر وہ سڑک پر چلتا رہا پھر سڑک پار کر کے واپس آیا اور ہوٹل کے پچھلے دروازے سے داخل ہو کر اندر آگیا۔ کمرے میں پہنچا تو اس نے دیکھا، لاگو وہسکی پینے میں مصروف تھا۔

"تم نے فون کر دیا۔" لاگو نے پوچھا۔

"ہاں۔" زرنگن نے جواب دیا۔ اور آگے بڑھ کر کھڑکی کھول دی پھر پردہ سرکا کر اس کی آڑ سے نیچے دیکھنے لگا۔

"باہر کیا دیکھ رہے ہو۔"

"ذرا سا انتظار کرو۔ ابھی تماشہ دکھاتا ہوں۔"

چار پانچ منٹ بعد زرنگن نے سر گھما کر لاگو سے کہا،

"اب یہاں آکر دیکھو۔"

لاگو اٹھ کر گیا۔ اور کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے بولا۔

"کیا دیکھوں۔"

"دیکھو وہ سامنے کافی ہاؤس ہے۔ جس سے میں نے فون کیا ہے۔"
"اس میں دیکھنے کی کیا بات ہے۔"
"کافی ہاؤس کے دروازے پر تم جیپ کھڑی دیکھ رہے ہو۔"
"ہاں۔"
"یہ پولیس کی جیپ ہے۔ ابھی آئی ہے۔"
"کیوں۔؟"
"تم احمق ہو۔ میں نے کہا تھا نا گمنام فون ملتے ہی انسپکٹر سنگام ایکسچینج سے فون نمبر معلوم کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس نے وہی کیا اور نمبر معلوم ہوتے ہی ایک سب انسپکٹر کو تحقیق کیلئے یہاں بھیج دیا۔ اب وہ لوگ اندر بیٹھے لوگوں سے پوچھ رہے ہوں گے کہ پچھلے دس منٹ میں پبلک فون سے کس کس نے فون کیا ہے۔ اب تم سوچو اگر میں یہاں سے فون کرتا تو کیا ہوتا۔"
لاگو نے زریحن کے چہرے پر نظریں جما کر سرسراتے ہوئے لہجہ میں کہا۔
"کون ہو تم۔ تم زریحن نہیں ہو سکتے۔"
زریحن نے ایک قہقہہ لگا کر کہا "کیا تمہیں ایک پیگ میں ہی نشہ ہو گیا ہے لاگو۔"
"مجھے نشہ نہیں ہوا لیکن جس ڈھنگ سے تم کام کر رہے ہو، جس طرح کی تم لاجک استعمال کرتے ہو جس طرح آگے کی باتیں سوچتے ہو زریحن ایسا نہیں کر سکتا تھا اگر وہ اتنا عقل مند اور بہادر ہوتا تو نہ اس سازش کا شکار ہوتا نہ یہاں سے ڈر کر بھاگتا۔"
"میں زریحن ہوں۔ غور سے دیکھو۔ مجھے پہچانو۔"
"تمہاری صورت زریحن سے ضرور ملتی ہے۔ لیکن اس دنیا میں بڑی بڑی عجیب باتیں ہوتی ہیں۔ تم زریحن کے ہم شکل بھی ہو سکتے ہو۔ اس کے جڑواں بھائی بھی ہو سکتے ہو۔ اصل شناخت انگلیوں کے نشانات سے ہو سکتی تھی۔ وہ تمہاری انگلیوں پر باقی نہیں رہے۔ میرا خیال ہے تم اس دنیا کے سب سے زیادہ پراسرار شخص ہو۔"
اس پر زریحن نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔ "تمہیں سچ مچ نشہ ہو گیا ہے لاگو۔ اگر میں زریحن نہ ہوتا تو مجھے یہاں کے واقعات کا پتہ کیسے چلتا اور میں کیوں یہاں آتا۔ کیوں اپنی جان کا خطرہ مول لیتا۔"
لاگو نے سر ہلاتے ہوئے کہا "کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسا لگتا ہے یا تو تم بہت پراسرار ہستی ہو یا پھر میں اب عقل کھو چکا ہوں۔"
یہ کہہ کر وہ پلٹ کر میز پر گیا اور گلاس اٹھا کر ایک ہی سانس میں پورا گلاس چڑھا گیا۔
کرسی پر لاگو کے مقابل بیٹھتے ہوئے زریحن نے کہا۔
"لاگو آج تم مجھے نلنی کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"
"نلنی کے بارے میں کیا بتاؤں۔" لاگو حیرت سے بولا۔
"اس کے بارے میں تم سب کچھ جانتے ہو، وہ تمہاری محبوبہ رہ چکی ہے۔"
"لیکن پہلے وہ تمہاری محبوبہ تھی۔ تمہاری اس سے ملاقات کیسے ہوئی۔"
"میری اس سے ملاقات بینک میں ہی ہوئی تھی۔ بینک میں میرا اکاؤنٹ تھا۔ نلنی کے بینک میں نوکر ہونے کے دو مہینے کے بعد ہی بینک میں ڈاکہ پڑا تھا۔ تمہیں یاد ہوگا۔ اس ڈاکے کے بعد ہی منیجر پربھاکر نے خزانچیوں کے پاس ریوالور رکھوائے تھے۔ کچھ مہینے وہ میری دوست رہی، میں سمجھتا رہا کہ وہ مجھ سے محبت کرنے لگی ہے۔ لیکن پھر مجھے پتہ چلا کہ وہ تم سے بھی اس طرح ملتی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ چھ سات ماہ بعد اس نے دھیرے دھیرے مجھ سے ملنا چھوڑ دیا اور سارے بینک میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ تم نلنی سے شادی کرنے والے ہو۔"
زریحن نے اچانک دونوں ہاتھوں سے اپنی کنپٹیوں کو دبا لیا اور اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ لاگو نے حیرت سے پوچھا۔
"کیا ہوا۔؟"
"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ایک بار میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا جس سے سر میں شدید چوٹ لگی تھی۔ جب سے کبھی کبھی اچانک ایسا ہوتا ہے جیسے میرے دماغ میں دھماکا ہوا ہو۔ درد کی تیز ٹیسیں سارے جسم میں دوڑ جاتی ہیں۔ جبھی سے میری یادداشت پر بھی اثر پڑا ہے۔ بہت سی باتیں میں بھول جاتا ہوں۔ اب یہ مجھے بالکل یاد نہیں کہ نلنی سے میری محبت یا دوستی کیسے شروع ہوئی یا وہ شوالی میں کہاں رہتی تھی۔"
"یہاں ایک پے انگ گیسٹ ہاؤس میں رہتی تھی۔ خود کو وہ دہرہ دون کی رہنے والی بتاتی تھی۔ کہتی تھی اس کے ماں باپ بچپن میں ہی مر گئے تھے اور اس نے ایک اناتھ آشرم میں پرورش پائی تھی۔"
"یہاں وہ گنگولی کے آنے کے ۔۔۔۔ بعد آئی تھی یا پہلے آئی تھی۔"
"یہ تو مجھے یاد نہیں اس بات کو پانچ سال گذر چکے ہیں۔ تم یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو۔"
"یوں ہی پوچھ لیا تھا۔ مجھے حیرت صرف یہ ہے کہ وہ کیسی لڑکی تھی جس نے پہلے تم سے محبت کا کھیل کھیلا، پھر مجھ سے، آخر میں گنگولی کے ساتھ رہنے لگی اور پھر اچانک غائب ہو گئی۔"
"تم آج وسکی کیوں نہیں پی رہے۔۔۔"
"میرے پیٹ میں تکلیف ہے۔ ان کمبختوں نے مجھے بے ہوش کر کے میری کافی مرمت کی ہے۔"
"تمہاری اطلاع کے لیے عرض کر دوں، انسپکٹر گنگا شی ٹھیک ہو گیا ہے وہ بہت کینہ فطرت پولیس افسر ہے، تم نے اسے مارا ہے۔ اپنا بدلہ لئے بغیر وہ چین سے نہیں بیٹھے گا۔"

"مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اب تم ذرا انسپکٹر سنگرام کو فون کرو اور ان لاشوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کرو۔"

"ابھی نہیں۔ اگر وہ خود لاشیں لینے گیا ہوگا تو ابھی تو آیا بھی نہیں ہوگا۔" اس کے بعد وہ اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگ گئے ـــــ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد زرنجن کے دوبارہ کہنے پر لاگو نے پولیس اسٹیشن فون کیا انسپکٹر سنگرام اس وقت موجود تھا۔ لاگو نے کہا۔

"انسپکٹر میں نیوز رپورٹر اخبار کا رپورٹر بول رہا ہوں۔"

"کہئے مسٹر لاگو کیا بات ہے۔"

"پتہ چلا ہے کہ آج شہر میں دو قتل ہو گئے ہیں۔ ہل روڈ پر کسی جگہ پولیس کو لاشیں ملی ہیں۔"

"آپ کو کیسے پتہ چلا۔"

"پولیس رپورٹر ہوں انسپکٹر صاحب شہر کی حالت کی خبر رکھنا میری ڈیوٹی ہے۔ ویسے ایک گمنام فون کے ذریعے معلوم ہوا ہے۔"

"گمنام فون کال۔" انسپکٹر کی آواز میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! میں دفتر میں بیٹھا تھا کہ ایک فون آیا۔ کسی نے بتایا کہ ہل روڈ پر دو آدمی قتل ہو گئے ہیں۔ پولیس ابھی ابھی لاشیں لائی ہے میں نے نام پوچھا تو فون کرنے والے نے فون بند کر دیا۔ کیا واقعی آپ کو دو لاشیں ملی ہیں۔ میں تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں لاشیں ملی ہیں۔" اب انسپکٹر کی آواز گمبھیر تھی۔

"مرنے والوں کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔"

"ابھی کچھ نہیں۔"

"کیا ان کے جسموں پر کوئی ایسی چیز نہیں جس سے شناخت ہو سکے۔"

"نہیں۔"

"شریف آدمی ہیں یا بدمعاش۔"

"صورت سے شریف نہیں لگتے۔"

"پھر تو آپ کو ان کو جاننا چاہیئے۔ شہر کا کونسا ایسا بدمعاش ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں۔"

"لگتا ہے وہ اس شہر کے آدمی ہی نہیں۔ بدمعاش انہیں اسلئے سمجھ رہا ہوں کہ دونوں کے پاس ریوالور تھے۔ میں نے ان ریوالوروں کے نمبر چیک کرائے ہیں۔ یہاں رجسٹری آفس میں۔ ان نمبر کے ریوالور کسی کے نام نہیں اس کا مطلب ہے وہ یا تو بغیر لائسنس کے ریوالور ہیں یا پھر کسی دوسرے شہر میں ان کا لائسنس ہو۔ میں وہ نمبر تمام بڑے شہروں کو وائرلیس سے بھجوا رہا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے وہ دونوں کسی دوسرے شہر کے آدمی تھے۔"

"ایسا ہی لگتا ہے۔"

"قتل کی وجہ کیا ہو سکتی ہے، کیا ان کو لوٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

"اندازہ آپ خود لگا لیجئے۔ ان کو ایک چاقو سے مارا ہے دوسرا ریوالور کی گولی سے۔ دونوں کی جیبوں میں ریوالور موجود تھے۔ ان سے کوئی فائر نہیں ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ کوئی شریف آدمی نہیں ہیں ایسا لگتا ہے کسی سے باقاعدہ لڑائی ہوئی ہے اچانک کسی نے ان پر حملہ کیا ہے۔ وہ حملے کے لئے تیار نہیں تھے۔"

"تھینکس، انسپکٹر فی الحال اتنا کافی ہے۔"

یہ کہہ کر لاگو نے فون رکھ دیا۔

٭ ٭ ٭

لاگو نے آخری پیگ بناتے ہوئے کہا، گویا اب یہ بات یقینی ہو گئی کہ وہ دونوں مقامی غنڈے نہیں ہیں۔"

"یہی میرا اندازہ ـــ تھا۔" زرنجن نے سوچتے ہوئے کہا۔

"تو تمہاری تھیوری یہ ہے کہ یہ غنڈے گنگولی کے نہیں تھے۔"

"نہیں ـــ۔"

"پھر کس کے ہو سکتے ہیں۔"

"یہ میں کیا بتا سکتا ہوں۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ شہر میں کوئی شخص ایسا ہے جو میرے پھانسی پانے کا انتظار نہیں کر سکتا جو فوری طور پر مجھے مردہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اس شخص نے یا اس کے آدمی نے مجھ پر رائفل سے گولی چلائی تھی۔ ایک بار ناکام ہوا تو دوسری بار اس نے تین پیشہ ور قاتل بھیج دیے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے گنگولی نے باہر کے کچھ غنڈے بلا کر تمہیں قتل کرانے کی کوشش کی ہو تا کہ پولیس اس پر شک نہ کرے۔"

"یہ بات گنگولی کے کیریکٹر کے خلاف ہوگی۔ گنگولی اس وقت شہر کے قاتلوں اور بدمعاشوں کا بے تاج بادشاہ ہے۔ میں ابھی اس کیلئے خطرہ نہیں بنا ہوں۔ اس لئے وہ ابھی مجھے خود قتل کرانے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"تو کیا تمہارا کوئی اور بھی دشمن اس شہر میں تھا۔"

"کم از کم ایک دشمن تو ضرور ہے۔"

"کون ـــ؟"

"نمی ـــ"

"نمی ـــ" لاگو نے حیرت سے کہا۔

"نمی سے بڑا دشمن میرا کون ہو سکتا ہے لاگو۔ نمی نے ہی تو مجھ پر قتل کا الزام لگایا۔ نمی کی وجہ سے ہی ایس پی قادر صاحب کے قتل کا الزام مجھ پر آیا۔"

"لیکن نمی اس شہر میں نہیں ہے۔"

"یہ تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو۔"

"اگر وہ یہاں ہوتی تو پانچ سال میں کبھی تو نظر آتی۔"

"یہ سائنس کا زمانہ ہے لاگو۔ اگر تمہارے پاس روپیہ ہو تو تم دوسری شخصیت بن کر شہر میں رہ سکتے ہو۔"

"وہ کیسے ـــ؟"

"پلاسٹک سرجری کرا کے۔ آج کل پلاسٹک سرجری سے چہرے بدلوا لینا معمولی بات ہے۔ اگر نمی گنگولی کی پارٹنر تھی تو لوٹ کی رقم میں سے اپنا حصہ لے کر وہ چلی گئی اور پلاسٹک سرجری کرا کے پھر شہر میں آ کر رہنے لگی۔"

"لیکن وہ اس شہر کی رہنے والی نہیں تھی۔ پھر اس کو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں صرف ایک نظریہ پیش کر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے شہر میں جا بسی ہو۔ ہو سکتا ہے گنگولی نے اس کو قتل کرا دیا ہو۔ تاکہ لوٹ کی ساری دولت پر قبضہ کر سکے اور ہو سکتا ہے وہ اسی شہر میں کسی دوسری شخصیت کے روپ میں رہ رہی ہو۔ اگر وہ اسی شہر میں ہے تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں مجھ پر قاتلانہ حملہ کرانے میں اسی کا ہاتھ ہوگا۔ پانچ سال بعد مجھے شہر میں دیکھ کر وہ بوکھلا گئی ہوگی۔ اسے ڈر ہوگا کہ میں نے پہچان لیا تو پھر اس کی خیر نہیں ہوگی۔"

لاگو نے سر ہلاتے ہوئے کہا "یہ بات اگرچہ بہت عجیب ہے اور بہت دُور کی ہے، پھر بھی سمجھ میں آتی ہے۔"

"تم نے سنتوش کے بارے میں چھان بین کی۔" زرنجن نے پوچھا۔

"ہاں، میں نے اخبار کا سارا ریکارڈ دیکھ ڈالا اپنے بہت سے دوستوں سے فون کر کے پوچھ لیا لیکن کوئی کسی ایسے سنتوش کو نہیں جانتا جس کا تعلق جرائم سے وابستہ ہو۔"

"نمی یہاں کس کے یہاں پے انگ گیسٹ رہتی تھی۔"

"تمہیں یاد نہیں رہا۔"

"نہیں۔۔"

"یہاں ولی ویو پر ایک مسز ڈی سوزا رہتی ہے اس کے یہاں رہتی تھی۔"

"اچھی بات ہے۔ کیا تم وسکی اور پیو گے۔"

"نہیں، بس اب میں چلوں گا۔" لاگو نے اُٹھتے ہوئے کہا "اب تم سے ملنا ہو تو کہاں ملو گے یہاں یا ہوٹل نالندا میں۔"

"کہیں بھی نہیں۔"

"کیا مطلب۔۔"

"مطلب یہ کہ اب میرا کسی ایک ٹھکانے پر رہنا خطرناک ہوگا۔ اس لئے جب مجھے تم سے ملنا ہوگا تو میں خود فون کر لوں گا۔"

"اور اگر مجھے تمہاری ضرورت پڑی، فرض کرو مجھے نمی یا سنتوش کے بارے میں کچھ معلوم ہو جاتا ہے تو۔۔"

"میں تمہیں دن میں ایک دو بار فون کر لیا کروں گا۔"

"آل رائٹ۔ گڈ نائٹ۔"

یہ کہہ کر لاگو چلا گیا۔

* * *

دوسرے دن ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے ٹیلی فون ڈائرکٹری میں مسز ڈی سوزا کا نام تلاش کیا۔ ولی ویو علاقے میں صرف ایک ہی مسز ڈی سوزا تھی۔ زرنجن نے نمبر ملایا۔ ایک عورت نے کہا۔ "مسز ڈی سوزا۔"

"آپ وہی مسز ڈی سوزا ہیں۔ جو پے انگ گیسٹ رکھتی ہیں۔"

"یس۔۔"

"کیا آپ مردوں کو بھی پے انگ گیسٹ رکھتی ہیں۔"

"یس۔۔"

"مجھے ایک کمرے کی تلاش ہے۔ میں دو ماہ کا کرایہ اور کھانے پینے کا خرچ ایڈوانس دے سکتا ہوں۔"

"تم شوالی سے باہر کا رہنے والے ہو۔"

زرنجن۔۔۔ "ہاں" کہنے والا تھا کہ اُسے فوراً خیال آیا۔۔۔ مسز ڈی سوزا شاید مجھے پہچانتی ہوگی۔ ہو سکتا ہے اس نے نمی کے ساتھ مجھے دیکھا ہو۔۔ یہ سوچ کر اس نے جواب دیا۔

"میں پانچ سال بعد اس شہر میں آیا ہوں۔"

"یہاں کسی کو جانتا ہے۔"

"نیوز رپورٹر اخبار کے رپورٹر مسٹر لاگو میری ضمانت دے سکتے ہیں۔"

"او کے آ جاؤ۔"

زرنجن نے شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔

* * *

زرنجن نے ہوٹل نالندہ سے کمرہ چھوڑ دیا اور اپنا اٹیچی کیس اُٹھا کر چل دیا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ کچھ دیر بازاروں میں گھومتا رہا وہ دیکھنا چاہتا تھا اس کا تعاقب ہو رہا ہے یا نہیں۔

اسے حیرت ہوئی کہ اس کا تعاقب نہیں کیا جا رہا تھا۔ یا تعاقب کرنے والا اتنا چالاک تھا کہ زرنجن اس کو پہچان نہیں سکا۔

آخر اس نے ڈرائیور کو مسز ڈی سوزا کا پتہ بتایا۔ ٹیکسی اسے چھوڑ کر چلی گئی تو اس نے دروازے کی گھنٹی بجائی۔ ایک لڑکے نے آ کر دروازہ کھولا۔ زرنجن نے کہا۔

"مسز ڈی سوزا ہیں۔"

"جی ہاں آیئے۔"

وہ لڑکے کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ کافی خوبصورت مکان تھا ایک کمرے میں مسز ڈی سوزا بیٹھی تھی۔ مسز ڈی سوزا کی عمر پچپن کے لگ بھگ ہوگی۔ مگر وہ عورت کم تھی سڑک کوٹنے والا انجن زیادہ تھی۔ بے حد موٹی۔ بولتی تھی تو سانس دھونکنی کی طرح چلتا تھا۔ ڈی سوزا نے اس کو غور سے دیکھا۔ پھر بولی۔

"تم وہی ہو جس نے فون کیا تھا۔"

زرنجن نے دل ہی دل میں کہا "اس کا مطلب ہے۔ ڈی سوزا

نے مجھے نہیں پہچانا؟" بلند آواز سے اس نے جواب دیا۔

"جی ہاں، میں وہی ہوں۔"

"صورت سے تو شریف لگتا ہے۔ تم ناشتہ، لنچ، ڈنر، سب لے گا۔"

"جی ہاں۔ چاہے میں کھاؤں یا نہ کھاؤں، پے منٹ سب کی کروں گا۔"

"تو چھ سو روپے بھیڑ دینا ہوگا۔ کھانے کا مینو ہماری مرضی کے موافق بنے گا۔ کبھی تمہارا خاص چیز پکوانے کو جی چاہے تو ایک دن پہلے بولیں گا۔"

"مجھے منظور ہے۔" نرنجن نے جواب دیا۔ اور جیب سے پرس نکال کر روپے نکالتے ہوئے بولا۔

"پانچ سال پہلے میری ایک دوست بھی یہاں رہتی تھی۔"

"کون۔"

"نلنی۔"

"ہاں رہتی تھی۔"

وہ کس کمرے میں رہتی تھی۔ کیا وہی کمرہ مجھے مل سکتا ہے؟"

"ہاں وہ کمرہ خالی ہے۔ کیا تم اس لڑکی کے بارے میں سینٹی مینٹل ہے۔"

"تھوڑا سا ہوں۔" نرنجن نے مسکرا کر کہا اور ہزار روپیہ اس کی میز پہ رکھ کر کہا "فی الحال ہزار سے کام چلے گا؟"

"چلیں گا۔" مسز ڈی سوزا نے نوٹ اٹھاتے ہوئے کہا "اور تمہیں وہی کمرہ مل جائے گا۔"

"تھینکس۔"

مسز ڈی سوزا نے لڑکے سے کہا "صاب کا سامان اوپر ہاؤز والے کمرے میں پہنچا دو۔"

لڑکا نرنجن کے ہاتھ سے اٹیچی کیس لے کر آگے آگے چل دیا۔

* * *

کمرے میں پہنچ کر نرنجن سوچنے لگا۔ پانچ سال پہلے نلنی اس کمرے میں رہتی تھی۔ اس درمیان نجانے کتنے لوگ آکر اس کمرے میں رہ چکے ہوں گے۔ کتنی بار اس کمرے کی صفائی ہو چکی ہوگی۔ اتنے طویل عرصے کے بعد کیا اس کمرے سے کوئی ایسی چیز مل سکتی ہے جس سے نلنی کا پتہ چل سکے۔ اس کو یقین تھا کہ اس کمرے میں اب کچھ نہیں مل سکیگا۔

"پھر میں نے اس مکان میں آکر اسی کمرے میں رہنے کی خواہش کیوں کی ہے؟" اس نے خود سے کہا۔ "کیا یہ میری چھٹی حس کی وارننگ تھی یا قدرت کا کوئی اتفاق ہے۔"

بہت دیر بیٹھے رہنے کے بعد وہ اٹھا۔ بڑی بے دلی سے اس نے سارے کمرے کی تلاشی لی۔ دیواروں کو ٹھونک بجا کر دیکھا لیکن کچھ نہ

ملا۔ آخر اداس ہو کر پھر لیٹ گیا۔

دوپہر کے قریب وہ بازار گیا اور لاگو کو فون کیا۔ لاگو نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔

"سوری نرنجن! ابھی سنتوش یا نلنی کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ پولیس کو وہ کار مل گئی ہے جو حملہ آوروں سے چھین کر تم پولیس اسٹیشن کے باہر چھوڑ آئے تھے۔ قاتلوں نے وہ کار چرائی تھی۔"

"قاتلوں نے نہیں، مقتولوں سے کہو۔" نرنجن نے مسکرا کر کہا۔

"یہ مت بھولو، ان میں ایک ابھی باقی ہے اور ان قاتلوں کو شہر میں بلانے والا بھی ابھی موجود ہے۔"

"آج رات میرا شہر کے تمام جوا خانوں میں گھومنے کا پروگرام ہے۔"

"کیوں۔"

"میں نے سنا ہے کہ یہاں کے سارے کلب جن میں جوا کھیلا جاتا ہے گنگولی کی ملکیت ہیں۔"

"یہی مشہور ہے۔"

"اور ان جوا خانوں میں لڑکیاں بھی ملتی ہیں۔"

"ہاں۔"

"اگر نلنی گنگولی کے ساتھ کچھ دن رہی ہے تو ممکن ہے ان کلبوں کو چلانے والے کارکنوں میں سے کوئی نلنی سے بھی واقف ہو یا سنتوش نام کے کسی مرد یا عورت کو جانتا ہو۔"

"اس کا مطلب ہے تم اپنی موت کو دعوت دینا چاہتے ہو۔ تم دو ایک سوالات پوچھو گے۔ گنگولی کو پتہ چل جائے گا۔ اگر اسے یہ احساس ہو گیا کہ اب تم اس کے لئے خطرہ بنتے جا رہے ہو تو پھر وہ تمہارے پھانسی کے تختے پر پہنچنے کا انتظار نہیں کرے گا۔ اس سے پہلے ہی تمہیں قتل کرا دے گا۔"

"میں تو یہ چاہتا ہوں کہ وہ کوئی حرکت کرے۔ بہرحال تم کوشش جاری رکھو۔ میں اپنی کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر نرنجن نے فون بند کر دیا۔ کچھ سوچ کر اس نے پولیس ہیڈ کوارٹر کا نمبر ملا کر انسپکٹر سنگرام کا کنکشن مانگا۔ کچھ دیر انسپکٹر کی آواز فون پر سنائی دی تو نرنجن نے کہا۔

"میں نرنجن بول رہا ہوں انسپکٹر صاحب۔"

"نرنجن تم اس وقت کہاں ہو۔ میں تم سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ فوراً پولیس اسٹیشن آجاؤ۔"

"مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ۔"

"کل دو لاشیں ہمیں ملی ہیں۔"

"تو ان لاشوں سے میرا کیا تعلق ہے۔"

"یہی میں جاننا چاہتا ہوں کہ ان لاشوں سے تمہارا کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ تم شرافت سے یہاں آجاؤ۔ ورنہ اگر میں نے تمہیں تلاش

کر دیا تو پھر تم پولیس اسٹیشن سے باہر نہیں نکل سکو گے۔"

"بس تمہیں کسی نہ کسی بہانے اس وقت تک جیل میں بند کئے رہوں گا جب تک تمہاری انگلیوں کے نشانات واضح طور پر نہیں ابھر آتے اور نشان ابھر آنے کے بعد تم جانتے ہو تمہارا کیا انجام ہوگا۔"

زرنجن نے گمبھیر آواز میں کہا "انسپکٹر میں نے سنا ہے اس شہر میں ایک تم ہی ایماندار پولیس افسر ہو۔"

"میں اپنا فرض پورا کرتا ہوں۔"

"تمہارا فرض اصل مجرموں کو گرفتار کرکے قانون کے حوالے کرنا ہے۔"

"ہاں۔"

"اور تم سمجھ رہے ہو کہ میں پی قادر صاحب کا قاتل ہوں۔"

"ہاں۔ میرے پاس ثبوت ہے۔"

"لیکن میں کہتا ہوں، ان کو میں نے قتل نہیں کیا۔ پانچ سال بعد میں اس لئے آیا ہوں کہ اصل قاتل کو تمہارے حوالے کرکے اس مفرور زندگی سے نجات پا سکوں۔ اگر تم ایماندار پولیس افسر ہو تو مجھے اس قاتل کو تلاش کرنے کا چانس دو۔ یہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک اصل قاتل نہیں پکڑا جاتا میں یہ شہر چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

دوسری طرف کچھ دیر خاموشی رہی، پھر انسپکٹر بولا "اچھا یہ بتاؤ کل جو دو لاشیں تمہیں ملی ہیں ان سے تمہارا کس طرح کا تعلق تھا؟"

"سچ بات جاننا چاہتے ہو۔"

"ہاں۔"

"تو سنو۔ جب سے میں شوالی واپس آیا ہوں، مجھ پر دو بار قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔ ایک بار شوالی آنے کے چوبیس گھنٹے بعد ہی رائفل کی گولیاں مجھ پر چلائی گئی تھیں۔ دوسری بار تین آدمیوں نے مجھ پر حملہ کیا وہ مجھے قتل کرنے اس جگہ لے گئے تھے جہاں سے تمہیں لاشیں ملی ہیں ان میں سے ایک میرے چاقو سے مرا ہے، دوسرا اپنے ساتھی کی گولی کے سامنے آ گیا تھا جو مجھے قتل کرنے کے لئے چلائی گئی تھیں۔ تیسرا بھاگ گیا۔ یہ بالکل سچ بات ہے۔"

"تو پھر تم پولیس اسٹیشن آکر اپنا بیان لکھواؤ۔"

"ابھی نہیں۔ جو کوئی بھی مجھے قتل کرانا چاہتا ہے وہ پھر حملہ کرے گا اور مجھے یقین ہے وہ قادر صاحب کا قاتل بھی ہے وہ میرے اچانک آ جانے سے بوکھلا گیا ہے۔ وہ اتنا بھی انتظار کرنے کو تیار نہیں کہ میری انگلیوں کے نشان واضح ہوں اور تم مجھے قانون کے مطابق پھانسی کے پھندے تک پہنچا دو۔ چنانچہ انسپکٹر سنگرام اگر تم واقعی ایماندار ہو اور قانون کے محافظ ہو تو مجھے خود کو بے گناہ ثابت کرنے کا ایک چانس دو جو دو آدمی مرے ہیں ان کے بارے میں اگر تم چھان بین کرو گے تو مجھے یقین ہے ثابت ہو جائے گا وہ پیشہ ور قاتل تھے جن کو خاص طور پر مجھے قتل کرنے کے لئے کسی دوسرے شہر سے بلایا گیا تھا۔"

کچھ دیر خاموشی کے بعد سنگرام نے کہا "آل رائٹ زرنجن میں تمہیں ایک چانس دینے کو تیار ہوں۔ لیکن اگر اس کوشش میں تم قتل کر دیئے گئے۔"

"تمہارا ایک دردِ سر کم ہو جائے گا۔ اگر میں قادر صاحب کا قاتل ہوں تو تمہارا قانون بھی یہی کہے گا کہ مجھے قتل کر دے گا۔"

"لیکن ہمیں وقت کی ایک حد مقرر کرنی ہوگی۔ میں ہمیشہ کے لئے تمہیں کھلا پھرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"میرا خیال ہے اب زیادہ وقت نہیں لگے گا زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ بعد شاید میں اصل قاتل تمہارے حوالے کر سکوں۔"

"اور اگر ایک ہفتہ میں ایسا نہ ہوا۔"

"تو میں خود کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

"اوکے۔ میں تمہیں ایک ہفتہ کی مہلت دیتا ہوں۔"

"اس مہلت کے ساتھ ہی کیا تم میرے ساتھ تعاون کر سکتے ہو؟"

"کس طرح کا تعاون۔"

"مجھے ایک تو نمی کی تلاش ہے جس نے مجھ پر غبن کا الزام لگایا تھا۔ دوسرے مجھے سنتوش نام کے شخص کی تلاش ہے۔ مجھے پتہ نہیں سنتوش مرد ہے یا عورت۔ اگر ان دونوں کے بارے میں تم کسی ذریعے سے معلوم کر سکو تو اصل سازش کا راز کھل جائے گا۔"

نمی تو پانچ سال سے لاپتہ ہے تمہارے فرار ہونے کے بعد ہی وہ بھی غائب ہو گئی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے میں۔ ۔ ۔ اس کے اچانک غائب ہو جانے پر پولیس کو حیرت نہیں ہوئی تھی۔"

"پولیس کو حیرت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا اسے شہر چھوڑنے کا پورا پورا اختیار تھا۔ یہ سنتوش کون ہے؟"

"قادر صاحب کی بیگم نے تمہیں ایک لفافے کے بارے میں بتایا تھا۔ سنتوش اسی لفافے پر لکھا تھا۔"

"اچھی بات ہے میں ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"میں تمہیں خود روز فون کر لیا کروں گا۔"

یہ کہہ کر زرنجن نے فون رکھ دیا۔

٭ ٭ ٭

چار بجے زرنجن جنرل پوسٹ آفس گیا اور پوسٹ ماسٹر سے دریافت کیا۔

"میں اس شہر میں رہتا ہوں۔ میں نے آپ کی معرفت ایک ٹیلی گرام منگایا تھا زرنجن میرا نام ہے۔"

"یس ۔۔ پوسٹ ماسٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا" مسٹر زنجن، کیپٹن نام آیا ہوا ایک ٹیلی گرام بہت عجیب ہے۔ مسٹر زنجن میں سمجھ نہیں سکا ان لفظوں میں کیا ربط ہے۔ جوش ۔۔ بات ۔۔ ملنا ۔۔ چمکنا وغیرہ وغیرہ۔"

زنجن نے مسکرا کر کہا "دہلی سے شمع ادبی معمے نکلتے ہیں۔ یہ اس معمے کے کتابی الفاظ ہیں، جو ایک دوست نے مجھے بھیجے ہیں۔"

تار لے کر زنجن مسز ڈی سوزا کے مکان پر آگیا اور اپنے کمرے میں پہنچ کر کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ آدھے گھنٹے بعد کاغذ پر ایک چھوٹا سا مضمون لکھا تھا:

"سنتوش کماری کلکتہ میں گنگولی کی چوتھی بیوی کا نام تھا وہ پہلے گنگولی کی سیکرٹری تھی۔ ان کی شادی کے ایک مہینے بعد ہی گنگولی کلکتہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور سنتوش بھی غائب ہوگئی۔ ضرورت پڑے تو ہوٹل اسکائی لارک روم نمبر ۲۳ سے رابطہ قائم کیجئے۔"

زنجن کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوگئی۔ اس نے وہ سارے کاغذات جلا کر اس کی خاک پانی میں بہا دی۔ اس کے بعد اس نے ایک بار پھر اس کمرے کی تلاشی لینی شروع کی۔ اس بار اس نے کمرے کا ایک ایک انچ حصہ دیکھ ڈالا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کی مسلسل کوشش کے باوجود کچھ نہ ملا۔ وہ تلاشی سے فارغ ہو کر تھکا ہوا سوچ رہا تھا، کہ نوکر نے آکر کہا۔

"آپ کھانا کمرے میں لیں گے یا ڈائننگ روم میں آئیں گے۔"

زنجن نے چونک کر لڑکے کی طرف دیکھا۔ پھر پوچھا۔

"مسز ڈی سوزا کہاں ہیں؟"

"وہ اپنے کمرے میں۔"

"میں کھانا مسز ڈی سوزا کے ساتھ کھاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ کر مسز ڈی سوزا کے کمرے میں آیا اور بولا۔

"مسز ڈی سوزا کیا ہم ڈنر آپ کے ساتھ کھا سکتے ہیں۔ ہم آپ سے کچھ باتیں بھی کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ یس۔ تم ہمارے ساتھ ڈنر کھاؤ۔ تم اچھے آدمی لگتے ہو، ہم ایک دن میں ہی تمہیں پسند کرنے لگا ہے۔"

مسز ڈی سوزا نے کھانا منگا لیا۔ کھانا کھاتے ہوئے زنجن نے پوچھا۔

"مسز ڈی سوزا اگر تمہارے مہمان اپنی کوئی قیمتی چیز حفاظت سے رکھنا چاہیں تو کہاں رکھ سکتے ہیں؟"

"وہ ہمارے سیف میں رکھتے ہیں۔ ہمارا سیف بہت مضبوط ہے اور اس میں ہر جگہ الارم بھی لگا ہوا ہے۔"

"نمی آپ کے یہاں کتنے دن رہی تھی؟" زنجن نے پوچھا۔

"ہمیں یاد نہیں۔ ایک ڈیڑھ سال تو ضرور رہا ہوگا۔"

"کبھی نمی نے بھی آپ کا سیف میں کچھ رکھا تھا؟"

"ہم کو اب یاد نہیں۔"

"دراصل بات یہ ہے مسز ڈی سوزا میرے کچھ اہم کاغذات نمی کے پاس تھے۔ میں نے اس کو پانچ سال پہلے اس لئے دیئے تھے کہ میں شمالی سے باہر جانا چاہتا تھا۔ ہوسکتا ہے نمی نے کاغذوں کا کوئی لفافہ آپ کے پاس رکھا ہو اور پھر آپ بھی بھول گئی ہوں اور وہ جاتے ہوئے وہ لفافہ بھول گئی ہو۔ وہ کاغذات دوسروں کے لئے بے کار ہیں لیکن میرے لئے بہت اہم ہیں۔ میں وہ کاغذات حاصل کرنے کے لئے پانچ ہزار تک روپیہ خرچ کرسکتا ہوں۔"

"پانچ ہزار۔۔" مسز ڈی سوزا کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی "ٹھہرو، ذرا ہمیں سوچنے دو۔ ہم سال میں ایک بار سیف کی صفائی کرتے ہیں۔ ہماری سیف میں ایک بند لفافہ رکھا ہے، اس پر کچھ نہیں لکھا۔ ہم بھول گئے کہ کس نے ہم کو دیا تھا، ہم ایمان دار ہیں۔ اس کو کھولا نہیں۔ ہم نے سوچا جب کسی کو یاد آئے گا اپنا لفافہ لے جائے گا۔"

زنجن کے چہرے پر کسی قدر جوش کے آثار پیدا ہوگئے۔ اس نے کھانا کھاتے کھاتے ہاتھ صاف کرکے جیب سے پرس نکالا اور پانچ ہزار کے نوٹ نکال کر میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

"مسز ڈی سوزا اگر آپ مجھے وہ لفافہ دے دیں تو یہ روپیہ آپ کا ہے۔"

"لیکن اگر اس کا اصل مالک مانگنے آگیا تو ہم اس کو کیا دیں گے۔"

"اگر وہ لفافہ نمی کا ہے تو اس میں ضرور میرے کاغذات ہوں گے اگر وہ لفافہ نمی کا نہیں تو میں وہ لفافہ آپ کو واپس کردوں گا۔۔ دونوں صورتوں میں یہ روپیہ آپ کا ہوگا۔"

مسز ڈی سوزا کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہوگئی۔۔ وہ روپیہ سمیٹتے ہوئے بولی۔

"یس تم بہت مال دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"مال دار تو نہیں، مگر میرے لئے ان کاغذات کی بہت قیمت ہے۔"

"ہم کو پہلے معلوم تھا تم کوئی بڑے گھر کے آدمی ہو۔ تمہارے چہرے سے شرافت ٹپکتی تھی۔ اس لئے ہم نے بغیر کسی ریفرنس کے تمہیں کمرہ دے دیا تھا۔ تم کھانا کھاؤ ہم ابھی لفافہ ڈھونڈتے ہیں۔"

"کیا نمی کے جانے کے بعد پولیس یہاں آئی تھی؟" زنجن نے پوچھا۔

"نہیں تو۔۔"

"نمی کے جانے کے بعد کوئی اور عجیب واقعہ پیش آیا تھا؟"

"ہاں نمی کے جانے کے بعد رات اس کے کمرے میں چور گھس آئے تھے وہ ہمارا سارا فرنیچر خراب کر گئے تھے۔"

"فرنیچر۔" زبخن نے حیرت سے کہا۔
"ہاں۔ بدمعاش لوگوں نے سارا فرنیچر توڑ ڈالا۔ گدّے اور تکیے تک بلیڈ سے کاٹ ڈالے۔"
"یہ نلنی کے جانے کے کتنے دن بعد کی بات ہے؟"
"جس رات وہ نہیں آئی، اس سے اگلی رات کی۔"
"کیا نلنی نے اپنے جانے کے بارے میں آپ سے کچھ کہا تھا؟"
"نہیں، کچھ نہیں۔ بس وہ اچانک غائب ہو گئی۔"
"اور اس کا سامان؟"
"اس کا سامان چور لے گئے تھے۔"
"تو کیا آپ نے پولیس کو چوری کی اطلاع کی تھی؟"
"ہاں کی تھی۔ ایک انسپکٹر آیا تھا۔ وہ گھنٹہ بھر ہمارا سر کھا کر چلا گیا۔"
"کیا وہ انسپکٹر منگرام تھا؟"
"نہیں۔ اس کا اسسٹنٹ تھا۔"
"انسپکٹر گلا تھی؟"
"ہاں، شاید یہی نام تھا۔"
زبخن کی آنکھوں میں ہلکی سی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ کھانا ختم ہو گیا تو اس نے ہاتھ دھو کر کہا۔
"کیا میں آپ کے ساتھ سیف کے کمرے میں چل سکتا ہوں؟"
"ہاں، ہاں آ جاؤ۔ تم شریف آدمی ہو۔ تم سے کیا ڈر۔ پھر ہماری سیف میں کچھ مال دولت نہیں ہے۔ ہم بیوہ ہے۔ پی انگ گیسٹ رکھ کر ہی اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔"
باتیں کرتے ہوئے مسز ڈی سوزا اپنے بیڈ روم میں آئی۔ اس کی سیف دیوار میں فٹ تھی۔ اس نے سیف کھولی۔ کچھ دیر تلاش کرتی رہی پھر ایک چوکور لفافہ نکال کر بولی۔
"یہ ہے وہ لفافہ۔"
لفافے کا رنگ کالا پڑ چکا تھا۔ اس پر کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ زبخن نے لفافہ لیتے ہوئے کہا۔
"میں اپنے کمرے میں جا کر اس کے کاغذات دیکھتا ہوں۔ اگر اس میں میرے کاغذات ہوئے تو رکھ لوں گا۔ ورنہ لفافہ بند کر دوں گا۔"
"تمہارے کاغذات نہ ہوئے تو وہ روپیہ پھر بھی ہمارا ہو گا۔"
"نہیں مسز ڈی سوزا وہ روپیہ اب آپ کا ہے۔ ایک بات اور بتائیے کیا کبھی کوئی اور شخص بھی یہ پوچھنے آیا ہے کہ نلنی آپ کے پاس کوئی چیز رکھ گئی تھی یا نہیں؟"
"نہیں۔ ایک بار ایک آدمی آیا تھا وہ خود کو نلنی کا دوست بتاتا تھا اس نے کہا نلنی کا خط آیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ وہ ایک چیز ہمارے پاس رکھ گئی ہے۔ اس لفافے کے بارے میں ہمیں دھیان ہی نہیں رہا تھا کہ کس نے رکھا ہے۔ اس لیے ہم نے اس کو بول دیا۔ نلنی نے ہمارے پاس کچھ نہیں رکھا۔ اگر اس نے رکھا ہے تو اس کو لکھو کہ وہ خود آ کر بتلائے۔ اس نے نہیں کیا دیا تھا۔"
زبخن نے اس طرح سر ہلایا جیسے وہ پوری طرح مطمئن ہو۔ پھر لفافہ جیب میں رکھ کر بولا۔
"اچھا مسز ڈی سوزا۔ اب صبح ناشتہ پر ملاقات ہو گی۔ گڈ نائٹ۔"
یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔
کمرہ اندر سے بند کر کے اس نے بہت احتیاط سے لفافہ کھولا سادہ کاغذ کی کچھ تہوں میں نلنی کے گیسو تھے۔ Deleted
زبخن تیسرے نائٹ کلب میں چار ہزار روپے جوا کھلانے والی مشینوں پر ہار چکا تھا۔ دولت مشین پر کھڑے اسے دس منٹ ہی گزرے تھے کہ کسی نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک اجنبی شخص نے مسکرا کر کہا۔
"آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مشین سے آپ کبھی نہیں جیت سکتے۔ قسمت ہی آزمانی ہے تو دوسرے راستے اختیار کیجئے۔"
زبخن نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا "آپ کا مطلب ہے تاش کے کھیل؟"
"ہاں۔ تاش میں انسان دماغ تو استعمال کر سکتا ہے۔"
"کیا یہاں تاش کھیلی جاتی ہے؟" "میں ایک ایسی جگہ جانتا ہوں جہاں کھیل ہوتا ہے۔ شہر کے معزز اور دولت مند وہاں کھیلنے آتے ہیں۔ آدمی سمجھدار ہو تو رات بھر میں لکھ پتی بن کر اٹھ سکتا ہے۔"
زبخن کا دماغ کمپیوٹر کی طرح کام کر رہا تھا۔ اس نے سوچا یہ دھوکہ بھی ہو سکتا ہے اس کو پھانسنے کی چال ہو سکتی ہے۔
اس نے کاندھوں کو اچکا کر کہا "آپ مجھ کو وہاں لے جا سکتے ہیں؟" "بڑی خوشی سے۔ آئیے تشریف لائیے۔"
زبخن اس کے ساتھ چل دیا۔ کلب سے باہر آ کر اس شخص نے ایک ٹیکسی روکی اور گاڑی میں بیٹھ کر ایک کلب کا نام بتایا۔ ٹیکسی چل پڑی۔ دس منٹ بعد ٹیکسی ایک کلب کے سامنے جا کر رک گئی۔ زبخن نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کرنا چاہا مگر اس شخص نے انکار کر دیا اور کرایہ ادا کرتے ہوئے بولا۔
"آپ سمجھدار آدمی ہیں۔ اس وقت تک سمجھ گئے ہوں گے کہ میں ایجنٹ ہوں۔ مجھے شوقینوں کو یہاں تک لانے کا کمیشن ملتا ہے۔"
زبخن نے کوئی جواب نہ دیا۔
کلب کے پہلے ہال میں بار تھا۔ بار سے گزرتے ہوئے اس شخص نے کہا۔
"پلیز میرے ساتھ آئیے۔"
وہ ایک زینے کے ذریعے اوپر کی منزل پر پہنچا۔ زینے پر دو

غنڈہ صورت شخص کھڑے تھے۔ اس کے رہبر نے ان غنڈوں سے کہا۔

"باس کے خاص آدمی ہیں۔"

"او کے۔" ان میں سے ایک بولا۔

اوپر گیلری کے آخری سرے پر ایک دروازہ تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے کہا۔

"پلیز اندر چلیے۔"

زرنجن دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اندر قدم رکھتے ہی وہ جھجکا دوسرے ہی لمحہ اسے اپنی کمر میں ریوالور کی نال چبھتی ہوئی محسوس ہوئی اور اس کے رہبر نے کہا۔

"آگے بڑھتے رہو۔"

مجبوراً زرنجن کمرے میں داخل ہو گیا۔ اپنے پیچھے اس نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔ زرنجن کے سارے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی اس کی چھٹی حس کی وارننگ سچ نکلی تھی۔ یہ سب اس کو پھانسنے کا جال تھا۔

کمرے میں تین آدمی بیٹھے تھے۔ گنگولی، راجو اور تیسرا وہ شخص تھا جو زرنجن کے ہاتھوں زخمی ہوا تھا۔ جس کے دو ساتھیوں کی لاشیں اب پولیس کے مردہ گھر میں تھیں۔ اس کے ماتھے پر پٹی بندھی تھی۔

زرنجن نے مسکرا کر کہا "ہیلو دوستو۔"

اس کو لانے والے شخص نے ریوالور اس کی کمر سے لگاتے ہوئے کہا۔

"لو مسٹر گنگولی، میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ یہ اب تمہارے حوالے ہے۔ باس نے کہا ہے کہ قانون کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کو آج ہی ختم کر دیا جائے۔"

جس کے ماتھے پر پٹی بندھی تھی اس نے دانت پیس کر کہا۔

"باس کا ڈمب کہا گیا تھا یہ آدمی نو گرش کی طرح ڈرپوک ہے ۔۔۔ لیکن یہ تو چیتے کی طرح خطرناک نکلا۔ میں اس کو اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔"

زرنجن نے گنگولی کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا "تو اصل باس تم بھی نہیں ہو گنگولی۔"

"شٹ اپ۔" گنگولی بولا "میں نے پانچ سال پہلے تم پر رحم کھا کر سخت غلطی کی تھی۔ کاش میں اس وقت تمہیں قتل کر دیتا تو آج یہ جھنجھٹ نہ ہوتا۔ لیکن اب بھی کچھ نہیں گیا۔ تمہاری موت خود ہی تمہیں کھینچ لائی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو گنگولی۔" زرنجن بولا "تمہیں پانچ سال پہلے ہی مجھے قتل کر دینا چاہیئے تھا۔ جس طرح تم نے اپنی چوتھی بیوی نلنی عرف سنتوش کو قتل کر کے اس کی لاش غائب کرا دی تھی۔"

گنگولی نے اس کی طرف گھور کر دیکھا اور نفرت بھرے لہجے میں بولا۔

"تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔"

"مجھے اور بھی بہت کچھ معلوم ہے گنگولی۔ میں جانتا ہوں تم نے سنتوش عرف نلنی کو کیوں قتل کیا تھا۔ مجھے معلوم ہے تم نے ایس پی قادر کو کیوں قتل کیا تھا۔ سنتوش یا نلنی تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری فطرت سے واقف ہو چکی تھی وہ جانتی تھی کہ تم اپنے سر پر لٹکی ہوئی تلوار کبھی پسند نہیں کرتے، تم ایسی تمام کمزور لڑکیوں کو ختم کر دیتے ہو جن کے بارے میں تم سمجھتے ہو کہ کبھی تمہارے لیئے خطرہ بن سکتی ہیں۔ سنتوش تمہاری پارٹنر یا بیوی ہونے کی وجہ اس راز کو جانتی تھی۔ اسے اپنی جان کا خطرہ تھا اس لیئے اس نے تمہارے خلاف تمام ثبوت مکمل کر کے ایک گمنام لفافہ ایس پی قادر کو بھیج دیا تھا اور پھر شاید اس نے تمہیں دارننگ دینے کے لیئے بتا دیا ہوگا کہ اگر تم نے کبھی اس کو قتل کرنے کی کوشش کی تو تم بھی دو بچ سکو گے۔ تم نے اپنے طور پر کوشش کی۔ پولیس میں سب انسپکٹر گلاٹھی تمہارا آدمی تھا اس سے تمہیں معلوم ہو گیا کہ قادر صاحب کو واقعی ایک لفافہ ملا ہے۔ چنانچہ تم نے ایک تیر سے کئی شکار کھیلنے کا پروگرام بنایا۔ انسپکٹر گلاٹھی نے قادر صاحب کو اس لفافے کے اور تمہارے بارے میں کچھ راز بتا کر کہا کہ "وہ اپنے دفتر پہنچ جائیں تو وہ کچھ اور ثبوت پیش کرے گا۔ ساتھ ہی اس نے کہا ہوگا وہ لفافہ بھی لیتے آئیں۔ قادر صاحب اپنے ایک ماتحت پر تو بھروسہ کر ہی سکتے تھے۔ اس لئے وہ لفافہ لے کر دفتر پہنچ گئے۔ جہاں شاید تم ان کے منتظر تھے۔ مجھے حفاظت کے لیئے جو ریوالور بینک سے ملا تھا تم نے وہ ریوالور پہلے سے چرا لیا تھا اس ریوالور سے تم نے قادر صاحب کو قتل کیا تھا، پھر نلنی عرف سنتوش والا لفافہ لے کر تم وہاں سے چلے آئے۔ انسپکٹر گلاٹھی نے سارے ثبوت مٹا کر وہ ریوالور وہاں رکھ دیا۔ جس سے تم نے گولی چلائی تھی اور جس پر میری انگلیوں کے نشانات موجود تھے۔ کیوں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔"

گنگولی کچھ دیر گھورتا رہا پھر بولا "تمہیں اس لفافے کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"قادر صاحب کی بیوی سے۔ لفافے پر سنتوش نام لکھا تھا۔ میں نے کلکتہ میں اپنے دوست کو لکھ کر تمہارے بارے میں چھان بین کرائی اور سنتوش کے بارے میں بھی پتہ چلا کہ کلکتہ چھوڑنے سے پہلے سنتوش نام کی ایک لڑکی کو تم اپنی چوتھی بیوی بتاتے تھے۔"

گنگولی نے کہا "تم نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ زرنجن پانچ سال پہلے نہ تم اتنے ذہین تھے نہ اتنے بہادر۔ تم میں زبردست تبدیلی آئی ہے مگر افسوس یہ تبدیلی اب بے کار ہے۔ کیوں کہ یہ تمہاری زندگی کی آخری رات ہے۔ اب تک تمہیں اس لیے نظر انداز کر رہا تھا کہ میں سمجھتا جلد یا بدیر تم خود پھانسی پا جاؤ گے لیکن اب مجھے یقین ہو گیا کہ تم خطرہ بن گئے ہو۔ اس لیئے آج رات تمہیں ختم کرنا ضروری ہے۔"

"ایک دلچسپ بات بتاؤں۔" زرنجن بولا۔

"بتاؤ۔"

"تم سمجھ رہے ہو کہ تمہارا ایجنٹ مجھے پھانس کر لایا ہے حقیقت یہ ہے کہ میں خود تم سے ملنے آیا ہوں۔"

"کیوں ؟"

"تمہیں ختم کرنے کے لئے کیوں کہ تمہارے جینے کا مقصد ختم ہو چکا ہے۔ آج رات میرے لئے آخری رات نہیں۔ تمہارے سب کے لئے آخری رات ہے۔"

اس پر راجو نے ایک قہقہہ لگایا اور پھر بولا۔

"سنا تم نے گنگولی ۔ یہ بھی اچھا مذاق ہے، یہ کہتا ہے کہ آج رات ہماری آخری رات ہے جب کہ ہم چاہیں تو ابھی اس کو یہیں ختم کر سکتے ہیں لیکن ہم اس کے خون سے یہاں کا قالین خراب نہیں کرنا چاہتے۔"

یہ کہہ کر راجو نے اس آدمی سے کہا جو ریوالور اس کی کمر سے لگائے کھڑا تھا۔ "برج تم نے اس کی تلاشی لی؟"

"ابھی نہیں۔" یہ کہہ کر برج نے ریوالور اس کی کمر سے لگائے ہوئے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

نرنجن نے اچانک خود کو نیچے گرایا اور اس کا وہ ہاتھ جو اس کی جیب میں تھا پکڑ کر ایک داؤ کیا۔ برج کا جسم دائرہ بناتا ہوا میز پر جا کر پڑا۔ اتنی دیر میں نرنجن کا ہاتھ اپنی دوسری جیب میں گیا۔ اس نے ریوالور باہر نہیں نکالا۔ جیب میں رکھے رکھے چار فائر کئے۔

اسے اپنے نشانے پر اس قدر بھروسہ تھا کہ اس نے پانچویں گولی چلانے کی ضرورت بھی نہ سمجھی اور واقعی چاروں گولیاں چاروں بدمعاشوں کے سروں پر لگیں اور وہ چاروں کوئی آواز منہ سے نکالے بغیر وہیں ختم ہو گئے۔

گولیوں کی آواز شاید باہر کھڑے غنڈوں نے سن لی تھی۔ باہر بھاگتے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹا کر کہا۔

"کیا ہوا اندر خیریت تو ہے؟"

نرنجن نے دروازہ کھول کر کہا "خیریت نہیں ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے دونوں کے سر پکڑ کر پوری قوت سے ٹکرائے۔ دو تربوز ٹکرانے کی سی آواز پیدا ہوئی۔ دونوں کے منہ سے گھٹی ہوئی چیخیں نکلیں اور وہ دونوں بھی بے ہوش ہو کر وہیں گر پڑے۔

نرنجن نے ایک نظر چاروں طرف بکھری لاشوں کو دیکھا۔ ایک بار کاندھوں کو اچکایا۔ پھر زینے کی طرف چل دیا۔

* * *

کلب سے باہر آ کر ایک ریسٹوران سے اس نے تین فون کئے۔ پہلے ہوٹل اسکائی لارک کے کمرہ نمبر ۲۴ میں فون کیا۔ پھر لاگو کو فون کیا۔ آخر میں انسپکٹر سگرام کو فون کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"انسپکٹر میں ایک پتہ بتاتا ہوں۔" "ٹھیک ایک گھنٹہ بعد اس جگہ پہنچ جانا۔ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس قادر صاحب کا اصل قاتل تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

اس سے پہلے کہ انسپکٹر کوئی سوال کرتا اس نے فون بند کر دیا۔

لاگو کو بھی اس نے وہی پتہ بتا کر ٹھیک ایک گھنٹہ میں پہنچنے کو کہا تھا فون کرنے کے بعد اس نے ٹیکسی لی اور ایک پتہ بتا دیا۔ ٹیکسی ایک کوٹھی کے قریب پہنچی تو اس نے کہا۔

"بس یہیں سڑک پر روک دو۔"

کرایہ لے کر ٹیکسی چلی گئی تو وہ کوٹھی کی طرف بڑھا۔ کوٹھی میں اندھیرا تھا۔ وہ گھوم کر پچھلی طرف آیا۔ ادھر ایک کمرے میں روشنی تھی ایک کھڑکی کھلی تھی اور ایک لمبے قد کا آدمی اندر ٹہل رہا تھا۔ اس نے کوٹھی کے پچھلے دروازے پر دستک دی۔

کچھ دیر بعد قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ کھلا۔

"تم ۔۔!" دروازہ کھولنے والے کے چہرے پر حیرت تھی ایسا لگتا تھا جیسے اسے کسی کا انتظار تھا۔ لیکن نرنجن کا نہیں تھا۔

"ہاں، مسٹر پربھاکر کیا میں اندر آسکتا ہوں، آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"ہاں ہاں آؤ ۔ اندر آؤ ۔" مینجر نے بڑے ہی اخلاق سے کہا اور اسی کمرے میں لے آیا، جس میں وہ ٹہل رہا تھا۔

"بیٹھو۔" اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا جس کی پیٹھ کھڑکی کی طرف تھی۔ نرنجن اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ بینک مینجر پربھاکر اس کے سامنے بیٹھ گیا تو نرنجن نے کہا۔

"مسٹر پربھاکر، گنگولی اور راجو مر چکے ہیں۔ برج بھی مر چکا ہے اور باہر سے جو تین بدمعاش مجھے قتل کرنے کے لئے بلائے گئے تھے وہ بھی مر چکے ہیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" پربھاکر نے حیرت اور خوف سے ملی جلی آواز میں کہا۔

نرنجن نے جیب سے دو استعمال شدہ گولیاں نکال کر میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ وہ گولیاں ہیں جو پہلے دن ہی لائبریری کے باہر مجھ پر چلائی گئی تھیں۔ مجھے یقین ہے وہ رائفل آپ نے پھینکی نہیں ہوگی۔"

پربھاکر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور بولا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"اب ڈرامہ ختم ہو چکا ہے پربھاکر۔" نرنجن بولا "تمہارے سارے ساتھی مر چکے ہیں، صرف تم مرنے کے لئے باقی ہو۔ میری جیب میں وہ تصویریں ہیں۔ جن سے بلیک میل کر کے گنگولی نے تمہیں بینک سے بیس لاکھ بن کرنے پر مجبور کیا۔ تمہاری یہ تصویریں نلنی کے ساتھ ہیں۔ نلنی جس کا اصل نام سنتوش تھا۔ جو کلکتہ کی رہنے والی تھی اور گنگولی کی داشتہ بیوی تھی۔ دراصل گنگولی کلکتہ سے ڈر کر بھاگ کر آیا تھا تو اس کے پاس نئے سرے سے کاروبار شروع کرنے کو روپیہ نہیں تھا مگر ایک خوبصورت بیوی تھی خوش قسمتی سے ان ہی دنوں تمہیں ایک سیکرٹری کی ضرورت تھی۔ اس نے سنتوش

کو بھیج دیا۔ سنتوش عرف نلنی نے یقیناً پہلی ملاقات میں ہی تم پر اثر ڈال کر اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اس لئے تم نے اسے نوکر رکھ لیا۔ کچھ دن بعد ہی نلنی تمہاری کوٹھی پر چوری چوری کی راتیں گزارنے لگیں۔ گنگولی نے تمہاری تصویریں بنانا شروع کر دیں اور پھر ایک دن تصویریں دکھا کر تمہیں مجبور کیا کہ بیس لاکھ روپیہ بنک سے اغوا کر کے اس کو دو۔ اس نے شاید تم سے وعدہ کیا ہوگا کہ وہ کاروبار کرے گا اور دھیرے دھیرے روپیہ واپس کر دے گا یا تمہیں اپنا پارٹنر بنائے گا۔ تم مجبور تھے۔ اس لئے تم نے روپیہ بنک سے بغیر حساب کے نکال کر گنگولی کو دے دیا جس سے گنگولی نے اپنے کلب شروع کئے۔ سال میں ایک بار بنک کے حسابات کی چیکنگ ہوتی ہے۔ وہ وقت آیا تو تم نے گنگولی کو اپنی مشکل بتائی۔ گنگولی نے یہ تجویز بتا دی کہ تم کھاتوں میں رد و بدل کر کے الزام مجھ پر لگا دو۔ نلنی گواہ بن جائے گی۔ کیوں کہ سازش کے تحت اس دوران نلنی نے مجھ سے محبت کا کھیل شروع کر دیا تھا۔ اس لئے اس کی بات کو کوئی غلط نہیں کہہ سکتا تھا۔ چنانچہ تم نے غبن کا الزام میرے ذمے ڈالنے کے لئے کھاتوں میں ردّ و بدل کر دی۔"

"ادھر گنگولی کے کلبوں میں ہر طرح کے ناجائز کام ہونے لگے، تو سپرنٹنڈنٹ پولیس قادر گنگولی کے پیچھے پڑ گئے۔ لیکن گنگولی تجربے کار تھا وہ بہت محتاط ہو کر کام کر رہا تھا۔"

"پھر کیا ہوا مجھے پتہ نہیں یا تو سنتوش عرف نلنی کا گنگولی سے جھگڑا ہو گیا یا گنگولی نے یہ سمجھا کہ سنتوش اس زنجیر کی سب سے کمزور کڑی ہے۔ وہ کسی وقت بھی تمہیں پھنسا سکتی ہے۔ اس لئے اس کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ شاید نلنی کو یہ بات معلوم ہو گئی اور اس نے اپنی حفاظت کے لئے تمہارے وہ فوٹو قادر صاحب کو بھیج دیے۔ جن کے ذریعے اس نے تمہیں بلیک میل کیا تھا نیگیٹو اس نے ایک اور جگہ چھپا دیے۔ قادر صاحب انسپکٹر گلاٹھی پر بھروسہ کرتے تھے۔ انہوں نے گلاٹھی کو اس لفافے کے بارے میں بتا دیا جو نلنی نے سنتوش کے نام سے ان کو بھیجا تھا۔ گلاٹھی نے وہ بات گنگولی کو بتا دی۔ گنگولی خوف زدہ ہو گیا۔ اب اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ قادر صاحب کو قتل کر کے وہ لفافہ حاصل کرے۔ چنانچہ اس نے گلاٹھی کے ذریعے قادر صاحب کو ان کے دفتر بلوایا۔ گلاٹھی نے کوئی ایسا بہانہ کیا ہو گا جس کی وجہ سے وہ نلنی والا لفافہ بھی لے کر آ گئے۔ گلاٹھی نے یا گلاٹھی کی موجودگی میں گنگولی نے قادر صاحب کو قتل کر کے میرا ریوالور وہاں ڈال دیا۔ جس پر میری انگلیوں کے نشانات تھے۔ اس کے بعد گنگولی نے مجھے پکڑوا کر میرا ہمدرد بن کر کہا کہ میرے خلاف تمام ثبوت پولیس کو مل چکے ہیں۔ اگر میں زندگی چاہتا ہوں تو فوراً شوالی سے چلا جاؤں اور کبھی یہاں کا رخ نہ کروں۔ تم اور گنگولی مجھے احمق سمجھتے تھے اس لئے تم نے مجھے قتل کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی البتہ جب قادر صاحب والے لفافے میں ان تصویروں کے نیگیٹو نہ ملے تو تمہیں فکر ہوئی۔ گنگولی پہلے تو چپکے چپکے نیگیٹو تلاش کرتا رہا۔ پھر اس نے نلنی کو غائب کر دیا۔ یقیناً اس نے یہ جاننے کیلئے کہ نیگیٹو کہاں ہیں۔ اس کو ٹارچر بھی کیا ہو گا۔ مگر نلنی جانتی تھی نیگیٹو گنگولی کے ہاتھ پڑ گئے تو اس کی موت یقینی ہے۔ اسی عالم میں شاید مر گئی۔ بعد میں گنگولی نے اپنے آدمی بھیج کر نلنی کے کمرے میں وہی نیگیٹو تلاش کرائے، لیکن ملے نہیں۔"

"تو مسٹر پربھاکر تمہارے تمام ساتھی مر چکے ہیں۔ تمہاری سنڈیکیٹ ختم ہو چکی ہے۔ اب صرف تم رہ گئے ہو۔"

یہ گفتگو کرتے ہوئے زنجن کی نظریں پربھاکر کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ پربھاکر کی آنکھوں میں تیز چمک پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار نہیں رہے تھے۔ زنجن حیران تھا کہ اچانک یہ تبدیلی کیسے آئی۔ کیوں کہ اسے تو خوفزدہ ہو جانا چاہیئے تھا۔ پھر یہ ایک دم مطمئن اور پرسکون کیوں ہو گیا۔ فوراً ہی وجہ سمجھ گیا۔ اس نے خود سے کہا۔

"میں احمق ہوں، مجھے پہلے ہی سوچنا چاہیئے تھا۔ اسے اپنے ساتھی کا انتظار تھا۔ وہ ساتھی آ گیا ہے اور میرے پیچھے کھڑکی میں کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں یقیناً ریوالور ہو گا۔ اس لئے پربھاکر بے فکر اور مطمئن ہو گیا ہے۔"

زنجن کا دماغ تیزی سے کام کرنے لگا۔ اس وقت اس کی زندگی سخت خطرے میں تھی۔ اس کی جیب میں بھی ریوالور تھا لیکن وہ جانتا تھا کھڑکی میں جو کوئی بھی کھڑا ہے اس کو ریوالور نکالنے کا موقع نہیں دے گا، گولی کسی آن بھی چل سکتی ہے۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے موت اس کے پیچھے کھڑی ہو اور وہ موت کی سانس اپنی گردن پر محسوس کر رہا ہو۔

کچھ دیر کمرے میں خاموشی چھائی رہی پھر پربھاکر بولا۔

"آل رائٹ زنجن، میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم نے حالات کا صحیح اندازہ لگایا۔"

"تم واقعی خطرناک شخص ہو۔ جس دن تم شوالی آئے تھے میں اسی دن سمجھ گیا تھا کہ تم ضرور کوئی فیصلہ کر کے آئے ہو۔ اس لئے خطرناک ہو سکتے ہو۔ میں نے گنگولی سے کہا تھا کہ فوراً تمہیں قتل کرا دے۔ لیکن گنگولی احمق تھا وہ چاہتا تھا کہ تم قانون کے ہاتھوں قتل ہو جاؤ تو بہتر ہے لیکن مجھے خطرے کا احساس تھا اس لئے اگلے دن میں خود تمہارا پیچھا کرتا رہا اور جب تم لائبریری میں گئے تو میں سمجھ گیا کہ تم کیا کرنے گئے ہو۔ وہاں مجھے تم پر گولی چلانے کا موقع مل گیا۔ مگر تم خوش قسمت تھے بچ گئے۔ مجبوراً میں نے اپنے طور پر ان تین آدمیوں کو بلوایا جن کو تم نے قتل کر دیا۔

عجیب بات یہ ہے کہ پانچ سال پہلے تم احمق اور بزدل انسان تھے۔ اب تم خطرناک حد تک ذہین اور بہادر شخص بن چکے ہو۔ یہ تبدیلی

لیسے آئی ماس کے بارے میں اب بحث کا وقت نہیں رہا۔ لیکن آدمی کی بد نصیبی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ تمہاری خوش نصیبی کی حد بھی اب ختم ہو چکی ہے۔ زنجن وہ لوگ سب مر گئے۔ آخری موت میری نہیں تمہاری ہو گی وجہ پوچھو تو ایک طرح سے یہ اچھا ہی ہوا۔ کیوں کہ لنگولی کے مرنے کے بعد پوری سنڈیکیٹ پر میرا قبضہ ہو گا۔ میں اکیلا باس ہوں گا۔"

یہ کہہ کر اس نے زنجن کے چہرے سے نظریں اٹھائے بغیر کہا،

"ٹھیک ہے گلا گھٹی تم اس کو یہیں ختم کر دو۔ ہم اب اور خطرہ مول نہیں لے سکتے۔"

زنجن نے دل ہی دل میں کہا۔ "تو یہ بات ہے۔ باہر کھڑکی میں گلا گھٹی ہے۔ سب انسپکٹر گلا گھٹی۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے خود کو اس کرسی سے نیچے گرا دیا جس پر بیٹھا تھا۔

گولی چلنے کا دھماکہ ہوا۔ ایک انسانی چیخ بھی سنائی دی۔ دھماکہ کمرے سے باہر ہوا تھا۔

"کیا ہوا۔ کون ہے باہر۔ گلا گھٹی کیا ہوا۔" پربھاکر نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

جواب میں ایک زنانہ آواز نے کہا۔

"گلا گھٹی اب کبھی گولی چلا سکے گا۔ پربھاکر اور تم میرے ریوالور کے نشانے پر ہو، اگر ذرا بھی جنبش کی تو میں گولی چلا دوں گی۔"

ایک لمحے کے لئے کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ پھر زنجن مسکراتا ہوا اٹھا اور کھڑکی کی طرف منہ کر کے بولا۔

"تھینکس ڈارلنگ۔"

اسی وقت گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ زنجن نے پھر کھڑکی کی طرف منہ کر کے کہا۔

"میرا خیال ہے انسپکٹر سنگرام یا لاگو آگیا ہے۔ تم پربھاکر کو نشانہ بنائے رہو۔ میں دروازہ کھول کر آتا ہوں۔"

"او۔ کے باس۔" کھڑکی سے باہر زنانہ آواز نے کہا۔

زنجن کوٹھی کا دروازہ کھولنے لگا

* * *

لاگو اور انسپکٹر سنگرام ایک ساتھ آئے تھے۔ کمرے میں داخل ہو کر انہوں نے پربھاکر کو دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے کھڑے دیکھا تو انسپکٹر سنگرام حیرت سے بولا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

باہر سے اسی زنانہ آواز نے کہا "میں نے پربھاکر کو اپنے ریوالور کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ پلیز! پہلے آپ ان کو ہتھکڑیاں پہنا دیں۔ آپ کا اصل مجرم پربھاکر ہی ہے۔"

بولنے والی کا چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔ البتہ ایک ہاتھ ریوالور لئے کھڑکی میں تھا۔

"باہر کون ہے۔" انسپکٹر سنگرام نے حیرت سے سوال کیا۔

"پہلے آپ پربھاکر کو ہتھکڑی پہنا دیجئے۔ پھر میں تفصیل سے سب کچھ بتا دوں گا۔ میری جیب میں ایک مائیکرو ٹیپ ریکارڈر ہے، جس پر پربھاکر کا اقبال جرم ریکارڈ ہے۔"

"اب تم تفصیل سے بتاؤ زنجن۔" لاگو بولا۔

"ابھی نہیں۔ آپ لوگ صرف پانچ منٹ کے لئے اور اجازت دیں۔ میں ابھی آپ کو کچھ حیرت انگیز واقعات بتاؤں گا۔ آپ بیٹھئے۔ میں ابھی آیا۔ ذرا باتھ روم تک جا رہا ہوں۔"

کمرے کے ساتھ ہی باتھ روم تھا۔ وہ باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ انسپکٹر سنگرام اور لاگو خاموش کھڑے کبھی کھڑکی کی طرف، کبھی باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھتے رہے۔ کوئی پانچ منٹ بعد آخر باتھ روم کا دروازہ کھلا۔ لیکن باتھ روم سے نکلنے والا شخص زنجن نہیں تھا۔ بالکل مختلف شخص تھا اگرچہ اس کے جسم پر لباس وہی تھا۔

انسپکٹر نے چونک کر حیرت سے کہا۔ "آپ کون ہیں۔۔۔ اور زنجن کہاں گیا۔"

اجنبی شخص نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر انسپکٹر کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ میرا شناختی ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمایئے۔"

انسپکٹر نے کارڈ دیکھا۔ کچھ دیر آنکھیں پھاڑ کر حیرت سے کارڈ دیکھتا رہا۔ پھر ایک دم کھڑے ہو کر فوجیوں کی طرح سیلوٹ مار کر بولا۔

"اوہ سر۔۔۔ آپ کرنل زاہد ہیں۔"

"کرنل زاہد۔" لاگو نے بھی چونک کر کہا "انٹیلی جنس کے مشہور کرنل زاہد۔"

"وہی۔" زاہد نے مسکرا کر کہا،

پھر زاہد نے کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا "باہر میری سیکرٹری سیما کھڑی ہے۔ سیما اب تم اندر آجاؤ۔"

دوسرے ہی لمحہ کھڑکی میں سیما نظر آئی۔ اس نے چھلانگ لگائی اور اندر آگئی۔

"گلا گھٹی کا کیا حال ہے، کیا وہ مر گیا ہے؟"

"سر نہیں صرف بے ہوش ہوا ہے۔"

"گلا گھٹی۔" انسپکٹر سنگرام نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔

"جی ہاں۔ سب انسپکٹر گلا گھٹی پربھاکر اینڈ لنگولی کی سنڈیکیٹ کا ایک ممبر تھا۔"

لاگو حیرت بھری آواز سے بولا "آپ اگر کرنل زاہد ہیں تو زنجن کہاں گیا۔"

"اصل زنجن اس وقت دہلی میں میری کوٹھی پر ہے۔ ابھی جو

زرنجن یہاں تھا وہ میں ہی تھا۔"

"آپ تھے۔۔؟؟" لاگو نے بے اعتباری کے لہجہ میں کہا۔

"ہاں میرے چہرے پر دراصل پلاسٹک سرجری کا میک اپ تھا۔ یہ پلاسٹک سرجری کی طرح کی ہی ایک چیز ہے۔ جسے ہمارے محکمہ کے سائنسدانوں نے ایجاد کیا ہے۔ باتھ روم میں وہی میک اپ اتارنے گیا تھا۔"

"اصل بات یہ ہے کہ جس زرنجن کو آپ جانتے ہیں وہ کبھی میرا کلاس فیلو رہ چکا ہے۔ ابھی ایک مہینہ پہلے اتفاق سے اس کی ملاقات مجھ سے ہو گئی بے چارہ بہت بری حالت میں تھا۔ وہ خود کو قاتل سمجھ کر چھپا چھپا پھر رہا تھا۔ میں اس کو اپنے گھر لے گیا وہاں اس نے رو رو کر مجھے سارا حال سنایا کہ کس طرح وہ بنک میں نوکر تھا، کس طرح ایک لڑکی ملنی سے اسے محبت ہو گئی پھر کس طرح اس پر غبن کا الزام لگا اور گنگولی نے اس کو قتل کے جرم میں پھنسا کر شہر چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔"

میں شوالی اس سے پہلے ایک دو بار آ چکا ہوں۔ اخبارات میں ایک دو بار شوالی کے بارے میں خبریں چھپی تھیں، افواہیں بھی سنی تھیں کہ شوالی میں مافیا قسم کی ایک باقاعدہ تنظیم ہے۔ زرنجن سے ملاقات کے بعد میں نے سوچا کہ شوالی چل کر دیکھنا چاہیئے۔ یہ مجھے یقین تھا کہ زرنجن بے گناہ ہے کیوں کہ وہ بے چارہ کالج کے زمانے سے ڈرپوک ہے۔ وہ کسی کو قتل کرنا تو کیا مکھی تک نہیں مار سکتا۔ اس لئے مجھے یقین تھا کہ وہ کسی سازش کا شکار ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے بہت غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا کہ میں زرنجن بن کر شوالی جاؤں اور سارے معاملات کی تحقیق کروں۔"

زاہد سانس لینے کو رکا تو انسپکٹر نے تذبذب کے انداز میں کہا،

"لیکن سر آپ کی انگلیوں کے نشانات؟"

"وہ بھی اسی پلاسٹک سرجری کا کرشمہ ہے۔ میری انگلیوں پر اب میرے نشانات موجود ہیں۔"

یہ کہہ کر زاہد نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سامنے کر دیے۔ اس کی انگلیوں پر اب باقاعدہ نشانات موجود تھے پھر اس نے کہا،

"مجھے زرنجن سے معلوم ہو چکا تھا کہ اس کی انگلیوں کے نشانات اس ریوالور پر سے اٹھا لئے گئے ہیں جس سے سیٹھ قادر قتل ہوئے تھے اس لئے اگر میں صرف زرنجن کا چہرہ بنا کر آتا تو پہلے دن ہی آپ میرا راز کھول دیتے۔ انسپکٹر سنگرام اس لئے میں نے اپنی انگلیوں کو پلاسٹک سرجری سے ویسا بنوا لیا تھا۔ کیسے عجیب واقعات ہیں سر اگر آپ آتے ہی اپنی شناخت مجھے بتا دیتے تو۔۔۔۔"

زاہد نے اس کی بات کاٹ کر کہا "انسپکٹر میں جانتا ہوں جس شہر میں مافیا قسم کی تنظیمیں کام کرتی ہیں وہاں کی پولیس یا در سرکاری افسر اس تنظیم کے تنخواہ دار ہوتے ہیں۔ اس کے بغیر وہ تنظیمیں چل ہی نہیں سکتیں۔ اس لئے میں یہاں کسی بھی پولیس افسر پر بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔

"تو کیا گنگولی کو گولی سیما نے ماری تھی؟" انسپکٹر سنگرام نے پوچھا۔

"ہاں ۔۔ وہ پربھاکر کے اشارے پر مجھے گولی مارنے والا تھا کہ سیما نے اس پر گولی چلا دی۔ دراصل قادر صاحب کی بیوی کا سنتوش نام سن کر مجھے شبہ ہوا تھا کہ اگر اس زمانے میں گنگولی کے خلاف کوئی ثبوت تھا تو ہو سکتا ہے یہ سنتوش کلکتہ سے اس کو جانتا ہو چنانچہ میں نے ایک کوڈ پیغام اپنی سیکرٹری سیما کو بھیجا کہ وہ کلکتہ پولیس کے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کرے اور گنگولی اور سنتوش نام کے کسی مرد یا عورت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے،

سیما نے وائرلیس کے ذریعے کلکتہ پولیس سے رابطہ قائم کیا تو پتہ چلا کہ سنتوش گنگولی کی چھوٹی بیوی کا نام تھا اور یہ کہ وہ اور گنگولی ایک ساتھ کلکتہ سے غائب ہوئے تھے۔ سیما نے سوچا شاید مجھے اس کی ضرورت پڑے گی۔ اس لئے میرے ٹیلی گرام کا کوڈ لفظوں میں ہی جواب دے کر خود بھی ہوائی جہاز سے یہاں آ گئی

جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ گنگولی کی بیوی کا نام سنتوش تھا۔ تو اچانک میرے ذہن میں خیال آیا کہ کیا ملنی اور سنتوش ایک ہی ہستی ہو سکتے ہیں۔ یہ نظریہ ذہن میں رکھ کر میں نے اپنا کام شروع کیا۔ خوش قسمتی سے مجھے ثبوت مل گیا کہ واقعی ایک عورت کے نام ملنی اور سنتوش تھے بلکہ کچھ ایسے ثبوت بھی مل گئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ غبن کا اصل مجرم زرنجن نہیں تھا بلکہ خود پربھاکر تھا۔ پربھاکر مجھ سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔ دو بار وہ مجھے قتل کرنے کی کوشش میں ناکام رہ چکا تھا۔ چنانچہ آج رات اس نے تیسری کوشش کی کہ اس کا ایک آدمی مجھے بہکا کر گنگولی کے پاس لے گیا۔ وہاں انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا لیکن وہ چاروں خود مارے گئے۔ آپ کو وہ چاروں لاشیں گنگولی کے کلب میں مل جائیں گی۔ اس کے بعد مجھے اندازہ تھا کہ یہاں خطرہ ہو سکتا ہے اس لئے میں نے سیما کو فون کر کے بتا دیا کہ اسے یہاں پہنچ کر کیا کرنا ہے پھر آپ لوگوں کو فون کیا اور یہاں آ گیا۔ میری احتیاط کام آ گئی ۔ اگر میں سیما کو یہاں نہ بلا لیتا تو شاید اس وقت میری لاش آپ کو یہاں ملتی۔ گنگولی پربھاکر کے اشارے پر مجھ پر گولی چلانے ہی والا تھا کہ سیما نے اس پر فائر کر دیا۔۔"

"مائی گاڈ" لاگو بولا "کیسے عجیب واقعات ہیں میں بھی حیران تھا کہ زرنجن جیسا بزدل آدمی یک دم بہادر کیسے بن گیا۔ اب پتہ چلا کہ وہ زرنجن نہیں تھا آپ تھے کرنل زاہد آپ کو ایک بار دیکھنے کی مجھے بہت تمنا تھی شکر ہے کہ میری اس بہانے یہ خواہش پوری ہو گئی میری جانب سے اس کامیابی پر مبارک باد قبول فرمائیے۔"

یہ کہہ کر اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ زاہد نے شکریہ ادا کر کے اپنا ہاتھ بھی مصافحہ کے لئے بڑھا دیا۔





قتل در قتل ـــــــ قدم قدم ہنگامے، فتنے
وہ کوئی شہر تھا یا شیطانوں کا گڑھ
جہاں کا ہر پل، ہر آن قتل و غارتگری کا بازار
گرم رہتا تھا

جنرل کیو نے میرے سامنے فائل سرکاتے ہوئے کہا:

"گزشتہ دو سال میں یہ دسواں قتل ہے۔"

"قتل کے کیسوں سے ہمارا کیا واسطہ سر ـــ" میں نے سوال کیا۔

"ان قتل کے کیسوں سے واسطہ ہے۔" جنرل کیو نے سگار اکش لیتے ہوئے جواب دیا۔ "کیونکہ قتل ہونے والے سب سیکیورٹی فورس کے لوگ تھے یعنی جو اندرونی طور پر کسی سازش کا پتہ لگانے کے لئے مزدوروں اور کاریگروں کی طرح فیکٹری میں کام کرتے تھے۔ اور ینٹل گلاس فیکٹری شمالی ہندوستان کی سب سے بڑی فیکٹری مانی جاتی ہے۔ لیکن یہ راز صرف چند لوگ جانتے ہیں کہ اورینٹل گلاس فیکٹری صرف شیشہ کا خام سامان ہی نہیں بناتی بلکہ اس کے ایک حصے میں "گلاس فائبرس" یعنی شیشے کے ریشے بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ ان ریشوں سے شیشے کی باریک نلیاں بنائی جاتی ہیں جن سے لیزر شعاعیں بہ آسانی گزر سکتی ہیں۔ چاہے وہ نلیاں گرہ کی طرح لپٹی ہوئی ہوں۔ یہ نلیاں بال کے مانند باریک بنائی جاتی ہیں مستقبل قریب میں ٹیلیفون کے تاروں کی جگہ یہ گلاس فائبر کی نلیاں لے لیں گی جن کے اندر لیزر شعاعوں کی کرنیں پیغامات لے جانے والے تاروں کا کام دیں گی۔ نظریاتی اعتبار سے ایک لیزر شعاع ایک وقت میں لاکھوں پیغام لے جا سکتی ہے۔

اس کے علاوہ اس فیکٹری میں "آپٹکس" سائنس پر ریسرچ کے لئے لینز اور دوسری چیزیں بھی بنائی جاتی ہیں۔ ایک طرح سے یہ فیکٹری ڈیفنس سے تعلق رکھتی ہے جس کے ساتھ ہمارے ملک کا مستقبل وابستہ ہے۔

اس فیکٹری میں گزشتہ دو سال میں دس پندرہ بار ہڑتالیں

کرانے کی کوشش کی گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ یونین کے لیڈر کچھ لوگوں سے روپیہ لے کر ہڑتالیں کراتے تھے اور وہ لوگ شہر "مور گڑھ" کے معزز لوگ تھے جنہوں نے اس الزام سے سراسر انکار کیا اور ہم ان کے خلاف ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔"

جنرل جھک کر اپنا سگار ایش ٹرے میں ٹھونسنے لگے تو میں نے کہا۔

"کیا آپ کو یہ شک ہے کہ کچھ غیر ملکی جاسوس اس فیکٹری کو تباہ کرنا یا بند کرا دینا چاہتے ہیں تاکہ ہمارا ریسرچ کا کام رک جائے۔"

"ہاں ——" جنرل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہی میں تمہیں بتانا چاہتا تھا۔"

"کیا ہمارے محکمے کے کچھ آدمی اس سلسلے میں تحقیق کر رہے ہیں؟"

"ہاں۔ ان ہی کی یہ رپورٹ ہے۔ آخری آدمی ایک شخص کرم چند تھا۔ جو گزشتہ ہفتے ہی قتل ہوا ہے۔"

"اور مجرم پکڑا نہیں گیا؟"

"اس رپورٹ کے مطابق مجرم پکڑا ہی نہیں جا سکتا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ سارا شہر بے ایمان، دھوکہ باز اور قاتل ہے۔"

"لیکن یہ ناممکن ہے۔" میں نے احتجاج کیا۔ "سارا شہر ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"میں جانتا ہوں۔ میرے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ شہر کے تمام شریف تمام ذمہ دار افسران حتیٰ کہ پولیس افسر تک جرائم پیشہ ذہنیت کے لوگ ہیں۔"

"تو ان افسران کا تبادلہ کیوں نہیں کیا جاتا؟"

"کئی بار تبادلے کئے گئے۔ لیکن وہاں جو جاتا ہے وہیں کے لوگوں جیسا ہو جاتا ہے اس لئے اب میں تمہیں مور گڑھ بھیجنا چاہتا ہوں۔ مور گڑھ پہاڑی کے دامن میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن گلاس فیکٹری بننے کے بعد وہ چھوٹا سا ہنگامی شہر بن گیا ہے پچھلے آٹھ سال سے شہر کا میئر ایک شخص للت مہتہ تھا۔ دو سال پہلے اس کو گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔ للت اس شہر کا سب سے زیادہ دولتمند اور بارسوخ شخص تھا۔ کئی کوٹھیاں اس کی شہر میں ہیں۔ کئی ہوٹل ہیں اور ایک جوا خانہ چلاتا تھا۔"

"میئر جوا خانہ چلاتا تھا!" میں نے حیرت سے کہا۔

"اپنے نام سے نہیں۔ لیکن ہمارے ایجنٹوں کی رپورٹ کے مطابق وہ اس جوا خانے کا مالک تھا جس کو ایک منیجر چلاتا تھا اور منیجر للت کا خاص آدمی ہوتا تھا۔ یہ تمام باتیں تمہیں مور گڑھ جا کر خود بخود معلوم ہو جائیں گی۔"

میئر للت کے بارے میں یہ بات تو یقینی تھی کہ وہ جرائم پیشہ ذہنیت کا آدمی تھا۔ وہ عوام میں بہت مقبول تھا۔ کیونکہ وہ ذاتی طور پر لوگوں کے بہت کام کرتا تھا۔ اسی لئے ہر بار وہ الیکشن بھی جیت جاتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد ہی فیکٹری میں ہڑتالوں کا سلسلہ شروع ہوا اور کئی سیکرٹ ایجنٹ قتل ہوئے ہیں چونکہ قتل صرف ہمارے محکمے یا سیکرٹ سروس کے ایجنٹوں کا ہوا ہے اس لئے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مور گڑھ میں اب کوئی غیر ملکی جاسوس سازش کر رہا ہے اور اس نے شاید باقاعدہ تنظیم بنالی ہے۔"

"آج کل وہاں میئر کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک نوجوان شخص راہل کٹاریہ۔"

"میں وہاں کس طرح جاؤں گا۔ یعنی میرا "کور" کیا ہو گا"

جنرل نے نیا سگار نکال کر سلگاتے ہوئے کہا۔

"للت مہتہ کا ایک بھائی سنیل مہتہ تھا جو بچپن میں ہی گھر سے غائب ہو گیا تھا۔ اس بات کو اب بیس سال ہو چکے ہیں۔ جب وہ بھاگا تھا اس کی عمر دس سال تھی۔ میرا مشورہ ہے کہ تم سنیل مہتہ بن کر اچانک مور گڑھ پہنچ جاؤ۔ للت کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی۔ جب اس کو قتل کیا گیا ہے۔ صرف چھ ماہ پہلے ہی اس نے اٹھارہ سال کی حسینہ سے شادی کی تھی۔ مرنے کے بعد اس کے وصیت نامے کی رو سے للت کی بیوی توشی اس کی ساری جائداد کی مالک ہے۔ شاید اگر للت کا بھائی ہوتا تو یہ جائداد اس کو ملتی۔ للت مہتہ کا ایک بہت پرانا دوست بیرسٹر سنتوش بھاٹیہ ہے۔ توشی نے للت کے مرنے کے بعد ان کا خاندانی مکان بیرسٹر سنتوش بھاٹیہ کو بیچ دیا ہے جس کے ایک حصے کو بھاٹیہ نے ہوٹل بنا دیا ہے۔"

"معلوم ہوتا ہے آپ کو تو مور گڑھ کی پوری تاریخ معلوم ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میرے چار آدمی وہاں مارے جا چکے ہیں۔"

"مجھے کب جانا ہو گا؟"

"جتنی جلدی ممکن ہو سکے چلے جاؤ۔"

"کیا جاوید اور ثریا کو لے جانے کی ضرورت ہے؟"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر تم وہاں للت کے بھائی سنیل مہتہ کی حیثیت سے جا رہے ہو تو شاید یہ تمہاری کچھ مدد نہ کر سکیں۔ پھر میرا مشورہ ہے تم ان کو پہلے سے مور گڑھ بھیج دو۔ یہ دونوں وہاں کسی ہوٹل میں ٹھیر جائیں گے۔ اس طرح جب تم ضرورت محسوس کرو گے ان کی مدد لے سکو گے۔"

"او کے سر —— لیکن ایک بات میں ابھی تک نہیں سمجھا۔"

"کیا؟"

"آپ مجھے سنیل مہتہ بن کر وہاں جانے کا مشورہ کیوں دے رہے ہیں۔ کیا آپ کا خیال ہے للت مہتہ کو قتل کرنے میں اس کی نوجوان بیوی توشی کا ہاتھ ہے؟"

"مجھے یہی شک ہے۔" جنرل نے جواب دیا۔

"تو آپ کو یہ شک بھی ہے کہ توشی شاید کسی دشمن ملک کی ایجنٹ ہے؟"

"ناممکن نہیں۔ مسٹر للت کے زمانے میں فیکٹری کے کام میں کبھی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے بھی ہڑتالیں ہوتی تھیں۔ لیکن وہ جائز مطالبوں کے لئے ہوتی تھیں اور مطالبے مان لینے کے بعد یہ ہڑتالیں ختم ہو جاتی تھیں۔ اصل گڑبڑ للت مہتہ کے مرتے ہی شروع ہوئی ہے اور للت شادی کے چھ ماہ بعد ہی قتل کر دیا گیا۔ اس لئے یہ ممکن ہے کہ اس کی بیوی کسی غیر ملک کی ایجنٹ ہو یا غیر ملکی جاسوس کی داشتہ ہو۔"

"کیس دلچسپ ہے۔" میں نے کہا "للت مہتہ کا قتل کس طرح ہوا تھا؟"

"گولی سے۔ وہ اپنے دفتر سے گھر جا رہا تھا کہ کسی نے اس کو گولی مار دی۔ پولیس آج تک قاتل کا پتا نہیں چلا سکی۔"

"پولیس پتا نہیں چلا سکی یا پولیس نے پتا چلانا نہیں چاہا۔"

"میرا خیال ہے دوسری بات صحیح ہے۔"

"او کے سر۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "یہ فائل میں لے جا رہا ہوں۔ کل ہی میں جاوید اور سیما کو مورگڑھ کے لئے روانہ کئے دیتا ہوں اور دو تین روز بعد خود چلا جاؤں گا۔"

"گڈ لک کرنل۔"

میں نے شکریہ ادا کر کے سیلوٹ دیا اور واپس چل دیا۔

○

مورگڑھ بہت خوبصورت شہر تھا۔ خاص طور پر اس کے قدرتی مناظر دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن شہر کی فضا میں داخلی جرائم کی بو محسوس ہوتی تھی۔ یا یہ صرف میرا وہم تھا۔ کیونکہ جنرل کپور نے مجھے اس شہر کے باشندوں کی طرف سے خوف زدہ کر دیا تھا۔

جاوید اور سیما پہنچ چکے تھے۔ دونوں ہوٹل پلازہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ آنے کے بعد میں نے ایک پبلک فون سے ان کو اپنے آنے کی اطلاع کر دی تھی۔

میں آج صبح ہی آیا تھا اور ہوٹل فلورا میں ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ ہوٹل ہیر سنتوش بھاٹیہ کی ملکیت تھا۔ ہوٹل کی عمارت پرانے طرز کی تھی اور چار منزلہ تھی۔

چلتے چلتے میرے قدم ایک بار کے سامنے رک گئے۔ میں نے سوچا کسی شہر کے بارے میں جاننے کے لئے بار سب سے بہتر جگہ ہوتی ہے۔ کیونکہ بار میں ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اور شراب کے نشے میں ہر طرح کی باتیں بے دھڑک کہہ جاتے ہیں۔

جب بار میں داخل ہوا تو سارا بار خالی تھا۔ صرف اسٹول پر ایک ادھیڑ عمر جوڑا بیٹھا تھا۔ میں ذرا جلدی بار میں آ گیا تھا۔ ابھی لوگوں کے آنے کا وقت نہیں ہوا تھا

میں بھی ایک اسٹول پر جا کر بیٹھ گیا۔ بار مین سے میں نے وہسکی کا ایک پیگ مانگا۔ ادھیڑ عمر کے جوڑے میں عورت ضرورت سے زیادہ بے تکی باتیں کر رہی تھی۔ میں اکتا کر اپنا گلاس لے کر ایک میز پر آ بیٹھا۔

چند منٹ بعد ہی ساٹھ پینسٹھ سال کا ایک بوڑھا بار میں داخل ہوا۔ اس نے بار مین سے ایک بوتل بیئر لی اور میرے برابر والی میز پر آ بیٹھا۔ بیٹھتے بیٹھتے اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس نے "ہیلو" کہا۔ میں نے بھی جواب میں ہیلو کہہ دیا اور وہ میرے "ہیلو" کو دعوت نامہ سمجھ کر اپنی بوتل اٹھا کر میری میز پر آ گیا۔

"بیئر پیو۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ میں وہسکی پی رہا ہوں۔"

"تم جوان ہو۔ پھر اکیلے کیوں ہو؟" اس نے بیئر کا ایک گھونٹ لے کر کہا۔ "جب میں تمہاری طرح جوان تھا تو ہر روز نئی محبوبہ میرے ساتھ ہوتی تھی۔"

"میں زندگی کی یکسانیت سے بہت جلد اکتا جاتا ہوں۔" میں نے جواب دیا "اس لئے کبھی کبھی شامیں اکیلے گزارنا پسند کرتا ہوں۔"

"یہ ٹھیک ہے۔" بوڑھے نے سر ہلا کر کہا "زندگی کی یکسانیت تو مجھے بھی بور کر دیتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ سچی خوشی کے لمحے انسان کو زندگی میں بہت کم ملتے ہیں۔"

"لیکن آپ کہہ چکے ہیں کہ آپ کی جوانی بڑی رنگین گزری ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"یہ سچ ہے۔ پھر بھی مجھے سچی خوشی بہت کم ملی ہے۔ انسان خود غرض زیادہ ہے۔ نوے فی صدی لڑکے اور لڑکیاں کسی غرض سے محبت کرتے ہیں۔"

"کیا آپ فلاسفر ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں فلسفے کا لیکچرر تھا۔ آج کل ریٹائرڈ زندگی گزار رہا ہوں۔ میں نے شادی نہیں کی۔ اس لئے اکیلا ہوں۔ کچھ جائیداد ہے جس سے ہزاروں روپے مہینے کی آمدنی ہے۔ آرام سے گزر ہو جاتی ہے۔ لیکن خوش پھر بھی نہیں ہوں۔"

"آپ کی اداسی کی وجہ آپ کی تنہائی بھی ہو سکتی ہے۔"

"نہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بیس سال پہلے میں نے ایک دوسرے شہر کی حکومت کو مستقل طور پر چھوڑ دیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ وہ چھوٹا سا قصبہ دوبارہ اپنی [illegible] سے گزر چکا ہے، میں نے نجات پا لی گی۔ لیکن پتا چلا کہ وہ ضرورت سے زیادہ [illegible] اس کی حکومت سے [illegible] رہنے لگا تو میں نے اس کو الگ کر دیا۔"

"کیسا لگا ہے اس شہر کی فضا کا اثر ہے" میں نے اسے شہر کے بارے میں کچھ بتانے کے لیے اکسایا۔

"ہاں یہ ممکن ہے۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس شہر میں گزشتہ بیس سال میں بہت سی تبدیلیاں آگئی ہیں۔"

"کیسی تبدیلیاں؟"

"مثلاً یہ کہ یہاں کے لوگ اب ایماندار نہیں رہے اور لوگوں کی بات چھوڑو [illegible] افسران ایماندار نہیں رہے۔ میرے خیال میں سارے شہر کے معزز لوگ ہیں اور [illegible] افسروں میں اگر کوئی شخص ایماندار ہے اور وہ [illegible] کا مالک ہے تو وہ پاگل ہے۔"

"وہ پاگل ہے۔" میں نے حیرت کی اداکاری کی۔

"کیا تم اس شہر کے رہنے والے نہیں ہو؟"

"رہنے والا اسی شہر کا ہوں۔ لیکن بیس سال بعد آیا ہوں۔ میں نے سنا تھا یہاں کے میئر مسٹر الفت حسین ہیں۔"

"تھے۔۔۔ وہ دو سال ہوئے مر چکے ہیں۔ ان کو کسی نے گولی مار دی تھی۔ اب [illegible] میئر [illegible] شخص جوان ہے۔ پہلے وکالت کرتا تھا۔ [illegible] سال پہلے ہی سیاست میں آیا ہے۔"

"الفت حسین کو کسی نے گولی ماری تھی اور کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ تو کسی کو بھی معلوم نہیں۔"

"کیا قاتل گرفتار نہیں ہوا تھا؟"

"میرا خیال ہے پولیس نے قاتل کو گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔"

"کیوں؟" میں نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔

"اس کا جواب میرے پاس نہیں۔ تم خود مقامی سیاست کو سمجھ سکتے ہو۔"

بار میں دو شخص داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک لمبے قد کا دبلا پتلا شخص تھا جس کے چہرے پر [illegible] دوسرا شخص پستہ قد اور [illegible] جسم کا تھا۔ اس کے ماتھے پر کسی تیز دھار [illegible] کی لمبی سی لکیر تھی۔ دونوں کی آنکھیں اور چہرے بتا رہے تھے کہ وہ [illegible] آدمی تھے۔ [illegible]

[illegible] شخص نے سوال کیا۔

"تم کہاں سے آئے ہو، یہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"دلی سے۔" میں نے جواب دیا۔

"کسی کاروبار کے سلسلے میں آئے ہو؟"

"نہیں۔ میرا نام منیل حبیب ہے۔"

"منیل حبیب۔۔۔" اس نے حیرت سے کہا۔ "یہ نام میں نے کہیں سنا ہے۔"

"میں الفت کا بھائی ہوں۔"

"اوہ۔۔۔ ہاں مجھے یاد آگیا۔ الفت کا ایک بھائی بیس سال پہلے گھر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ کیا تم وہی بھائی ہو؟"

"ہاں۔" میں نے سر ہلا دیا۔

"تم بیس سال بعد واپس آئے ہو۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ آج صبح ہی۔"

"اوہ۔۔۔ پھر تم نے شہر کو کیسا پایا؟ میرا خیال ہے تمہیں [illegible] کے زمانے میں اس شہر میں زیادہ ایماندار لوگ رہتے تھے۔ اس وقت تمہارے بھائی میئر نہیں تھے۔"

"نہیں۔" میں نے انکار میں سر ہلا دیا۔ "شہر واقعی بہت بدل گیا ہے۔"

"تمہیں اپنے بھائی سے جا کر ملنا چاہیے۔ مگر انہیں دیکھ کر تمہیں حیرت ضرور ہوگی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ تمہاری عمر کی [illegible] سے زیادہ خوبصورت [illegible] الفت حسین نے ڈھائی سال پہلے شادی کی تھی۔ پھر [illegible] وہ قتل ہو گئے۔"

"لیکن بھائی صاحب کی عمر [illegible] کے لیے [illegible] ہوگی؟"

"تو کیا ہوا۔ الفت حسین رنگین مزاج آدمی تھے۔ ان کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی۔"

"کیا آپ نے میرے بھائی کی بیوی کو دیکھا ہے؟"

"دور سے۔"

"وہ کس قسم کی عورت ہیں؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ وہ [illegible] سے [illegible] تمہارے بھائی کی جائیداد [illegible] ہے۔ مجھے یقین ہے [illegible] تم یہاں [illegible] تمہیں ملنی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ [illegible] "کیا [illegible]" [illegible] ابھی آیا۔ [illegible]

[illegible]

پھر وہ تیزی سے [illegible] دروازے کی طرف چلا گیا۔

میری نظریں اچانک ان دونوں آدمیوں پر پڑیں۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی توجہ ہماری طرف ہے۔ بوڑھا شخص [illegible] ہاتھ روم چلا گیا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اپنے گلاس خالی کیے۔ دونوں [illegible] ہوئے باتھ روم میں [illegible]

چند منٹ بعد ہی اندر سے ایسی آوازیں [illegible] جیسے کوئی [illegible] سے بولی ہو۔ الفاظ واضح نہیں [illegible]

پھر ایک چیخ سنائی دی [illegible] گرنے کی آواز آئی۔

میں نے بار مین کی طرف دیکھا [illegible] خالی تھا۔ بار مین نے [illegible]

[illegible]

اور مجھے مارا بھی ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ مجھ سے [illegible]" اس نے

مجھے گالی دی تھی اس لیے میں نے [illegible]

"یہ جھوٹا ہے" بوڑھے نے کہا۔ "[illegible]

خود دیکھ لیں [illegible]"

"خاموش" [illegible] بوڑھے کو [illegible] بتاتے ہوئے بولا "کیا اب بھی کوئی چاہ رہے ہو؟"

یہ کہہ کر وہ بوڑھے کی طرف بڑھا تو میں نے کہا۔

"ٹھہرو۔۔۔ [illegible]"

اس بار وہ دونوں [illegible] نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ لمبے آدمی کی آنکھوں میں ایسی چمک پیدا ہو گئی جیسے [illegible] کی آنکھوں میں شکار کو دیکھ کر [illegible] ہے۔ اس نے کہا۔

"[illegible] کیا چاہتا ہے [illegible]

[illegible] رہے ہو۔"

میں [illegible] کی بات [illegible] میں زیادہ باتیں کرنا پسند نہیں کرتا۔ [illegible] یہاں سے [illegible] واپس [illegible]"

"[illegible] کے پاس کوئی [illegible] نہیں تھا۔" لمبے قد والے نے کہا۔ "آؤ [illegible] ہم [illegible] میں ہے"

وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھے۔ لمبے قد والا آگے [illegible] اس نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ میں [illegible] ایک [illegible] وار کیا۔ اس کا [illegible]

[illegible] فرش پر جا پڑا۔

[illegible]

[illegible] مار کر [illegible] گیا۔ اس کے بعد [illegible] گھونسوں کی بارش [illegible] اور اس کی گردن پر [illegible]

درخت کی طرح نیچے جا پڑا۔

"شاباش" بوڑھے نے کہا "تم واقعی بہادر [illegible]

[illegible]

"[illegible]" لیا۔ "تم نے [illegible]

[illegible]

"[illegible] کو ہوش آ رہا تھا" بوڑھے نے کہا۔

[illegible] اس کی [illegible] جیب میں [illegible]

[illegible] پانچ [illegible] نکلے۔

میں نے اس کی جیب کی تلاشی لی تو [illegible]

میں [illegible] بوڑھے کو [illegible]

[illegible] نے بوڑھے سے کہا

"تم باہر جاکر ذرا پولیس کو فون کردو۔ اتنے میں ان کو یہاں روکے ہوئے ہوں۔"

"پولیس کو فون کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔" بوڑھے نے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ یہ خود پولیس کے آدمی ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے یہ پولیس مین ہیں۔"

"نہیں — یہ پولیس کے مخبر ہیں۔ دسیوں بار ان کو میں نے پولیس اسٹیشن میں دیکھا ہے۔"

"اچھا تو اب تم جاؤ۔ میں ان کو سمجھ لوں گا۔"

بوڑھا چلا گیا۔ چھوٹے قد کا آدمی مجھے گھور رہا تھا۔ اس میں اب اتنی جرأت نہیں تھی کہ مجھ پر حملہ کرے۔ میں نے بوٹ کی ٹھوکر ہلکے سے اس کی پسلیوں میں مار کر کہا۔

"اٹھو اور اپنے ساتھی کے منہ پر پانی ڈال کر اس کو ہوش میں لاؤ۔"

اس نے اٹھ کر مجھے گھورتے ہوئے کہا

"تم اس شہر میں نئے آئے ہو شاید۔"

"شاید۔"

"پھر تمہیں معلوم نہیں کہ ہم سے ٹکرا کر تم نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔"

بکواس بند کرو" میں نے غصے سے کہا ورنہ میں تمہارے چہرے کا بھرتہ بنادوں گا۔"

"بہت جلد تمہاری یہ اکڑ فوں نکل جائے گی۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔ میں نے داہنے ہاتھ کا گھونسہ اس کے منہ پر دیا اور بایاں ہاتھ سیدھا کر کے اس کے پیٹ میں گھسا دیا۔ اس کے منہ سے پھر ایک گھٹی ہوئی چیخ نکلی اور وہ تکلیف سے دوہرا ہوگیا۔ اس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے جن سے خون ٹپکنے لگا تھا۔

"یہ تمہارے لئے پہلا سبق ہے۔" میں نے کہا۔ "اب تو میں تمہیں چھوڑے دیتا ہوں۔ آئندہ اگر تم مجھے ملے تو یاد رکھو چھ ماہ تک ہسپتال میں پڑے رہوگے۔ بہتر ہے کہ اپنے ساتھی کو ہوش میں لاکر فوراً یہاں سے کھسک جاؤ۔"

یہ کہہ کر میں باہر آگیا۔

بارمین ابھی تک گلاس صاف کر رہا تھا۔ بوڑھا اپنی بیئر ختم کر رہا تھا۔

میں نے بارمین سے کہا

"کیا تم بہرے ہو؟"

"تمہیں کیا چاہیئے؟" اس نے گھورتے ہوئے کہا

"میں نے پوچھا کیا تم بہرے ہو؟ ابھی باتھ روم میں اتنا ہنگامہ ہوگیا اور تم اس طرح ہنستے رہے جیسے تمہیں کچھ پتا نہ ہو۔"

"میں اپنے کام میں مصروف تھا۔" اس نے لاپرواہی سے کہا

"ٹھیک ہے۔ اگر پانچ منٹ تک وہ لوگ باتھ روم سے باہر نہ آئیں تو ہسپتال کو فون کردینا تاکہ وہ ایمبولینس لے آئیں۔"

"کیا تم اندر لڑ رہے تھے؟" بارمین نے آنکھیں پھیلا کر کہا "شریف لوگوں کا بار ہے۔ یہاں ہم لڑائی دنگا پسند نہیں کرتے"

"میرا خیال ہے دوسری بار مجھے تمہارے دانت توڑ کر اپنے شریف ہونے کا ثبوت دینا پڑے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے بوڑھے سے کہا۔

"کیا تم چل رہے ہو؟"

"ہاں — فوراً —"

بوڑھا خالی بوتل پھینک کر میرے ساتھ باہر آگیا۔ میں نے پوچھا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟"

"ردی — روی چند — بیٹا میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔"

"یہ احسان نہیں تھا۔ اگر وہ بدمعاش پھر تمہیں ستائیں تو مجھے بتا دینا۔ میں ہوٹل فلورا میں ٹھہرا ہوا ہوں۔"

"تھینکس — تھینک یو ویری مچ۔" بوڑھے نے زور زور سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور میں ایک طرف کو چل دیا۔

O

رات کے وقت کاؤنٹر پر اُلو کی شکل کا ایک شخص بیٹھا تھا۔ ہوسکتا ہے اس کی بھنوؤں کی وجہ سے مجھے اس کا چہرہ اُلو جیسا نظر آیا ہو۔ اس کی آنکھیں بھی اُلو جیسی تھیں لیکن اس کا جسم بھینسوں جیسا تھا۔ میں نے کمرے کی چابی مانگی تو اس نے چابی دے کر پُراسرار آواز میں کہا۔

"رات کے لئے کچھ چاہیئے سر؟"

"رات کے وقت تم کیا سپلائی کرسکتے ہو؟"

"جو آپ چاہیں سر — وہسکی — لڑکی — یا جو آپ چاہیں۔"

"اوہ آج رات تو میں صرف تنہائی چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں اپنے کمرے میں آگیا۔ لیکن اس کی بات سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ ہوٹل دولت مند عیاشوں کی جنت تھا

دوسری صبح میں ناشتہ کر کے سپرنٹنڈنٹ بھاشیہ سے ملنے

گیا۔ فائل میں اس کے بارے میں جو کچھ درج تھا۔ اس کی رو سے وہ دو سال پہلے تک سرکاری وکیل تھا یعنی جب طلعت مہتہ قتل ہوا تھا تو وہ سرکاری وکیل ہی تھا۔ اب اس نے پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دی تھی۔ وہ مہتہ کا دوست بھی تھا اور قانونی مشیر بھی۔

بھاٹیہ ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ اس کا سر اور ماتھا ایک ہو چکے تھے۔ مجھے اس نے اپنا نیا موکل سمجھا۔ کچھ دیر چشمے سے مجھے گھورتا رہا پھر بولا۔

"بیٹھیے۔"

میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں سنیل ہوں۔ سنیل مہتہ۔"

ایک لمحے کے لئے تو وہ سمجھا نہیں۔ لیکن پھر ایک گہرا سانس لے کر کرسی سے آدھا اٹھتے ہوئے بولا۔

"اوہ۔ تم سنیل ہو۔ طلعت کے چھوٹے بھائی۔ وہاٹ اے سرپرائز۔"

"جی ہاں۔" میں نے جھینپنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "جب مور گڑھ سے گیا تھا، اس وقت میری عمر دس سال تھی۔ اسی لئے شاید آپ نہیں پہچان سکے۔ لیکن میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔"

اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا اور میرے ہاتھ گرمجوشی سے دباتے ہوئے بولا۔

"مگر اب تک تم کہاں تھے؟"

"بس یونہی شہر شہر آوارہ گردی کرتا رہا۔ پھر اچانک مجھے بھائی کی یاد آئی۔ لیکن یہاں آیا تو پتا چلا کہ بھائی مر چکے ہیں۔"

"اوہ۔ تمہیں اب پتا چلا ہے!"

"جی ہاں۔ یہاں آکر مجھے کئی باتوں کا پتا چلا ہے۔ بھائی کو کسی نے قتل کیا تھا؟"

"ہاں۔"

"اور انہوں نے مرنے سے چھ ماہ پہلے شادی کی تھی؟"

"ہاں۔ تمہیں آنے میں دیر ہو گئی سنیل۔ طلعت نے تمہیں بہت تلاش کرایا۔ وہ تم سے محبت کرتا تھا۔ اگر تم یہاں ہوتے تو وہ اپنی جائداد اپنی بیوی کے نام نہ چھوڑتا۔ بلکہ یا تو سب یا کم از کم آدھا حصہ تمہارے لئے ضرور چھوڑتا۔"

"تو بھائی ساری جائیداد بھابی کے نام چھوڑ گئے ہیں جسے میں نے دیکھا تک نہیں۔"

"ہاں۔"

"اور بھابی کے بعد وہ جائداد کس کو ملنی ہے؟"

"توشی یعنی تمہاری بھابی کے مرنے کے بعد اس جائداد کے حق دار تم ہو۔ لیکن توشی ابھی جوان ہے۔ اس کی عمر مشکل سے اٹھارہ سال ہوگی۔"

"اس کا مطلب ہے مجھے جائداد ملنے کا کوئی چانس نہیں۔"

"سوری۔ فی الحال تو نہیں۔"

"بھائی کی کچھ جائداد آپ کے قبضے میں بھی تو ہے۔"

"میں نے خریدی ہے۔"

"بھابی سے؟"

"ہاں۔"

"مجھے یقین ہے آپ نے بہت سستے داموں پر خریدی ہوگی۔"

"توشی اتنی بے وقوف نہیں۔"

"کیا بھائی کا سارا کاروبار بھابی ہی دیکھتی ہے؟"

"نہیں۔ کاروبار کا منیجر ایک شخص مدن ہے"

میں نے چند لمحوں کے وقفے کے بعد کہا۔

"بھائی کو کس نے قتل کیا تھا؟"

"افسوس طلعت کا قاتل پکڑا نہیں گیا۔"

"پولیس کو کسی پر شبہ ضرور ہوگا۔"

"اگر تھا تو پولیس نے کسی پر ظاہر نہیں کیا۔"

"لیکن آپ بھائی کے دوست تھے اور سرکاری وکیل تھے۔ آپ کو یقیناً معلوم ہوگا کہ پولیس کیا کارروائی کرتی رہی ہے۔ یا بھائی کے مرنے کے بعد آپ نے ان معاملات میں دلچسپی لینا چھوڑ دی تھی؟"

"یہ بات نہیں سنیل۔ ان ہی دنوں الیکشن کا ہنگامہ شروع ہو گیا تھا اس لئے میں بے حد مصروف ہو گیا تھا۔ اگر تم کیس کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو انسپکٹر قریشی سے مل لو۔ وہی کیس کا انچارج تھا۔"

"کیا میری بھابی ابھی تک اسی مکان میں رہتی ہے جس میں بھائی رہتے تھے؟"

"ہاں۔"

"اوکے شکریہ۔"

یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ مسٹر بھاٹیہ سے مل کر یہ اندازہ ضرور ہوا کہ وہ طلعت مہتہ کے بھائی سے مل کر خوش نہیں ہوا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرا انداز گفتگو اور میرا لہجہ اسے پسند نہ آیا ہو۔

○

... دوسری طرف انسپکٹر قریشی کا مکان تھا۔ پولیس ہیڈکوارٹر کو فون کرنے پر مجھے جواب ملا تھا کہ انسپکٹر قریشی اس دن چھٹی پر ہے۔ وہیں سے مجھے اس کے گھر کا پتہ چلا تھا۔

میں نے اس کے گھر کے دروازے پر دستک دی تو ایک ... عورت نے آکر دروازہ کھولا جس کے گرد سات بچے منڈلا

رہے تھے۔ یہ قریشی کی بیوی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔
"انسپکٹر قریشی سے مجھے ملنا ہے۔"
"مکان کے پچھلی طرف چلے جاؤ۔" قریشی کی بیوی نے جواب دیا۔ "وہاں گیرج میں وہ موٹر ٹھیک کر رہے ہیں۔"
میں گیرج میں گیا۔ چالیس پینتالیس سال کے ایک شخص نے مجھے متجسس نظروں سے دیکھا۔ اس کے بال سفید تھے اور آنکھوں میں ذہانت کی چمک بھی تھی۔ میں نے چند رسمی باتوں کے بعد کہا۔
"میرا نام سنیل مہتہ ہے۔ میں مرحوم للت مہتہ کا بھائی ہوں۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ بھائی کے قتل کی تحقیقات آپ ہی کر رہے تھے۔"
"ہاں میں ہی کر رہا تھا۔" انسپکٹر قریشی نے جواب دیا۔
"میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ پولیس کس نتیجے پر پہنچی تھی۔"
"نتیجہ صفر رہا تھا۔ ہم قاتل کا پتا نہیں چلا سکے تھے۔"
"پتا چلا نہیں سکے تھے۔ یا پتا چلانا نہیں چاہا تھا۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔
اس نے چونک کر تیز نظروں سے میری جانب دیکھا۔
بولا
"کیا مطلب؟"
میرا مطلب ہے چونکہ اس شہر میں سیاست زیادہ [illegible]
ہے اس لئے ممکن ہے آپ پر دباؤ ڈالا گیا ہو کہ آپ قاتل کو تلاش نہ کریں۔"
"تم مجھ پر رشوت کا الزام لگا رہے ہو۔" اس نے اٹھ کر غصے سے کہا۔
"اگر آپ جیسا ذہین پولیس افسر بغیر کسی خاص وجہ کے ناکام رہے تو بہت سے لوگوں کے دلوں میں بہت سے سوالات اٹھ سکتے ہیں۔ کبھی کبھی انسان ایسے کام کرنے پر بھی مجبور ہو جاتا ہے جن کے لئے اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا رہتا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں، قتل کن حالات میں ہوا تھا۔؟"
"تمہارے بھائی روزانہ شام کو چھ بجے دفتر سے اٹھ کر ایک ہی راستے سے گھر واپس جاتے تھے۔ وہ وقت کے بہت پابند تھے۔ قاتل کو ان کی اس عادت کا پتا تھا چنانچہ ایک دن وہ راستے میں ایک خالی مکان کے دومنزلے پر چھپ کر بیٹھ گیا اور جب مسٹر للت گزرے ان کو گولی مار دی۔
اس کے بعد جب تک پولیس موقع واردات پر پہنچی قاتل فرار ہو چکا تھا۔ قاتل بہت ذہین تھا۔ اس نے پلاننگ کر کے قتل کیا تھا۔ اس لئے کوئی ایسا سراغ اپنے پیچھے نہیں چھوڑ گیا تھا جس سے اس کا پتا چل سکتا تھا۔
البتہ چند روز بعد ہمیں وہ پستول مل گیا تھا جس سے مسٹر للت پہ گولی چلائی گئی تھی۔"
"پھر تو قاتل کو گرفتار کرنا آسان تھا۔ اگر پستول کا لائسنس تھا تو مالک کے نام پتا لگایا جا سکتا تھا۔" میں نے کہا
"وہ ہم نے پتہ لگایا تھا۔ پستول ایک صاحب سیٹھ دھرم داس کا تھا۔ سیٹھ کے مرنے کے بعد ان کے لڑکے نے پستول ایک دکاندار کو بیچ دیا تھا جو اسلحہ کی مرمت کا کام کرتا تھا۔ وہ دکاندار امی چند ایک بوڑھا شخص ہے۔ ذرا سا سنکی ہے۔ سیاست سے بھی دلچسپی رکھتا ہے۔ امی چند نے تسلیم کیا کہ اس نے پستول خریدا تھا اور اس کے شوروم میں رکھا تھا وہاں سے چوری ہو گیا تھا۔ اس نے مقامی پولیس اسٹیشن میں چوری کی رپورٹ بھی درج کرا دی تھی۔"
"ہو سکتا ہے وہ رپورٹ بھی سازش کا ایک حصہ ہو۔"
"ہاں یہ ممکن ہے۔" انسپکٹر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن جس شام قتل ہوا ہے امی چند اس شہر میں نہیں تھا۔ اس بات کے ثبوت مل چکے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کا مسٹر للت سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس لئے ہمیں اس بات کا یقین کر لینا پڑا۔"
[illegible] ایک مدھم [illegible] میں نے کہا "کیا آپ نے اس زاویئے سے تحقیق کی تھی۔؟"
"ہاں۔" انسپکٹر نے جواب دیا "مسٹر للت کی موت سے صرف تمہاری بھابی کو فائدہ پہنچتا تھا۔ لیکن تمہاری بھابی اس قدر کم عمر اور معصوم ہے کہ اس پر قتل کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"
"میری بھابی کہاں کی رہنے والی ہیں؟"
"کیا تم ابھی تک اپنی بھابی سے نہیں ملے؟"
"نہیں۔"
"وہ بمبئی کی رہنے والی ہیں۔ شروع میں مسٹر للت ان کو سیکرٹری کے طور پر اپنے ساتھ لائے تھے۔ بعد میں شادی کر لی۔"
میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا "اس کے باوجود میں کہوں گا کہ میرے بھائی کے قتل کے سلسلے میں پولیس نے دلچسپی سے کام نہیں کیا۔ میں حیران ہوں کہ گزشتہ چند سال سے اس شہر میں کیا ہو رہا ہے۔"
"کیا ہو رہا ہے اس شہر میں؟" انسپکٹر نے مجھے ترچھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"قتل، جوا، عیاشی کے اڈے، رشوت خوری، بے انصافی، بد انتظامی کیا نہیں ہے یہاں، کیا اس شہر کے تمام ایماندار [illegible] گئے ہیں۔"

"کبھی کبھی لوگوں کو اپنی زندگی اور اپنی عزت محفوظ رکھنے کے لئے بھی بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

میں نے چونک کر انسپکٹر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا

"کیا آپ نے بھی میرے بھائی کے قاتل کی تلاش نہیں کی تھی؟"

"جو کچھ میں کر سکتا تھا میں نے کیا۔" اس نے شانوں کو اچکا کر کہا۔ "اب تم جاتے ہو میں بہت مصروف ہوں۔"

میں سمجھ گیا اب وہ کچھ نہیں بتائے گا، اس لئے میں واپس چل دیا لیکن انسپکٹر کے آخری جملے سے ایک بات صاف ہو گئی تھی للت مہتہ کے قتل کا کیس دبا دیا گیا تھا۔ انسپکٹر ایمان دار شخص تھا مگر اسے اپنے بچوں کو پالنا تھا اس لئے وہ مجبور تھا سازش اونچے پیمانے کی تھی جس کے سامنے انسپکٹر کو جھکنا پڑا۔

○

میری تیسری منزل میری فرضی بھابی یعنی للت مہتہ کی بیوی تھی۔

دروازے کی گھنٹی تین چار بار بجانے پر دروازہ کھلا اور میرے منہ سے حیرت کا ایک گہرا سانس نکل گیا۔

[illegible] کی بیوی توشی تھی تو میں للت کی قسمت پر رشک کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ پتلا دبلا نازک جسم گورا رنگ گہری کالی آنکھیں جن میں ہیروں جیسی چمک تھی۔ سر کے بال بھونروں کی طرح چمکدار۔ گدرائے ہوئے ہونٹ۔

مجموعی طور پر وہ حسن اور معصومیت کا بہترین نمونہ تھی۔

اگر میں سیما سے نہ مل چکا ہوتا تو اس پر پہلی نظر میں ہی عاشق ہو سکتا تھا۔ توشی کو ایک نظر دیکھ کر کوئی مرد خود پر قابو نہیں رکھ سکتا اور کوئی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ ایسی معصوم لڑکی کسی جرم کے بارے میں سوچ بھی سکتی ہے۔

"کہئے۔ آپ کون ہیں؟" توشی نے پوچھا۔

"تم واقعی خوبصورت ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا "اب میں سمجھا کہ بھائی نے اس بڑھاپے میں تم سے کیوں شادی کی تھی۔

اس کی آنکھوں سے حیرت جھانکنے لگی۔ اس نے کہا۔

"آپ کون ہیں۔؟"

"تم مجھے اپنا دیور سمجھ سکتی ہو۔ میرا نام سنیل ہے۔"

"اوہ — تم میرے شوہر کے وہ بھائی ہو جو دس سال کی عمر میں ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔"

"بالکل وہی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"آؤ — آؤ — اندر آؤ —"

میں اس کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ فرنیچر سے امارت اور سلیقہ دونوں چیزیں جھلک رہی تھیں۔

اس نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے مل کر خوشی ہوئی سنیل۔ میں تم سے عمر میں چھوٹی ہوں لیکن رشتہ بڑا ہے۔ اس لئے میں تمہارا نام لے رہی ہوں۔ تمہارے بھائی تمہیں بہت یاد کرتے تھے۔"

"اسی لئے وہ اپنی جائداد تمہارے نام چھوڑ گئے ہیں۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"اس میں میرا قصور نہیں اور پھر تم بیس سال سے لاپتہ تھے پھر تو یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ تم اس دنیا میں نہیں ہو۔ میں ان کی بیوی تھی۔ تم جانتے ہو تمہارے علاوہ ان کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا اس لئے جائداد مجھے ہی ملنی تھی۔"

"جو تم نے فوراً ہی بیچنی شروع کر دی ہے۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"میں کیا کرتی — میں عورت ہوں۔ سارا کاروبار میں نہیں سنبھال سکتی۔"

"کاروبار اب کون سنبھالتا ہے؟"

"میں نے ہوٹل ٹھیکے پر دے دیئے ہیں۔ نائٹ کلب ایک شخص بدن چلاتا ہے۔"

"وہی نائٹ کلب جس میں جوا کھلانے کی مشینیں ہیں۔"

"تم جانتے ہی ہو۔ کیا تم مجھ سے نفرت کرتے ہو کیونکہ میں تمہارے بھائی کی جائداد کی اکیلی مالک ہوں؟"

"مجھے جائداد سے غرض نہیں۔ مجھے اپنے بھائی کی موت کا افسوس ہے جو قدرتی نہیں تھی۔"

"تم کیا سمجھتے ہو مجھے ان کی موت کا دکھ نہیں ہے؟"

"تم بطور بیوی ان کے ساتھ کتنا عرصہ رہی ہو؟"

"چھ ماہ —"

"اور میرے بھائی کی عمر تم سے ڈھائی گنا تھی۔ کیا تم چھ ماہ میں ایک بوڑھے آدمی سے محبت کر سکتی تھیں۔"

"پلیز سنیل — ہم دوست بن کر بھی بات کر سکتے ہیں"

"میں حیران ہوں کہ بھائی کا قاتل گرفتار کیوں نہیں ہوا؟" میں نے کہا۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔"

"تمہیں قاتل کی گرفتاری پر دس بیس، پچاس ہزار کے انعام کا اعلان کرنا چاہئے تھا۔ لاکھوں روپے کی جائداد تمہارے قبضے میں آئی تھی۔ کیا تم اتنا نہیں کر سکتی تھیں؟"

"میرا ارادہ تھا۔" اُس نے نروس انداز میں جواب دیا۔ "لیکن کچھ دوستوں نے منع کر دیا۔ ان کا خیال تھا اس طرح پولیس کے کام میں رخنہ پڑے گا۔"

"کس کے دوستوں نے؟ تمہارے یا بھائی کے؟"

"تمہارے بھائی کے دوست ہی میرے دوست تھے۔" اس بار توشی نے قدرے غصّے سے کہا۔

"کیا تم مجھ پر الزام لگانا چاہتے ہو کہ تمہارے بھائی کے قتل میں میرا ہاتھ تھا؟"

"ناممکن تو نہیں۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "لاکھوں کی جائداد اور کاروبار کے لئے سب کچھ کیا جا سکتا ہے۔"

وہ مجھے کچھ دیر گھورتی رہی۔ پھر بولی۔

"پہلے تو میں یہ جاننا چاہوں گی کہ تم واقعی میرے شوہر کے بھائی ہو یا نہیں؟"

میں نے فوراً اپنے کاغذات نکال کر اس کی طرف بڑھا دیئے جو آنے سے پہلے میں نے تیار کر لئے تھے جن میں میرا نام سنیل مہتہ ولد سرن مہتہ درج تھا۔ کاغذات دیکھ کر اس نے مجھے واپس کرتے ہوئے کہا۔

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں سنیل کہ تمہارے بھائی کے قتل میں میرا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ تم نہیں جانتے یہ دو سال میں نے کس طرح گزارے ہیں۔"

"کس طرح گزارے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ڈر ڈر کر۔"

"کس سے ڈر کر؟"

"تمہارے بھائی کے قاتل سے۔ اب جائداد کی مالک میں ہوں۔ وہ مجھے بھی قتل کر سکتا ہے۔"

میں نے اُس کی بات کو نظر انداز کر کے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے شوہر کا بھائی ہوں۔ اگر تمہارے دل میں ذرا بھی انصاف ہے تو آدھی جائداد اور کاروبار تم میرے نام کر دو۔"

"میرا بھی مستقبل ہے۔ جب میں نے ان سے شادی کی تھی اپنی پوری زندگی ان کے حوالے کر دی تھی۔ اپنی جوانی، اپنا حسن۔ اب اُن کے مر جانے کے بعد میرا کون ہے۔ وہ جائداد اپنی مرضی سے انہوں نے میرے نام لکھی تھی۔ اگر وہ چاہتے تو آدھی تمہارے نام لکھ سکتے تھے، آدھی میرے نام۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر میں کیسے کر سکتی ہوں؟"

"میں نے ہنس کر کہا۔ "تمہیں معلوم ہے تمہاری موت کے بعد یہ ساری جائداد مجھے مل جائے گی۔"

یہ کہہ کر میں نے اس کی طرف قدم بڑھایا۔ وہ خوف زدہ ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی اور گھبرا کر بولی۔

"نہیں ۔ نہیں میرے قریب مت آؤ۔ میرے قریب مت آؤ۔"

"ڈرو نہیں۔" میں نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔ "تمہیں فی الحال قتل کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔"

یہ کہہ کر میں تیزی سے باہر کی طرف چل دیا۔

توشی سے اس طرح کی باتیں میں نے محض اس لئے کی تھیں کہ میں اُسے خوف زدہ کرنا چاہتا تھا۔ مجرم جب خوف زدہ ہو جاتے ہیں تو وہ ایسی حرکتیں کرنے لگتے ہیں جن سے اُن کے جرموں کا راز فاش ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ صورت سے معصوم نظر آتی تھی لیکن حالات اس قدر پُراسرار تھے کہ میں [illegible] ملتا تھا۔ مجھے [illegible] کی موت کا کوئی دُکھ نہیں تھا۔ اگر توشی نے اُس کو قتل کرایا تھا اس سے بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس شہر کی سیاست پر کس کا قبضہ ہے۔ وہ کون سی طاقت ہے جو پولیس پر بھی حاوی ہے اور گلاس کمپنی میں حکومت کے ایجنٹوں کو قتل کرا رہی ہے۔

O

تین بجے لنچ میں نے ایک ڈھابے نما ہوٹل میں کھایا۔ کھانا کھاتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ اس اسلحہ ساز امی چند سے بھی ضرور ملنا چاہیے۔ میرے پاس اس کا پتا نہیں تھا۔ لیکن امی چند کو تلاش کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ کسی شہر میں اسلحہ سازوں کی دوکانیں دو چار سے زیادہ نہیں ہوتیں۔ چنانچہ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے ایک اسلحہ کی دوکان تلاش کی۔ اس کے مالک سے مجھے امی چند اسلحہ ساز کا پتہ چل گیا۔

آدھے گھنٹے بعد میں امی چند کی دوکان میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ پچھتر سال کا ایک بوڑھا جو آدمی سے زیادہ ایک مردہ ڈھانچہ معلوم ہوتا تھا اپنی گدّی پر بیٹھا رائفل کی نال صاف کر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے رائفل رکھ دی اور بولا۔

"کہیے۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کے پہلو میں ہی ایک کتاب رکھی تھی۔ "مارکس اور اس کی تعلیمات"

مجھے یاد آیا انسپکٹر نے کہا تھا کہ بوڑھا سنکی ہے اور سیاست سے دلچسپی رکھتا ہے۔ میں نے اس سے سوال کیا۔

"کیا آپ کو مارکس سے بہت دلچسپی ہے مسٹر امی چند؟"

"مارکس اس دور کا عظیم فلاسفر تھا۔" اس نے جواب دیا

"تم کمیونسٹ ہو؟"

"ہاں ۔ اور مجھے فخر ہے۔"

"مجھے خوشی ہوئی۔ میرا نام ناہد ہے۔ میں کمیونسٹ اخبار

"جنتا" کا نمائندہ ہوں۔" میں نے جھوٹ بولا۔

وہ مسرت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے مجھے سینے سے لگا لیا۔ میرے لئے چائے منگائی۔ بہت دیر تک اخبار کی پالیسی اور موجودہ سیاست پر بحث کرتا رہا۔ آخر میں اس نے پوچھا

"آپ مجھے بتاؤ کہ تم مورگر شہد کیوں آئے ہو؟"

میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے مسٹر امی چند کہ کمیونسٹ وطن دوست ہوتا ہے۔"

"یہ بات تو یقینی ہے۔ ایک سچا کمیونسٹ ہمیشہ وطن دوست ہوگا۔ وہ اپنے ملک میں سوشلزم لانے کے لئے اندرونی طور پر حکومت سے جدوجہد کرتا رہے گا لیکن جب کبھی ملک کو کسی بیرونی طاقت سے خطرہ ہوگا وہ دشمن کے خلاف سینہ سپر ہو جائیگا۔"

"بالکل ٹھیک۔ اب یہ بتاؤ کہ گذشتہ دس پانچ سال میں اس شہر میں کچھ تبدیلیاں آئی ہیں؟"

"تبدیلیاں" اس نے حقارت سے کہا۔ "جب سے یہاں وہ گلاس فیکٹری بنی ہے۔ یہ شہر انسانوں کا شہر نہیں رہا شیطانوں کا شہر ہو گیا ہے۔ یہاں اب جرائم پیشہ لوگوں کی حکومت ہے۔ کسی کی داد فریاد نہیں۔ کوئی انصاف نہیں۔"

"ایسا کیوں ہوا؟"

"مجھے کیا معلوم۔"

"میں تمہیں بتا سکتا ہوں، بشرطیکہ میں جو کچھ بتاؤں اس کو تم محفوظ رکھو۔"

میں نے دنیا دیکھی ہے برخوردار۔ میرے سینے میں نہ جانے کتنے راز دفن ہیں۔ تم بے کھٹکے جو کہنا چاہو کہہ سکتے ہو۔"

حقیقت یہ ہے کہ وہ فیکٹری حکومت کی ایک خفیہ لیبارٹری ہے جس میں بہت اہم چیزوں پر ریسرچ ہو رہی ہے کچھ دشمن ملکوں کے ایجنٹوں کو یہ راز معلوم ہو گیا ہے اور وہ کسی طرح لیبارٹری اور فیکٹری کو ختم کرنا چاہتے ہیں اس لئے وہ پہلے دھیرے دھیرے شہر پر قبضہ کر رہے ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے اس میں غیر ملکی جاسوسوں کی سازش ہے۔" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں، سی۔ آئی۔ اے نے ہمارے ملک میں جال پھیلا رکھا ہے۔"

"کیا تم ان کو جانتے ہو؟"

"یہی جاننے آیا ہوں۔ میرا خیال ہے دشمن دو سطحوں پر کام کر رہے ہیں یعنی ایک طرف وہ جرائم پیشہ بن کر شہر پر چھا جانا چاہتے ہیں، تاکہ جس کو چاہیں قتل کر سکیں اور دوسری طرف وہ اعلیٰ عہدوں تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کا سب سے بڑا ثبوت میئر للت مہتہ کا قتل ہے۔"

"کیا تمہارے خیال میں للت مہتہ کا قتل بھی سیاسی تھا؟"

"میرا یہی اندازہ ہے۔"

"اور وہ احمق پولیس والے مجھ پر شک کر رہے تھے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی ابھی پولیس کا فائل دیکھ کر آ رہا ہوں۔ اس میں آپ کا ذکر ہے۔ کیا واقعی یہ سچ ہے کہ وہ پستول آپ کے پاس سے چوری ہو گیا تھا؟"

"ہاں یہ سچ ہے۔"

"کیا آپ کو پتا ہے کہ چوری کس نے کیا تھا۔ کسی پر تو آپ کو شبہ ہوگا۔"

"یہ سوال مجھ سے پولیس نے نہیں پوچھا تھا۔" بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔ "کیوں کہ وہ مجھ پر شبہ کر رہے تھے اور اسی غصے میں میں نے ان کو سچ بات نہیں بتائی تھی۔"

"سچ بات کیا تھی؟"

"ہاں سچ بات میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔" بوڑھے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے پستول کس نے چرایا تھا۔

"کس نے چرایا تھا؟"

"اس کا نام راجندر ہے۔ دراصل اس دکان کے ساتھ ہی میرا مکان ہے اور بہت بڑا مکان ہے۔ وہ میں نے اس شخص راجندر کو کرائے پر دے دیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی پرمیلا بھی تھی۔ میں جلد ہی ان پر بھروسہ کرنے لگا۔ راجندر نے وہ پستول چرا لیا۔ اس کا مجھے پتا نہ چلتا۔ اگر ایک روز میں دونوں میاں بیوی کو باتیں کرتے نہ سنتا۔ وہ اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا کہ اسکو پیسوں کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس نے میرے شوروم سے پستول نکال کر بیچ دیا ہے۔ مجھے بڑا غصہ آیا۔ میں نے طے کیا ہے کہ پولیس کو بتا دوں کہ چور کون ہے کہ دوسرے ہی دن میئر کا قتل ہو گیا۔ نہ جانے کیوں مجھے فوراً یہ شک گزرا کہ یہ قتل اسی پستول سے ہوا ہے۔ اس لئے میں خاموش ہو گیا۔

بعد میں مجھے دو نئی باتوں کا پتا چلا۔ ایک تو یہ کہ راجندر دکانوں سے ہیرے چرانے کے جرم میں دو سال کی سزا کاٹ چکا ہے اور دوسرے یہ کہ پرمیلا اس کی بیوی نہیں تھی بلکہ داشتہ تھی۔ اور وہ اس کی دلالی کرتا تھا۔ یہ باتیں معلوم ہونے کے بعد میں نے ان دونوں کو اپنے گھر سے نکال دیا۔"

"آپ نے ان کو پولیس کے حوالے کیوں نہیں کیا؟"

"بیٹے۔ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں اس لئے میں الجھنوں سے

گھبراتا ہوں۔ تین چار دن بعد ہی پولیس وہ پستول لے کر میرے پاس آ گئی۔ میں اپنی بے گناہی کا ثبوت دے سکتا تھا، اس لئے میں نے راجندر کا نام ان کو نہیں بتایا۔ اگر بتا دیتا تو مقدمے میں مجھے بھی گواہ کے طور پر کھنچے پھرنا پڑتا۔"

میں کچھ دیر خاموشی سے سوچتا رہا۔ ... دو ... تے

میرے اندر ایک جوش بھر رہا تھا۔ گاڑی کچھ آگے کھسکتی نظر آ رہی تھی۔ میں نے سوچا اس شخص راجندر سے ضرور ملنا چاہیئے ۔۔ ہو سکتا ہے قتل اس نے کیا ہو۔" بلند آواز سے میں نے امی چند سے پوچھا۔

"کیا آپ کے خیال میں راجندر قاتل ہو سکتا ہے؟"

"میرا خیال ہے، نہیں۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا "میں جانتا ہوں وہ لالچی آدمی ہے اس لئے اس نے ضرور پستول کسی کو بیچ دیا ہوگا، جس وقت وہ پستول بیچ رہا تھا۔ یہ بات بتا رہا تھا اسے پتا نہیں تھا کہ میں بھی اس کی باتیں سن رہا ہوں اس لئے اس کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ہونے کو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔"

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ اب وہ کہاں رہتا ہے؟"

"ہاں ۔۔ ابھی دس روز پہلے وہ مجھے بازار میں مل گیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ آج کل وہ اپنی بہن کے ساتھ رہتا ہے جو گارڈن روڈ پر رہتی ہے۔ مکان نمبر غالباً ۱۲ ہے یا یہی ہے۔ مجھے نمبر اس لئے یاد ہے کہ اس بلڈنگ میں میرا ایک دوست بھی رہتا ہے۔"

"اوکے مسٹر امی چند۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "اب میں اجازت چاہوں گا۔"

"اتنی جلدی۔ رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ۔"

"پھر کسی روز ۔۔ آج میں مصروف ہوں۔"

چند رسمی الفاظ کہہ کر میں واپس چل دیا۔

میں نے امی چند کے بتائے ہوئے پتے پر دستک دی۔ بچیس چھبیس سال کی خوبصورت عورت نے دروازہ کھولا۔ مجھے حیرت سے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر پوچھا

"کس سے ملنا ہے؟"

"آپ راجندر کی بہن ہیں؟"

"ہاں ۔۔"

"مجھے راجندر سے ملنا ہے۔"

"کیوں؟"

"کچھ بزنس کی بات ہے۔"

"وہ تو ہے نہیں۔"

"میرا بزنس بہت ضروری ہے جس میں راجندر کا بھی فائدہ ہے۔ میں اس کو کہاں تلاش کر سکتا ہوں؟"

"یہ بتانا تو بہت مشکل ہے۔ البتہ یہ میں بتا سکتی ہوں کہ وہ رات کو نو بجے کہاں ہوگا۔"

"یہی بتا دیجئے۔"

"نو بجے وہ بارڈی کے پاس ہوگا۔"

"بارڈی کون ہے؟"

"تم بارڈی کو نہیں جانتے۔ وہ مدن کے لئے کام کرتا ہے۔"

"مدن بلو نائٹ کلب والا۔"

"وہی۔" عورت نے سر ہلایا۔

"بارڈی کہاں رہتا ہے؟"

اس نے مجھے ایک پتا بتا دیا جو میں نے ڈائری میں نوٹ کر لیا اور عورت کا شکریہ ادا کر کے واپس چل دیا۔

اب نو بجے تک مجھے فرصت تھی اس لئے اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا ۔۔ دوسری طرف سے جواب ملا۔

"ڈیڈی ۔۔" یہ جاوید کی آواز تھی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے۔ میں تین بار فون کر چکا ہوں۔"

"کیوں؟"

"میں اس شہر سے اکتا چکا ہوں۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ یہاں ایک تو کوئی کام نہیں۔ دوسرے یہاں کی لڑکیاں عجیب ہیں، میری طرف توجہ ہی نہیں دیتیں۔"

"کیا کرتی ہیں؟"

"بس دیکھتی ہیں۔ کاندھے اچکاتی ہیں اور پاس سے گزر جاتی ہیں۔"

"تم بالوں کا اسٹائل بدل دو۔"

"صبح سے چار اسٹائل بدل چکا ہوں۔"

"تو مونچھیں بڑھا لو ۔۔ میرا مطلب ہے نقلی لگا لو۔"

"تین قسم کی مونچھیں بھی بدل چکا ہوں۔"

"داڑھی لگا کر دیکھ لو۔"

"وہ بھی کر لیا۔ ایک لڑکی ہنس کر گزر گئی ۔۔ دوسری کچھ کہنے والی تھی کہ میں جلدی سے آگے بڑھ گیا۔"

"یہاں کی لڑکیاں ذہین معلوم ہوتی ہیں۔"

"ذہین! یہاں کی لڑکیوں سے زیادہ احمق لڑکیاں مجھے ساری

دنیا میں نہیں ملیں۔"

"پھر تو ایک ہی صورت ہے۔"

"کیا؟"

خودکشی کر لو۔"

"ابھی نہیں۔ ابھی تو بہت سے ارمان دل میں باقی ہیں چار شادیاں کرنی ہیں۔ کم از کم دو درجن بچے تخلیق کرنے ہیں۔ مرنے کے بعد لاکھ ہی تو نشانی رہ جاتی ہے۔ میں اپنے بچوں میں سے دو کو جاسوس اور دو کو جرائم پیشہ ضرور بناؤں گا۔ باقیوں کو مختلف برانچوں میں لگادوں گا۔ ڈاکٹر، فلاسفر، شاعر، پہلوان ہر قسم کا آدمی خاندان میں ہو ہی جائے تو فائدہ رہتا ہے۔"

اچانک ایک نیا خیال میرے ذہن میں آیا۔ میں نے کہا۔

"تم تنہائی سے بور ہو چکے ہو۔"

"جی ہاں۔"

"تو میں تمہیں کام بتاتا ہوں۔ اور کام بہت خوبصورت ہے۔"

"کوئی لڑکی ہے؟"

"اگر یہ بات ہے تو میں چند گھنٹوں کے لئے اپنے ہوٹل کی فون آپریٹر پہ عاشق ہونے کا ارادہ ملتوی کر سکتا ہوں۔"

"گویا ابھی تک تم عاشق نہیں ہوئے۔"

"دن کی ڈیوٹی میں ایک بوڑھی آپریٹر تھی ـــــ رات کو جوان آنے والی ہے۔"

"اچھا تو تم پتا لکھ لو۔ یہ مسٹر للت مہتہ کا پتہ ہے۔"

"اوہ آپ اس کی بیوہ کی نگرانی کرانا چاہتے ہیں۔"

"ہاں۔"

"چوبیس گھنٹے ـــ؟"

"نہیں ـــ فی الحال دن ہی دن میں ٹھیک رہے گی۔ رات آٹھ نو بجے تک ـــ"

"او کے پتہ لکھا دیجئے:

میں نے جاوید کو پتا لکھا دیا۔ اور فون رکھ کر وقت گزارنے کے لئے سو گیا۔

○

ٹھیک نو بجے میں نے ایک چار منزلہ عمارت کی چوتھی منزل کے اکیلے فلیٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دراصل یہ فلیٹ بھی نہیں تھا بلکہ برساتی کا کمرہ تھا۔ دروازے کے باہر کافی بڑا ٹیرس تھا۔ چند سیکنڈ بعد دروازہ کھلا۔ گورے رنگ اور ٹھگنے قد کے ایک آدمی نے دروازہ کھولا جس کے چہرے میں نسوانیت تھی۔ اور جب وہ بولا تو آواز میں بھی کسی قدر نسوانیت تھی۔ اس نے پوچھا۔

"فرمایئے۔"

"مجھے مسٹر راجندر سے ملنا ہے۔"

"کیوں؟" اس نے مجھے متجسس نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ بزنس کی بات کرنی ہے۔"

"کس بزنس کی؟"

"یہ میں ان ہی کو بتاؤں گا۔"

"مجھے کیوں نہیں بتاؤ گے؟"

"کیا تم مسٹر راجندر کے سکریٹری ہو۔ میں نے جل کر کہا۔ اگر وہ یہاں ہے تو اس سے کہہ دو مجھے اس سے کچھ کام ہے۔"

اس آدمی نے حلق سے عجیب آواز نکالی اور اندر چلا گیا۔

دو منٹ بعد تیئیس چوبیس سال کا ایک خوبصورت شخص باہر آیا۔ مجھے دیکھ کر کہا۔

"تمہیں مجھ سے ملنا ہے؟"

"اگر تمہارا نام راجندر ہے تو تم سے ہی ملنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا یہی نام ہے۔ ویسے ہارڈی نے تمہیں پسند نہیں کیا۔ ہا مجھے بھی ہارڈی پسند نہیں کیا۔"

"جس شخص کو ہارڈی پسند نہیں کرتا۔ مجھے بھی وہ شخص پسند نہیں آتا۔" اس نے کاندھے اچکا کر جواب دیا۔ میں نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے کہا۔

"مجھے ایک پستول کی ضرورت ہے۔"

ہم دونوں ٹہلتے ہوئے ٹیرس کے کنارے تک پہنچ گئے تھے۔ ایک گز اونچی دیوار کے دوسری طرف چار منزلہ گہرائی تھی۔ راجندر نے رک کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو میرے پاس کیوں آئے ہو؟ شہر میں بہت سی دوکانیں ہیں۔"

"پولیس میری تلاش میں رہتی ہے۔ اس لئے مجھے بغیر لائسنس کا پستول چاہیے۔"

"پھر بھی تم میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"دو سال پہلے تم نے میرے ایک دوست کو بغیر لائسنس کا پستول بیچا تھا۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا

"کس دوست کو؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

"تم جانتے ہو اس نے اپنا نام نہ لینے کی ہدایت کر دی تھی" اس بار اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو؟"

"میرا نام سنیل مہتہ ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور میں مرحوم مہتہ کا بھائی ہوں۔"

بالکل ایسا لگا جیسے راجندر نے بٹن دبایا ہو اور چاقو اس کے ہاتھ میں آگیا ہو۔ میں پہلے سے ہوشیار تھا۔ میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے وار کیا۔ میں نے جھک کر اس کا وار خالی کر دیا اور پھر اُٹھتے

ہوئے اس کے چاقو والے ہاتھ کی کلائی پکڑلی، وہ طاقت ور تھا لیکن ناتجربہ کار تھا۔ اس نے کلائی چھڑانے کی کوشش کی۔ میں نے جوجِتسو کا آسان وار کیا اور اس کا جسم ہوا میں دائرہ بناتا ہوا فرش پر آ پڑا۔

میں نے پھرتی سے اس کا چاقو اٹھا لیا اور اپنا بوٹ اس کے منھ پر رکھ کر ذرا سا زور دیا۔ اس کے منھ سے چیخ نکلی۔ اسی وقت ایک آواز نے کہا۔

"زیادہ زور سے مت دبانا ورنہ اس کا خوبصورت چہرہ بگڑ جائے گا اور اس کی محبوبائیں تمہیں گالیاں دیں گی۔"

میں نے سر گھما کر آواز کی جانب دیکھا۔ ہم سے چند گز کے فاصلے پر ہارڈی کھڑا تھا اور ہارڈی کے ہاتھ میں پستول تھا۔

میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ راجندر جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنا منھ سہلاتے ہوئے بولا

"اس سے کہو یہ میرا چاقو تو دے دے۔"

ہارڈی نے مجھے مخاطب کر کے کہا "سُنا تم نے؟"

"میں یہ چاقو اپنے پاس رکھوں گا راجندر کی نشانی کے طور پر" میں نے جواب دیا۔

"تم جانتے ہو میں تمھیں گولی مار سکتا ہوں۔"

"میرے جس دوست نے مجھے یہاں بھیجا ہے وہ یہ ہرگز پسند نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ تمہارے پستول کی گولی کھا کر بھی میں تم میں سے ایک کو چھت سے نیچے پھینک سکوں گا۔"

اس بار ہارڈی نے راجندر کو مخاطب کر کے کہا۔

یہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے سر میں سوراخ نہیں کر سکتا۔ ذرا اس کو بتاؤ راجندر کہ میرا نشانہ کیسا ہے۔"

"ہارڈی" راجندر نے ٹھوڑی ملتے ہوئے کہا "یہ میر ملت سنہ کا بھائی ہے اور تم جانتے ہو کہ لڑکیاں آنے والی ہیں اس لئے میں یہاں ہنگامہ نہیں چاہتا۔ اس کو جانے دو۔"

"تم اس سے بدلہ نہیں لینا چاہتے؟"

"اب نہیں۔ اگر یہ مور گروہ میں رہے گا تو بدلہ لینے کے بہت چانس ملیں گے۔"

"او کے مسٹر" ہارڈی نے مجھ سے کہا "تم خوش قسمت ہو اس لئے اب فوراً یہاں سے کھسک جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ میں یا راجندر اپنا ارادہ بدل دیں۔"

"مجھے امید ہے کہ تم دونوں سے جلد ہی پھر ملاقات ہوگی" میں نے زینے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس وقت میرا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ میرے گھومتے ہی گولی نہ چلا دے۔ لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور میں خیریت سے سڑک پر واپس آ گیا۔

○

بلونائٹ کلب کا ذکر فائل میں تھا اور کچھ مدن کے بارے میں بھی۔ رپورٹ کے مطابق مدن کا توشی پر کافی اثر تھا۔ یا تو وہ آپس میں محبت کرتے تھے یا مدن کا توشی پر کوئی دباؤ تھا چنانچہ میں نے ایک نظر بلونائٹ کلب دیکھنا بھی ضروری سمجھا۔

کلب عام کلبوں کی طرح تھا۔ پہلے ایک بڑا سا ہال تھا جس کے ایک سرے پر بار تھا اور دوسرے سرے پر چھوٹا سا اسٹیج جس پر ایک نیم عریاں لڑکی بڑے فحش قسم کا رقص کر رہی تھی۔ اسٹیج کے سامنے بال روم ڈانس کے لئے بھی چھوٹی سی جگہ تھی۔ میں ایک خالی ٹیبل پر جا کر بیٹھ گیا اور بیرے کا انتظار کرنے لگا۔

بیرے سے پہلے ایک لڑکی آ گئی

"کیا آپ اکیلے ہیں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"فی الحال تو اکیلا ہی ہوں۔"

"اگر آپ کو ساتھی کی ضرورت ہو تو میں۔۔۔؟"

وہ خوبصورت تھی۔ عمر پچیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔

میں سمجھ گیا کہ وہ کلب کی جانب سے گاہکوں کو بے وقوف بنانے کے لئے ہے۔ یعنی دولت مند نوجوانوں کو پھانس کر اپنے لئے وسکی منگاتی رہے اور ہر بار بیرا اس کے گلاس میں کوکو کولا لاتا ہے۔ بل میں سے جو تہائی اس کا حصہ۔۔۔؟ یہ جانتے ہوئے میں نے مسکرا کر کہا

"بیٹھ جاؤ۔ مجھے اگرچہ ساتھی کی ضرورت نہیں لیکن یہ تمہاری روزی کا معاملہ ہے۔ تم کسی گاہک کے ساتھ بیٹھ کر وسکی نہیں پیوگی تو کمیشن کیسے ملے گا۔"

اس نے گھور کر مجھے دیکھا اور بیٹھتے ہوئے بولی۔

"آدمی خطرناک نظر آتے ہو۔"

"عورتیں مجھے خطرناک یعنی اپنی ناک کے لئے خطرہ سمجھتی ہیں۔ کیا پیوگی؟"

"اگر تمہارا خیال ہے کہ میں تمھیں بے وقوف بناؤں گی تو پھر کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"یہ میرا فرض ہے، کیونکہ اب تم میری مہمان ہو۔"

"او کے بیرے سے وسکی منگا دو۔"

میں نے بیرے کو بلا کر وسکی کا آرڈر دیا۔ پھر اس سے کہا "اگر تم مناسب سمجھو تو ہم آپس میں تعارف کر لیں۔ میرا نام سنبل ہے۔"

"میرا نام پرمیلا ہے۔"

پرمیلا نام سن کر میں چونکا۔ آج ہی امی چند نے راجندر اور پرمیلا کا ذکر کیا تھا۔

"کیا آج کل تم راجندر کے ساتھ نہیں رہتیں؟" میں نے

فوراً اندھیرے میں تیر چلایا۔

"تم راجندر کو جانتے ہو؟" اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"ہاں ۔۔"

"لیکن میں نے کبھی تمہیں اس کے ساتھ نہیں دیکھا۔"

"میں زیادہ عرصہ باہر رہتا ہوں۔ آج ہی آیا ہوں۔ راجندر ان دنوں کہاں رہتا ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔" پرمیلا نے ہونٹ بچکا کر کہا۔ "میں اس کے ساتھ نہیں رہتی۔"

"کیوں؟"

"وہ کمینہ ہے۔ میں نے اس کے لئے سب کچھ کرنا قبول کیا اور اب اس کے پاس پیسہ آنے لگا ہے تو مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔"

"پیسہ کہاں سے آنے لگا ہے؟"

"آج کل وہ کوکین، ہیروئن اور چرس کا دھندا کر رہا ہے۔"

"کس کے لئے؟"

"اپنے لئے"

"لیکن اس کا دوست ہارڈی تو اس کلب کے منیجر مدن کے لئے کام کرتا ہے۔"

"تم سب کچھ جانتے ہو۔" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔

"سب کچھ نہیں۔ بہت سی باتیں میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"کیسی باتیں؟"

"مثلاً یہ کہ اس کلب میں کھلے عام جوا ہوتا ہے اور پولیس کبھی چھاپا نہیں مارتی۔۔ کیوں۔۔؟"

"پیسے میں بڑی طاقت ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے شہر کی تمام پولیس مدن کی غلام ہے۔"

"تقریباً۔"

"پھر تو مدن دیکھنے کی چیز ہے۔"

"یقیناً ہے۔ اگر تم نے کبھی انسان نما مینڈک۔۔ یا مینڈک نما انسان نہیں دیکھا تو مدن کو ضرور دیکھو۔ لیکن ذرا ہوشیار رہنا اور اس کے ساتھ کوئی چالاکی کرنے کی کوشش نہ کرنا۔۔ بہت خطرناک ہے۔"

"تم اس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہو۔"

"میں نہیں جانوں گی تو اور کون جانے گا۔ میں اس کی ملازم ہوں۔ جب اس کا جی چاہتا ہے وہ مجھے بلا لیتا ہے۔"

مجھے حیرت ہوئی کہ اس کے لہجے میں حقارت اور نفرت تھی میں نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے وہ تمہیں پسند نہیں۔"

"بس اس وقت اچھا لگتا ہے جب وہ مجھے تنخواہ دیتا ہے۔"

مدن کا اتنی بار اور اتنے لوگوں سے ذکر سن چکا تھا کہ اس سے ملے بغیر چارہ نہیں رہا تھا۔ میں نے پرمیلا کو دو پیگ اور منگا کر دیئے۔ ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ پھر بہانہ کر کے اسکو ٹال دیا اور گھومتا ہوا بار والے ہال میں آیا۔ جہاں بہت سی مشینیں جوا کھیلنے کے لئے تھیں جن پر لوگ جوا کھیل رہے تھے اور ہار رہے تھے۔

جوا کھیلنے اور کھلانے کے بارے میں یہ مسلّم اصول ہے جوا کھلانے والا ہمیشہ فائدے میں رہتا ہے۔ جوا کھیلنے والے کا چانس صرف ایک فی صد ہوتا ہے۔

میں ایک رولٹ مشین پر جا کھڑا ہوا۔ چند روپے ہارنے کے بعد میں نے مشین کے انچارج سے پوچھا۔

"کیا یہاں بڑا گیم ہوتا ہے؟"

"پچاس ہزار تک اندر کمرے میں۔" اس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ میں اس دروازے میں داخل ہوا تو دیکھا یہ بھی ایک چھوٹا سا ہال تھا اور مختلف ٹیبلوں پر لوگ تاش کھیل رہے تھے۔۔ رمی ۔۔ فلیش، برج ۔۔ غرض کہ ہزاروں روپے کی ہار جیت ہو رہی تھی۔

کمرے میں دو تین آدمی سیاہ سوٹ پہنے پھر رہے تھے جن کی صورتوں سے غنڈہ پن برس رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ کمرے میں سکون اور امن و امان قائم رکھنے کے لئے ہیں۔

میں نے آگے بڑھ کر ان میں سے ایک سے پوچھا۔

"کیا مسٹر مدن یہاں کلب میں موجود ہیں؟"

"ہاں ہیں ۔۔ کیا بات ہے؟"

"میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں ۔۔؟"

"کام ان ہی کو بتاؤں گا۔"

اس نے ایک دروازے کی جانب اشارہ کر کے کہا "باہر کوری ڈور میں ان کا آفس ہے۔"

میں اس کمرے سے باہر نکلا تو ایک کوری ڈور تھا اور آخری سرے پر ایک دروازہ تھا جس پر مدن کے نام کی تختی لگی تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔ فوراً ہی اندر سے جواب ملا۔

"کم ان ۔۔"

میں اندر داخل ہوا۔ کمرے میں اس وقت صرف دو آدمی تھے۔ ایک چھ سوا چھ فٹ قد کا کریل آدمی صوفے پر لیٹا تھا۔ دستے پر ایک ہولسٹر لٹکا ہوا تھا جس میں پستول تھا۔

مدن میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا سگار پی رہا تھا۔ پرمیلا نے اس کا بالکل صحیح حلیہ بتایا تھا۔ واقعی ایسا لگتا تھا کہ وہ انسان اور مینڈک کی مخلوط نسل ہے۔

مدن نے مجھے گھور کر دیکھا اور بڑے پُراخلاق لہجے میں کہا۔ فرمایئے ۔۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"میں نے سُنا ہے کہ آپ اس شہر کے بے تاج بادشاہ ہیں۔"

"یہ مبالغہ ہے۔" اس نے جواب دیا ۔ "مجھے یہ بزنس سنبھالے صرف دو سال ہوئے ہیں۔"

"اس کے باوجود شہر بھر میں آپ کی شہرت ہے۔"

"شکریہ ۔ کیا آپ صرف میری تعریف کرنے آئے تھے۔"

"جی نہیں ۔۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ بہت اچھے آقا بھی ہیں۔ آپ کی ملازمت کر کے ہر شخص خوش رہتا ہے ۔ میں بھی ملازمت چاہتا ہوں۔ میں کسی قسم کے خطروں سے نہیں گھبراتا اور آرڈر ملنے پر کوئی سوال نہیں پوچھتا۔"

اس بار اس نے مجھے تنقیدی نظروں سے اوپر نیچے دیکھا۔ پھر سوال کیا۔

"خطروں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں موت سے نہیں ڈرتا۔"

"تو میرے پاس ہی کیوں آئے ہو؟"

"آپ کے کئی ملازموں سے میری بات چیت ہوئی ہے۔ ان سب کی رائے یہ ہے کہ آپ اپنے ملازموں کو خوش رکھنا جانتے ہیں۔"

مدن کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی جس سے اس کا چہرہ اور بھیانک ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"تو تم کیا کر سکتے ہو؟"

"دنیا کا ہر کام ۔ میرا مطلب ہے میں ٹیکنیکل کام نہیں جانتا۔ ہاتھوں اور جسم سے جو کام لئے جا سکتے ہیں وہ میں سب کر سکتا ہوں۔"

"[illegible]نا جانتے ہو؟"

"[illegible] پچیس گز کے فاصلے سے سوئی گولی سے اڑا سکتا ہوں۔"

"لڑنا جانتے ہو؟"

"لڑ سکتا ہوں۔"

"گارگی۔" اس بار اس نے صوفے پر بیٹھے دیو کو مخاطب کر کے کہا "ذرا کھڑے ہونا۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کیا یہ شخص تم سے لڑ سکتا ہے۔"

گارگی نے ایک جمائی لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ دو تین بار ہاتھ کھولے اور میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔

اس سے لڑنا آسان کام نہیں تھا۔ میں نے بائیں ہاتھ کا گھونسا چلایا۔ اس کا سر تیزی سے ایک طرف ہو گیا۔ لیکن میں نے اسکو سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ جیسے ہی اس نے میرے بائیں گھونسے سے بچنے کے لئے سر پیچھے کیا میں نے دائیں ہاتھ کا گھونسا اس کے پیٹ میں گھسا دیا۔

اس گھونسے کو گارگی نے اپنی توہین سمجھا اور اس نے مجھ پر دشمنوں کی طرح وار کرنے شروع کر دیئے۔ مشکل یہ تھی کہ میں مدن کو یہ بھی بتانا نہیں چاہتا تھا کہ میں لڑائی کے کئی فنون میں ماہر ہوں، اسلئے میں اناڑیوں کی طرح ہاتھ چلا رہا تھا۔

آخر ایک بار موقع پا کر میں نے اس کی گردن پر ہلکا سا کراٹے کا وار کیا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو اس وار سے پریشان ہو جاتا۔ گارگی کی صرف آنکھیں پھیل گئیں اور اس کے جسم کی رفتار سُست پڑ گئی۔ چونکہ یہ صرف دوستانہ مقابلہ تھا اس لئے میں نے اپنے سر کی ٹکر اس کے سینے میں اس طرح ماری کہ وہ صوفے پر جا گرا اور وہیں بیٹھا رہ گیا۔

○

بس اب اُٹھنے کی ضرورت نہیں گارگی ۔" اس نے کہا۔ "میں نے صرف اس لڑکے کو آزمانے کے لئے تمہارے ساتھ کھڑا کیا تھا۔ تم نے اس سے سچ مچ لڑنا شروع کر دیا۔ لڑکا واقعی پھرتیلا ہے۔"

"[illegible]س نے دھوکے سے میرے گھونسا مارا تھا۔" گارگی نے غصے سے کہا۔ "ورنہ اس بچے کی کیا حیثیت ہے کہ میرے ہاتھ مار سکے۔"

"او کے ۔ [illegible] غصہ ہونے کی ضرورت نہیں۔" پھر [illegible]س نے مخاطب کر کے کہا "آل رائٹ۔"

"میں تمہیں ملازم رکھ سکتا ہوں۔ کل دوپہر کو تم میری کوٹھی پر آ کر مجھ سے ملو۔"

"تھینک یو سر۔" [illegible] نے سیلوٹ دے کر کہا

"تمہارا نام کیا ہے"

"سنیل۔"

"اچھا۔ اب تم جاؤ۔"

"میں دوسری بار سیلوٹ کر کے واپس چل دیا۔ لیکن میں جیسے ہی دروازہ بند کر کے کوری ڈور میں واپس آیا، سامنے والے دروازے سے بارڈی کوری ڈور میں داخل ہوا۔ مجھے دیکھتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اس نے پستول نکال لیا۔ [illegible] مجھے نشانہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

ہارڈی کو وہاں دیکھتے ہی میں سمجھ گیا کہ ملازم ہونے کا میرا سارا ڈرامہ بے کار ہو گیا۔

پھر بھی میں نے ہمت سے کام لے کر کہا

"اور تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"شٹ اپ تم جانتے ہو میں مسٹر مدن کے لئے کام کرتا ہوں۔ چلو گھوم جاؤ باس کے دفتر میں واپس چلو۔"

"اور اگر میں نہ جاؤں؟" میں نے اس کی طرف ایک قدم بڑھا کر کہا۔

"اور آگے مت بڑھو" ہارڈی نے خود ذرا سا پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "اگر تم آگے بڑھے تو میں گولی مار دوں گا۔"

"میرا خیال ہے مسٹر مدن یہ پسند نہیں کریں گے" میں نے ایک قدم اور آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"دیکھو دیکھو — میں آخری وارننگ دیتا ہوں، ٹھہرو۔ ورنہ گولی ۔۔۔"

اس کے الفاظ ادھورے رہ گئے۔ میرے پیچھے دفتر کا دروازہ کھلا۔ میں نے ذرا گھوم کر کنکھیوں سے دیکھا۔

وہ گارگی تھا جس کو ابھی ابھی میں نے اپنا دشمن بنا لیا تھا۔

"گارگی اس پر حملہ کر دو" ہارڈی بولا "یہ خطرناک ہے۔"

گارگی کو اپنا بدلہ چکانے کا موقع مل گیا۔ اس نے مجھ پر چھلانگ لگا دی — میں تیار تھا۔ پھرتی سے میں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر اس کے منہ پر گھونسا مارا۔

وہ منہ کے بل دھم سے زمین پر گرا۔ میری توجہ گارگی پر تھی۔ ہارڈی نے اچانک دوسری طرف سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں اس کے حملے سے بچنا چاہتا تھا کہ نیچے گرے ہوئے گارگی نے میری ٹانگیں پکڑ کر کھینچ لیں۔ میں نیچے گر پڑا۔ دونوں مجھ پر سوار ہو گئے۔ اسی وقت پھر دروازہ کھلا۔ اس بار باہر سے آنے والا مدن تھا۔ یہ منظر دیکھ کر ایک لمحے کے لئے وہ ساکت رہ گیا۔ پھر غصے سے بولا۔

"گارگی میں نے کہا تھا کہ میں اپنے ملازموں کے درمیان لڑائی پسند نہیں کرتا اور ہارڈی تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

ہارڈی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اور مجھے پستول سے نشانہ بناتے ہوئے بولا۔

"باس یہ آدمی خطرناک ہے۔"

"کیا تم اسے جانتے ہو؟"

"ہاں باس — یہ مرحوم للت مہتہ کا بھائی ہے۔ ابھی ایک گھنٹہ پہلے یہ راجندر کی تلاش میں میرے پاس آیا تھا۔ اس نے راجندر کو مارا۔ یہ اس سے اپنے بھائی کے قتل کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔"

مدن نے میری طرف تیز نظروں سے دیکھا۔ پھر ہارڈی سے سوال کیا۔

"کیا راجندر نے اسے کچھ بتایا؟"

"نہیں۔ میں عین وقت پر آ گیا تھا۔"

"یہ راجندر بھی اب خطرہ بنتا جا رہا ہے۔ وہ اب کہاں ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں باس۔"

"لیکن وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے۔"

"نہیں باس — بالکل نہیں۔"

"تم اس کو تلاش کر کے میرے پاس لاؤ، لیکن پہلے ہال سے پرشاد کو بلا لو اور تم گارگی اس دھوکے باز کو اندر لے آؤ۔ میں ایسے آدمیوں کو قطعی پسند نہیں کرتا جو مجھ سے جھوٹ بولیں۔"

گارگی کے پاس پستول تھا۔ اس نے نال میرے سر سے لگا کر کہا "چلو آگے چلو۔"

میں اس کے ساتھ دوبارہ دفتر میں آ گیا۔ ہارڈی واپس چلا گیا۔ دو منٹ بعد ہی وہ ایک ادھیڑ عمر آدمی کے ساتھ واپس آیا۔ مدن نے اس سے کہا۔

"مسٹر پرشاد۔ یہ شخص میرے دفتر میں چوری کرنے آیا تھا۔ عین وقت پر پکڑا گیا۔ تم اس کو گرفتار کر لو۔"

پرشاد سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس نے جیب سے ہتھکڑیاں نکال کر مجھے پہنا دیں۔ اب مجھے پتا چلا کہ وہ کوئی پولیس افسر تھا۔ اس واقعے سے مجھے یہ بھی یقین آ گیا کہ شہر کی تمام پولیس مدن کی زرخرید تھی۔ گویا مدن واقعی سارے شہر کا باس تھا۔

لیکن یہ بات عجیب تھی۔ مدن چالاک ہو سکتا تھا۔ مگر اتنا ذہین نہیں ہو سکتا کہ باقاعدہ کوئی تنظیم چلا سکے۔

"اس پر کیا کیا جرم عائد کروں مسٹر مدن؟" پولیس افسر نے پوچھا۔

"ڈاکہ اور قاتلانہ حملہ کافی رہے گا۔"

"جی ہاں — اور پولیس افسر کے کام میں رکاوٹ ڈالنا ڈیوٹی پر موجود پولیس افسر کو گالی دینا وغیرہ وغیرہ۔"

"لیکن نہیں — اچانک مدن نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مسٹر پرشاد میں اس آدمی کو ایک چانس دینا چاہتا ہوں۔ یہ للت مہتہ کا بھائی ہے اس کو جان لینا چاہئے کہ اس شہر میں اب اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اس کو شہر سے چند میل باہر چھوڑ آؤ۔ اگر یہ عقلمند ہو گا تو پھر کبھی اس شہر میں واپس نہیں آئے گا اور اگر یہ پھر واپس آ جائے تو تم جانتے ہو کہ تم کیا کرو گے؟"

"بہت اچھا مسٹر مدن — آپ واقعی رحم دل ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے مجھ سے "تم خوش قسمت ہو احمق آدمی تمہیں مسٹر مدان کا احسان مند ہونا چاہیئے۔"

میں نے بات بڑھانی مناسب نہ سمجھی اس لئے کہا — "میں احسان مند ہوں۔"

میں پولیس افسر کے ساتھ چل دیا۔ وہ مجھے کلب کے پچھلے دروازے سے باہر لایا۔ جہاں ایک کار کھڑی تھی۔ وہ مجھے کار میں بٹھا کر چل دیا۔

میرے ہاتھوں میں ابھی تک ہتھکڑیاں تھیں۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا یہ تمہاری اپنی کار ہے؟"

"ہاں —"

"اس شہر میں پولیس والوں کو بہت زیادہ تنخواہیں ملتی ہیں؟"

"ہونہہ تنخواہ — تنخواہ کی کس کو پرواہ ہے۔ تم واقعی خوش قسمت ہو مسٹر۔ اگر مسٹر مدن چاہتے تو تم اس وقت جیل میں ہوتے۔"

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"فکر مت کرو۔ میں تمہیں ایسی جگہ چھوڑوں گا جہاں تمہیں دوسرے شہر کے لئے بس مل جائے گی۔"

میں خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ہم شہر سے باہر نکل آئے آخر تین چار میل دور اس نے ایک جگہ گاڑی روک کر کہا

"یہاں اتر جاؤ۔"

"کیا میں ہتھکڑیوں کے ساتھ جاؤں گا؟"

"باہر نکلو۔ میں ہتھکڑیاں کھولتا ہوں۔"

میں باہر نکل آیا۔ اس نے ہتھکڑیاں کھول کر جیب میں رکھ لیں۔

میں نے پوچھا۔

"کیا تم انسپکٹر ہو؟"

"سب انسپکٹر۔"

"شہر کے حالات سے مطمئن ہو؟"

"کیوں نہیں۔ شہر میں کیا خرابی ہے؟"

"کچھ نہیں۔ صرف یہاں قانون نہیں۔"

"قانون ہم ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی اس کے جانے کے بعد مجھے آدھا گھنٹہ انتظار کرنا پڑا۔ تب کہیں جا کر ایک ٹرک نظر آیا۔ ٹرک والے نے دس روپے کے لالچ میں مجھے ٹرک میں بٹھا لیا اور واپس شہر پہنچا دیا۔

○

اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اس لئے میں ایک ریسٹوران میں گھس گیا اور کافی منگا کر پینے لگا۔ ٹیبل پر شام کا اخبار پڑا تھا میری نظر اس کی ایک سرخی پر پڑ گئی۔

"گلاس فیکٹری کے باہر ایک لاش پائی گئی۔"

نیچے خبر کی تفصیل اس طرح تھی

"آج دوپہر اورینٹل گلاس فیکٹری کے باہر نالے میں ایک ادھیڑ عمر مرد کی لاش پائی گئی۔ بعد میں تحقیق پر پتا چلا کہ وہ شخص فیکٹری میں کام کرتا تھا۔ وہ مزدوروں کے خلاف مالکوں کو خبر کرتا رہتا تھا۔ اندازہ ہے کہ مزدوروں نے غصے میں اس کو قتل کر دیا — پولیس تحقیق کر رہی ہے۔"

خبر پڑھ کر میں سمجھ گیا کہ وہ بھی ضرور کوئی ہمارے محکمے کا آدمی ہو گا۔ یہ گیارھواں قتل تھا۔

جس بیرے نے مجھے کافی لا کر دی تھی وہ قریب کھڑا تھا — میں نے اس سے سوال کیا۔

"کیا اس شہر میں اکثر قتل ہوتے رہتے ہیں؟"

"قتل ہر شہر میں ہوتے ہیں سر۔" اس نے جواب دیا — "یہاں زیادہ قتل فیکٹری میں ہوتے ہیں۔ جہاں غنڈے بھرے ہوئے ہیں۔"

میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اچانک ریسٹوران کے دروازے میں ایک انسانی سایہ نظر آیا۔ وہ راجندر تھا۔

میں نے جلدی سے دوسری طرف منہ پھیر لیا کہ کہیں وہ مجھے پہچان نہ لے۔

راجندر نے دروازے میں رک کر ایک نظر پورے ہال پر ڈالی۔ پھر کاؤنٹر پر پہنچ کر کچھ کہا۔ فوراً کاؤنٹر کلرک نے چمڑے کا بریف کیس اٹھا کر اس کو دے دیا۔ راجندر بریف کیس لے کر واپس چل دیا۔

وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میرے ذہن میں خیال پیدا ہوا۔ مجھے اس کا پیچھا کرنا چاہیئے۔

یہ سوچ کر میں نے جلدی جلدی کافی حلق میں انڈیل لی۔ پلیٹ میں دو روپے رکھے اور بیرے کو روپے اٹھانے کا اشارہ کر کے باہر کی طرف چل دیا۔

باہر نکل کر دیکھا کہ راجندر پیدل ہی ایک طرف کو جا رہا ہے میں کچھ فاصلہ دے کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔

تقریباً دو فرلانگ چلنے کے بعد وہ ایک بلڈنگ میں گھس گیا۔ میں اس بلڈنگ کے تاریک دروازے میں چھپ گیا۔ چند منٹ بعد وہ واپس آیا اب اس کے ساتھ ایک

عورت تھی۔ اندھیرے میں میں اس کی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا صرف آواز سن سکتا تھا۔ وہ خوشامد کے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"راجندر یہ تو سوچو تم کبھی مجھ سے محبت کرتے تھے۔"

"یہ ٹھیک ہے۔" راجندر کی آواز سنائی دی۔ "لیکن بزنس بزنس ہے مالتی۔۔۔"

"میں نے تمہاری خاطر اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ تم نے میری عزت میرا حسن اور میری جوانی سب کچھ لوٹ لیا۔"

"میں یہ قصے سننے نہیں آیا۔"

"مگر میں مر رہی ہوں۔ تین دن سے مجھے نیند نہیں آئی اگر آج تم نے میری سپلائی نہ دی تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"میں تمہیں پچھلے ہفتے بھی ادھار دے گیا تھا۔"

"میں جانتی ہوں۔ لیکن اس ہفتے میں صرف چند گاہک ملے جن سے گھر کا خرچ بھی مشکل سے چل سکا۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔ پچھلے ہفتے کے تیس روپے دو۔ میں سپلائی تمہیں دے دوں گا۔"

"اتنے کٹھور مت بنو راجندر پلیز۔۔۔"

"بزنس میں میرا ایک پارٹنر ہے جس کو مجھے حساب دینا ہوتا ہے۔"

ایک گہرا سانس لے کر لڑکی نے کہا۔

"اچھا ظالم۔۔۔ بے مروت۔۔۔ یہ لے تیس روپے۔ اس کے بعد میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ میری بچی بیمار ہے۔ کل کو اس کی دوا بھی نہ آ سکے گی۔"

"میں نے دنیا بھر کے خاندانوں کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔ راجندر نے جواب دیا۔ پھر نوٹ کھڑکھڑانے کی آواز سنائی دی۔

پھر عورت کے گہرا سانس لینے کی آواز۔

میں سمجھ گیا کہ راجندر نے افیم یا کوکین کی سپلائی لڑکی کو دے دی ہے۔ اس کے بعد لڑکی اوپر واپس چلی گئی اور راجندر باہر کی طرف چل دیا۔

کچھ فاصلہ دے کر میں پھر اس کے پیچھے چل دیا۔ مجھے خوشی تھی کہ وہ پیدل چل رہا تھا۔ اگر اس کے پاس گاڑی ہوتی تو اس کا تعاقب کرنا مشکل ہو جاتا۔

ایک گھنٹہ ہم آگے پیچھے چلتے رہے۔ اس دوران وہ کئی عمارتوں میں گیا اور دو چار منٹ بعد کر واپس آ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ ان عمارتوں میں اس کے گاہک رہتے ہیں۔

پھر وہ چلتے چلتے للت مہتہ کے مکان تک پہنچ گیا۔

اسی وقت پیچھے سے ایک کار کی آواز سنائی دی۔ میں نے گھوم کر دیکھا۔ پھر سامنے کی طرف دیکھا تو راجندر غائب ہو چکا تھا

[illegible] رہا ہے۔ اس لئے میں بھی جلدی سے ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا۔ وہ کار میرے قریب سے گزری تو مجھے پتا چلا کہ میری چھٹی حس نے خطرے کو صحیح طور پر محسوس کیا تھا۔۔۔ کار ڈسی میں بارڈی تھا۔ اگر وہ مجھے دیکھ لیتا تو شہر کی پولیس میری تلاش میں لگ جاتی۔ اور بہت ممکن تھا کہ پولیس کی جانب سے اعلان ہوتا کہ مجھے دیکھتے ہی گولی مار دی جائے۔

بارڈی کی کار للت مہتہ کی کوٹھی کے سامنے پہنچ کر ذرا سست ہوئی اور پھر آگے بڑھ گئی۔ کار کے نظروں سے غائب ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ راجندر ایک عمارت کی آڑ سے نکلا اور للت مہتہ کی کوٹھی کی طرف چلا گیا۔ میں تیز چلتا ہوا کوٹھی تک پہنچا تو وہ دوسری بار غائب ہو چکا تھا۔ اس کا مطلب تھا وہ کوٹھی کے اندر چلا گیا تھا۔

یہ عجیب بات تھی۔ میں نے سوچا، راجندر رات کو تروشی سے ملنے کیوں گیا ہے؟ میرے نقطۂ نظر سے راجندر جرائم کی دنیا میں اتنا اہم پرزہ نہیں تھا کہ تروشی اس سے محبت کا کھیل کھیلتی۔

میرا تجسس اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔ میں دبے قدموں سے کوٹھی کے دروازے تک پہنچا اور آہستہ سے ہینڈل گھما کر دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔

میں گھومتا ہوا عمارت کی پشت پر پہنچا۔ اس طرف کمرے میں ایک روشنی دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ راجندر اندر ہے۔۔۔ باورچی خانے کا دروازہ اس طرف بھی کھلتا تھا۔ اس وقت اس میں بھی تالا لگا ہوا تھا۔ میں نے جیب سے چابیوں کا گچھا نکال لیا اور تالا کھولنے لگا۔ معمولی تالا تھا۔ اس لئے آدھے منٹ میں ہی کھل گیا۔ میں نے آہستہ سے دروازہ اندر دھکیل کر کوئی آواز سننے کی کوشش کی۔ لیکن وہاں بالکل سناٹا تھا۔

میرے پاس پستول اب بھی نہیں تھا۔ دبے قدموں سے میں اندر داخل ہو گیا اور اندھیرے میں ٹٹولتا ہوا اندرونی دروازے سے باہر آ گیا۔ دوسری طرف ایک ہال تھا۔ اس میں بھی اندھیرا تھا۔ میں دیوار کے سہارے چلتا رہا۔ مجھے ڈر تھا کہ کسی چیز سے ٹکرا نہ جاؤں۔ آخر ایک دروازہ محسوس ہوا۔ میں نے اس کا ہینڈل گھمایا۔ تو دروازہ کھل گیا۔

ایک بار پھر میں نے کوئی آواز سننے کی کوشش کی لیکن ہر طرف سناٹا تھا۔ اس لئے میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

یہاں مدھم سی چمک تھی۔ کیوں کہ سامنے ہی ایک اور دروازہ تھا۔ جس کے اوپر والے حصے میں رنگین شیشے لگے ہوئے تھے اور ان شیشوں سے باہر نکلنے والی روشنی نے اس کمرے کو ہلکا سا روشن کر دیا تھا۔

میں سمجھ گیا یہ وہی کمرہ ہے جس کی کھڑکی باہر کی جانب کھلتی

ہے۔ میں دبے قدموں سے دروازے تک پہنچا۔ شیشے سے جھانکا۔
اندر دو سائے نظر آئے اور مدھم سی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے
چابی کے سوراخ سے جھانکا۔ کمرے کے ایک کونے میں مجھے چار
ٹانگیں نظر آئیں جن میں سے دو ٹانگیں کسی مرد کی تھیں اور دو ٹانگیں
عورت کی۔ کمرے کے بیچ میں میز پر راجندر کا بریف کیس پڑا
تھا۔ مجھے یقین ہو گیا وہ راجندر اور توشی تھے اور دونوں ایک
دوسرے سے چپکے کھڑے تھے۔

آخر کچھ دیر بعد وہ کونے سے ہٹ کر بیچ میں آ گئے۔ میں
نے سوراخ سے آنکھ ہٹا کر اپنا کان لگا دیا۔

○

"تم آخر اس شخص سنیل سے خوف زدہ کیوں ہو؟" راجندر
کی آواز سنائی دی۔

"آج وہ مجھ سے ملنے آیا تھا اور اس نے مجھے قتل کرنے کی
دھمکی دی تھی۔" یہ توشی کی آواز تھی۔

"قتل ___" راجندر نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔ "وہ مجھے
تمہیں کیا قتل کرے گا ___ تم چاہو تو میں اسے اس شہر سے بھگا سکتا
ہوں۔"

"تم جانتے ہو میرے مرنے کے بعد ساری جائداد اس کو
مل سکتی ہے۔"

"ہاں ___ کیا تم اسی لئے اس سے خوفزدہ ہو؟"

اب چونکہ وہ کمرے کے بیچ میں آ گئے تھے اس لئے ان کا
پورا جسم میں دیکھ سکتا تھا ___ راجندر نے ابھی تک اس کو آغوش
میں لے رکھا تھا۔ باتیں کرتے ہوئے دونوں ایک دوسرے کو پیار
بھی کرتے جا رہے تھے۔

"میں صرف سنیل سے ہی خوف زدہ نہیں ہوں راجندر"
"کسی اور سے بھی تمہیں خوف ہے؟"

"ہاں، اسی لئے آج میں تم سے ملنا چاہتی تھی۔ آج میں
دن بھر تمہارے ٹھکانوں پر فون کرتی رہی ہوں۔ لیکن تم..."

"مجھے تمہارا پیغام مل گیا تھا۔ اسی لئے آیا ہوں۔
دوسرا شخص کون ہے جس سے تم خوفزدہ ہو؟"

"کیا تم میری مدد کرو گے راجندر ڈیئر؟"

"تم جانتی ہو۔ میں تمہارے لئے قتل بھی کر سکتا ہوں۔ یہ
تو تم ہی ہو جو مجھ سے دور دور رہتی ہو۔"

"یہ بات نہیں، دراصل میں واقعی خوف زدہ ہوں
اسی لئے میں تم سے بچی بچی رہتی تھی۔"

"کس سے خوف زدہ ہو مجھے بتاؤ۔"

توشی نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے کہا

"تم نے دھندے سے تم کتنا کما لیتے ہو؟"

"یہی دو تین سو روپے روزانہ۔"

"تمہیں معلوم ہے میرے پاس کتنی بڑی جائداد ہے اور
کتنا بڑا کاروبار ہے۔"

"ہاں ___"

"ہم دونوں پوری زندگی اس جائداد اور کاروبار کے
سہارے عیش سے گزار سکتے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"تمہیں ایک قتل کرنا ہو گا۔"

"قتل ___!" راجندر کی آواز میں حیرت تھی "کس کا؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تم میرے لئے ___ اور شاندار مستقبل
کے لئے کسی کو قتل کر سکتے ہو؟"

"یقیناً کر سکتا ہوں۔"

"تو تمہیں مدن کو قتل کرنا ہو گا۔"

"اوہ ___" راجندر اس کو چھوڑ کر ایک قدم پیچھے اس
طرح ہٹا جیسے توشی نے اس کے طمانچہ مار دیا ہو۔ "میں سمجھتا تھا کہ تم
مدن سے محبت کرتی ہو اسی لئے تم نے اپنا سارا کاروبار اس کو
سونپ رکھا ہے۔"

"یہ بات نہیں ڈارلنگ۔ میں مدن سے نفرت کرتی ہوں۔"

"پھر تم نے اس کو کلب کا منیجر کیوں بنایا؟"

"اس لئے کہ میں مجبور تھی۔ تم اس کو قتل کر دو گے تو میں
کلب کا منیجر تمہیں بنا دوں گی اور ہم پھر آزادی سے مل سکیں گے
تم جانتے ہو کلب سے کتنی آمدنی ہے؟"

"مگر مدن کو قتل کرنا مشکل ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ گارگی اور بارڈی دونوں ہر وقت اس
کے باڈی گارڈ کی طرح ساتھ رہتے ہیں۔"

"اگر میں کسی طرح گارگی کو اس کے پاس سے کچھ دیر کے
لئے ہٹا دوں تو؟"

"تو شاید ممکن ہے۔ مگر تم گارگی کو کیسے ہٹا سکتی ہو؟"

"اوہ یہ کچھ مشکل نہیں۔ وہ جب یہاں آتا ہے مجھے للچائی
ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے۔ وہ میرے ذرا سے اشارے پر کتے
کی طرح دم ہلاتا چلا آئے گا۔"

"لیکن اتفاق سے میں پکڑا گیا" راجندر نے سوچ کر کہا۔
"تو ہو پولیس ان کی مٹھی میں ہے۔ پولیس مجھے کبھی نہیں چھوڑے گی۔"

"ان کے مرنے کے بعد پولیس کو جب یہ معلوم ہو گا کہ
اب کلب کے منیجر تم ہو تو پولیس تمہاری غلام ہو جائے گی۔ پولیس

روپے کی غلام ہے۔ مدن کی نہیں۔ وعدہ کرو کہ تم اس کو قتل کر دو گے۔"

"قتل تو میں کردوں گا۔ مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا؟"

"تم اسے قتل ہی کیوں کرانا چاہتی ہو۔ کلب سے الگ کیوں نہیں کردیتیں۔"

"میں ایسا نہیں کرسکتی۔ مجبور ہوں۔"

"کیا وہ تمہیں بلیک میل کرتا ہے؟"

"ہاں۔"

"کس بات پر؟"

"یہ میں ابھی تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ تم اسے قتل کردو گے تو سب کچھ بتادوں گی۔ دو سال سے میں کانٹوں پر زندگی بسر کررہی ہوں۔ ہر وقت ایک نامعلوم خوف ذہن پر چھایا رہتا ہے۔ وعدہ کرو تم اسے قتل کردو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"تم نے اس کے دفتر کا کمرہ دیکھا ہے؟" توشی نے سوال کیا۔

"ہاں ۔۔"

"اس میں ایک تجوری ہے۔ جب اسے قتل کردو تو اس تجوری کو کھولنا۔ اس میں میرے نام کا ایک لفافہ رکھا ہے وہ لفافہ بند کا بند مجھے لاکر دو گے۔"

"اس لفافے میں تمہارا کوئی راز ہے؟" راجندر نے پوچھا۔

"ہاں ۔۔ وعدہ کرو کہ تم اس لفافے کو کھولو گے نہیں تم میرے وفادار رہو گے تو زندگی بھر عیش کرو گے راجندر۔"

"او کے ڈارلنگ میں ۔۔۔۔"

الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے۔ میری آنکھ اس وقت سوراخ سے لگی ہوئی تھی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وحشت سے راجندر کی آنکھیں پھیل گئیں۔ پھر مجھے پانچ چھ ٹانگیں ایک ساتھ نظر آئیں۔

جس کمرے میں وہ دونوں کھڑے تھے اس کے دو دروازے تھے، ایک دروازہ تھا جس سے میں جھانک رہا تھا۔ دوسرا دروازہ داہنی جانب دیوار میں تھا۔

اچانک وہ دروازہ کھلا تھا اور اس سے تین آدمی اندر داخل ہوئے تھے جن کو دیکھ کر راجندر خوفزدہ ہوا تھا۔

وہ تینوں آگے بڑھے تو مجھے ان کے چہرے نظر آئے ان کو دیکھ کر میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ وہ مدن، ہارڈی اور گارڈی تھے۔

مدن دو قدم آگے بڑھ کر رک گیا اور کولہوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"احمق عورت تو اس کتے کے بچے سے مجھے قتل کرانا چاہتی ہے!"

اس کا یہ جملہ سن کر مجھے بھی سخت حیرت ہوئی۔ اس کا مطلب تھا کہ مدن نے ان کی گفت گو سنی تھی۔ میں حیران تھا کہ وہ بھی دروازے کے پیچھے چھپ کر ان کی باتیں سن رہا تھا اس نے کمرے کے ہر کونے میں مائک چھپا رکھے تھے۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ وہ اچانک وہاں کیسے پہنچ گیا۔

پھر فوراً ہی مجھے خیال آیا۔ میں نے ہارڈی کو گاڑی ڈرائیو کرتے دیکھا تھا۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر میری نظر نہیں گئی تھی۔ پچھلی سیٹ پر اندھیرا تھا اس لئے ممکن تھا کہ مدن اور گارڈی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوں اور ہو سکتا تھا کہ مدن توشی کے ساتھ رات گزارنے آرہا ہو۔ اگر وہ توشی کو بلیک میل کرسکتا تھا تو اس کو اپنے ساتھ سونے پر بھی مجبور کرسکتا تھا۔

یہ بات سمجھ میں آتی تھی۔ اس کے پاس باہر کے دروازے کی چابی ہوگی۔ وہ اندر داخل ہوا تو اسے پتا چلا کہ توشی کے ساتھ راجندر ہے۔ وہ چھپ کر ان کی باتیں سننے لگا۔

راجندر کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"باس، میں نے اس عورت کی بات پر کبھی بھروسہ نہیں کیا۔ میں تو اس کو باتوں میں لگا کر اس کا راز معلوم کر رہا تھا، تاکہ تمہیں بتادوں۔"

"میں تمہاری فطرت کو جانتا ہوں راجندر۔"

"میں قسم کھاتا ہوں باس۔ میں ۔۔۔"

"قسم کھانے کی ضرورت نہیں راجندر۔ ویسے بھی تمہارا وجود اب میرے لئے خطرہ بنتا جارہا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے دونوں غنڈوں سے کہا۔

"اس کی تلاشی لو اور ان کو بوٹ ہاؤس میں لے چلو۔"

اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ راجندر کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ میرا اب وہاں رہنا خطرناک تھا اس لئے میں چپکے سے باہر آگیا اور تیزی سے ایک طرف چل دیا۔

○

بلونائٹ کلب میں پولیس سب انسپکٹر نے جس طرح برتاؤ کیا تھا اس سے مجھے یقین ہوگیا تھا کہ پورا پولیس کا عملہ رشوت خور بن چکا ہے اور مدن کا غلام ہے۔ اس لئے کسی پولیس

افسر سے مدد کی توقع رکھنا بے کار تھا۔ یہ مجھے یقین تھا کہ مدن راجندر کو قتل کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ کیونکہ راجندر جانتا تھا کہ پستول اس نے کس کو دیا تھا جس سے للت مہتہ کو قتل کیا گیا تھا۔ اور توشی راجندر کے ذریعے مدن کو قتل کرانا چاہتی تھی۔ مدن بے وقوف نہیں تھا جو وہ راجندر کی باتوں میں آجاتا۔ وہ جانتا تھا کہ موقع ملتے ہی راجندر اس کو قتل کرنے سے نہیں چوکے گا، اس لئے راجندر کو ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دینا ہی اس کے حق میں بہتر تھا۔ لیکن میں اس قتل کو روکنا چاہتا تھا۔

اچانک میرے ذہن میں اس بوڑھے کا خیال آیا جس کو میں نے دو غنڈوں سے بچایا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اس پورے شہر میں اگر کوئی ایماندار شخص ہے تو وہ نیا میئر راہل کنارہ ہے۔

رات کے دو بج رہے تھے جب میں نے میئر کے دروازے پر لگی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ تین چار بار گھنٹی بجانے کے بعد دروازہ کھلا۔ تیس پینتیس سال کے ایک شخص نے دروازہ کھولا۔

"کہیے ـــ" اس نے کسی قدر جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مجھے مسٹر راہل سے ملنا ہے۔"

"رات کے اس وقت؟"

"میئر شہر کا مالک ہوتا ہے۔ شہر اور شہر میں بسنے والے لوگوں کی سلامتی اور ان کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس لئے ہر اس شہری کو جو کسی تکلیف میں ہو، دن رات کے کسی حصے میں بھی میئر کو جگانے کا حق حاصل ہے۔"

میری بات سے وہ کچھ مرعوب ہو گیا اور بولا۔

"اندر آجائیے۔"

میں اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں گیا۔ اس نے مجھے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"میرا ہی نام راہل کنارہ ہے۔ میرا خیال ہے میئر بھی انسان ہوتا ہے اور اسے بھی آرام کرنے کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اب آپ آگئے ہیں تو بتائیے۔ آپ کس تکلیف میں مبتلا ہیں؟"

"مجھے تکلیف یہ ہے کہ میں ایک قتل روکنا چاہتا ہوں۔"

"قتل ـــ کس کا قتل؟" اس نے چونک کر کہا۔

"آپ بلو نائٹ کلب کے منیجر مدن کو جانتے ہیں؟"

میں نے محسوس کیا کہ راہل کے چہرے پر ایک رنگ آکر گذر گیا۔

"ہاں۔ میں نے اس کا نام سنا ہے۔"

"آپ اس شہر کے میئر ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ شہر کی ساری پولیس مدن کی مٹھی میں ہے۔"

"پولیس کے محکمے سے میرا کیا تعلق ہے؟"

"سٹی میئر کا ہر محکمے سے تعلق ہوتا ہے۔ بہرحال اس وقت میں لمبی بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ میری معلومات کے مطابق مدن ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے گیا ہے۔"

"تو آپ کو پولیس اسٹیشن جانا چاہئے تھا۔"

"پولیس اسٹیشن میرا جانا بے کار تھا۔ پولیس انسپکٹر مدن کے خلاف کچھ نہیں کرے گا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ فوراً سپرنٹنڈنٹ پولیس یا کسی دوسرے بڑے افسر سے مل کر مدن کو روکنے کی کوشش کریں۔"

"آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ مدن کسی کو قتل کرنے کیلئے گیا ہے؟" "یہ ایک لمبی کہانی ہے جو میں پھر کسی وقت بتاؤں گا۔"

"آپ کون ہیں ـــ اور مجھے کیا پتہ ہے کہ آپ سچ بول رہے ہیں یا نہیں۔"

واقعی یہ سوال مشکل تھا۔ وہ بغیر مجھے جانے میری بات پر کیسے اعتبار کرسکتا تھا اور ابھی میں اپنی اصل شخصیت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"میرا نام سنیل مہتہ ہے۔ میں مرحوم للت مہتہ کا بھائی ہوں۔"

"اوہ تم سنیل ہو؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "میں نے للت مہتہ سے کئی بار تمہارے بارے میں سنا تھا۔ تم مورگڑھ کب آئے؟"

"کل ہی آیا ہوں۔ پلیز مسٹر راہل یہ باتوں کا وقت نہیں کچھ کیجئے۔"

"کیا کروں۔ مجھے کیا معلوم کہ مدن کہاں ہے۔ آخر وہ کس کو قتل کرنا چاہتا ہے؟"

"یہاں کوئی بوٹ ہاؤس ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"تمہیں معلوم ہونا چاہئیے۔" اس نے میرے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔ "جھیل کے کنارے ایک ہی عمارت ہے جو بوٹ ہاؤس کہلاتی ہے۔ اور تمہارے بھائی اس کے مالک تھے۔"

اس کا اعتراض درست تھا۔ میں نے جلدی سے بات بنانے کے لئے کہا۔

"میں بیس سال بعد مورگڑھ آیا ہوں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ مدن بوٹ ہاؤس میں کسی کو قتل کرنے کے لئے گیا ہے؟"

"ہاں۔"

"کس کو؟"

"ایک شخص جس کا نام راجندر ہے۔"

"راجندر کا نام سن کر وہ پھر چونکا۔ اس نے کہا۔

"راجندر — یہ راجندر کون ہے؟"

یہ شخص دلالی سے لیکر افیم، چرس تک کا کاروبار کرتا ہے۔ مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ مدن سے دشمنی ہے، کیونکہ اس نے سارے شہر کو جہنم بنا رکھا۔ وقت کم ہے اگر آپ مدن کے بارے میں جانتے ہیں تو اس کو رنگے ہاتھوں گرفتار کرانے کا سنہری موقع ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ براہ راست کسی بڑے پولیس افسر سے بات کریں۔ میں بوٹ ہاؤس جاتا ہوں اگر وہ لوگ وہاں ہیں تو میں آپ کو فون کردوں گا آپ پولیس کو لیکر وہاں پہنچ جائیں۔"

مجھے بوٹ ہاؤس کا پتہ چل چکا تھا۔ اب وہاں رہ کر وقت ضائع کرنا بے کار تھا اس لئے میں راہل سے رخصت ہوکر چل دیا۔

چند منٹ انتظار کے بعد ایک ٹیکسی مل گئی۔ پندرہ منٹ میں اس نے جھیل کے کنارے بوٹ ہاؤس سے کچھ فاصلے پر مجھے چھوڑ دیا۔

بوٹ ہاؤس میں روشنی تھی۔ جھیل شہر سے باہر تھی، اس لئے ہر طرف سناٹا تھا۔ میں دبے قدموں سے چلتا ہوا بوٹ ہاؤس تک پہنچا اور ایک کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ یہ کمرہ خالی تھا برابر میں ہی ایک پائپ اوپر چھت تک چلا گیا تھا۔ جوتے نیچے اتار کر میں پائپ کے ذریعے اوپر چھت پر پہنچ گیا۔ چھت پر کئی روشن دان بنے ہوئے تھے۔ میں نے ایک روشن دان سے جھانک کر دیکھا۔ اس کمرے میں سب موجود تھے۔ منظر کافی دلچسپ تھا۔

اندر کمرے میں ایک کرسی پر راجندر بیٹھا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب کرکے گارگی نے پکڑ رکھے تھے۔ ہارڈی ایک طرف کھڑا تھا۔ توشی ایک اسٹول پر راجندر کی طرف منہ کئے بیٹھی تھی۔

"چاقو لاؤ—" مدن نے اچانک کہا

ہارڈی نے فوراً ایک چاقو اس کو دے دیا۔ مدن نے چاقو کھول کر اس کی دھار دیکھی۔ پھر توشی سے بولا۔

"تم اپنے ہاتھوں سے اس کو قتل کروگی؟"

"میں تیرا گلا کاٹ سکتی ہوں۔" توشی نے غصے سے کہا۔

"یہ بعد کی بات ہے۔ اٹھو ورنہ میں تمہارا بھی یہی حشر کروں گا، جو اس کا ہونے والا ہے۔"

"ارے جا کتے—" توشی نے پھر حقارت سے کہا۔

"اسے ننگا کردو۔" اس نے ہارڈی کو حکم دیا۔

"توشی کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت اور بڑھ گئی۔

"بول تو میرا حکم مانتی ہے......؟"

"آل رائٹ۔" توشی نے کہا۔ "لاؤ چاقو مجھے دو۔"

وہ اٹھ کر راجندر کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ مدن نے چاقو اس کو دے دیا۔ توشی نے چاقو لیکر ایک بار اس کی دھار دیکھی۔ پھر اس کا ہاتھ اٹھا۔ لیکن راجندر پر حملہ کرنے کی بجائے اچانک وہ گھومی۔ چاقو والا ہاتھ نیچے آکر مدن کے گال میں گھس گیا۔ مدن کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔

○

نیچے کمرے میں ایک لمحے کے لئے سناٹا سا چھا گیا تھا پھر اچانک ہارڈی اچھلا اور اس نے توشی کے ہاتھ سے چاقو چھین لیا۔ مدن ایک منٹ تک زمین پر چلاتا رہا۔ پھر ہانپتا ہوا اٹھا۔ اس کے گال سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔ اس نے ہارڈی کے ہاتھ سے چاقو لے لیا۔ توشی پر جیسے سکتہ کا عالم طاری ہوگیا تھا۔ مدن نے اس کے چہرے پر وحشیانہ انداز میں چاقو مارنے شروع کردیئے۔ توشی نیچے گر پڑی تو اس نے بیٹھ کر اس کے جسم پر حملے کرنے شروع کردیئے۔ تین چیخیں مار کر توشی کا جسم ساکت ہوگیا۔ لیکن وہ پاگلوں کی طرح چاقو مارتا رہا۔

ایک بار میرا جی چاہا کہ اس کو روکنے کی کوشش کروں لیکن پھر میں نے خود کو روک لیا۔ وہ سب قاتل اور جرائم پیشہ تھے۔ اچھا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو ختم کررہے تھے لیکن مدن کو گرفتار کرانے کا سنہری موقع تھا، اس لئے میں پائپ کے ذریعے ہی اتر کر تیزی سے شہر کی طرف بھاگا۔ اس وقت کسی سواری کا ملنا دشوار تھا۔ لیکن اتفاق سے ایک کار گزری کار کا مالک شریف آدمی تھا۔ اس نے مجھے بستی میں چھوڑ دیا۔

میں نے ایک پبلک فون سے میئر کا نمبر ملایا۔ بہت دیر گھنٹی بجنے کے بعد ایک نسوانی آواز نے کہا۔

"کون ہے؟" آواز نیند سے بوجھل تھی۔

"میں مسٹر راہل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ تو ہیں نہیں۔"

"کہاں گئے ہیں؟"

"پتہ نہیں۔"

میں سمجھ گیا کہ راہل کسی پولیس افسر سے ملنے گیا ہوگا۔ اس لئے میں نے کہا

"وہ جیسے ہی آئیں ان سے کہہ دینا کہ وہ پولیس لے کر

فوراً لوٹ ہاؤس پہنچ جائیں۔ پلیز یہ بہت ضروری ہے۔"
یہ کہہ کر میں نے جواب کا انتظار کئے بغیر فون رکھ دیا۔ اور ایک بار پھر لوٹ ہاؤس کی طرف چل دیا۔
اس بار مجھے پہنچنے میں چالیس منٹ کے قریب لگے۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا مکمل سناٹا تھا۔ لوٹ ہاؤس کے صرف ایک کمرے میں روشنی تھی۔ مدن کی کار جو گیٹ پر کھڑی تھی وہ غائب تھی۔
میں ایک درخت کے پیچھے کھڑا سوچ رہا تھا اب مجھے کیا کرنا چاہیئے کہ اندر سے ایک آدمی باہر آتا نظر آیا۔ اس کے قد سے میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ گارگی تھا۔ آسمان پر ساتویں آٹھویں تاریخ کا چاند تھا جس کی روشنی میں اس کو پہچاننا آسان تھا۔ گارگی کے کاندھے پر ایک پھاوڑا تھا۔ باہر آ کر ایک جگہ وہ زمین کھودنے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ توشی یا راجندر کے لئے یا دونوں کے لئے قبر کھود رہا ہے۔ مدن شاید اپنے زخم کی مرہم پٹی کرانے چلا گیا تھا۔
میں آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا گارگی کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں جھاڑیاں اور درخت کافی تھے۔ اس لئے خود کو چھپانا آسان تھا۔ گارگی اپنے کام میں مصروف تھا۔ جب دو تین گز کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے ایک پتھر اٹھایا اور نشانہ باندھ کر پوری قوت سے اس کے سر پر مارا۔
اتفاق سے نشانہ صحیح بیٹھ گیا۔ اگر اس کے پتھر نہ لگتا تو وہ ضرور یہ دیکھنے کے لئے جھاڑیوں کے قریب آتا کہ پتھر کس نے پھینکا ہے۔ اس وقت میں اس پر قابو پانے کی کوشش کرتا۔ پتھر پوری قوت سے لگا تھا، اس لئے وہ منہ کے بل نیچے جا پڑا۔ میں اچھل کر باہر نکلا اور میں نے اس کے قریب پہنچ کر بوٹ کی ٹھوکر اس کی کنپٹی پر ماری۔ وہ بے ہوش ہو گیا تو میں نے اس کا پستول اپنے قبضہ میں کر لیا اور دبے قدموں سے عمارت کی طرف چل دیا۔
پستول ہاتھ میں لئے آہستہ سے دروازہ کھول کر میں اندر داخل ہو گیا اور اندر سے اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں کچھ دیر پہلے یہ ڈرامہ کھیلا گیا تھا۔
ایک کمرے اور ایک چھوٹے سے صحن سے گزر کر وہ کمرہ مل گیا۔ اس میں ابھی تک روشنی تھی۔ میں نے پہلے کوئی آہٹ سننے کی کوشش کی۔ جب کوئی آواز سنائی نہ دی تو میں اندر داخل ہوا۔
اندر کا منظر دیکھ کر مجھے متلی سی ہونے لگی۔ سارے کمرے میں خون کے چھینٹے تھے۔ ایک طرف راجندر کی ننگی لاش پڑی تھی۔ اس کے ماتھے میں گولی کا سوراخ تھا۔ قریب ہی توشی کی لاش پڑی تھی۔ اس کے جسم اور چہرے پر بیشمار زخموں کے نشان تھے جن سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔
اچانک مجھے توشی کے سینے میں حرکت سی محسوس ہوئی۔ میں جلدی سے بیٹھ کر دیکھنے لگا۔ اس کا جسم گرم تھا اور واقعی وہ ابھی زندہ تھی، لیکن وہ کچھ دیر کی ہی مہمان تھی۔
اسی وقت ایک آواز نے کہا۔
"اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو پستول نیچے ڈال اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔"
آواز ہارڈی کی تھی۔ میں نے ذرا سا سر گھما کر دیکھا۔۔۔ وہ دروازے میں کھڑا تھا اور اس نے پستول سے مجھے نشانہ بنا رکھا تھا۔ مجھے اپنے اوپر سخت غصہ آیا۔ پہلے مجھے سارے مکان کی تلاشی سے کر اپنا اطمینان کر لینا چاہئے تھا۔ لیکن میں مطمئن تھا۔ مجھے یقین تھا بہت جلد راہل پولیس کو لیکر پہنچنے والا ہو گا۔
میں نے پستول نیچے ڈال دیا اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ ہارڈی نے جلدی سے پستول اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ کر کہا۔
"تم یہاں کیسے پہنچے؟"
"پیدل۔" میں نے جواب دیا۔
"باس نے تم پر رحم کھا کر تمہیں باہر پھینکوا دیا تھا۔ اگر تم سمجھدار ہوتے تو واپس نہ آتے۔ اب تم واپس نہیں جا سکو گے۔"
جواب میں میں صرف شانوں کو اچکا کر رہ گیا۔ اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔
"میں گارگی کو دیکھ چکا ہوں۔ چلو تم باہر چلو اور گارگی کو اٹھا کر اندر لاؤ۔ تم نے اس کا سر پھاڑ دیا ہے۔"
میں مجبور تھا اس لئے باہر کی طرف چل دیا۔ وہ پستول لئے میرے پیچھے تھا۔ گارگی اسی طرح بے ہوش پڑا تھا۔ اس کو اٹھانے کے لئے میں جھکا تو میں نے دیکھا اس کے سر کا پچھلا حصہ کافی زخمی تھا جس سے خون رس رہا تھا۔ پتھر کافی زور سے لگا تھا۔ میں نے بمشکل اس کا وزنی جسم اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر واپس مکان میں آ گیا۔ ہارڈی نے ایک کمرے میں پلنگ پر گارگی کو لٹوا دیا۔ پھر مجھ سے بولا۔
"گارگی زخمی ہے۔ وہ قبر نہیں کھود سکتا اس لئے تم چل کر یہ کام کرو۔ میں تمہیں قتل کر دینا چاہتا ہوں، لیکن اس لئے نہیں کر رہا ہوں کہ شاید باس تم سے کوئی کام لینا چاہے۔ دوسرے قبر کھودنا بھی ضروری ہے۔ جب تک قبر تیار ہو گی باس آ جائے گا۔"

میں نے اس کو باتوں میں لگانے کی غرض سے کہا۔

"توشی ابھی زندہ ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ باس ڈاکٹر پیکو کو لینے گیا ہے۔ باس ابھی اس عورت کو قتل کرنا نہیں چاہتا تھا، لیکن زخمی ہونے سے اس کو غصہ آ گیا تھا۔"

"کیا ڈاکٹر یہ نہیں پوچھے گا کہ توشی کو کیا ہوا ہے؟"

"اس کی کیا جرأت ہے۔ وہ باس کا غلام ہے۔ اس کی پریکٹس کا لائسنس ضبط ہو چکا ہے، کیونکہ اس نے ایک حاملہ لڑکی کا آپریشن کر کے اس کو مار دیا تھا۔ باس نے اس کو اسی طرح کی ایمرجنسی کے لئے پال رکھا ہے۔ چلو تم اب باہر چل کر قبر کھود دو — مجھے باتوں میں لگا کر وقت ضائع مت کرو۔"

مجبوراً میں باہر آ کر قبر کھودنے لگا۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ کئی بار میرا جی چاہا کہ پھاوڑا اٹھا کر مٹی اس پر ڈال دوں۔ لیکن وہ مجھ سے اتنے فاصلے پر تھا کہ میں اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔

صبح ہونے کے قریب تھی کہ قبر تیار ہو گئی۔ ساتھ ہی مدن کی گاڑی آ کر دروازے کے سامنے رک گئی۔ میں نے دو آدمیوں کو مکان کے اندر جاتے دیکھا۔

میں سمجھ گیا کہ مدن ڈاکٹر پیکو لے کر آیا تھا۔

چند منٹ بعد ہی اندر سے مدن کی آواز سنائی دی۔

"ہارڈی — ہارڈی۔ تم کہاں ہو؟"

"آیا باس — ہارڈی نے بھی بلند آواز سے جواب دیا۔ پھر مجھے پستول دکھاتے ہوئے بولا۔

"چلو اندر چلو۔ اب باس تمہاری قسمت کا فیصلہ کرے گا۔"

میں اندر کی طرف چل دیا۔

○

مدن کوریڈور میں ہی کھڑا تھا۔ مجھے دیکھ کر حیرت سے بولا۔

"یہ کہاں سے آ گیا؟"

"پتہ نہیں کہاں سے آ ٹپکا۔ ہارڈی نے جواب دیا۔" اس نے گارگی کو بے ہوش کر دیا تھا۔ میں نے اس کو قبر کھودنے کے کام پر لگا دیا۔ اب جو آپ اس کا کرنا چاہیں۔"

مدن نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ڈاکٹر پیکو کہتا ہے کہ توشی مر چکی ہے۔ اچھا ہوا کہ یہ آ گیا۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور اس نے میرے بالوں کی لٹ پکڑ کر جھٹکا دیا۔ بال اس کے ہاتھ میں آ گئے۔ پھر اس نے میرے کوٹ کا ایک بٹن کھینچ کر توڑ لیا اور دونوں چیزیں لفافے میں بند کر کے جیب میں رکھ لیں۔ میری جیب کی تلاشی لینے پر اس کو وہ چاقو مل گیا جو میں نے راجندر سے چھینا تھا۔ اس نے وہ چاقو بھی اپنی جیب میں رکھ لیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ توشی کے قتل کا الزام میرے سر لگانا چاہتا ہے۔ اور ثبوت کے طور پر یہ چیزیں لاش کے پاس چھوڑنا چاہتا ہے۔

"قبر تیار ہے؟" اس نے ہارڈی سے پوچھا۔

"ہاں —"

"تو اس میں راجندر کی لاش ڈلوا دو۔"

ہارڈی نے پھر میری کمر میں پستول کی نال لگا کر کہا۔

"چلو۔ آگے بڑھو۔"

مجبوراً مجھے اس کے حکم کے مطابق راجندر کی لاش قبر تک ... لے جانا پڑی۔ پھر اس کو قبر میں ڈال کر زمین ہموار کرنی پڑی۔ میں اب بری طرح تھک چکا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد میں تھکا ہارا ہارڈی کے ساتھ مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ توشی کی لاش وہاں نہیں ہے۔ مدن نے کہا۔

"میں جا رہا ہوں۔ تم اس کی نگرانی رکھو۔ توشی کی لاش اس کے بیڈ روم میں رکھ کر واپس آؤں گا۔ اتنے تم اس کو یہاں سنبھالے رہو۔"

"بہت اچھا باس۔" ہارڈی نے جواب دیا۔

مدن چلا گیا تو وہ مجھے ایک اندرونی کمرے میں لے آیا۔ میں ایک کونے میں دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ کافی فاصلے پر کرسی پر بیٹھ گیا۔

میں نے دیوار سے کمر لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور کچھ دیر بعد ہی خراٹے لینے لگا۔

دس پندرہ منٹ میں نے کرسی کے چرچرانے کی آواز سنی۔ پھر قدموں کی چاپ۔ میں سمجھ گیا کہ ہارڈی کرسی سے اٹھ کر میرے قریب آ رہا ہے۔ وہ شاید اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ میں واقعی سو چکا ہوں یا بہانہ کر رہا ہوں۔

قدموں کی چاپ میرے قریب آ کر رک گئی۔ یہی میں چاہتا بھی تھا۔ میں نے اچانک آنکھیں کھول دیں اور اس سے پہلے کہ ہارڈی کچھ کر سکتا، اپنی دونوں ٹانگیں اس کے پیٹ پر ماریں۔ وہ اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا، اس لئے پیچھے کی جانب گر پڑا۔ میں فوراً ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پستول اس کی مٹھی میں تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھانا چاہا۔ میں نے پھرتی سے اپنا پاؤں اس کی کلائی پر پوری قوت سے مارا۔ ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنائی دی — ساتھ ہی ہارڈی کے منہ سے چیخ نکلی۔ میں نے اس کا پستول چھین کر دستہ اس کے سر پر مارا — وہ بے ہوش

ہو گیا۔

اب صبح ہو چکی تھی۔ پولیس کا کہیں پتا نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا راہل کو میرا پیغام نہیں ملا تھا یا پولیس افسر اس کی بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔

میں اگرچہ بے حد تھک چکا تھا لیکن مدن کے اور اس کے غنڈوں کے بارے میں کچھ کرنا ضروری تھا، اس لئے میں دیر کی بار مینر کی کوٹھی پر پہنچا۔

گھنٹی بجانے پر ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا جو لباس سے ملازمہ معلوم ہوتی تھی۔ میں نے کہا

"مسٹر راہل ہیں؟"

"ہاں ابھی آدھا گھنٹہ ہوا ہے آئے ہیں، اس لئے مل نہیں سکتے۔"

"وہ مجھ سے ضرور ملیں گے، ان سے کہنا سنیل مہتہ آیا ہے۔"

ملازمہ چلی گئی۔ دو منٹ بعد اس نے واپس آکر کہا۔

"میرے ساتھ آئیے۔"

میں اندر گیا۔ ملازمہ مجھے سیدھی۔ راہل کی خواب گاہ میں لے گئی۔ میں نے اندر داخل ہوتے ہی پوچھا۔

"کیا آپ کو میرا پیغام نہیں ملا؟"

"نہیں تو میں ابھی ابھی آیا ہوں۔"

"کہاں سے؟"

"میں پولیس سپرنٹنڈنٹ سے ملنے گیا تھا۔ وہ اپنے مکان پر نہیں تھا۔ میں ہیڈ کوارٹر گیا، وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ صبح تک میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ نہ آیا تو میں واپس آگیا۔"

"آپ عجیب میئر ہیں۔" میں نے غصے سے کہا۔ "میں نے آپ کو بتا دیا تھا کہ مدن راجندر کو قتل کرنے لے گیا ہے۔ اگر سپرنٹنڈنٹ نہیں تھا تو آپ پولیس انسپکٹر کو لے کر وہاں پہنچتے۔"

"میں تمھارے پیغام کا منتظر تھا۔ میں نے گھر پر ایک بار فون بھی کیا تھا کہ شاید تمہارا کوئی پیغام آیا ہو، لیکن میری بیوی گہری نیند سو رہی تھی، اس نے فون ہی نہیں اٹھایا۔ اب تم مجھے بتاؤ وہاں کیا ہوا؟ کیا واقعی کوئی قتل ہو گیا ہے؟"

"ایک نہیں دو۔ مدن نے راجندر اور توشی دونوں کو قتل کر دیا ہے۔"

"کیا واقعی!" وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔

"آپ خود جا کر دیکھ سکتے ہیں۔ مدن وہاں سے توشی کی لاش لیکر چلا گیا ہے۔ لیکن راجندر کو انہوں نے عمارت کے باہر دبا دیا ہے۔ اس کے دونوں غنڈے بوٹ ہاؤس میں بیہوش پڑے ہیں۔"

"میں ان کو بے ہوش کر کے آیا ہوں۔ اب بھی بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔ آپ فوراً پولیس کو لے کر بوٹ ہاؤس پہنچ جائیں۔ راجندر کی لاش وہاں مل جائے گی اور اس کے دونوں غنڈے اپنی جان بچانے کے لئے سچ بولنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس طرح آپ مدن کو گرفتار کر سکیں گے۔"

"او کے۔ میں ابھی جاتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور لباس تبدیل کرتے ہوئے بولا۔ "اگر مدن گرفتار ہو گیا تو میں یقیناً تمھارا شکر گزار رہوں گا مسٹر سنیل۔ اس شخص نے واقعی پورے شہر کو جہنم بنا دیا ہے۔ شہر کی پوری دولت مند سوسائٹی اس کی مٹھی میں آ چکی ہے۔ کیونکہ وہ جوا کھلاتا ہے، لڑکیاں سپلائی کرتا ہے۔ پولیس والے بھی اس کے قابو میں ہیں۔ میں اکیلا ان سب کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔"

"بہرحال اگر آپ شہر کو شیطانوں سے صاف کرنا چاہتے ہیں تو یہ بہترین موقع ہے۔"

"او کے۔ میں ابھی جا رہا ہوں۔"

مجھے خوشی ہوئی کہ شہر میں ایک آدمی تو ایماندار نکلا۔ اس وقت تک میں بہت تھک گیا تھا۔ میرا جسم چور چور ہو چکا تھا، اس لئے واپس اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔

٭ ٭ ٭

ہوٹل پہنچ کر سب سے پہلے میں نے گرم پانی سے غسل کیا۔ پھر ناشتہ کیا اور سو گیا۔ دس بجے فون کی گھنٹی کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو جاوید کی آواز سنائی دی۔

"آپ اچانک کہاں غائب ہو گئے تھے۔ میں رات بھر آپ کو فون کرتا رہا۔"

"میں مصروف تھا۔ تم کہاں سے بول رہے ہو؟"

"اپنے ہوٹل سے۔ ناشتہ کر کے میں اس خوبصورت بیوہ کی نگرانی کرنے جا رہا تھا۔ میں نے سوچا آپ کو بھی فون کر کے دیکھ لوں۔"

"اب وہاں جانے کی ضرورت نہیں، میں خود وہاں جا رہا ہوں۔ وہ مر چکی ہے۔"

"اوہ۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"سو فی صدی۔ اور شاید اس کے قتل کا الزام مجھ پر لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔"

"پھر تو مبارکباد۔ کیا میں آپ کے ساتھ چلوں؟"

"نہیں۔ تم دن بھر اپنے کمرے میں رہو۔ شاید مجھے تمہاری ضرورت پڑے۔ ضرورت ہوئی تو فون کر دوں گا۔"

"اوس کے پاس۔"

میں نے فون بند کر کے سیاہ کے کمرے کا نمبر ملایا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔

گیارہ بجے میں تیسری بار ملت مہتہ کے مکان پر پہنچا۔ باہر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں سازش کی بو محسوس کر رہا تھا۔ لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا کہ سازش کس طرح کی گئی ہے۔ اندر مکان میں بالکل سناٹا تھا۔ میں نے دروازے کے اندر ہی رک کر پکارا۔

"کوئی ہے؟"

کوئی جواب نہ ملا تو آگے بڑھا۔ تیسرا کمرہ خواب گاہ تھا۔

در خواب گاہ میں مسہری پر توشی موجود تھی۔ اس کے زخموں سے

...... خون بہنا بند ہو گیا تھا اور لاش سخت ہونے لگی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر قریب سے دیکھا۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ میرے بال جو مدن نے اکھاڑے تھے، لاش کی مٹھی میں تھے۔ میرے کوٹ کا بٹن مسہری میں پر پڑا تھا اور وہیں نیچے میرا چند روالا چاقو پڑا تھا۔ چاقو اس وقت خون آلود تھا اور مجھے یقین تھا اس چاقو پر میری انگلیوں کے نشانات ہوں گے۔

میں نے لاش کی مٹھی سے بال نکالے۔ اپنا بٹن اٹھایا اور جھک کر چاقو اٹھا ہی رہا تھا کہ ایک آواز نے کہا۔

"تمہیں اس بے دردی سے اپنی بھابی کو قتل نہیں کرنا چاہیے تھا سنیل۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے میں سب انسپکٹر پرشاد کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔

جال پوری طرح بچھایا گیا تھا۔ مدن کو یقین تھا کہ میں جلد یا بدیر ملت مہتہ کے مکان میں ضرور آؤں گا۔

مجھے سازش کی توقع ضرور تھی۔ لیکن یہ امید نہیں تھی کہ پولیس انسپکٹر میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ اس وقت نہ میں گرفتار ہونا چاہتا تھا اور نہ ابھی کسی پولیس افسر پر اپنی شخصیت ظاہر کرنا چاہتا تھا، اس لیے میں نے کہا۔

"اس کو قتل میں نے نہیں کیا ہے۔ مدن نے کیا ہے۔"

"یہ بات عدالت میں کہنا۔ میں نے تمہیں موقعہ واردات پر پکڑا ہے۔ لاؤ یہ چاقو آہستہ سے میری طرف سرکا دو۔"

میں نے چاقو کا پھل پکڑا اور اس کی جانب ایک قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔

"انسپکٹر صاحب میری بے گناہی کا ثبوت یہ ہے کہ میں بخوشی اپنے آپ کو قانون کے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ میں چونکہ حق پر ہوں اس لیے مجھے یقین ہے کہ آپ کو جلد یا بدیر میری بے گناہی کا یقین ضرور ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے پھیلا دیئے اور کہا۔

"لیجئے آپ مجھے ہتھکڑی پہنا سکتے ہیں۔"

سب انسپکٹر پرشاد بے وقوف تھا۔ وہ میرے چکمے میں آ گیا۔ اس نے پستول جیب میں رکھ کر جیب سے ہتھکڑی نکالی۔ مجھ سے چاقو لے کر ایک طرف رکھا اور جیسے ہی میری کلائیوں میں ہتھکڑی پہنانے کے لیے اس نے ہاتھ بڑھائے میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنا سر اس کے سینے میں مارا وہ فرش پر گر پڑا۔ دوسرا وار میں نے جھک کر اس کی شہ رگ پر کیا تھا۔ انسپکٹر وہیں بے ہوش ہو گیا۔ میں نے جلدی سے خون آلود چاقو اٹھایا اور باہر کی طرف چلا آیا۔ میں دروازے پر پہنچا تو اچانک دروازہ کھلا اور دو سپاہی اندر داخل ہوئے میرا دل زور سے اچھلا۔ میں نے فوراً ان سے کہا۔

"اچھا ہوا تم آ گئے۔ میں تمہیں ہی بلانے جا رہا تھا۔ انسپکٹر پرشاد تم لوگوں کو اندر بلا رہے ہیں۔"

وہ دونوں مجھے گھورتے ہوئے اندر چلے گئے اور میں دروازہ کھول کر باہر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

میری خوش قسمتی سے ایک بس اسی وقت مکان کے سامنے سے گزر رہی اور اچانک سامنے سے ایک گائے آ جانے کی وجہ سے بس کی رفتار سست ہو گئی۔ میں دوڑ کر بس میں چڑھ گیا۔ اسی وقت وہ دونوں سپاہی دوڑتے ہوئے باہر آئے۔ مجھے بس میں چڑھتے دیکھ کر انہوں نے غل مچایا۔

"پکڑو۔ پکڑو اسے، یہ قاتل ہے۔"

"بس کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ سڑک پر چلتے لوگ سپاہیوں کی طرف دیکھنے لگے۔ بس کے لوگوں کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ وہ کس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اگلے اسٹاپ پر میں بس سے اتر گیا اور ایک ٹیکسی لے کر بلو ہاٹ کلب کی طرف چل دیا۔

اب مدن سے فیصلہ کن بات کرنے کا وقت آ گیا تھا

کلب ابھی بند تھا۔ اس کا مطلب تھا مدن وہاں نہیں تھا۔ یا ممکن ہے راہل اس کو گرفتار کر کے لے گیا ہو۔ میں واپس چلنے لگا تھا کہ مجھے ان کی تجوری کا خیال آیا۔ توشی نے کہا تھا کہ اس کی تجوری میں ایک لفافہ ہے جس پر توشی کا نام لکھا تھا۔ لفافے میں شاید ایسے کاغذات تھے جن سے وہ مدن کو بلیک میل کر رہا تھا۔ یہ سوچ کر میں اس گلی میں پہنچا جس میں کلب کا پچھلا دروازہ تھا۔ خوش قسمتی سے گلی سنسان تھی۔ میں بڑھا ہوں

کا گچھا نکال کر تالا کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس وقت میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اگر کوئی آجاتا تو یقیناً مجھے چور سمجھتا۔ ایک منٹ کی کوشش سے آخر دروازہ کھل گیا اور میں اندر داخل ہوا تو دیکھا مدن کے کمرے میں روشنی ہو رہی ہے۔

میں دبے قدموں سے چلتا ہوا آفس کے دروازے تک پہنچا۔ مدن نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی۔ وہ اندر سے بولا:

"کون ہے۔ کیا تم کارگی ہو؟"

میں نے پستول ہاتھ میں لے کر دروازہ ٹھوکر مار کر کھول دیا۔ اور کہا

"کارگی نہیں، یہ میں ہوں مسٹر مدن۔"

مدن اس وقت صوفے پر نیم دراز تھا۔ اس کے گال کے زخم پر ٹیپ چڑھا ہوا تھا اور ہاتھ میں شراب کا گلاس تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر گھبرا کر اٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے پستول دکھاتے ہوئے کہا۔

"خاموش بیٹھے رہو ورنہ گولی سے سر میں سوراخ کر دوں گا۔"

اس کی آنکھوں میں خوف جھانکنے لگا۔ کئی بار اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر آواز نہ نکل سکی۔ میں نے کہا۔

"توشی کے قتل کے جرم میں مجھے پھنسانے کی تمہاری سازش بے کار ہو چکی ہے۔ مگر اب میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم توشی کو کس وجہ سے بلیک میل کر رہے تھے؟"

"تم بچ نہیں سکتے سنیل۔" اس بار اس نے مشکل کہا۔ "تم اس شہر سے زندہ نہیں جا سکتے۔ تم نے اپنے زندہ جانے کا چانس کھو دیا ہے۔"

میں نے آگے بڑھ کر پستول کا دستہ اس کے زخمی گال پر مارا۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ صوفے پر لڑھک کر ہانپنے لگا۔

"تجوری کی چابی لاؤ۔" میں نے اس سے کہا۔

"چابی میرے پاس نہیں ہے۔" اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

میں نے پستول کی نال اس کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں سات تک گنتا ہوں، اگر پورے ہونے تک تم نے چابی نہ دی تو گولی مار دوں گا۔ ایک ۔۔۔ دو ۔۔۔ تین ۔۔۔۔

"اچھا اچھا چابی دیتا ہوں۔"

"میں خود نکال لوں گا۔ کیا تمہاری جیب میں ہے؟"

اس نے سر ہلا دیا۔ میں نے اس کی جیب سے چابیوں کا گچھا نکال لیا۔ پھر پستول کا دستہ اس کی کنپٹی پر مارا۔ وہ بے ہوش ہو کر لڑھک گیا۔

اب میں اطمینان سے تجوری کی تلاشی لے سکتا تھا۔

تجوری کا دروازہ کھلتے ہی سامنے کے خانے میں مجھے کئی لفافے رکھے نظر آئے۔ یہ سب لفافے سیل بند تھے۔ ہر لفافے پر ایک نام لکھا تھا۔ ان ہی میں توشی کے نام کا لفافہ تھا۔ میں سمجھ گیا ان لفافوں میں شہر کے مختلف لوگوں کے ایسے راز ہوں گے جن سے وہ ان کو بلیک میل کرتا ہو گا۔

ان لفافوں میں ایک لفافہ انسپکٹر پرشاد کے نام کا بھی تھا۔ میں نے توشی کے نام والا لفافہ کھول کر دیکھا۔

اندر ایک تصویر تھی اور شادی کا ایک سرٹیفکیٹ تھا۔ تصویر میں توشی اور مدن برابر کھڑے تھے۔ دونوں کے گلوں میں ہار تھے اور سرٹیفکیٹ سے پتہ چلتا تھا کہ توشی اور مدن برابر کھڑے تھے۔ دونوں کے گلے میں ہار تھے اور سرٹیفکیٹ سے پتہ چلتا تھا کہ توشی اور مدان چار سال پہلے شادی کر چکے تھے۔

اس سے بات صاف ہو جاتی تھی۔ توشی نے چار سال پہلے کسی لالچ یا دباؤ میں مدان سے شادی کر لی تھی۔ لیکن جلد ہی اکتا کر اس کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اتفاق سے اس کی ملاقات للت مہتہ سے ہو گئی۔ وہ خوب صورت جوان تھی۔ اس نے للت مہتہ کو پھانس لیا اور اس کو قتل کر کے للت کی ساری جائیداد کی مالک بن گئی۔ مدان کو پتہ چل گیا تو وہ توشی کو بلیک میل کرنے لگا۔ کیونکہ پہلے شوہر سے طلاق لئے بنا وہ دوسری شادی نہیں کر سکتی تھی۔ یعنی للت مہتہ سے اس کی شادی غیر قانونی تھی۔ اس لئے وہ اس کی جائیداد کی مالک بھی نہیں بن سکتی تھی۔

میں ابھی سرٹیفکیٹ دیکھ ہی رہا تھا کہ مجھے آہٹ سنائی دی۔ میں نے جلدی سے گھوم کر دیکھا۔ انسپکٹر دو سپاہیوں کے ساتھ دروازے میں کھڑا تھا۔

"آل رائٹ سنیل ۔۔۔ اپنا پستول نیچے ڈال دو۔" اس نے مجھے اپنے پستول سے نشانہ بناتے ہوئے کہا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اس بار انسپکٹر قریشی دو مسلح سپاہیوں کے ساتھ تھا۔

وہ چونکہ تین تھے اس لئے میں نے خاموشی سے پستول نیچے ڈال دیا۔



"مسٹر سٹرابل کہاں ہیں؟" میں نے پہلا سوال کیا۔

وہ اپنے آفس چلے گئے۔ "میں تمہیں ہارڈی کے قتل کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں۔"

"ہارڈی کے قتل کے جرم میں ۔۔۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا وہ مر گیا؟"

"جیسے تمہیں معلوم نہیں۔ اس کو تم نے گلا گھونٹ کر مارا

ہے۔ مسٹر راہل مجھے ساتھ لے کر بوٹ ہاؤس گئے تھے، وہاں ہمیں ہارڈی کی لاش ملی جب کہ تم نے مسٹر راہل سے یہ کہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔"

"جب میں وہاں سے آیا ہوں تو وہ زندہ تھا۔ کیا وہاں گارگی نہیں تھا؟"

"نہیں۔"

"کیا تمہیں راجندر کی لاش مل گئی۔"

"ہاں۔"

"اس کے باوجود تم مجھے قاتل سمجھتے ہو۔"

"کیا ثبوت ہے کہ تم نے راجندر اور توشی کو قتل نہیں کیا۔ ہم یہاں مسٹر مدن سے کچھ سوالات پوچھنے آئے تو تم ان کی تجوری کھولے کھڑے ہو اور مسٹر مدن بے ہوش ہیں۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ تم قاتل ہو۔"

میں نے سوچا اب وقت آ گیا ہے کہ اپنی شناخت ظاہر کر دی جائے۔ اس لئے میں نے کہا۔

"آل رائٹ آپ مجھے گرفتار کر سکتے ہیں۔"

میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ انسپکٹر قریشی نے مجھے ہتھکڑی پہنا دی۔ انسپکٹر نے ایک سپاہی سے کہا

"تم یہیں رہ کر مسٹر مدن کی دیکھ بھال کرو۔ ان کو ہوش آ جائے تو تم واپس آ جانا اور مسٹر مدن سے کہہ دینا کہ میں ان سے کچھ سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔"

یہ ہدایات دے کر انسپکٹر مجھے ساتھ لے کر چل دیا پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ کر میں نے کہا۔

"میں فوراً مسٹر راہل سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں؟" انسپکٹر قریشی نے پوچھا۔

"شاید وہ میری بے گناہی ثابت کر سکیں۔"

"تم احمق ہو وہ اپنی آنکھوں سے ہارڈی کی لاش دیکھ چکے ہیں۔"

"اس کے باوجود میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ ایک قیدی کی حیثیت سے اتنا کم از کم مجھے حق ہے کہ میں شہر کے میئر سے مل سکوں اور اپنی بے گناہی کا ثبوت فراہم کر سکوں۔"

انسپکٹر نے مجھے گھورتے ہوئے ٹیلی فون اپنی جانب سرکایا اور نمبر ملانے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا

"مسٹر راہل ۔۔ سنیل آپ سے ملنا چاہتا ہے میں اس کی آپ سے بات کرا دیتا ہوں۔" اس نے فون میری جانب بڑھا کر کہا۔ "لو بات کرو۔"

میں نے ریسیور لے کر کہا۔ "مسٹر راہل۔"

"یس اسپیکنگ ۔۔ سنیل۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے مجھے بھی دھوکا دینے کی کوشش کی۔"

"میں نے دھوکا نہیں دیا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ جب میں بوٹ ہاؤس سے آیا تو ہارڈی اور گارگی دونوں زندہ تھے۔ آپ کو مغالطہ ہو گیا ہے قاتل مدن ہے۔ اس کا ثبوت ہے کہ وہ شہر کے بہت سے لوگوں کو بلیک میل کرتا تھا۔ اس کی تجوری میں شہر کے بڑے بڑے لوگوں اور افسروں کے نام کے لفافے ہیں جن میں آپ کے نام کا بھی ایک لفافہ ہے۔ توشی کے نام کا بھی ایک لفافہ ہے۔ میں نے صرف توشی کا لفافہ دیکھا ہے۔ اس میں موجود سرٹیفکیٹ کی رو سے توشی نے چار سال پہلے مدن سے شادی کی تھی۔ اس لئے توشی کی شادی اپنے بھائی سے ناجائز تھی۔ اس طرح وہ ان کی جائداد کی حقدار نہیں بن سکتی تھی۔ وہ توشی کے ذریعے میری جائداد پر قبضہ کرنا چاہتا تھا لیکن توشی راجندر کے ذریعے اس کو قتل کرانا چاہتی تھی۔ اس لئے مدن نے غصے میں آکر راجندر اور توشی کو قتل کر دیا۔

میں خاموش ہوا تو راہل نے کہا

"کیا کہا تم نے میرے نام کا بھی لفافہ ہے۔"

"یہ آپ کے لئے بہترین موقع ہے۔ قاتل مدن ہے۔ اگر آپ نے اس موقعہ کو ہاتھ سے کھو دیا تو زندگی بھر پچھتائیں گے۔ آپ سپرنٹنڈنٹ پولیس سے ملئے یا آئی جی کو ٹیلی گرام کر کے بلائیے۔ اگر آپ اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہیں اور اگر آپ واقعی ایماندار ہیں تو مدن کو گرفتار کرائیے۔ گرفتاری کے بعد وہ زبان کھولنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

"اوکے۔ اچھا سنیل میں سپرنٹنڈنٹ پولیس کو لے کر پولیس اسٹیشن آتا ہوں۔"

اس کے بعد میں نے فون رکھ دیا۔ میں نے ریسیور رکھ کر کہا۔ "مسٹر راہل سپرنٹنڈنٹ پولیس لے کر یہاں آ رہے ہیں۔"

انسپکٹر قریشی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو ان باتوں سے تم بچ جاؤ گے؟"

"ذرا عقل سے کام لو انسپکٹر قریشی۔ اگر میں ہارڈی کو قتل کرتا تو مسٹر راہل کو بوٹ ہاؤس بھیجتا ہی کیوں؟"

"اس لئے کہ تم مسٹر راہل سے ایک بار پہلے مل کر اپنے اس سب تاثر پیدا کر چکے تھے کہ مدن، راجندر اور توشی کو قتل کر کے بوٹ ہاؤس لے گیا ہے۔ پھر تم یہ بہانہ کر کے وہاں گئے کہ تم وہاں کے حالات دیکھ کر مسٹر راہل کو فون کرو گے۔ یہ سب تمہاری سازش تھی۔"

"آل رائٹ، اگر یہ میری سازش تھی تو تم نے گارگی کو گرفتار

کیوں نہیں کیا۔ وہ بھی وہاں موجود تھا۔"

"یہ تم کہتے ہو؟"

"تم گارگی کو گرفتار کرکے پوچھو وہ سچ سچ بتا دے گا۔ وہ وہاں موجود تھا۔"

"آل رائٹ، تم اصرار کرتے ہو تو میں گارگی کو بلواتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک سب انسپکٹر کو بلا کر حکم دیا کہ وہ گارگی کو لے آئے اور مجھے اس نے حوالات میں بھجوا دیا۔

جس وقت انسپکٹر قریشی کو میں نے دیکھا تھا، میں نے سوچ لیا تھا کہ اس بار میں اپنی اصل شخصیت ظاہر کردوں گا۔ لیکن راستے میں ایک نیا خیال میرے ذہن میں آگیا۔ میں نے ایک داؤ کھیلا تھا اور اب مجھے اس کے نتیجے کا انتظار تھا۔

میں حوالات میں نہ جانے کتنی دیر رہا، کیونکہ تنہائی ہو جانے پر میں پتھر کی بنچ پر لیٹ کر سو گیا۔ آخر ایک سپاہی نے مجھے جگا کر کہا۔

"چلو انسپکٹر صاحب بلاتے ہیں۔"

میں اس کے ساتھ چل دیا ــــ انسپکٹر قریشی کے دفتر میں آیا تو دیکھا گارگی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اس نے خونی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ قاتل ہے ــــ تو نے کو اس نے قتل کیا ہے۔"

"کیا تم اس وقت وہاں موجود تھے جہاں میں نے قتل کیا ہے؟"

میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں۔"

"پھر یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھے مسٹر مدن نے بتایا تھا۔"

"کیا مدن وہاں تھا؟"

"نہیں۔"

"پھر انہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"مسٹر مدن کے معلومات حاصل کرنے کے اپنے ذرائع ہیں۔

اس کی پہنچ بہت دور تک ہے۔"

میں نے انسپکٹر کو مخاطب کرکے کہا۔

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا مسٹر مدن کو بلا کر پوچھا جائے کہ انہوں نے قتل کے بارے میں کس سے سنا تھا ــــ اور یہ کہ تو نے کو اگر میں نے قتل کیا ہے تو راجندر کو کس نے قتل کیا؟"

"راجندر کو بھی تم نے قتل کیا ہے؟" گارگی بولا۔

"اور ہارڈی کو؟"

"ہارڈی کو ــــ!" اس بار گارگی کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ "کیا ہارڈی مر گیا؟"

"ہاں ــــ اور اس کی لاش بوٹ ہاؤس سے ملی ہے۔"

"بس تو اسی نے مسٹر مدن کو بتایا ہوگا۔"

میں گارگی کے سامنے جا کھڑا ہوا، اور اس کے چہرے پر نظریں جما کر سوال کیا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارے سر میں چوٹ کیسے آئی؟"

"میں گر پڑا تھا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم راجندر کی قبر کھود رہے تھے۔ جب میں نے پتھر تمہارے سر پر مار کر تمہیں بے ہوش کیا بعد میں تمہاری لاش اٹھا کر میں بوٹ ہاؤس میں لے گیا تھا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ میں آج بوٹ ہاؤس کی طرف گیا ہی نہیں۔"

اب مسٹر مدن کو بلانا ضروری ہو گیا ہے انسپکٹر۔" میں نے قریشی سے کہا۔

"یہ فیصلہ کرنا میرا کام ہے کہ کس کو بلانا ہے کس کو نہیں تم ایک ملزم ہو۔ تمہیں مشورہ یا حکم دینے کا تم کو اختیار نہیں۔"

میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ مجھے گرفتار ہوئے دو گھنٹے گزر چکے تھے۔ جو میں نے داؤ کھیلا تھا اگر وہ کامیاب تھا تو جو کچھ میں چاہتا تھا وہ ہو چکا تھا، اس لئے میں نے انسپکٹر سے کہا "آل رائٹ انسپکٹر ــــ تم ذرا ایک منٹ کے لئے میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلو۔"

"کیوں۔"؟

"میں تنہائی میں تمہیں اپنی بے گناہی کا ایک ثبوت دکھانا چاہتا ہوں۔"

انسپکٹر کے چہرے پر الجھن کے آثار پیدا ہو گئے۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اٹھتے ہوئے بولا

"اچھا میرے ساتھ آؤ۔"

تجوری اسی طرح کھلی ہوئی تھی۔ اس میں رکھے لفافے نیچے بکھرے ہوئے تھے۔ قتل کئے جانے والا پستول بھی وہیں پڑا تھا۔ بڑی دیر کے بعد سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔

"یہ کیا ہوا؟"

میں نے راہل کی جانب دیکھا۔

کم از کم مدن کے قتل کا الزام مجھ پر نہیں لگ سکتا۔

راہل نے میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"تم نے فون پر کہا تھا کہ تجوری میں ان لوگوں کے ناموں کے لفافے تھے جن کو مدن بلیک میل کرتا تھا۔"

میں نے جواب دینے کے بجائے آگے بڑھ کر لفافوں

میں سے توشی کے نام کا لفافہ نکالا اور اس کے اندر رکھا۔ فوٹو اور سرٹیفکیٹ دکھایا۔ یہ چیزیں غور سے دیکھنے کے بعد راہل نے کہا۔

"بس تو بات صاف ہو جاتی ہے۔ یقیناً کوئی ایسا آدمی مدن کو قتل کر گیا ہے جس کو وہ بلیک میل کرتا ہوگا۔ ہاں یاد آیا تم نے کہا تھا کہ میرے نام کا لفافہ بھی ان میں موجود ہے۔ میں حیران ہوں کہ میرے بارے میں مدن نے کیا معلومات اکٹھی کر رکھی تھیں اور اگر اسے میرے کسی جرم کا پتہ بھی تھا تو اس نے مجھے اب تک بلیک میل کیوں نہیں کیا تھا۔"

میں نے دوبارہ سارے لفافے دیکھ کر کہا۔

"ان میں تو نہیں۔ ہو سکتا ہے مجھے مغالطہ ہو گیا ہو۔"

"میرا مشورہ ہے کہ جن لوگوں کے نام کے لفافے ہیں ان سب کو بلا کر پوچھا جائے کہ آج دن بھر وہ کیا کرتے رہے ہیں۔" راہل نے مشورہ دیا۔

"یہ بے کار ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جس نے بھی مدن کو قتل کیا ہے، وہ اپنے نام کا لفافہ یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

"یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔" سپرنٹنڈنٹ نے کہا اور مجھے یقین ہے اس پستول پر سے انگلیوں کے نشانات بھی صاف کر دیئے گئے ہوں گے۔۔۔ پستول بھی چوری کا ہونا چاہیئے قاتل اگر چالاک تھا تو اپنے خلاف کوئی ثبوت چھوڑ کر نہیں گیا ہوگا۔"

اس کے بعد دو گھنٹے وہیں لگ گئے۔ پولیس کے ماہرین بلائے گئے۔ لاشوں کو بھیجا گیا۔ اس دوران میں نے سپرنٹنڈنٹ سے اجازت لے کر جاوید کو فون کر دیا تھا اور اس کو ہدایت کر دی تھی کہ اب اس کو کیا کرنا ہے۔

دو گھنٹے بعد ہم پولیس سٹیشن واپس پہنچے تو توشی اور راجندر کی لاشوں کی پوسٹ مارٹم رپورٹ آ چکی تھی۔۔۔ اس بار سب انسپکٹر پرشاد بھی پولیس اسٹیشن میں موجود تھا۔ اس نے مجھے پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔ رپورٹ کے مطابق دونوں کی موت رات کو تین چار بجے کے درمیان ہوئی تھی۔ جب کہ مجھے لاش کے ساتھ ساڑھے دس بجے دیکھا گیا تھا۔ اس وقت تک وہ لاش اکڑنے لگی تھی۔ انسپکٹر قریشی اب میرے ساتھ تعاون کر رہا تھا۔ اس نے رپورٹ سپرنٹنڈنٹ کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔

"اس سے مسٹر سنیل کی بے گناہی ثابت ہو جاتی ہے۔ سر اس لئے میں مسٹر سنیل کو رہا کئے دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" سپرنٹنڈنٹ نے سر ہلایا۔ اب یہ بات اب صاف ہو گئی کہ توشی اور راجندر کو مدن نے قتل کیا تھا اور مدن کو کسی نامعلوم آدمی نے قتل کر دیا۔"

راہل نے فوراً مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"مبارک باد مسٹر سنیل ۔۔۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ پر سے الزام ہٹ گیا۔"

میں نے ان سب کا شکریہ ادا کیا اور باہر کی طرف چل دیا انسپکٹر قریشی میرے ساتھ ساتھ باہر تک آیا۔ باہر آ کر اس نے کہا:

"کیا آپ مطمئن ہیں؟"

"ہاں ۔۔۔ میں نے جواب دیا۔ مگر اب ہمیں مدن کے قاتل کی تلاش ہے۔ میں اب گارگی سے چند منٹ بات کرنا چاہوں گا۔"

"ابھی آپ اپنی شخصیت ظاہر نہیں کرنا چاہتے؟"

"نہیں"

"تو آپ آدھے گھنٹے بعد آ جایئے۔ اس وقت تک یہ لوگ چلے جائیں گے۔"

"اوکے انسپکٹر۔ تھینکس"

یہ کہہ کر میں ایک طرف کو چل دیا۔

○

پندرہ بیس منٹ بعد ہی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور راہل وہاں سے چلے گئے تھے۔ میں پولیس ہیڈ کوارٹر کے سامنے ہی ایک کافی ہاؤس میں بیٹھا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ ان کے جاتے ہی میں پولیس اسٹیشن میں واپس آ گیا۔ انسپکٹر قریشی نے گارگی کو اپنے کمرے میں بلوا لیا۔ مجھے آزاد دیکھ کر گارگی کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔ اس کے بعد جب انسپکٹر نے اس کو یہ بتایا کہ مدن مر چکا ہے تو ایسا محسوس ہوا جیسے غبارے میں سے ہوا نکل گئی ہو وہ بے جان سا ہو کر کرسی پر گر پڑا۔ پھر دیر تک وہ سر پکڑے بیٹھا رہا پھر سر اٹھا کر مرے ہوئے لہجے میں بولا

"کیا یہ سچ ہے کہ مدن اور ہارڈی مر چکے ہیں؟"

"قتل ہو چکے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "اور تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ میں بھی خفیہ پولیس کا افسر ہوں۔ میں للت مہتہ کے قتل کی تحقیق کرنے آیا تھا۔ تم مدن کے ساتھی ہو اس وقت اگر تم ہمارے ساتھ تعاون کرو گے تو میں تمہاری سفارش کر سکتا ہوں کہ عدالت تمہارے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کرے دوسری صورت میں تم اپنا انجام سمجھ سکتے ہو۔"

"تم ۔۔۔ تم پولیس افسر ہو؟" اس نے گھٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ہمیں یہ شک تھا کہ یہاں کے پولیس افسر ان

نے اپنے قابو میں کر لئے ہیں۔ اس آیا ہوں۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ للت مہتہ کو کس نے قتل کیا تھا؟"

"وہ مجھے کچھ دیر گھورتا رہا۔ پھر بولا۔

"میرا خیال ہے ہارڈی نے قتل کیا تھا۔"

"صرف خیال ہے یقین نہیں؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"بات دراصل یہ ہے کہ مجھے ممبئی سے ہارڈی ہی یہاں لایا تھا۔ ایک طرح سے ہارڈی میرا باس تھا اور ہارڈی کا مدن تھا۔ مدن اس وقت تک کلب کا منیجر نہیں تھا۔ ہارڈی ان دنوں روز گاڑی میں مہتہ کا پیچھا کرتا تھا۔ للت مہتہ کے دفتر سے ہم اس کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ میں گاڑی ڈرائیو کرتا تھا۔ ہارڈی پیچھے رہتا تھا۔

آٹھ دس دن ہم اس کا پیچھا کرتے رہے۔ پھر ایک دن جب ہم مارٹن روڈ کے قریب پہنچے تو ہارڈی نے گاڑی رکوا کر کہا۔

"تم گاڑی واپس لے جاؤ۔ میں آجاؤں گا۔"

میں گاڑی واپس لے گیا۔ اسی دن رات کو میں نے سنا کہ مہتہ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ قتل ہارڈی نے کیا ہے۔"

وہ خاموش ہوا تو میں نے پوچھا۔

"کیا بعد میں تمہاری ہارڈی سے اس سلسلے میں کوئی بات ہوئی تھی؟"

"نہیں۔"

"تم مدن کو پہلے سے جانتے تھے؟"

"نہیں۔"

"مدن ہارڈی کو جانتا تھا؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ مجھے تو ہارڈی یہاں ساتھ لایا تھا۔ ہمارے آنے کے دس دن بعد ہی للت مہتہ کا قتل ہو گیا۔ اس وقت مدن کو میں نے نہیں دیکھا تھا، اس لئے مجھے پتا نہیں کہ پہلے سے وہ ایک دوسرے کو جانتے تھے یا نہیں۔ ایک ماہ بعد جب مدن کلب کا منیجر ہو گیا تب ہارڈی نے مجھے مدن سے ملایا اور مجھ سے کہا کہ میں آئندہ مدن کے باڈی گارڈ کی طرح اس کے ساتھ رہوں گا۔"

"اور تم مدن کے ساتھ چوبیس گھنٹے رہتے تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"چوبیس گھنٹے نہیں جب تک وہ ضرورت محسوس کرتا تھا۔ مجھے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔"

"کیا مدن کبھی گلاس فیکٹری بھی جاتا تھا۔"

"مجھے معلوم نہیں۔"

"کبھی گلاس فیکٹری میں کام کرنے والا کوئی مزدور یا یونین کا کوئی لیڈر ملنے آتا تھا؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ البتہ ایک بار میں نے ایک آدمی کو ہارڈی کے ساتھ دیکھا تھا۔ ہارڈی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ فیکٹری میں کام کرتا ہے۔"

"تم راجندر کو جانتے تھے؟"

"ہاں۔"

"وہ کس کے لئے کام کرتا تھا؟"

"پہلے مدن کے لئے اور پھر بعد میں اس نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔"

"کیا راجندر کا فیکٹری سے یا فیکٹری کے کسی آدمی سے کوئی تعلق تھا؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ البتہ ہارڈی، راجندر کی بہن کے یہاں اکثر جاتا رہتا تھا۔"

اندرونی کمرے میں بھی فون تھا۔ میں نے انسپکٹر سے کہا۔

"کیا میں ایک فون کر سکتا ہوں؟"

"کس کو؟"

"ایک دوست کو جو میری بے گناہی کا ثبوت لیکر آئے گا۔"

"اچھا کر لو۔"

میں نے فون اپنی جانب سرکا کر جاوید کے ہوٹل کا نمبر ملایا جاوید میری ہدایت کے مطابق کمرے ہی میں تھا۔ میں نے جاوید سے کہا۔

"جاوید میں اس وقت پولیس اسٹیشن میں ہوں۔ پولیس نے مجھے قتل کے جرم میں گرفتار کر رکھا ہے۔ میں اب انسپکٹر قریشی کو اپنے کاغذات دکھا رہا ہوں، لیکن ممکن ہے یہ مجھ پر اعتبار نہ کریں۔ اس لئے تم ایک گھنٹہ میرا انتظار کرنا۔ اگر ایک گھنٹے تک میں واپس نہ پہنچوں تو تم ملٹری ہیڈ کوارٹر کو فون کر دینا اور جنرل ریکو کو ٹرنک کال پہ حالات بتا دینا۔ میرا خیال ہے یہاں پولیس کا پورا ڈیپارٹمنٹ بے ایمان اور لالچی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ مجھے قتل کرنے کی کوشش کریں۔ ان حالات میں تم خود سمجھ سکتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے فون رکھ دیا۔ میری گفتگو سن کر انسپکٹر کے چہرے پہ الجھن کے آثار پیدا ہو گئے تھے اور اس کی آنکھوں میں خوف کی ہلکی سی جھلک نظر آنے لگی تھی۔

"یہ تم نے کس کو فون کیا تھا۔" اس نے پوچھا۔ "اور تم

کون ہو؟"

میں نے اپنے اصلی کاغذات نکال کر اس کے سامنے رکھ دیئے۔

وہ کچھ دیر کاغذات دیکھتا رہا پھر میری جانب بے اعتباری سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"لیکن تم نے اپنا نام سینل مہتہ بتایا تھا؟"

"وہ میرا کور ہے۔"

"کیا ثبوت ہے کہ یہ کاغذات جعلی نہیں؟"

"کوئی ثبوت نہیں۔ تم فون پر میری گفتگو سن چکے ہو ایک گھنٹے کے اندر اندر اگر میں یہاں سے نہ گیا تو پولیس کا پورا محکمہ ملک سے غداری کے جرم میں گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"ملک سے غداری!" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہاں —— یہ معاملہ صرف بے ایمانی اور رشوت خوری کا نہیں۔ انسپکٹر اس ملک میں غیر ملکی جاسوسوں کی کوئی زبردست تنظیم کام کر رہی ہے جو ملک کے ایک اہم پراجیکٹ کو تباہ کر دینا چاہتی ہے۔ اس تنظیم کو چھپانے کے لئے دوسرے سنگین جرم کئے جاتے ہیں تاکہ حکومت کی نظر اصل سازش پر نہ پڑ سکے"

"اوہ —— اگر یہ سب کچھ ہے اور یہ کاغذات ٹھیک ہیں تو آپ میرے افسر ہیں کرنل۔"

"یہ تمہارے لئے یہ آخری موقعہ ہے انسپکٹر۔ اس وقت اگر تم نے میرے ساتھ تعاون کیا تو تم اپنا انجام سوچ سکتے ہو۔"

"او کے کرنل میں آپ پر بھروسہ کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے مجھے باقاعدہ سیلوٹ دیا۔ میں نے سیلوٹ کا جواب دے کر اپنے کاغذات جیب میں رکھے اور کہا۔

"ابھی تم میرے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گے اور باہر نکل کر تم مجھے ساتھ لے کر مدن کو گرفتار کرنے جاؤ گے۔"

"او کے سر۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔

ہم باہر آئے۔ انسپکٹر نے اپنے دوسرے ماتحت کو جیپ گاڑی لانے کو کہا۔

اسی وقت راہل کنارہ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس اندر داخل ہوئے راہل نے کہا۔

"میں سپرنٹنڈنٹ صاحب کو تلاش کر کے لے آیا ہوں مسٹر سینل۔ میں نے تمہیں آخری چانس دینے کیلئے سپرنٹنڈنٹ صاحب سے درخواست کی ہے کہ وہ مسٹر مدن کو گرفتار کر لیں۔ مسٹر مدن ایک معزز شہری ہیں۔ اگر تمہارا الزام غلط ثابت ہو گیا تو تم جانتے ہو تمہارا کیا حشر ہو گا؟"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن میں ساتھ چلنا چاہوں گا۔"

میری بات منظور کر لی گئی اور ہم جیپ گاڑیوں میں سوار ہو کر بلو نائٹ کلب کی طرف چل دیئے۔

مدن کے آفس میں ابھی تک روشنی تھی۔ دروازہ بند تھا۔ سپرنٹنڈنٹ نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ ملا تو سپرنٹنڈنٹ نے دروازے دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا۔

ہم سب اندر داخل ہوئے۔ لیکن اندر کا منظر دیکھتے ہی ہر شخص حیران رہ گیا۔ اندر صوفے پہ مدن کی لاش پڑی تھی اور اس کے برابر میں ہی اس پولیس والے کی لاش پڑی تھی جس کو انسپکٹر قریشی مدن کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ گیا تھا

"کیا وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔"

"کبھی تم نے ہارڈی سے اس بارے میں نہیں پوچھا؟"

"نہیں۔"

"اور کوئی ایسی بات تم بتا سکتے ہو جس کا تعلق گلاس فیکٹری سے ہو؟"

"نہیں ——؟"

میں نے انسپکٹر کو مخاطب کر کے کہا۔

"انسپکٹر —— آپ اس کو واپس بھیج سکتے ہیں میرا انٹرویو ختم ہوا"

انسپکٹر نے گارگی کو واپس بھجوانے کے بعد مجھ سے سوال کیا۔

"آپ بار بار فیکٹری کے بارے میں کیوں سوال کر رہے تھے ——؟"

"اس لئے کہ فیکٹری دراصل گورنمنٹ کا ایک اہم ریسرچ سینٹر ہے جس کو تباہ کرنے کے لئے غیر ملکی جاسوس سازش کر رہے ہیں۔ فیکٹری کی حفاظت کے لئے محکمہ انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروس کے آدمی اندر رہتے ہیں۔ اس وقت تک گیارہ ایسے آدمی قتل ہو چکے ہیں۔"

"اوہ۔" انسپکٹر قریشی نے کہا "آ... ہے للت مہتہ کا قتل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھے۔"

"یہ صرف شبہ ہے کیونکہ فیکٹری میں گڑبڑ للت مہتہ کی موت کے بعد ہی شروع ہوئی ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو گارگی کی باتوں سے پتہ لگتا ہے ... تھا کہ وہ غیر ملکی جاسوس ہارڈی اور للت ... تھے"

"ہاں اس کی باتوں سے تو یہی ظاہر ہے ..."

"کیا آپ کو اطمینان نہیں ہوا؟"

"نہیں۔"

"کیا آپ کو کسی اور پر شبہ ہے؟"

"ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"کس چیز کا؟"

"کسی حادثے کا۔ اگر مستقبل میں کوئی حادثہ پیش نہیں آتا تو میں سمجھوں گا کہ مجرم صرف ہارڈی اور مدن تھے۔ جس کا مجھے یقین اس لیئے نہیں آتا کہ غیر ملکی جاسوس اتنی آسانی سے قتل نہیں ہو سکتے تھے۔" یہ کہہ کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔

انسپکٹر نے کہا۔ "ایسا لگتا ہے آپ کچھ چھپا رہے ہیں۔"

"ہاں۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "ابھی میں اپنے شکوک ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ جلد ہی جب کوئی فیصلہ کن ثبوت مل جائے گا پھر میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔ فی الحال میں چلتا ہوں۔" یہ کہہ کر میں واپس چل دیا۔

O

مجھے جاوید کے فون کا انتظار تھا کیوں کہ میں نے اس کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔ میں اپنے کمرے پر انتظار کر رہا تھا۔ رات کا کھانا بھی میں نے کمرے پر ہی منگا لیا تھا۔ آخر دس بجے فون آ گیا۔ اس نے کہا۔

"پہلی بار وہ گھر سے نکلا ہے۔"

"تم اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔ "میں گارڈن روڈ سے بول رہا ہوں۔ وہ ابھی ابھی ایک تین منزلہ عمارت میں داخل ہوا ہے۔"

گارڈن روڈ کا ذکر سن کر میرا دل زور سے اچھلا ــــ میں نے کہا۔

"کیا عمارت کا نمبر ۱۴/ سی ہے؟"

"جی ہاں یہی ہے۔ کیا آپ یہاں کسی کو جانتے ہیں؟"

"شاید۔ تم وہیں رکو۔ میں پہنچ رہا ہوں۔"

"اور اگر وہ یہاں سے چل پڑے۔"

"تو پیچھا کرنا۔"

"او کے۔" جاوید نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

میں اسی وقت روانہ ہو گیا۔ پندرہ منٹ بعد میں ۱۴/ سی کی بلڈنگ سے کچھ فاصلے پر اتر گیا۔ اس عمارت میں راجندر کی تلاش میں یہاں آ چکا تھا۔

میں نے سیٹی سگنل دیا۔ فوراً ہی سگنل کا جواب ملا۔ اس کا مطلب تھا جاوید ابھی وہیں تھا۔ میں نے سیٹی بجا کر دوسرا سگنل دیا جس کا مطلب تھا کہ اس کو میرے قریب آنے کی ضرورت نہیں۔

عمارت کے باہر ایک سیاہ پیکارڈ کھڑی تھی۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ اور زینے سے اوپر چڑھنے لگا۔ ابھی میں دوسری منزل تک ہی پہنچا تھا کہ اوپر سے ایک عورت اترتی نظر آئی۔

"اوہ ہیلو۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" عورت نے مجھے دیکھ کر کہا۔

وہ پرمیلا تھی۔ اس کو وہاں دیکھ کر مجھے بھی حیرت ہوئی۔ میں نے کہا

"ارے یہ تم ہو ــــ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"میں یہیں رہتی ہوں۔"

"راجندر کی بہن کے ساتھ؟"

"نہیں ــــ اس کے برابر ہی میرا چھوٹا سا فلیٹ ہے کیا تم مجھ سے ملنے آئے ہو؟"

"ہاں۔ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"مگر تمہیں میرا پتہ کیسے معلوم ہوا؟"

"مدن نے مجھے تمہارا پتہ بتایا تھا۔" میں نے جواب دیا

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ مدن قتل ہو چکا ہے؟"

"اسی لیئے اس وقت میں یہاں ہوں۔ کلب بند ہو گیا ہے۔"

"راجندر کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"بس تو مجھے اپنے فلیٹ میں لے چلو۔ میں تمہارے وقت کی پوری پوری قیمت دوں گا۔"

وہ کچھ دیر مجھے گھورتی رہی۔ پھر بولی۔

"آل رائٹ۔ آ جاؤ۔"

میں اس کے ساتھ اس فلیٹ میں داخل ہوا۔ یہ صرف ایک کمرے کا فلیٹ تھا۔ باہر کی طرف بالکونی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد پوچھا۔

"کیا راجندر کی بہن کا فلیٹ بھی اتنا ہی بڑا ہے۔"

"نہیں اس کے پاس تین کمروں کا فلیٹ ہے۔ وہ مجھ سے زیادہ خوش قسمت ہے۔"

"وہ کیا کرتی ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"پھر فلیٹ کا کرایہ کہاں سے دیتی ہے۔ کھاتی کہاں سے ہے؟"

"اس سے ایک دولتمند اور باعزت آدمی محبت کرتا ہے وہ اس کا خرچ چلاتا ہے۔"

میں نے جیب سے سو سو کے دو نوٹ نکال کر اس کو دیتے ہوئے کہا۔

"یہ تمہارے وقت کی قیمت ہے پرمیلا۔ میں تمہاری بالکونی سے ہو کر راجندر کی بہن کے فلیٹ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔"

"کیوں۔ کیا تم چوری کرو گے؟" اس نے سہم کر کہا۔

"نہیں۔ میں پولیس افسر ہوں۔ اگر تمہیں یقین نہ آئے تو تم انسپکٹر قریشی کو فون کر کے معلوم کر سکتی ہو۔ میرا اصل نام ناہد ہے۔ ہمیں ایک ملک کے دشمن جاسوسوں کی تلاش ہے۔ اس وقت میری مدد کر کے تم اپنے ملک کی خدمت کرو گی۔"

"اوہ گاڈ" اس نے آنکھیں پھیلا کر کہا "کیا یہ سچ ہے؟"

"سو فی صدی۔"

"تو کیا کامنی دشمن ہے؟"

"کیا کامنی راجندر کی بہن کا نام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تم مجھے اس کے فلیٹ میں جانے دو۔ اور اگر تم چاہو تو انسپکٹر قریشی کو اپنے کمرے میں بٹھا لو۔"

وہ مجھے کچھ دیر حیرانی سے دیکھتی رہی۔ پھر بولی

"کیا تم اس آدمی پر شبہ کر رہے ہو جو کامنی کا عاشق ہے؟"

"میں نے کہا نا کہ ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون ہے؟"

"ہاں۔"

"تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ ابھی ابھی کامنی سے ملنے آیا تھا؟"

"اوہ۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ یہ بالکل ناممکن ہے۔"

"میں جانتا ہوں تم یہ بات کیوں کہہ رہی ہو۔ لیکن تمہیں ابھی تجربہ نہیں۔ غیر ملکی جاسوس عام جرائم پیشہ لوگوں کی طرح نہیں ہوتے — وہ بہت ذہین اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ ان کی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو ہر قسم کے شکوک سے دور رکھتے ہیں۔ عام طور پر ایسے جاسوس اعلیٰ عہدوں پر ہوتے ہیں یا نامور غنڈوں کی شکل میں رہتے ہیں تاکہ ان کی اصلی شخصیت چھپی رہے۔"

"میرے لئے یہ ساری باتیں عجیب ہیں۔" پرمیلا نے جواب دیا۔ "لیکن تمہاری باتوں میں مجھے سچائی نظر آتی ہے اس لئے تم جس طرح چاہو میرا فلیٹ استعمال کر سکتے ہو۔"

"تھینکس" — میں نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

"یقین رکھو تمہیں پچھتانا نہیں پڑے گا۔ کیا تم میرے لئے ایک کام اور کر سکتی ہو؟"

"بولو کیا ہے؟"

میں نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ جاوید سامنے والی عمارت کے سائے میں کسی جگہ چھپا ہوا تھا۔

میں نے پرمیلا سے کہا

"دیکھو۔ وہاں سامنے والی عمارت کے نیچے جا کر بلند آواز سے کہنا "ریڈ فلاور"

یہ نام سن کر ہی ایک آدمی آڑ سے نکل کر تمہارے سامنے آجائے گا۔ اور تم سے پوچھے گا۔ گلاب کہاں ہے۔ تم اس سے کہنا گلاب اوپر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ یہ سن کر وہ تمہارے ساتھ آجائے گا۔ اس کو تم یہاں لاکر بٹھا دینا اور بتا دینا کہ میں برابر والے فلیٹ میں ہوں۔"

"وہ کون آدمی ہے؟" پرمیلا نے پوچھا۔

"وہ میرا ساتھی ہے۔"

اور یہ جملے جو تم نے مجھے بتائے ہیں "کوڈ الفاظ ہیں۔ میں نے کئی فلموں میں جاسوسوں کو اسی طرح کے بے معنی کوڈ استعمال کرتے دیکھا ہے۔"

"ہاں یہ کوڈ تھے۔"

"بس اب تو مجھے یقین آگیا کہ تم واقعی جاسوس ہو۔"

"اب تم جاؤ۔ اس کا نام جاوید ہے۔"

وہ جاوید کو بلانے چلی گئی اور میں بالکونی کے جنگلے پر چڑھ کر کامنی کے فلیٹ کی بالکونی میں کود گیا۔

خوش قسمتی سے اس کا دروازہ کھلا تھا۔ اور اس کمرے میں کوئی نہیں تھا لیکن اندر سے کسی کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے پستول ہاتھ میں لے لیا اور دبے قدموں سے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کے باہر والے دروازے کے پاس جا کر میں رک گیا۔

وہ دونوں برابر والے کمرے میں تھے۔ یہاں سے میں ان کی باتیں بھی سن سکتا تھا اور چابی کے سوراخ سے جھانک بھی سکتا تھا۔

○

پہلی آواز جو میں نے سنی وہ کامنی کی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی

...... "مجھ سے محبت کرتے تھے اور تم نے میرے بھائی کو قتل ہونے دیا۔ تم اسے نہیں بچا سکے۔ جبکہ تم جانتے تھے کہ میرا ایک ہی بھائی تھا"

"سوری کامنی۔ حالات ایسے ہو گئے تھے کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔" یہ شہر کے نرم دل، نیک اور ایماندار مسٹر راہل کٹاریہ کی آواز تھی۔

میں نے چابی کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ وہ دونوں کمرے کے بیچ ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔" کامنی نے اس کو منہ چڑا کر غصے سے کہا "جب کہ میں آج تک تمہارے جرائم چھپاتی چلی آرہی تھی۔ اور تم میرے بھائی کو نہیں بچا سکے۔ تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو کیونکہ میں تمہاری داشتہ ہوں۔ تمہارے ٹکڑوں پر پل رہی ہوں۔ لیکن راہل میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں۔ میں چاہوں تو ایک منٹ میں تمہیں گرفتار کرا سکتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تمہیں فون پر پراسرار پیغام ملتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ تم گلاس فیکٹری میں کوئی سازش کر رہے ہو۔"

"کامنی۔۔۔!" اس بار راہل کی آواز میں حیرت بھی تھی اور غصہ بھی۔

"اب تم میری زبان نہیں روک سکتے۔ تمہیں یہ ضرور حیرت ہوگی کہ مجھے تمہارا یہ راز کیسے معلوم ہوا۔ تم نے میرے فلیٹ پہ فون اسی لئے لگوایا تھا کہ تم اپنے گھر کے فون پر اس طرح کی باتیں نہیں کر سکتے تھے۔ ایک روز میں نہانے گئی تھی۔ اچانک مجھے کچھ یاد آگیا اور میں نہائے بغیر ہی آگئی۔ یہاں کمرے میں تم کسی کو فون کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے

"اس کو راستے سے ہٹا دیا گیا ہے۔ فیکٹری میں اگلے ہفتے ہڑتال شروع ہو جائے گی۔"

اس وقت میں نے فیکٹری میں ایک آدمی کے قتل ہونے کی خبر پڑھی اور ایک ہفتے بعد ہی ہڑتال ہو گئی تو مجھے یقین ہو گیا کہ تم فیکٹری کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہو۔ اس کے بعد میں جب کبھی تمہیں اکیلا چھوڑ کر جاتی تو بیچ میں آکر دیکھتی تھی کہ تم فون کر رہے ہو یا نہیں۔ تین چار بار تمہاری باتیں سننے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ تم کسی دشمن ملک کے جاسوس کے ساتھی ہو جو فون پہ تمہیں ہدایت دیتا ہے اور کسی وجہ سے فیکٹری کو بند کرانا چاہتا ہے۔

ایک طرف تو تم اپنے ملک سے غداری کر رہے تھے اور دوسری طرف مجھ سے اور میرے بھائی سے کھیل رہے تھے۔ راجندر کو تم نے مدن سے ملوایا تھا۔ راجندر نے تمہارے لئے وہ پستول چرایا تھا جس سے تم نے للت مہتہ کو قتل کیا تھا۔ اور راجندر قتل ہونے لگا تو تم خاموش بیٹھے رہے۔ تم نے میرے گھر کو اپنی جاسوسی کا اڈہ بنایا۔ تاکہ تم کسی وقت پکڑے جاؤ تو میں بھی تمہاری ساتھی ہونے کے جرم میں پھانسی پہ چڑھا دی جاؤں۔ کان کھول کر سن لو اب ایسا نہیں ہوگا۔۔۔"

"آل رائٹ کامنی اب ایسا نہیں ہوگا۔" راہل کی آواز سنائی دی۔ یہ بات اس نے جیب سے پستول نکال کر کامنی کو نشانہ بناتے ہوئے کہی تھی۔ "تم واقعی احمق ہو کامنی۔ انگریزی کا ایک محاورہ ہے کہ بلی کا تجسس ہی اس کی موت کا سبب بنتا ہے تمہارا تجسس تمہاری موت کا سبب بن رہا ہے۔"

کامنی کے حلق سے ایک گھٹی ہوئی سی چیخ نکلی۔ اس نے

ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"کاتل۔ اب تو مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے۔"

"مجبوری ہے۔ اپنی موت تم نے خود بلائی ہے۔ مجھے راجندر کی موت کا افسوس ہے۔ لیکن اس کا مرنا ہی اچھا تھا۔ کیونکہ وہ بزدل تھا اور کسی وقت بھی زبان کھول کر مجھے پھنسوا سکتا تھا۔ مدن بے وقوف تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس نے مجھے مٹھی میں لے رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں ہارڈی کے ذریعے اس کو استعمال کر رہا تھا۔ اس کا مصرف ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کو میں نے خود قتل کر دیا ہے۔ ہارڈی بھی ضرورت سے زیادہ حالات جان چکا تھا۔ اس لئے اس کی موت بھی ضروری تھی اور اب تم نے خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ تم میرا ایسا راز جانتی ہو جو مجھے پھانسی چڑھوا سکتا ہے۔ اس لئے اپنی زندگی کے لئے تمہاری موت ضروری ہے۔ تمہیں قتل کرنے کا مجھے واقعی افسوس ہوگا کیونکہ مجھے تمہارا جسم پسند تھا۔ تمہاری موت کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں رہے گا جس کی جانب سے مجھے کسی قسم کا خطرہ ہو۔"

یہ کہہ کر اس کے پستول والے ہاتھ کو جنبش ہوئی۔ کامنی خوف زدہ ہو کر چلائی۔

راہل کی آنکھوں میں اس وقت موت ناچ رہی تھی۔ میں نے ذرا سا دروازہ کھول دیا اور جیسے ہی اس کا ہاتھ فائرنگ کرنے کے لئے آگے بڑھا میں نے فائر کر دیا۔ میری گولی اس کے ہاتھ میں لگی۔ اس کے ہاتھ سے پستول دور جا پڑا۔ منہ سے ایک چیخ نکلی گھبرا کر اس نے گھوم کر میری طرف دیکھا۔ کامنی بھی مجھے حیرت سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"تم۔" راہل نے کہا۔

"میں تمہاری ساری باتیں سن چکا ہوں۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "تمہاری اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ میں سنیل مہتہ نہیں ہوں بلکہ میرا نام کرنل [illegible] ہے۔ میں محکمہ [illegible] سے تعلق رکھتا ہوں۔ تم جانتے ہو گلاس فیکٹری میں اہم ریسرچ ہو رہی ہے جب فیکٹری میں ہمارے دس ایجنٹ ایک ایک کر کے قتل ہو گئے اور بے وجہ ہڑتالیں ہونے لگیں تو ہمیں یقین ہو گیا کہ دشمن ملک کے کچھ جاسوس سازشیں کر رہے ہیں۔ میں اسی جاسوس کی تلاش میں سنیل مہتہ بن کر یہاں آیا تھا۔

اتفاق سے اس شہر میں میری پہلی ملاقات ایک بوڑھے سے ہوئی اس نے مجھے بتایا کہ اس شہر کے ذمہ دار لوگوں میں سے ایک تم ہی ایمان دار ہو۔ اسی لئے کل رات میں تمہارے پاس گیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ میرا فون کا پیغام بھی تمہیں مل گیا ہوگا لیکن تم جان بوجھ کر نہیں آئے کیونکہ تم جانتے تھے کہ مدن [illegible] اور توشی کو قتل کر دے۔ پھر جب میں دوبارہ تم سے ملا اور میں نے تمہیں بتایا کہ راجندر اور توشی قتل ہو چکے ہیں۔ تم فوراً مدن، ہارڈی اور رگاری کو گرفتار کیا۔ تو تمہیں ہارڈی کو قتل کرنے کا ایک اور موقع مل گیا [illegible] چل دیئے۔ بوٹ ہاؤس تم پولیس کو لے کر نہیں گئے بلکہ اکیلے گئے تاکہ بے ہوش ہارڈی اور رگاری کو قتل کر دو۔ تم وہاں پہنچے تو صرف ہارڈی تھا جسے تم نے قتل کر دیا۔ گاری کو شاید پہلے ہوش آ گیا تھا اور وہ اٹھ کر بھاگ گیا تھا۔ اس کے بعد تم پولیس اسٹیشن گئے اور انسپکٹر قریشی کو لے کر دوسری بار بوٹ ہاؤس گئے تاکہ انسپکٹر اس کی لاش دیکھ کر یہ سمجھ لے کہ دراصل ہارڈی اور راجندر کو میں نے قتل کیا تھا اور اپنا الزام مدن پر ڈالنا چاہتا تھا۔ تم دراصل مجھ پر بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔ میں تمہارے [illegible]

اجنبی تھا۔ اس لیے مدن ہارڈی، راجندر کے ساتھ میرا پہنچایا جانا ضروری تھا۔ تم جانتے تھے کہ دس آدمیوں کے قتل کے بعد حکومت چین سے نہیں بیٹھے گی۔ کوئی جاسوس ضرور بھیجے گی۔ تم کسی اجنبی کی آمد کے منتظر تھے، اس لئے تم مجھ پر بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ مختصر یہ کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ بوٹ ہاؤس سے ہارڈی کی لاش ملی ہے، مجھے پہلی بار شبہ ہوا کہ تم نے ہارڈی کو قتل کیا ہے اور تم کوئی بڑا کھیل کھیل رہے ہو۔ اپنے اس شک کی تصدیق کے لیے میں نے ایک داؤ کھیلا۔ میں نے تم سے جھوٹ بولا کہ مدن کی تجوری میں تمہارے نام کا بھی ایک لفافہ ہے تم فوراً مدان کو جا کر گرفتار کرا دو۔

تمہیں اپنے نام کا لفافہ سن کر حیرت ہوئی ہوگی۔ کیونکہ ہارڈی کے ذریعے تم مدن کو استعمال کر رہے تھے۔ پھر بھی تم کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھے۔ دوسرے مدن کا مصرف ختم ہو چکا تھا۔ اس لیے پہلے تم نے جا کر مدن کو قتل کر دیا۔ مدن کے ساتھ ایک پولیس مین بھی تھا، اس لئے اس کو بھی قتل کرنا پڑا۔ پھر لفافوں کو دیکھ کر اطمینان کرنے کے بعد تم پولیس سپرنٹنڈنٹ کو نے کر پولیس اسٹیشن پہنچ گئے۔ بھلا مدن کی لاش ملنے کے بعد کون سوچ سکتا تھا کہ شہر کا میئر ایک جرائم پیشہ کو قتل کرنے لگا۔

جب میں نے مدن کی لاش دیکھی تو مجھے یقین ہو گیا کہ جس آدمی کی مجھے تلاش ہے وہ تم ہی ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے اسسٹنٹ کو تمہاری نگرانی پر لگا دیا۔ دن بھر وہ تمہاری نگرانی کرتا رہا۔ ابھی ایک گھنٹہ پہلے اس نے مجھے فون کیا کہ تم یہاں ہو۔ میرے ساتھی کو پتہ نہیں تھا کہ اس مکان میں کون رہتا ہے۔ میں راجندر کی تلاش میں یہاں آ چکا تھا۔ اور جانتا تھا کہ راجندر کی بہن یہاں رہتی ہے۔ میرے ساتھی نے جب یہاں کا پتہ مجھے بتایا تو میں سمجھ گیا کہ تم راجندر کی بہن سے ملنے آئے ہو۔ مجھے یقین تھا کہ اسے قتل کرنے کے بعد تم کوئی خاص قدم ضرور اٹھاؤ گے۔ چنانچہ میں فوراً یہاں چلا آیا۔ اتفاق سے راجندر کی پہلی محبوبہ پرمیلا سے میرا تعارف ہو چکا تھا۔ وہ مجھے زینے پر مل گئی۔ اس کے فلیٹ سے ہو کر میں یہاں داخل ہوا تو مجھے تمہاری باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔۔۔۔"

راہل نے اچانک چھلانگ لگائی اور وہ کامنی کے پیچھے چلا گیا۔ اس نے کامنی کو آڑ بناتے ہوئے کہا۔

"اگر تم اس عورت کی زندگی چاہتے ہو تو پستول نیچے ڈال دو"

یہ سب کچھ اس قدر تیزی سے ہوا کہ میں بھی بے بس ہو گیا۔

"تم اس طرح بچ نہیں سکتے" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"فی الحال تو میں بچ کر جا رہا ہوں"

یہ کہہ کر وہ کامنی کو اپنے سامنے کئے پیچھے ہٹنے لگا۔ میں اس وقت کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے ایک ہاتھ سے کامنی کو تھاما اور دوسرے ہاتھ سے دروازے کی چٹخنی گرا دی۔ کامنی اس قدر خوف زدہ ہو گئی تھی کہ وہ بت کی مانند ہو گئی تھی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی اور بے جان تاثر کئے انسان کی طرح راہل کے ساتھ ساتھ پیچھے ہٹ رہی تھی۔

راہل نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا۔

دروازہ کھلتے ہی ایک ہاتھ پستول لئے اندر آیا اور پستول کا دستہ راہل کے سر پر پڑا۔ راہل کے منہ سے ایک گھٹی ہوئی چیخ نکلی اور وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا۔

یہ جاوید تھا۔ جاوید نے اندر داخل ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں بھی بالکونی سے اندر آ گیا تھا اور آپ کی باتیں سن لی تھیں۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ شخص عورت کو آڑ بنا کر فرار ہونا چاہتا ہے تو میں بالکونی سے پھر دوسرے دروازے میں گیا۔ باہر آ کر دروازے پر کھڑا ہو گیا کیونکہ اس کو فرار ہو کر اسی طرف جانا تھا"

"شاباش جاوید۔۔۔ تم واقعی کھوٹے سکوں کی طرح وقت پر کام آ جاتے ہو۔ اب ذرا پولیس ہیڈ کوارٹر میں انسپکٹر قریشی کو فون کر دو"

جاوید فون کرنے لگا اور میں رسی تلاش کرنے لگا۔ تاکہ راہل کے ہاتھ پاؤں باندھ سکوں۔

